مروج الذہب و معاون الجواہر

جلد چہارم

ترجمہ

اختر فتح پوری

ناشر

نفیس اکیڈیمی

اسٹریچن روڈ، کراچی ۱

فہرست مضامین

(جلد چہارم)

باب چہارم

المعتز باللہ کی خلافت

باب پنجم

المہتدی باللہ کی خلافت کا بیان

باب ہشتم

المکتفی باللہ کی خلافت کا بیان ۷۹۰

باب نہم ۸۰۶

المقتدر باللہ کی خلافت کا بیان ۸۰۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

متوکّل علی اللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات جعفر بن محمد بن ہارون کی بیعت ہوئی تو اس کا لقب منتصر باللہ رکھا گیا مگر جب دوسرا دن ہوا تو احمد بن ابی داؤد نے اُسے متوکل علی اللہ کا لقب دیا۔

یہ ۲۴ ذوالحجہ ۲۳۲ھ بدھ کے روز کا واقعہ ہے۔ جب اس کے بھائی واثق کی وفات ہوئی تھی اس کی کنیت ابوالفضل تھی، وہ ستائیس سال اور چند ماہ کا تھا کہ اس کی بیعت ہوئی اور اکتالیس سال کی عمر میں قتل ہو گیا، اس کی خلافت کا زمانہ چودہ سال نو ماہ نو دن بنتا ہے، اس کی ماں خوارزمیہ اُم ولد تھی جسے شجاع کہا جاتا تھا، اس کے قتل کا واقعہ بدھ کی رات کو تین شوال ۲۴۷ھ کو ہوا۔

مختصر حالات و واقعات
اور اس کے دَور کی ایک جھلک

سُنّت کو ظاہر کرنے اور جھگڑے کو ترک کرنے کا حکم جب متوکل کو خلافت ملی تو اس نے تنازعہ امور میں بحث و نظر ترک کرنے کا حکم دے دیا اور معتصم، واثق اور مامون کے زمانے میں لوگوں نے جو روش اختیار کر لی تھی اُسے ترک کرنے اور تسلیم و تقلید کا رستہ اختیار کرنے کا حکم دیا اور محدثین کے شیوخ کو روایات کے بیان کرنے اور سنت کو ظاہر کرنے کا حکم دیا، سفید

ابریشم والے تانے کے کپڑے کو، دُوسرے کپڑوں پر فضیلت دی، اس کے گھر کے تمام لوگوں نے بھی اس لباس کے پہننے میں اس کی پیروی کی اور عام لوگوں نے بھی اُسے پہننا شروع کر دیا، اس کے عملی اہتمام کی وجہ سے حد سے زیادہ اس کی قیمت دینے لگے، جب حکمران اور رعایا اس کپڑے میں حد سے زیادہ دلچسپی لینے لگے تو اس نے ان میں سے بہترین کپڑوں کو اپنے لیے منتخب کر لیا اور بقیہ کپڑے لوگوں کے لیے رہ گئے یہاں تک کہ یہ کپڑے متوکلی لباس سے معروف ہو گئے، یہ کپڑے سفید ابریشم کے تانے کی قسم سے تھے جو نہایت ہی خوب صورت، خوش رنگ اور اچھی بناوٹ کے تھے۔

ہنسی مذاق اور لہو ولعب کی ایجاد

متوکل کا زمانہ حکومت کی استقامت اور لوگوں کے امن و امان اور عدل و انصاف کی وجہ سے بہت اچھا زمانہ تھا، متوکل کو عطا و بخشش کی وجہ سے نہ ہی سخی کہا جاتا ہے اور نہ ہی عطا و بخشش کے ترک کرنے کی وجہ سے بخیل کہا جاتا ہے، بنی عباس کے گذشتہ خلفاء کی مجلس میں ہنسی مذاق نہ ہوتا تھا مگر متوکل نے لوگوں کو اس میں مشغول کر دیا اور یہی اس کا موجد اور پیش رو ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ اس نے اس قسم کی کئی چیزیں ایجاد کیں اور اس کے خواص میں سے اغلب نے اور اکثر رعایا نے اس کی پیروی کی، پس اس کے وزراء اور پیش رو ادیبوں اور عسکری سرداروں میں سے ایک آدمی بھی ایسا نہ رہا جسے سخی اور صاحب فضل کہا جا سکے یا وہ کھیل کود اور ٹھٹھے مذاق سے بالا ہو۔

فتح بن خاقان کا اس کے مُنہ چڑھنا

فتح بن خاقان ترکی جو متوکل کا غلام تھا وہ تمام لوگوں سے بڑھ کر اس کا مقرب اور منہ چڑھا تھا، خلافت سے اس درجہ مقرب ہونے کے باوجود فتح بن خاقان ان لوگوں میں سے نہ تھا جس سے کسی بھلائی کی توقع کی جائے اور اس کے شر سے ڈرا جائے، اُسے علم و ادب سے ایک مقام حاصل تھا اس نے ادب کی انواع میں ایک کتاب تالیف کی ہے جو کتاب "البستان" کا ترجمہ ہے۔

جیری عمارت کی نئے سرے سے تعمیر

متوکل نے اپنے زمانے میں نئے سرے سے ایک عمارت کو بنایا جس کے متعلق لوگوں کو کچھ علم نہ تھا، وہ عمارت جیری، کمین اور ارو قہ کے نام سے مشہور تھی، اس کا

واقعہ یوں ہے کہ ایک شب کو ایک داستان گو نے اُسے بتایا کہ حیرہ کے ایک بادشاہ نے جنگی نمونہ پر ایک عمارت تعمیر کروائی تھی جس کی ہیئت اس امر کا اظہار کرتی تھی کہ بادشاہ کو جنگ سے بڑی شیفتگی ہے اور وہ جنگی میلان کی وجہ سے کسی وقت بھی اس کے ذکر سے غافل نہیں رہنا چاہتا تھا، یہ عمارت حیرہ کے نام سے موسوم تھی جسے بنی نصر کے ایک لغمانی بادشاہ نے بنایا تھا، اس کے برآمدے میں بادشاہ کی نشست گاہ تھی اور وہی سامنے کا حصّہ تھا دائیں اور بائیں کو "کمان" کہتے تھے، "کمان" کے دو مکانوں میں اس کے خواص میں سے مقرب لوگ رہتے تھے اور دونوں مکانوں کے دائیں جانب ملبوسات کے کمرے تھے اور بائیں جانب ضرورت کے مشروبات تھے برآمدے کے سامنے کی فضا کھلی تھی اور برآمدے میں "کمین" اور تین دروازے تھے، اس وقت اس عمارت کو "حیرہ" کے علاوہ "کمین" بھی کہتے تھے، لوگوں نے متوکل کی وجہ سے اس کی معرفت حاصل کی اور وہ اس حد تک مشہور ہو گئی۔

اس کا اپنے تین بیٹوں کے لیے بیعت لینا

متوکل نے اپنے تین بیٹوں محمد المنتصر باللہ، ابی عبداللہ المعتز باللہ اور المستعین باللہ کے لیے بیعت لی، اس بیعت کا ذکر کرتے ہوئے ابن المدبر کہتا ہے ـــ

"یہ بیعت، شجرہ کی بیعت (بیعتِ رضوان) کی طرح ہے جس میں سب مخلوق کی بھلائی ہے اس کی جعفر نے تاکید کی ہے اور اسے اپنے تین نیک بیٹوں تک لے گیا ہے۔"

اور علی بن جہم کہتا ہے ـــ

"خلیفہ جعفر سے کہہ دو اے سخی اور خلفاء ائمہ اور ہدایت کے جگر گوشے، جب تو نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو درست کرنے کا ارادہ کیا تو تُو نے مسلمانوں کی ذمہ داری محمد المنتصر باللہ کو سونپی اس کے بعد المعتز باللہ کو، اور تیسرے کو تو نے تائید یافتہ اور غالب بنا دیا۔"

متوکل علی اللہ، ابو العباس سفاح کے ایک سو سال بعد اور حضرت عباس بن عبد المطلب کی وفات کے دو سو سال بعد خلیفہ بنا ان کی حکومت کی مدت کے اوقات کی کمیت اور سالوں کی تعداد اور مہینوں اور دنوں کی کمی بیشی کے بارے میں کچھ اور اقوال بھی بیان کیے گئے ہیں۔

ابن الزیات سے ناراضگی

ابھی متوکل کی خلافت پر چند ماہ ہی گزرے تھے

کہ وہ ابن الزیات سے ناراض ہوگیا اور اس کے اموال اور تمام اشیاء پر قبضہ کر لیا اور اس کی جگہ ابو الوزیر کو مقرر کر دیا۔ ابن الزیات نے جب وہ معتصم اور واثق کے زمانے میں وزیر تھا ان لوگوں کے لیے جو خلیفہ کی اطاعت سے پھر جاتے تھے یا خلیفہ ان سے ناراض ہو جاتا تھا ایک لوہے کا تنور بنایا ہوا تھا جس کی میخوں کے سرے اندر کی جانب اُٹھے ہوئے تھے اور وہ اس میں لوگوں کو عذاب دیا کرتا تھا، متوکل نے حکم دیا کہ اسے تنور میں داخل کیا جائے، تو محمد بن عبد الملک الزیات نے اس شخص سے جس کی اس کام پر ڈیوٹی لگائی گئی تھی، کہا کہ وہ اسے دوات اور کاغذ کے استعمال کی اجازت دے دے تاکہ وہ جو کچھ لکھنا چاہتا ہے لکھ دے اس نے متوکل سے اجازت طلب کی تو اس نے اجازت دے دی، اس نے لکھا ؎

"یہ راستہ روز بروز بدلتا رہتا ہے اور جو کچھ آنکھ تجھے دکھاتی ہے یہ ایک خواب کی بات ہے گھبراؤ نہیں یہ دنیا کی حکومتیں ایک قوم سے دوسری قوم میں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ اس روز متوکل مصروف رہا اور رُقعہ اس تک نہ پہنچ سکا، جب دُوسرا دن ہوا تو اس نے رُقعہ پڑھا اور اُسے تنور سے نکالنے کا حکم دیا مگر وہ مر چکا تھا وہ اس تنور میں مرنے تک چالیس دن محبوس رہا۔ وہ ایک فصیح و بلیغ ادیب اور بہترین شاعر تھا۔ وہ مامون کو اس کے چچا ابراہیم بن مہدی کے متعلق جب اس نے اس کے خلاف خروج کیا تھا تحریض دلاتے ہوئے کہتا ہے ؎

"کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہر چیز کی کوئی علت ہوتی ہے جو اس آگ کی مانند ہوتی ہے جسے چقماق سے رگڑا جاتا ہے، ہم نے اُمور کا اسی طرح تجربہ کیا ہے اور یہ بات تجھے صرف لمبے تجربات سے حاصل ہوگی اور ابراہیم کے متعلق میرا گمان یہ ہے کہ اس کی رہائی کسی روز زندگی کو مکدر کر دے گی، اے امیر المومنین اس کے ٹھٹھے مذاق اور سنجیدگی کے ایام کو یاد کیجیے جب منبر اس کے نام سے گونجتے تھے اور وہ "لیلیٰ" میہ اور ہند کے گیت گاتا تھا۔"

وہ معتصم باللہ کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہتا ہے ؎

"اس کے پاس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار رہی اور شدتِ غم کی

وجہ سے اس کے آنسو بہتے تھے، اس کا پرتلہ اور چادر گواہی دیتے ہیں کہ وہ بہترین آدمی تھا، اور میں قسم کھا کر حق بات بیان کرتا ہوں کہ تیرے جیسا حکمران ظالموں سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی کوئی منصف، مظلوم کے ساتھ تجھ سا انصاف کر سکتا ہے۔"

ہم نے اس کے واقعات اور عمدہ اشعار کو کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے۔

وزراء

ابوالوزیر کی وزارت تھوڑے دن رہی پھر اس نے محمد الفضل الجرجائی کو وزیر بنایا پھر اُسے وزارت سے ہٹا دیا۔ پھر اس نے ۲۳۳ھ میں عبیداللہ بن یحییٰ کو اپنا دیوان بنایا، یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا، ہم نے کتاب الاوسط میں اس کے واقعات اور متوکل کے ساتھ اس کے تعلقات اور فتح بن خاقان کے حالات کو لکھا ہے۔

ہرقل کے دیر میں مبرد اور مجنون

محمد بن یزید المبرد بیان کرتا ہے کہ میں نے متوکل کے پاس اس جھگڑے کا ذکر کیا جو میرے اور فتح بن خاقان کے درمیان ایک آیت کی تاویل کے بارے میں ہوا اور لوگوں نے بھی اس کی قراءت کے بارے میں جھگڑا کیا تو اس نے محمد بن القاسم بن محمد بن سلیمان ہاشمی کی طرف آدمی بھیجا وہ اس کے پاس بصرہ گیا اور مجھے بھی باعزت طور پر اپنے ساتھ سوار کروا کر لے گیا جب میں واسط اور بغداد کے درمیان نعمان کی جانب سے گزرا تو مجھے بتایا گیا کہ ہرقل کے دیر میں مجانین کی ایک جماعت کا علاج کیا جا رہا ہے، جب میں دیر کے سامنے آیا تو میرے دل میں اس میں داخل ہونے کا خیال پیدا ہوا، میں ایک نوجوان کی معیشت میں جو دین و ادب میں نمایاں مقام رکھتا تھا دیر میں داخل ہوا تو اچانک ایک مجنون میرے قریب آیا میں نے اُسے کہا کہ تو ان کے درمیان کیوں بیٹھا ہے حالانکہ تو ان میں سے نہیں ہے تو اس نے اپنا پیالہ توڑ دیا اور آواز بلند کی اور کہنے لگا:

"اگر وہ میری صفت بیان کریں تو میں کمزور جسم ہوں اور میرا معائنہ کریں تو میرا جگر سفید ہو چکا ہے میں کسی کے پاس اپنے عشق کی شکایت نہیں کرتا اس بات نے میرے غم کو دُگنا کر دیا ہے اور میری بیماری میں اضافہ کر دیا ہے، غم کی گرمی کے باعث میں نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دل پر رکھے ہوئے ہیں اور میں خود اپنے ہاتھوں پر لوٹ پوٹ ہوں، ہائے میری محبت ہائے میرا جگر، اگر میں کل نہ مرا تو پرسوں مر جاؤں گا، جب میں انہیں یاد کرتا ہوں تو

یوں محسوس ہوتا ہے کہ میرا دل شیر کے دونوں ہاتھوں میں شکار کی مانند ہے۔"
میں نے اُسے کہا بہت خوب، مجھے کچھ اور اشعار سناؤ تو اس نے کہا ؎
"جدائی کس قدر جانوں کو ہلاک کرنے والی ہے اور جگری دوست کو کھو دینا
کس قدر تکلیف دیتا ہے، جب جدائی میری جان اور جلد میں حد سے زیادہ
اثر انداز ہونے لگی تو میں نے اپنے آپ کو مصائب کے سامنے پیش کر دیا۔
ہائے افسوس میں ہم و غم کے درمیان بندھا ہوا مر جاؤں گا، ہر روز میری
آنکھ میرے جسم کے کسی عضو کے مرنے پر شور مچاتی ہوئی آنسو بہاتی ہے۔"
میں نے کہا بہت خوب، تو بہترین گفتگو کرتا ہے مجھے کچھ اور اشعار سناؤ تو وہ
کہنے لگا ؎
"اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سخت غمگین ہوں اور میں جو کچھ محسوس کرتا ہوں اس
کے اظہار کی طاقت نہیں رکھتا۔ میری دو جانیں ہیں ایک جان کو ایک شہر نے
سنبھالا ہوا ہے اور دوسری کو ایک شہر نے اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے اور
میں دیکھتا ہوں کہ وہاں پر رہنے والی کو صبر کوئی فائدہ نہیں دیتا اور میں اپنی
نگاہوں سے غائب رہنے والی کو اپنے مکان سے دیکھنے والی کی طرح خیال
کرتا ہوں جو میری طرح غم کو محسوس کر رہی ہے۔"
میں نے کہا بہت خوب اور اس سے مزید اشعار سنانے کا تقاضا کیا تو اس نے
جواب دیا کہ میں نے جب بھی آپ کو اشعار سنائے ہیں آپ نے مجھ سے فرمائش کی ہے اور
یہ بات فرطِ ادب اور غمِ فراق کے باعث ہوتی ہے پھر اس نے مجھے اس قسم کے مزید اشعار
سنائے تو میرے ساتھ جو آدمی تھا میں نے اُسے کہا کہ اسے شعر سناؤ تو اس نے کہا ؎
"ملامت، جدائی، الوداع اور کوچ پر کونسی آنکھیں اشک ریز نہیں ہوتیں خدا
کی قسم اُن کے بعد میرا صبر، صبر نہیں رہا اور نہ ہی بخل سے میں نے آنسوؤں کو
ذخیرہ کیا ہے اس جنون کی عزت کی قسم جو انہوں نے میرے شامل حال کیا ہے
میرا دل اُن کا مشتاق ہے حالانکہ وہ یہاں سے کوچ کر گئے ہیں، میری خواہش
ہے کہ ساتوں سمندر میرے لیے سیاہی بن جائیں اور میرا تمام جسم آنسو بن کر
بہہ جائے اور جدائی کے روز میری ہر پسلی اور عضو کی بجائے مجھے آنکھیں مل

جائیں، جدائی کا بھلا نہ ہو اگر یہ کسی پہاڑ کو لاحق ہو جائے تو وہ اس کے صدمے سے گر پڑے، ہجر و فراق، چغل خور اور اونٹ، موت کے پیشرو ہیں"۔

مجنون نے کہا بہت خوب، پھر کہنے لگا آپ نے جو اشعار سنائے ہیں اسی مفہوم کے کچھ اشعار مجھے یاد آگئے ہیں، کیا میں انہیں سناؤں، میں نے کہا سنائیے تو وہ کہنے لگا ؎

"وہ کوچ کر گئے پھر ان کے ورے پردے باندھ دیے گئے اگر میں ان پر ایک دن بھی قابو رکھتا تو وہ کوچ نہ کرتے اے قافلے کے حدی خوانو! تھوڑا آہستہ چلو، تاکہ ہم انہیں الوداع کہہ سکیں، کیونکہ ان کے الوداع کرنے میں ہماری موت ہے، جب ان گرڑیوں کو اٹھا کر اونٹ چل پڑے تو مجھے ان کے کھو دینے کے سوا کسی چیز نے خوف زدہ نہیں کیا، میں اپنے عہدِ محبت پر قائم ہوں اور میں نے ان کی محبت نہیں چھوڑی کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ ہمیشہ سے یہی کرتے آئے ہیں۔"

مبرد کہتا ہے، میرے نوجوان ساتھی نے کہا وہ تو مر چکے ہیں تو مجنون کہنے لگا آہ! اگر وہ مر گئے ہیں تو میں بھی مر جاؤں گا اور گر کر مر گیا اور میں اس کے غسل اور تجہیز و تکفین تک وہیں رہا پھر میں نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کر دیا۔

بحتری کا متوکل کو اشعار سنانا

میں سر من رائی سے آکر متوکل سے ملا، اس پر شراب اثر انداز ہو چکی تھی میں جس بات کے لیے اس کے پاس آیا تھا اس نے اس کے متعلق مجھ سے پوچھا تو میں نے اس کا جواب دیا، متوکل کے سامنے بحتری شاعر بیٹھا ہوا تھا اس نے ایک قصیدہ سنانا شروع کیا جس میں متوکل کی مدح تھی، اس وقت مجلس میں ابو العنبس الصیمری بھی موجود تھا، بحتری نے اپنا قصیدہ سنانا شروع کیا جس کا آغاز یوں ہوتا تھا۔

"تو کون سے دانتوں کے ساتھ تبسم کرتا ہے اور کونسی نگاہ سے تبسم کرتا ہے حُسن اس کے حُسن سے چمک اٹھتا ہے اور حُسن، سخاوت سے بہت مشابہت رکھتا ہے، خلیفہ جعفر المتوکل ابن المعتصم سے کہہ دو جو چنیدہ شخص کا پسندیدہ اور انتقام لینے والے کا انعام کرنے والا بیٹا ہے، تیرے عدل کے بھروسے پر رعیت اندرونِ حرم کی طرح محفوظ ہے اے مجد و بزرگی کے بانی! انتشار

ختم ہو گیا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا فرماں بردار ہو جائے گا تو محفوظ ہو جائے گا ہم نے تیرے ذریعے گمراہی کے بعد ہدایت اور غریبی کے بعد تونگری حاصل کی ہے۔"

جب وہ یہاں تک پہنچا تو واپسی کے لیے اُلٹے پاؤں چلا تو ابو العنبس نے اُٹھ کر کہا یا امیر المومنین اسے دوبارہ پڑھنے کا حکم دیجیے خدا کی قسم اس قصیدے میں، میں نے اس کا معاوضہ کیا ہے، خلیفہ نے اسے دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا تو ابو العنبس کچھ اشعار پڑھنے لگا (ان اشعار کے ترک کرنے سے واقعہ کا انقطاع نہ ہوتا تو ہم اس کا ذکر نہ کرتے) اس نے کہا:۔

"تو نے کونسا پاخانہ کھایا ہے اور کون سے ہاتھ سے تھپڑ کھایا ہے اور تو نے بحتری ابی عبادہ کا سر رحم میں داخل کر دیا ہے۔"

جب وہ اس قسم کی دشنام آمیز باتوں تک پہنچا تو متوکل ہنستے ہنستے گدی کے بل لیٹ گیا اور بائیں پاؤں کو زمین پر رگڑنے لگا، پھر اس نے کہا کہ ابو العنبس کو دس ہزار درہم دیے جائیں، فتح نے کہا اے میرے آقا! بحتری کی ہجو ہوئی ہے اور اس نے ناپسندیدہ باتیں سُنی ہیں کیا وہ خالی ہاتھ واپس جائے گا، خلیفہ نے کہا بحتری کو بھی دس ہزار درہم دیے جائیں، فتح نے کہا میرے آقا! یہ بصرہ کا شخص ہے جسے ہم نے اس کے شہر سے نکال دیا ہے، کیا یہ شخص ان کی حاصل کردہ چیز میں شریک نہ ہو گا خلیفہ نے کہا اس کو بھی دس ہزار درہم دیے جائیں پس ہم اس ٹھٹھے مذاق کی مجلس سے واپس آ گئے اور بحتری کو اس کی خوش نصیبی، اجتہاد اور دانائی نے کوئی فائدہ نہ دیا۔

ابو العنبس کا گدھا

پھر متوکل نے ابو العنبس سے کہا کہ مجھے اپنے گدھے اور اس کی وفات اور اس کے ان اشعار کے متعلق بتاؤ جو اس پر خواب میں وارد ہوئے تھے، اس نے کہا امیر المومنین بہت اچھا، پھر کہنے لگا میرا گدھا قاضیوں ...... سے بھی زیادہ عقل مند تھا، اس نے کوئی جرم نہیں کیا تھا اور نہ ہی اس سے کوئی لغزش ہوئی تھی، وہ لاپرواہی سے ایک بیماری کا شکار ہوا اور مر گیا، میں نے اُسے خواب میں دیکھ کر کہا اے میرے گدھے کیا میں نے تجھے ٹھنڈا پانی اور اچھے جو نہیں دیے اور تیرے لیے خوب کوشش نہیں کی؟ پھر تو لاپرواہی سے کیوں مر گیا، تیرا کیا حال ہے اس نے کہا جب تو ایک دن فلاں دوا فروش کی دوکان پر کھڑے ہو کر اس طرح اس طرح

باتیں کر رہا تھا تو میرے پاس سے ایک خوب صورت گدھی گزری، میں نے اُسے دیکھا تو اس کی محبت میرے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی اور میں اس پر عاشق ہو گیا اور میں غمگین اور متاسف ہو کر مر گیا، میں نے اُسے کہا اے میرے گدھے! کیا تو نے اس بارے میں کچھ شعر بھی کہے ہیں اس نے جواب دیا ہاں، اور اس نے مجھے یہ شعر سنائے۔

"دوا فروش کے دروازے پر میرا دل ایک گدھی کا گرویدہ ہو گیا ہے جس روز ہم گئے تھے اس نے اپنے خوب صورت دانتوں اور نرم رخساروں سے جو شنفرانی گدھے کی طرح تھے، مجھے اپنا غلام بنا لیا ہے پس میں وہیں پر مر گیا اور اگر میں زندہ رہتا تو میری بڑی ذلت ہوتی۔"

میں نے پوچھا اے میرے گدھے شنفرانی کیا چیز ہے؟ اس نے جواب دیا یہ ایک نادر الوجود گدھا ہوتا ہے۔ متوکل یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوا اور اس نے گانے بجانے والوں کو حکم دیا کہ وہ آج گدھے کے اشعار گائیں، اس روز وہ اتنا خوش ہوا کہ اتنا خوش اُسے کبھی نہیں دیکھا گیا اور اس نے ابوالعنبس کی عزت افزائی اور انعام میں اضافہ کر دیا۔

متوکل اور علی بن محمد علوی

ابوعبداللہ محمد بن عرفہ نحوی بیان کرتا ہے کہ ہمیں محمد بن یزید المبرد نے بتایا کہ متوکل نے ابوالحسن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے کہا کہ آپ کے بھائی، عباس بن عبدالمطلب کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اُنھوں نے جواب دیا اے امیرالمومنین! میرے بھائی اس آدمی کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں جس کے بیٹوں کی اطاعت کرنا اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر فرض کیا ہے اور اس کے بیٹوں پر اپنی اطاعت کو فرض کیا ہے، متوکل نے انہیں ایک ہزار درہم دینے کا حکم دیا، ابوالحسن کا مقصد یہ تھا کہ اس کے بیٹوں پر اللہ کی اطاعت فرض ہے تو اس نے تعریض سے کام لیا۔

متوکل کے پاس ابوالحسن علی بن محمد کے متعلق شکایت کی گئی کہ ان کے گھر میں ہتھیار کتابیں اور ان کی پارٹی کے آدمی موجود ہیں، متوکل نے رات کے وقت ترکوں اور کچھ دوسرے آدمیوں کو بھیجا کہ وہ ان کے گھر میں موقع پا کر ان پر اور گھر میں موجود آدمیوں پر حملہ کر دیں انہوں نے دیکھا کہ آپ گھر میں اکیلے ہیں اور دروازہ بند کیے ہوئے ہیں اور بالوں کا بنا ہوا ایک جُبّہ اوپر لیے ہوئے ہیں اور ریت اور سنگریزوں کے سوا گھر میں کوئی بچھونا نہیں

اور سر پر اُون کی ایک چادر ہے اور وہ رب کی طرف متوجہ ہو کر ترنم کے ساتھ قرآن کریم سے وعدہ اور وعید کی آیات پڑھ رہے ہیں انہیں اسی حالت میں پکڑ کر نصف رات کو متوکل کے پاس لے جایا گیا آپ اس کے سامنے کھڑے ہو گئے اور متوکل ہاتھ میں جام لیے پی رہا تھا، جب اس نے آپ کو دیکھا تو اس نے آپ کی تعظیم کی اور آپ کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا، جن چیزوں کے متعلق شکایت کی گئی تھی ان میں سے کوئی چیز بھی آپ کے گھر میں موجود نہ تھی اور نہ ان کی کوئی ایسی حالت تھی کہ اس کا بہانہ بنا کر آپ پر گرفت کی جاتی۔ متوکل نے اپنے ہاتھ والا جام آپ کو دیا آپ نے فرمایا یا امیر المومنین میرے گوشت اور خون میں کبھی شراب داخل نہیں ہوئی، مجھے اس سے معاف رکھیے گا تو متوکل نے انہیں چھوڑ دیا اور کہا مجھے اچھے سے اشعار سنائیے آپ نے فرمایا میں بہت کم اشعار کہتا ہوں، اس نے کہا آپ کو مجھے ضرور اشعار سنانے پڑیں گے تو آپ نے یہ اشعار سنائے ؎

"پہاڑوں کی چوٹیوں پر غالب آنے والے جوانوں نے حفاظت کرتے ہوئے رات گزاری مگر چوٹیوں نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا، پھر وہ اپنے قلعوں سے نیچے اُتر آئے اور گڑھوں میں جا سمائے، ہائے وہ کیا بُرا اُترے، قبر میں پڑنے کے بعد ایک پکارنے والے نے انہیں آواز دی کہ خاندان، تاج اور حُلّے کہاں ہیں اور وہ چہرے کہاں ہیں جو بڑے آسودہ حال تھے اور ان کے دُور سے پردے لٹکائے جاتے تھے، قبر نے جواب دیا ان چہروں کو کیڑے کھا رہے ہیں ان لوگوں نے ایک زمانہ کھایا اور پیا ہے اور آج یہ خود کھاجا بنے ہوئے ہیں انہوں نے اپنی حفاظت کے لیے قلعے بنائے اور اب یہ قلعوں اور ان کے رہنے والوں کو چھوڑ کر یہاں منتقل ہو گئے ہیں، انہوں نے اموال کو جمع کیا اور ان سے خزانے بھرے، پس انہیں دشمنوں کے لیے چھوڑ کر کوچ کر گئے ہیں اور ان کے مکانات ویران اور خالی پڑے ہیں اور ان کے رہنے والے قبروں میں آ گئے ہیں۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ جو لوگ وہاں موجود تھے انہیں ابوالحسن علی کے متعلق خوف پیدا ہوا اور خیال کرنے لگے کہ متوکل ان کے متعلق جلد کوئی حرکت کرے گا، راوی کہتا ہے کہ متوکل اس قدر رویا کہ اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور سب حاضرین بھی اشکبار ہو

گئے، پھر اس نے شراب کے اٹھانے کا حکم دیا اور ابوالحسن سے کہا، کیا آپ کے ذمے کچھ قرض ہے آپ نے جواب دیا ہاں، چار ہزار دینار قرض ہے اس نے حکم دیا کہ چار ہزار دینار قرض کی ادائیگی کے لیے ان کو دے دیے جائیں اور آپ کو عزت کے ساتھ اسی وقت آپ کے گھر واپس بھجوا دیا۔

قاضی ابن سماعہ حنفی کی وفات

راوی بیان کرتا ہے کہ ۲۳۳ھ میں متوکل کی خلافت کے زمانے میں امام محمد بن الحسن اور امام ابوحنیفہ کے ساتھی قاضی محمد بن سماعہ کی وفات ہوئی اس وقت آپ کی عمر سو سال تھی آپ بالکل تندرست اور عقل و حواس میں تھے آپ کو اچھوتے خیالات سوجھتے اور سست رفتار گھوڑوں پر سوار ہوتے اور اسے اپنے لیے کچھ بھی برا نہ سمجھتے۔

سماعہ بن محمد کے بیٹے کا بیان ہے کہ مجھے میرے باپ محمد بن سماعہ نے کہا کہ میں نے منصور کے قاضی سوار بن عبداللہ کے حالات زندگی میں اس کا تحریر کردہ ایک خط دیکھا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ اشعار اسی کے ہیں! میں انہیں بہت عمدہ خیال کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں ؎

"تو نے میری ہڈیوں کا گوشت چھین لیا ہے اور انہیں ننگا کر چھوڑا ہے اور وہ اپنی کھال میں ٹوٹ پھوٹ رہی ہیں اور تو نے ان سے گودا نکال لیا ہے اور وہ شیشے کی طرح ہو گئی ہیں جن کے درمیان سے ہوا سیٹیاں بجاتی ہے جب وہ فراق کا ذکر سنتی ہے تو خوف سے اس کے کندھوں کا گوشت پھڑپھڑانے لگتا ہے، میرے ہاتھ کو پکڑ، پھر کپڑا اٹھا کر دیکھ، میرا جسم لاغر ہو گیا ہے لیکن میں چھپتا پھرتا ہوں۔"

محمد بن سماعہ کی فقہ میں بہترین تصنیفات ہیں انہوں نے محمد بن حسن وغیرہ سے روایات بھی کی ہیں ان میں سے ایک کتاب نوادر المسائل بھی ہے یہ مسائل محمد بن حسن سے بیان کیے گئے ہیں اور ہزار ہا صفحات پر مشتمل ہیں۔

یحییٰ بن معین اور شرفاء کی ایک جماعت کی وفات

اسی سال یعنی ۲۳۳ھ میں یحییٰ بن معین کی وفات ہوئی اور ۲۳۵ھ میں ابوبکر بن ابی شیبہ اور القواریری بھی وفات پا گئے یہ دونوں حضرات اعلیٰ درجہ کے حافظ حدیث تھے، اسی سال بغداد میں اسحاق بن ابراہیم بن مصعب کی وفات ہوئی

اور ان کی جگہ ان کے بیٹے نے سنبھالی جس کے بہت اچھے واقعات ہیں جن میں سے شان دار واقعات کو ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں بیان کیا ہے۔

ایک قیدی کا واقعہ

جن دنوں متوکل بغداد میں مقیم تھا اس کی شان دار باتوں میں سے ایک یہ ہے جسے موسیٰ بن صالح بن شیخ بن عمیرۃ الاسدی نے بیان کیا ہے کہ اس نے خواب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اُسے فرما رہے ہیں کہ قاتل کو چھوڑ دو، اس خواب سے وہ بہت خوفزدہ ہو گیا اور قیدیوں کے متعلق آنے والے خطوط کو دیکھنے لگا مگر ان میں سے اُس نے قاتل کا کوئی ذکر نہ پایا، پھر اس نے السندی اور عباس کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور ان دونوں سے پوچھا کیا ان کے پاس کوئی ایسا مقدمہ ہے جس میں کسی شخص پر قتل کا دعویٰ کیا گیا ہو، عباس نے جواب دیا ہاں، اور ہم نے اس کے حالات لکھ دیے ہیں، اس نے دوبارہ خطوط کو دیکھا تو اُسے کاغذات کے ڈھیر میں سے وہ خط مل گیا کہ ایک آدمی نے اس کے متعلق قتل کی گواہی دی ہے اور اس نے قتل کا اقرار بھی کیا ہے، اس نے قیدی کو اپنے ہاں حاضر کرنے کا حکم دیا، جب وہ خوفزدہ حالت میں اس کے پاس آیا تو اس نے اُسے کہا اگر تو نے مجھے سچ سچ بتا دیا تو میں تجھے چھوڑ دوں گا تو اس نے اپنا واقعہ بیان کرنا شروع کر دیا کہ:۔

> وہ اور اس کے کئی ساتھی ہر بڑے گناہ کا ارتکاب کرتے اور ہر حرام چیز کو حلال سمجھتے تھے اور ان کا اجتماع ابوجعفر منصور کے شہر میں ہوتا تھا اور ہر مصیبت کے وقت اس میں بند ہو جایا کرتے تھے جب یہ دن آیا تو ان کے پاس ایک بڑھیا آئی جو انہیں کی ہم پیشہ تھی، اس کے ساتھ ایک نہایت حسین لڑکی تھی، جب وہ لڑکی گھر میں بیٹھ گئی تو اس نے چیخ ماری تو میں دوڑ کر اس کے پاس گیا اور اُسے گھر لے آیا اور اس کے خوف کو دُور کیا اور اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھ کیا ہوا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میرے بارے میں اللہ سے ڈرو اس بڑھیا نے میرے ساتھ فریب کیا ہے اور مجھے بتایا ہے کہ اس کے خزانے میں ایسا مال ہے جس جیسا مال کبھی دیکھا نہیں گیا اور اس نے مجھے اُسے دیکھنے کا شوق دلایا تو میں اس کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے ساتھ چل پڑی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے نانا ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میری اماں ہیں

اور ابو الحسن بن علی میرے باپ ہیں لہٰذا ان کے پاس خاطر سے میری حفاظت کرو، وہ آدمی کہتا ہے کہ میں اس لڑکی کو رہائی دلانے کا ذمّہ دار بن گیا اس کے بعد میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور انہیں اس بارے میں اطلاع دی تو گویا میں نے انہیں اس کے خلاف برانگیختہ کر دیا، انہوں نے کہا تو نے اس سے اپنی ضرورت پوری کیوں نہیں کی تو چاہتا ہے کہ ہم اس میں دلچسپی نہ لیں، وہ جلدی سے اس لڑکی کی طرف گئے، میں اس کا دفاع کرنے لگا، ہمارے درمیان حالات نے عظیم فساد کی صورت اختیار کر لی یہاں تک کہ میں زخمی ہو گیا، جو شخص ان میں سے اس لڑکی کی بے عزتی کرنا چاہتا تھا وہ بڑا مضبوط اور طاقت ور تھا، میں نے اُسے قتل کر دیا اور میں مسلسل اس کی حفاظت کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے اُسے کوئی گزند نہ پہنچنے دیا اور لڑکی نے بھی خوف سے نجات پائی میں نے اُسے گھر سے نکالا تو اُس کو یہ کہتے ہوئے سُنا "جس طرح تو نے میری حفاظت کی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے اور جس طرح تو میرا معاون بنا ہے اللہ تعالےٰ اُسی طرح تیری مدد کرے۔" پڑوسیوں نے شور و غل سُنا تو وہ ہماری طرف دوڑ کر آئے، میرے ہاتھ میں چھُری تھی اور ایک آدمی خون میں لتھڑا پڑا تھا میں اسی حالت میں آگے بڑھا تو اسحاق نے کہا تو نے اس عورت کی حفاظت میں جو کچھ کیا ہے میں اُسے سمجھ گیا ہوں، میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خاطر تجھے یہ لڑکی بخشتا ہوں میں نے جواب دیا اس ذات کی قسم جس کی خاطر تو نے مجھے یہ لڑکی بخشی ہے کہ میں دوبارہ معصیت کا مرتکب نہ ہوں گا اور نہ کسی تہمت کے مقام پر جاؤں گا یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ سے میری ملاقات ہو جائے۔"

اسحاق نے اس خواب کے متعلق اُسے بتایا جو اس نے دیکھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کام کو ضائع نہیں کیا اس نے اس کے سامنے حسنِ سلوک کی بڑی پیشکشیں کیں مگر اس نے ان کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

یحییٰ ابن اکثم سے اس کی رضامندی

۲۳۹ھ میں متوکل، ابو محمد یحییٰ بن اکثم الصیفی سے راضی ہو گیا اور اُسے سرمن رأی کی طرف

چیف جسٹس بنا کر بھیج دیا، احمد بن ابی داؤد اور اس کے بیٹے ابوالولید احمد سے جو قاضی تھا ناراض ہو گیا اور اس نے ابوالولید سے ایک لاکھ بیس ہزار دینار اور چالیس ہزار دینار کے جواہرات لے لیے اور اُسے بغداد حاضر کیا گیا اور ابوعبداللہ احمد بن ابی داؤد کو اپنے دشمن ابن الزیات کی وفات کے سینتالیس روز بعد فالج ہو گیا۔ یہ واقعہ ۲۳۳ھ میں ہوا۔

ابوداؤد کی وفات

۲۴۰ھ میں ابوعبداللہ احمد بن ابی داؤد، اپنے بیٹے ابوالولید محمد بن احمد کی وفات کے بیس روز بعد مر گیا اس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بہت بھلائی کرنے والا تھا، اللہ تعالےٰ کو اس کی نیکی پسند تھی اور اس نے اپنی جانب اس کا راستہ آسان کر دیا تھا۔

معتصم کے ہاں ابوداؤد کا مقام

ایک دن معتصم اپنے رفقاء کے ساتھ محل میں صبوحی کا عزم کیے ہوئے تھا کہ اس نے ہر ایک کو ہنڈیا پکانے کا حکم دیا، جونہی اس نے ابن داؤد کے غلام سلامت کو دیکھا تو کہنے لگا کہ یہ ابن ابی داؤد کا غلام ہے جو ہمارے حالات سے واقف ہے وہ وقت آتا ہے کہ وہ کہے گا کہ فلاں ہاشمی فلاں قرشی، فلاں انصاری اور فلاں عربی، اور ہم نے جس بات کا عزم کیا ہے یہ اپنی ضروریات کے باعث اُسے معطل کر دے گا اور میں تمہیں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں آج اس کی کوئی ضرورت پوری نہیں کروں گا، اس کی بات اور ابوعبداللہ اجازت طلب کرنے کے درمیان تھوڑا سا وقفہ تھا، اس نے اپنے ہم نشینوں سے کہا میری بات کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے انہوں نے جواب دیا اُسے اجازت نہ دو اس نے کہا تمہارا بُرا ہو، اگر ایک سال تک مجھے بخار آئے تو وہ اس بات کی نسبت مجھ پر بہت آسان ہے، وہ داخل ہوتے ہی آ کر بیٹھ گیا اور بات چیت کرنے لگا یہاں تک کہ معتصم کا چہرہ دمکنے لگا اور اس کے اعضاء بھی مسکرانے لگے پھر اس نے اُسے کہا اے ابوعبداللہ ان میں سے ہر ایک نے ہنڈیا پکائی ہے اور ہم نے تجھے پکانے کے معاملے میں پنچ مقرر کیا ہے، اس نے جواب دیا ہنڈیاں لاؤ میں انہیں کھاؤں گا اور پھر علم کے مطابق فیصلہ دوں گا جب ہنڈیاں لے جا کر اس کے سامنے رکھ دی گئیں تو وہ پہلی ہنڈیا سے ہی پوری طرح کھانے لگ گیا تو معتصم نے اُسے کہا یہ ظلم ہے، اس نے جواب دیا کیسے، اس نے کہا میں نے تجھے دیکھا ہے کہ تو نے اس کے رنگ کو بنظر غائر دیکھا ہے اور تو اس کے پکانے والے کے حق میں فیصلہ کرے گا

اس نے کہا یا امیر المومنین جس طرح میں نے اس ہنڈیا سے کھایا ہے اسی طرح سب ہنڈیوں سے مجھ پر کھانا واجب ہے معتصم نے مسکرا کر کہا بھئی یہ تمہارا کام ہے تو اس نے اپنے قول کے مطابق سب ہنڈیوں سے کھایا پھر کہنے لگا، اس ہنڈیا والا سب سے اچھا پکانے والا ہے کیونکہ اس نے سیاہ مرچ زیادہ ڈالی ہے اور زیرہ کم ڈالا ہے، اور اس ہنڈیا کا پکانے والا بھی عمدہ ہے کیونکہ میں نے سرکہ زیادہ ڈالا ہے اور تیل کم ڈالا ہے، اور اس ہنڈیا کے پکانے والے نے بھی اچھا پکایا ہے کیونکہ اس نے اعتدال کے ساتھ مصالحہ ڈالا ہے اور اس ہنڈیا والا اپنے کام کا بڑا ماہر ہے کیونکہ اس میں پانی کم اور مزہ زیادہ ہے، یہاں تک کہ اس نے تمام ہانڈیوں کی ایسی صفات بیان کیں کہ سب ہانڈیوں والے خوش ہو گئے پھر اس نے لوگوں کے ساتھ مل کر لطیف و نفیس ترین کھانا کھایا کبھی کبھی وہ انہیں صدر اسلام کے بسیار خوروں جیسے معاویہ بن سفیان، عبید اللہ بن زیاد، حجاج بن یوسف اور سلیمان بن عبد الملک کی باتیں سناتا اور کبھی اپنے زمانے کے بسیار خوروں مثلاً میسرۃ التمار، دورق قصاب، خاتم کیال اور اسحاق حمامی کی باتیں سناتا، جب دسترخوان اٹھا دیے گئے تو معتصم نے اُسے کہا ابو عبد اللہ تجھے کسی چیز کی حاجت ہے اس نے کہا جی ہاں، معتصم نے کہا بیان کر و کیونکہ ہمارے اصحاب آپس میں شغل کرنا چاہتے ہیں، اس نے کہا امیر المومنین آپ کے اہل کے ایک آدمی کو گردشِ روزگار نے پامال کر دیا ہے جس سے اس کی گزران بہت تنگ ہو گئی ہے معتصم نے پوچھا وہ کون ہے اس نے کہا سلیمان بن عبد اللہ النوفلی، اس نے کہا کتنی رقم سے اس کی حالت درست ہو جائے گی؟ اس نے جواب دیا پچاس ہزار درہم سے اس نے کہا میں اُسے یہ درہم دینے کا حکم دیتا ہوں، اس نے کہا ایک اور حاجت بھی ہے اس نے پوچھا وہ کیا ہے اس نے کہا ابراہیم بن المعتمر کی جاگیریں اُسے واپس دی جائیں، اس نے کہا یہ کام بھی کر دوں گا، اس نے کہا ایک اور حاجت بھی ہے اس نے کہا میں یہ حاجت بھی پوری کر دوں گا، راوی کہتا ہے خدا کی قسم اس نے تیرہ حاجات کا سوال کیا اور سب کو پورا کروا کر باہر نکلا، پھر اس نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ کو طویل عمر عطا فرمائے آپ کی عمر سے آپ کی رعیت کے باغات سرسبز ہوں گے اور ان کی زندگی آسودہ ہو گی اور ان کے اموال میں اضافہ ہو گا آپ ہمیشہ سلامتی اور عزت سے شادکام رہیں، زمانہ کے حوادث آپ سے دور رہیں پھر وہ واپس چلا گیا تو معتصم نے کہا خدا کی قسم

یہ اس قسم کا آدمی ہے کہ آدمی جس سے زینت حاصل کرتا ہے اس کے قرب سے خوش ہوتا ہے اور اپنی قوم کے ہزاروں آدمیوں سے انصاف کرتا ہے کیا تم نے اسے نہیں دیکھا کہ یہ کیسے داخل ہوا اور کیسے سلام کیا اور کیسے گفتگو کی اور کیسے کھانا کھایا اور کس طرح ہانڈیوں کے اوصاف بیان کیے پھر اس نے کیسے لمبی گفتگو کی اور کس طرح ہمارا کھانا اس کے ساتھ خوشگوار ہوا، اس قسم کے آدمی کی حاجت کو کوئی کمینہ اور خبیث آدمی ہی پورا نہیں کرتا خدا کی قسم اگر یہ مجھ سے میری اس مجلس میں دس لاکھ درہم کا سوال بھی کرتا تو میں اُسے بھی پورا کرتا اور میں جانتا ہوں کہ وہ مجھے اس سے اس دنیا میں تعریف اور آخرت میں ثواب دلائے گا۔

احمد بن ابی داؤد کے بارے میں الطائی کہتا ہے ؎

"احمد بن ابی داؤد کی خوبیوں نے تمام زمانے کی برائیوں کو بھلا دیا ہے، میں نے آفاق میں اسی عملہ کے عطیہ کی سواری اور زادِ راہ سے سفر کیا ہے، میری سواریاں خواہ کسی بھی ملک میں گھومتی رہیں میری اُمیدیں تجھ ہی سے وابستہ ہیں۔"

متوکل کا ملاحوں کی ہنڈیا کو پسند کرنا

فتح بن خاقان سے بیان کیا گیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں متوکل کے پاس تھا کہ اس نے جعفری کے ساتھ صبوحی پینے کا عزم کیا اور اس نے اُسے بادہ گساروں اور گلوکاروں کے پیچھے بھیجا اور ہم چکر لگانے لگے وہ مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھا اور میں اس سے باتیں کر رہا تھا یہاں تک کہ ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے خلیج کو دیکھا جا سکتا تھا اس نے کرسی منگوائی اور اس پر بیٹھ گیا اور مجھ سے باتیں کرنے لگا اچانک اس نے خلیج کے کنارے کے قریب ایک بندھی ہوئی کشتی کو دیکھا اور اس کے سامنے ایک ملاح ایک بڑی سی ہنڈیا میں گائے کے گوشت کا سالن پکا رہا تھا جس سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں، متوکل نے کہا اے فتح، خدا کی قسم! سالن کی ہنڈیا کی خوشبو کیسی بھلی ہے، اسی حالت میں اسے میرے پاس لاؤ، دسترخوان بچھانے والوں نے دوڑ کر ہنڈیا کو ملاحوں سے چھین لیا جب کشتی والے ملاحوں نے اپنے ساتھ یہ سلوک دیکھا تو خوف کے مارے ان کی جان نکل گئی وہ جوش مارتی ہنڈیا کو اسی طرح متوکل کے پاس لے آئے اور اُسے ہمارے سامنے رکھا گیا تو اس کی خوشبو اور رنگ اُسے بہت اچھا لگا، اس نے ایک روٹی منگوائی اور اس سے ایک

ٹکڑا توڑ کر مجھے دیا اور اتنا ہی ٹکڑا خود لیا اور ہم میں سے ہر ایک نے تین تین لقمے لیے، بادہ گسار اور گلوکار بھی آ گئے اور ان میں سے ہر ایک ہنڈیا سے ایک ایک لقمہ لینے لگا، کھانا آ گیا اور دستر خوان بچھ گئے جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو اس نے حکم دیا کہ اس ہنڈیا کو خالی کر کے اس کے سامنے دھویا جائے اور اُسے دراہم سے بھرا جائے ایک تھیلی لائی گئی جسے ہنڈیا میں اُلٹ دیا گیا اور اس سے دو ہزار کے قریب دراہم بچ گئے تو اس نے ایک خادم سے جو اس کے سامنے کھڑا تھا کہا کہ اس ہنڈیا کو لے جا کر کشتی والوں کو دے دو اور انہیں کہو کہ ہم نے جو کچھ تمہاری ہنڈیا سے کھایا ہے یہ اس کی قیمت ہے اور اس تھیلی سے جو دراہم بچ گئے ہیں یہ اس شخص کو بطور عطیہ دے دو جس نے یہ اچھی ہنڈیا پکائی ہے فتح بن خاقان بیان کرتا ہے کہ جب ملاحوں کی ہنڈیا کا ذکر ہوتا تو متوکل اکثر کہا کرتا تھا کہ میں نے کشتی والوں کے سالن سے بہتر سالن نہیں کھایا۔

جاحظ کا جنگی جہاز میں محمد بن ابراہیم کی مصاحبت کرنا

ابوالقاسم جعفر بن محمد بن حمدان موصلی فقیہ نے ہمیں بتایا اور وہ موصل میں نیا نیا آیا تھا کہ ہمیں ابوالحسن الصالحی نے جاحظ کے طریق سے بیان کیا کہ امیر المومنین متوکل کو بتایا گیا کہ میں نے اس کے ایک بیٹے کی تادیب کی ہے جب اس نے مجھے دیکھا تو اسے دیکھنا ناگوار ہوا اس نے مجھے دس ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور مجھے واپس کر دیا اور میں اس کے ہاں سے چلا آیا اور محمد بن ابراہیم سے ملا جو بغداد واپس جانا چاہتا تھا اس نے مجھے بھی اپنے ساتھ جانے اور اپنے جنگی جہاز میں بیٹھنے کی پیشکش کی، ہم اس میں سوار ہو گئے، جب ہم نہر قاطول کے دہانے پر آئے اور سامرا سے نکلے تو اس نے اپنا پردہ تان لیا اور گانے کا حکم دیا تو سارنگی نواز مغنیہ نے گایا ؎

"ہر روز قطع تعلق اور عتاب ہوتا ہے، ہمارا زمانہ گذرتا جاتا ہے اور ہم غصے میں ہوتے ہیں کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اس مخلوق کو چھوڑ کر مجھے خصوصیت دی جائے گی یا احباب اسی طرح رہیں گے۔"

اس کے بعد وہ خاموش ہو گئی تو اس نے ستار نواز مغنیہ کو حکم دیا تو اس نے گایا ؎

"عشاق پر رحمت نازل ہو ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں دیکھتی وہ کس قدر ہجر و فراق اور قطع تعلقات کے مصائب جھیلتے ہیں اور صبر سے کام لیتے ہیں"۔

سارنگی نواز عورت نے ستار نواز عورت سے کہا وہ کیا کرتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ وہ اس طرح کرتے ہیں اور اپنا ہاتھ پردہ پہ مار کر اُسے پھاڑ دیا اور د■ یوں نکلی گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور اپنے آپ کو پانی میں پھینک دیا، محمد کے سر کے پاس ایک غلام کھڑا تھا جو حسن و جمال میں اس سے مشابہت رکھتا تھا اور اس کے ہاتھ میں مورچھل تھا جب اس نے اس عورت کی کارروائی کو دیکھا تو مورچھل کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیا اور اس جگہ پہ آکر اس عورت کو دیکھا کہ وہ پانی کے درمیان بہتی جارہی ہے تو اس نے کہا ؎

"کاش تو جانتی ہیں وہ شخص ہوں جسے تو نے مرنے کے بعد غرق کر دیا ہے"

پس اس نے بھی اپنے آپ کو پانی میں پھینک دیا، ملاح نے جہاز کو اس طرف گھمایا کیا دیکھتا ہے کہ وہ دونوں آپس میں گلے ملے ہوئے ہیں پھر وہ دونوں ڈوب گئے اور اس کے بعد نظر نہ آئے، اس واقعہ نے محمد کو خوف زدہ کر دیا اور اس نے اسے بڑی بات خیال کیا اور کہنے لگا اے عمرو مجھے کوئی ایسی بات سناؤ جو مجھے ان دونوں کی موت کا واقعہ بھلا دے ورنہ میں تجھے بھی ان دونوں کے ساتھ ملا دوں گا، عمرو کہتا ہے کہ مجھے یزید بن عبدالملک کی بات یاد آگئی کہ وہ بیٹھ کر مظالم کے واقعات سُن رہا تھا کہ اُسے یہ واقعہ سُنایا گیا کہ اگر امیر المومنین مناسب سمجھیں تو وہ اپنی فلاں لونڈی کو باہر بھجوائیں تاکہ وہ مجھے تین گانے سُنائے۔ یزید نے غصّے میں آکر حکم دیا کہ کون جا کر اس کا سر لائے گا پھر اس نے حکم دیا کہ ایک پیغامبر کے پیچھے دوسرا پیغامبر جا کر اس کو حکم دے کہ اس آدمی کو ہمارے پاس حاضر کرو، جب وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا تو اس نے اُسے کہا تو نے کس برتے پر یہ کام کیا ہے اُس نے جواب دیا آپ کے حلم و عفو پہ اعتماد کرتے ہوئے میں نے یہ کام کیا ہے، پھر اس نے اُسے بیٹھنے کا حکم دیا یہاں تک کہ بنی اُمیّہ کے تمام آدمی چلے گئے پھر اس نے حکم دیا اور لونڈی کو سارنگی سمیت لایا گیا، نوجوان نے اُسے کہا گاؤ ؎

"اے فاطمہ! یہ نازو ادا کم کر دے، اگر تو نے مجھ سے جُدا ہونے کا ارادہ کر لیا ہے تو حسنِ سلوک سے پیش آ۔"

جب وہ یہ شعر گا چکی تو یزید نے اس نوجوان سے کہا، کہو، اس نے لونڈی سے کہا گاؤ ؎

"نجد کی بجلی چمکی تو میں نے اُسے کہا اے بجلی میری توجہ تیری طرف نہیں ہے، میری جانب سے تجھے جوش و خروش اور غصہ ور دشمن کانی ہے جس کے ہاتھ میں نمک کی طرح سونتی ہوئی تلوار ہے۔"

جب وہ یہ گیت گا چکی تو اس نے کہا کہو، اس نے کہا میرے لیے پانچ پونڈ شراب لانے کا حکم دو، ابھی وہ پوری شراب نہ پی چکا تھا کہ اس نے چھلانگ لگائی اور یزید کے سب سے اُونچے گنبد پر چڑھ کر اپنے آپ کو دماغ کے بل گرا دیا اور مرگیا، یزید نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور کہا اس احمق اور جاہل کو دیکھیے، اس نے خیال کیا کہ میں اپنی لونڈی اس کے پاس بھیجوں گا اور اُسے اپنے مال کی طرف لوٹاؤں گا، اے غلامو! اس کا ہاتھ پکڑو اور اگر اس کے اہل ہیں تو اسے اُٹھا کر ان کے پاس لے جاؤ ورنہ اسے فروخت کر دو اور اس کی قیمت اس نوجوان کی طرف سے صدقہ کر دو وہ اُسے اس کے اہل کے پاس لے گئے، جب وہ گھر کے صحن میں بیٹھی تو اس نے یزید کے گھر میں ایک گڑھا دیکھا جو بارش کے پانی کے لیے تیار کیا گیا تھا اس نے اپنے آپ کو ان غلاموں کے ہاتھوں سے کھینچ لیا اور کہنے لگی ؎

"جس نے عشق میں مرنا ہو وہ اس طرح مرے اس عشق میں کوئی بھلائی نہیں جس میں موت نہ ہو۔"

پھر اس نے سر کے بل اپنے آپ کو گرا دیا اور مرگئی پس محمد سے وہ کیفیت جاتی رہی اور اس نے مجھے اس کا اچھا بدلہ دیا، اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ سلیمان بن عبدالملک کے ساتھ ہوا تھا، یزید بن عبدالملک کے ساتھ نہیں ہوا، راوی کہتا ہے کہ میں نے بصرہ میں یہ بات ابو عبداللہ محمد بن جعفر انباری کو بتائی تو اس نے کہا کہ میں تجھے اس قسم کی بات سناتا ہوں جو تُو نے مجھے سنائی ہے مجھے فائق الخادم نے بتایا جو محمد بن حمید طوسی کا غلام تھا کہ محمد بن حمید ایک روز اپنے رفقاء کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک لونڈی نے پردہ کے پیچھے سے گایا ؎

"اے محل کے ماہتاب تو کب طلوع ہوگا میں تو بدبختی کے باعث تیرے دیدار سے محروم ہوں اور اغیار تجھ سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں اگر میرے رب نے تیرے سلوک کو دیکھ کر میرا سر راستے کا فیصلہ کر دیا تو

میں کیا کروں گی۔"

محمد کے سر کے پاس ایک غلام شراب کا جام پلانے کے لیے کھڑا تھا اس نے جام کو ہاتھ سے پھینک کر کہا "تو اس طرح کرنا" اور خود کو محل سے دجلہ میں گرا دیا، لونڈی نے بھی پردے کو پھاڑ کر اس کے پیچھے پیچھے اپنے آپ کو گرا دیا، غلاموں نے ان دونوں کے پیچھے جا کر تلاش کیا مگر ان دونوں میں سے ایک بھی انہیں نہ ملا۔ محمد نے شراب پینا چھوڑ دیا اور مجلس سے اُٹھ گیا۔

متوکل کا الرخجی پر ناراض ہونا

مسعودی کا بیان ہے کہ ۲۳۳ھ میں متوکل، عمر بن الفرج الرخجی پر ناراض ہو گیا وہ اعلیٰ درجہ کا انشاپرداز تھا، متوکل نے اس سے ایک لاکھ بیس ہزار دینار کے جواہرات اور مال لے لیا پھر محمد نے اس سے اس شرط پر اکیس لاکھ دراہم پر صلح کی کہ وہ اُسے اس کی جاگیریں واپس کر دے گا پھر وہ دوبارہ اس سے ناراض ہو گیا اور حکم دیا کہ اُسے ہر روز تھپڑ مارے جائیں، حساب کرنے پر معلوم ہوا کہ اُسے چھ ہزار تھپڑ مارے گئے ہیں۔ اس نے اُسے اُونی ..... جُبہ پہنا دیا پھر اس سے راضی ہو گیا پھر وہ تیسری بار اس سے ناراض ہوا تو وہ بغداد جا کر قیام پذیر ہو گیا اور وہیں مرگیا۔

موبذان نے متوکل کو خوشبودار تیل کی شیشی تحفہ کے طور پر بھیجی اور لکھا کہ جب چھوٹے آدمی کی طرف سے بڑے آدمی کو ہدیہ دیا جائے تو وہ لطیف، حسین اور خوب صورت ہوتا ہے اور اگر بڑے آدمی کی طرف سے چھوٹے کو ہدیہ دیا جائے تو وہ عظیم ہوتا ہے اور وہ اس کی بڑی قدر کرتا ہے اور وہ اس کے لیے بہت فائدہ مند ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی وفات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ متوکل کے دورِ خلافت میں ماہ ربیع الآخر ۲۴۱ھ میں بغداد میں امام احمد بن حنبلؒ کی وفات ہوئی اور انہیں باب حرب کی غربی جانب دفن کیا گیا، محمد بن طاہر نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی آپ کے جنازہ پر اس قدر خلقت جمع ہوئی کہ اس سے پہلے کسی کے جنازہ پر اتنا بڑا اجتماع نہیں دیکھا گیا، عام لوگوں نے آپ کے بارے میں بہت کلام کیا ہے ان میں کئی باتوں میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ ان میں سے ایک آدمی یہ اعلان کر رہا تھا کہ شبہات پر کھڑے ہونے والے پر لعنت ڈالو حالانکہ یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے خلاف

ہے، آپ عظماء میں ایک عظیم النسان اور ان کے پیشرو تھے آپ نے یکے بعد دیگرے کئی علمی معرکوں میں مردانہ وار حصہ لیا، جنازہ کے آگے آگے ایک آدمی بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ

"محمدؐ اور ابن حنبلؒ کے مرنے سے دنیا تیرہ و تار ہوگئی ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت دنیا تاریک ہوگئی تھی ایسے ہی احمد بن حنبلؒ کی وفات کے وقت دنیا تاریک ہوئی ہے۔"

ستاروں کا ٹوٹنا

اس سال اس قدر ستارے ٹوٹے کہ اس کی مثال پہلے نہیں ملتی یہ واقعہ جمعرات کی شب کو ۱۲ جمادی الآخرہ کے گزرنے پہ ہوا اور ۳۲۳ھ کو ایک عظیم خوف ناک ستارہ ٹوٹنے کا واقعہ ہوا یہ اس شب کا واقعہ ہے جب قرامطہ نے کوفہ کے راستے میں عراق کے حاجیوں پر حملہ کیا یہ واقعہ ذوالقعدہ ۳۲۳ھ کا ہے۔

اہل علم کی ایک جماعت کی وفات

جس سال حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی وفات ہوئی اسی سال محمد بن عبداللہ بن محمد الاسکافی بھی فوت ہوئے آپ بلند پایہ عالم اور بڑے صاحب انصاف تھے۔ ۲۳۴ھ میں جعفر بن مبشر کی وفات ہوئی آپ بغداد کے عظیم دین داروں اور صاحب انصاف لوگوں میں سے تھے ۲۳۶ھ میں جعفر بن حرب کی وفات ہوئی آپ ہمدانی تھے اور قحطان کے سربر آوردہ لوگوں میں سے تھے، بغداد کے باب حرب کی غربی جانب آپ کے باپ کی طرف منسوب ہے جو بغدادی متکلمین کے شیخ تھے اور ۲۴۵ھ میں عیسیٰ بن طیغ کی وفات ہوئی آپ بغداد کے ماہرین اور دین دار لوگوں میں سے تھے۔

ہشام اور ابوالہذیل کے درمیان گفتگو

ابوالحسن خیاط نے بیان کیا ہے کہ ابوالہذیل محمد بن الہذیل کی وفات ۲۲۷ھ میں ہوئی۔

پھر اس کے اصحاب کا اس کی پیدائش کے متعلق جھگڑا ہوگیا بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کی پیدائش ۱۳۴ھ میں ہوئی، ابوالہذیل کی ہشام بن الحکم الکوفی الحرار کے ساتھ ملاقات ہوئی ہشام اپنے وقت کے اُن مجسمہ اور رافضہ کا شیخ تھا جو اس کے مذہب سے اتفاق کرتے تھے اور ابوالہذیل نفئ تجسیم اور رفع تشبیہ کا قائل تھا اور توحید و امامت کے مسائل میں ہشام کا مخالف تھا، ہشام نے ابوالہذیل سے کہا کہ جب تیرا خیال یہ ہے کہ حرکت دیکھی

جاسکتی ہے تو تیرا یہ خیال کیوں نہیں کہ اُسے چھوا بھی جاسکتا ہے اس نے جواب دیا وہ جسم نہیں کہ چھوئی جاسکے کیونکہ چھونے کا وقوع تو اجسام پر ہوتا ہے، ہشام نے اُسے کہا پھر یہ بھی کہو کہ وہ دیکھی بھی نہیں جاسکتی کیونکہ رؤیت کا وقوع بھی اجسام پر ہوتا ہے تو ابوالہذیل نے اس سے سوال کیا کہ تو نے یہ بات کیسے کہی ہے کہ صفت، نہ موصوف ہے اور نہ اس کا غیر ہے، ہشام نے کہا اس لحاظ سے کہ یہ بات محال ہے کہ میں اپنا فعل خود ہی ہو جاؤں اور اس کا میرا غیر ہونا بھی محال ہے اس لیے کہ تغائر نے اُسے اجسام پر واقع کیا ہے اور اعیان خود بخود قائم ہیں پس جب میرا فعل بنفسہٖ قائم نہیں تو یہ جائز نہیں کہ میں اپنا فعل خود ہو جاؤں، پس واجب ہو گیا کہ وہ نہ میں ہوں اور نہ میرا غیر ہے اور اے ابوالہذیل ایک دوسری علت کا تو بھی قائل ہے وہ یہ کہ تیرا خیال ہے کہ حرکت نہ چھوئی جاسکتی ہے اور نہ الگ ہو سکتی ہے کیونکہ تیرے نزدیک وہ ان چیزوں میں سے ہے جسے چھونا اور الگ کرنا جائز نہیں، یہی وجہ ہے کہ میں نے کہا کہ صفت، نہ میں ہوں اور نہ میرا غیر ہے اور میری علت اس میں یہ ہے کہ وہ نہ میں ہوں اور نہ میرا غیر ہے اور تیری علت یہ ہے کہ وہ نہ چھوئی جاسکتی ہے اور نہ الگ کی جاسکتی ہے پس ابوالہذیل خاموش ہو گیا، اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

معتزلہ کی ایک جماعت کی وفات

۲۲۶ھ میں ابوموسیٰ الفراء کی وفات ہوئی یہ عدلیہ کے شیوخ اور بغداد کے بڑے متکلمین میں سے تھا۔ ۱۳۱ھ میں واصل بن عطا جس کی کنیت ابوحذیفہ تھی، کی وفات ہوئی یہ معتزلہ کا شیخ اور قدیم آدمیوں میں سے تھا یہ پہلا شخص ہے جس نے یہ بات کہی تھی کہ فاسق اہل ملت میں سے ہے جو نہ مومن ہے نہ کافر ہے اس کی وجہ سے معتزلہ کا نام معتزلہ رکھا گیا (یعنی الگ ہونا) اور اس سے پہلے ہم اس کتاب میں بنواُمیہ کے حالات میں اصول خمسہ کے متعلق معتزلہ کا قول بیان کر آئے ہیں جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور اسی طرح ہم اپنی گذشتہ کتابوں میں تفصیل اور وضاحت سے لکھ چکے ہیں اور قبل ازیں ہم اس کتاب میں عمرو بن عبید کے حالات اور وفات کے متعلق لکھ چکے ہیں، یہ معتزلہ کا شیخ اور پیشرو تھا اس کی وفات ۱۴۴ھ میں ہوئی، عمرو بن عبید اور ہشام بن الحکم کی ملاقات ہوئی تو ہشام نے کہا کہ علی بن ابی طالب کی امامت

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نص سے ثابت ہے اور ان کے زمانے میں ان کے جو دو پاک بیٹے تھے جیسے حسن اور حسین اور جو اُن کے زمانے میں تھے ان کی امامت بھی نص سے ثابت ہے اور عمرو کا مذہب یہ تھا کہ تمام زمانوں میں امامت، اُمت کے اختیار میں ہے"، ہشام نے عمرو بن عبید سے کہا اللہ تعالیٰ نے تیری دو آنکھیں کیوں پیدا کی ہیں اس نے جواب دیا تا کہ میں ان دونوں سے زمین و آسمان وغیرہ میں جو کچھ ہے اُسے دیکھوں اور وہ میرے لیے اس کی ذات پر ایک دلیل ہو، ہشام نے کہا اللہ تعالےٰ نے تیرے کان کیوں پیدا کیے ہیں اس نے جواب دیا تا کہ میں اُن سے حلال و حرام اور امر و نہی کو سُنوں، ہشام نے اُسے کہا خدا تعالےٰ نے تیری زبان کیوں پیدا کی ہے، عمرو نے جواب دیا اس لیے کہ جو کچھ میرے دل میں ہے اُسے بیان کر سکوں اور جس نے مجھ پر اپنے امر و نہی کو فرض کیا ہے اس کو اس کے ذریعے مخاطب کر سکوں، ہشام نے کہا اللہ تعالےٰ نے تیرے دل کو کیوں پیدا کیا ہے عمرو نے جواب دیا اس لیے کہ یہ حواس اس تک بات پہنچا دیں اور وہ ان کے نفع و نقصان میں تمیز کر سکے، ہشام نے کہا یہ بھی جائز تھا کہ اللہ تعالیٰ تیرے دوسرے حواس کو پیدا کرتا اور تیرے دل کو پیدا نہ کرتا جس تک یہ حواس بات کو پہنچاتے ہیں عمرو نے جواب دیا نہیں، ہشام نے کہا کیوں؟ اس نے کہا اس لیے کہ دل ان حواس کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے جسے وہ اچھا سمجھتا ہے اگر اللہ تعالےٰ نے خود ان میں یہ بات ودیعت نہ کی ہوتی تو یہ بات محال ہوتی کہ اس نے ان کے لیے کوئی ایسا باعث نہیں پیدا کیا جو انہیں اس بات پر آمادہ کرتا جس کے لیے وہ پیدا کیے گئے ہیں۔ سوائے دل کے پیدا کرنے کے، پس وہ حواس کے افعال کا باعث اور ان کے نفع اور نقصان کے درمیان امتیاز کرنے والا ہے اور جو مقام دل کو دیگر حواس کے مقابلہ میں حاصل ہوتا ہے وہی مقام امام کو دیگر مخلوق کی نسبت حاصل ہوتا ہے، حواس، دل کے سوا، اور کسی طرف رجوع نہیں کرتے، اسی طرح مخلوق، امام کے سوا اور کسی کی طرف رجوع نہیں کرتی، پس عمرو کوئی ایسا فرق نہ بیان کر سکا جس سے کچھ پتہ چلتا۔ یہ حکایت جو ہم نے بیان کی ہے اسے ابوعیسیٰ محمد بن ہارون الوراق نے بغداد میں اپنی مشہور کتاب "کتاب المجالس" میں بیان کیا ہے، ابوعیسیٰ کی وفات بغداد کی غربی جانب رملہ کے مقام پر ۲۴۷ھ میں ہوئی اُس کی بہت سی اچھی اچھی تصانیف ہیں جن میں ایک کتاب المقالات فی الامامۃ وغیرہا ہے۔

ابن الراوندی

ابوالحسین احمد بن یحییٰ بن اسحٰق الراوندی کی وفات، مالک بن طوق کے کھلے میدان میں ہوئی بعض نے کہا ہے کہ ان کی وفات بغداد میں ۲۰۵ھ میں ہوئی اس وقت وہ چالیس سال کے تھے انہوں نے ایک سو چودہ کتابیں تصنیف کی ہیں۔

ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں ارباب المقالات، اہل مذہب اور صاحبانِ جدل وآراء اور ان کے حالات و مناظرات اور ان کے مذاہب کے اختلافات کا ذکر کیا ہے اسی طرح کتاب الاوسط میں بھی ۳۳۲ھ تک کے واقعات کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب میں ہم ان میں سے بعض لوگوں کا مختصر سا ذکر کرتے ہیں اسی طرح ہم بعض فقہاء اور اصحاب الحدیث کا بھی ذکر کریں گے۔

انشاء پرداز الصولی کی وفات

اسی سال ابراہیم بن العباس الصولی انشاء پرداز کی وفات ہوئی یہ بڑا اعلیٰ درجے کا انشاء پرداز اور خوش گو شاعر تھا، متقدمین اور متاخرین میں سے کوئی انشاء پرداز اس سے زیادہ شعر کہنے والا نہ تھا وہ نوعمری ہی میں اپنے اشعار سے کمائی کرتا تھا اور بادشاہوں اور اُمرا سے عطیات لینے کیلئے ان کے پاس جاکر ان کی مدح کرتا تھا۔

ایک انشاء پرداز کا بیان ہے کہ اسحاق بن ابراہیم کے بھائی زید بن ابراہیم نے اُسے بتایا کہ وہ صیمرہ اور سیروان میں رہتا تھا کہ ابراہیم بن عباس خراسان جاتے ہوئے اس کے پاس سے گذرا، وہاں مامون ٹھہرا ہوا تھا اور وہ علی بن موسےٰ رضا کے لیے بیعت لیتا تھا، ابراہیم بن عباس نے اپنے اشعار میں آلِ علیؓ کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے اس کی مدح کی اور یہ بھی کہا کہ وہ دُوسروں کی نسبت خلافت کے زیادہ حق دار ہیں مجھے وہ قصیدہ اچھا لگا اور میں نے اُسے کہا کہ مجھے یہ قصیدہ لکھ دیجیے تو اس نے مجھے قصیدہ لکھ دیا میں نے اُسے ایک ہزار درہم دیے اور اُسے سواری پر سوار کرایا، زمانے کی گردش سے وہ موسیٰ بن عبدالملک کی جگہ جاگیروں کا افسر بن گیا اور میں موسےٰ کے عاملوں میں سے ایک عامل تھا وہ چاہتا تھا کہ موسےٰ کے ذرائع کو ظاہر کرے پس اُس نے مجھے معزول کر دیا اور مجھے مشورہ کرنے کا حکم دیا میں نے ایسا ہی کیا تو مجھے بہت سی باتیں معلوم ہوگئیں اور میں ان کے متعلق مناظرہ کرنے کے لیے حاضر ہوگیا میں ایسی حجتیں پیش کرنے لگا جن کو وہ ردّ نہ کر سکتا اور انہیں قبول بھی نہ کرتا، اور کاتبوں نے میرے حق میں فیصلہ دیا مگر وہ ان کے فیصلہ کی طرف متوجہ نہ ہوتا، اس دوران میں

وہ مجھ سے فحش کلامی بھی کرنے لگا یہاں تک کہ اس نے کسی دروازے پر کتاب الیمین کو میرے ذمے لگا دیا میں نے اس پر حلف اُٹھایا تو اس نے کہا کہ بادشاہ کی قسم تیرے نزدیک قسم نہیں ہوتی اس لیے کہ تو رافضی ہے میں نے اُسے کہا مجھے اپنے قریب ہونے کی اجازت دو، اس نے مجھے اجازت دی تو میں نے اُسے کہا تیری تعریض سے مجھے اپنی جان کے قتل کے لیے پابند نہیں کیا جائے گا اور یہ ہے وہ متوکل، اگر تو نے اُسے وہ بات لکھ دی جو میں تجھ سے سُن رہا ہوں تو میں اس سے اپنی جان کے متعلق مامون نہیں، میں نے رفض اور رافضی کے سوا ہر بات کو برداشت کیا ہے، یہ کس کا خیال ہے کہ علی بن ابی طالب عباس سے افضل ہیں اور ان کے بیٹے عباس کے بیٹوں سے خلافت کے زیادہ حق دار ہیں، اس نے کہا یہ بات کس نے کہی ہے میں نے کہا تو نے اور تیری تحریر میرے پاس ہے اور میں نے اُسے اشعار کے متعلق بھی بتایا، خدا کی قسم جب میں نے اُسے یہ بات بتائی تو وہ پشیمان ہوا پھر کہنے لگا وہ کاغذ لاؤ جس پر میں نے لکھا ہے میں نے کہا یہ بات نہیں ہوسکتی! خدا کی قسم تو مجھ سے وہ چیز لینا چاہتا ہے جس سے میں خوش ہوتا ہوں جو کچھ مجھ سے ہوا ہے تو اس کا مجھ سے مطالبہ نہ کر اور اس مشورے کو پھاڑ دے اور میرے حساب کو چیک نہ کر تو اس نے مجھ سے حلف لیا کہ میں اس سے خوش ہو جاؤں گا تو اس نے سب کیے کرائے کو پھاڑ دیا، میں نے اُسے کاغذ دے دیا اس نے اُسے اپنے موزے میں رکھ لیا اور میں واپس آ گیا اور اس نے مجھ سے مطالبہ کرنا چھوڑ دیا۔

ابراہیم بن عباس کے مکاتیب اور فصول مدوّن اور جمع ہو چکے ہیں جن میں سے بہت سی فصول کا ذکر ہم نے کتاب الاوسط میں کیا ہے اگرچہ اس کی تمام فصول بہت اچھی ہیں مگر ہم نے اس میں سے چند اچھی فصول کا انتخاب کیا ہے۔

"اور قدیم سے ہی معیشت اپنے بیٹوں کی پرورش کرتی رہی ہے اور ایک دُودھ پلانے والی انہیں دُودھ دیتی رہی ہے اور ایک طمع کو برانگیختہ کرنے والی چیز ان کی خواہشات کو بڑھاتی رہی ہے اور ایک محبت کرنے والی چیز انہیں خطرات میں ڈالتی رہی ہے اور جب وہ آسودہ ہو جاتے ہیں تو امن میں ہو جاتے ہیں اور سوار ہو کر مطمئن ہو جاتے ہیں، دُودھ پینا ختم ہو گیا اور دُودھ چھڑانے کا وقت آ گیا اس نے انہیں زہر پلا دیا اور دُودھ آنے کے راستوں سے خون

پھوٹ پڑا، اس کے بعد اُس نے انہیں کڑوی غذا دی اور انہیں قلعے سے اُتار کر رسی تھک نے گئی اور عزت سے حسرت، قتل، قید، اباحت اور مجبوری تک لے گئی اور بہت کم لوگوں نے فتنہ کے شعلوں میں غبار اُڑا سنے اس کی گمراہی کے موقع پہ گھسنے کی جگہ پائی مگر اس نے اسے گلے سے پکڑ کر اس میں داخل کر دیا اور یہ حق کے ساتھ اس کی تدبیر کو کمزور کرنیوالی ہے یہاں کہ اس نے اُسے جلدی کے لیے گٹھا اور دیر کے لیے ایندھن اور حق کے لیے نصیحت اور باطل کے لیے حجت بنا دیا یہ دنیا میں ان کی جزا ہے اور آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے اور تیرا رب بندوں پہ بالکل ظلم کرنے والا نہیں ہے"۔

اور اس کے اشعار بھی بہت عمدہ ہیں، اہل ادب کے نزدیک اس کے زمانے میں اشعار میں کوئی شخص اس سے سبقت نہیں لے جا سکا، وہ کہتا ہے ؎

"ہمارے پاس اُونٹوں کے گلے ہیں جن سے فضا تنگ پڑ جاتی ہے اور زمین و آسمان، ان سے کمزور پڑ جاتے ہیں اور وہ ہمارے خون کے مباح کرنے کے وُڈے کھڑے ہوتے ہیں اور ہماری حفاظت میں ان کے خُون طلب کیے جاتے ہیں، بستیوں اور چراگاہوں کے قصد سے پہلے موت حائل ہوتی ہے اور حقوق کے حصول میں سب سے کمتر مصیبت ان کا فنا ہو جانا ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"لیکن ابو ہشام سخی، وعدہ وفا کرنے والا اور غیر موجودگی میں قابل اعتماد شخص ہے جب تک تو اس سے بے نیاز ہے وہ بھی تجھ سے بے نیاز ہے اور مصیبتوں کے ساتھ تجھ پر چڑھ دوڑنے والا ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"فرض کرو کہ زمانے نے مجھے تیر مارا ہے دوستوں میں اس کا یہی کام ہے جب لوگوں نے دیکھا کہ زمانہ مجھے تیر مار رہا ہے تو انہوں نے مجھے تیر مارے اور جسے میں نے اپنے زمانہ کے لیے سنبھال کر رکھا ہوا تھا اس نے دوستوں میں عداوت پیدا کی اور جس کو میں نے اپنے لیے سنبھال کر رکھا ہوا تھا وہ دوبارہ زمانے کے ذخیرے میں چلا گیا اگر مجھے کہا

جائے کہ بڑے بڑے حادثوں سے امان حاصل کرے تو میں بھائیوں کے سوا کسی سے امان حاصل نہ کروں گا۔"

پھر کہتا ہے ؂

"جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کو اس کے افعال کی جزا دے تو تیرے بزرگ اور سخی بھائی کو بھی جزا دے میں نے اُسے اس کے جھوٹ سے آگاہ کیا تو گویا میں نے صبح کو آگاہ کیا۔"

لیڈروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان اشعار کو یاد کرلیں ؂

"اگر زمانے کی گردشیں آئیں تو وہ اُس کے علم و حزم میں اضافہ کرتی ہیں اور ان کی مدد کے وقت یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کے پھلوں کے توڑنے کی آواز کو سُن رہے ہیں۔"

اور ان اچھے اشعار میں وہ اپنے ہم پایہ لوگوں سے سبقت لے گیا ہے۔

کہتا ہے ؂

"ہمارا جو زمانہ گذر چکا ہے اللہ اُسے سیراب کرے میں اس دَور میں رو یا اور آج اُسے میں رُلا رہا ہوں بلاشُبہ جب ہمارا زمانہ گذر جاتا ہے تو ہم اس کی خوبیاں بیان کرتے ہیں اور آج ہم اس کی شکایت کرتے ہیں۔"

پھر کہتا ہے ؂

"خوشی کے وقت سب سے بڑھ کر تیری ہمدردی کا وہ آدمی مستحق ہے جس نے غم میں تیری ہمدردی کی ہے، اچھے لوگ جب آسائش میں ہوتے ہیں تو وہ اُن لوگوں کو یاد کرتے ہیں جو سختی کے ایام میں ان سے محبت کرتے ہیں۔"

پھر کہتا ہے ؂

"مجھے ملامت نہ کر تجھے یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ تو مال دار ہو جائے اور میرا مقصد اچھے اخلاق کا حاصل کرنا ہے، جس نے مال خرچ کرنے کی لذت کو چکھ لیا ہے اس کے دونوں ہاتھ جمع کیے ہوئے مال کی حفاظت کیسے کر سکتے ہیں۔"

پھر کہتا ہے ؂

"جب تو اُسے جوش دلائے تو وہ ایک پھاڑنے والا شیر ہے اور جب اُسے قدرت حاصل ہوتی ہے تو وہ بھلائی کرنے والا باپ ہوتا ہے، جب وہ مال دار ہوتا ہے تو دُور کے آدمی کو بھی یاد رکھتا ہے اور جب فقیر ہوتا ہے تو قریب رہنے والے کو بھی نہیں جانتا۔"

ابراہیم بن عباس کہتا ہے کہ بادشاہ کے مصاحبوں کی مثال، ان لوگوں کی سی ہے جو پہاڑ پر چڑھیں اور پھر اُس سے گر پڑیں اور جو بادشاہ کے زیادہ قریب ہوتا ہے وہ ہی تباہی کے بھی زیادہ قریب ہوتا ہے، ابراہیم، عباس بن احنف شاعر کے ماموں ہونے کا مدعی تھا۔

عباس بن احنف

ابو العباس احمد بن جعفر بن حمدان قاضی، سلیمان بن حسن بن مخلد سے اور وہ اپنے باپ حسن سے بیان کرتا ہے کہ اس نے ابراہیم بن عباس کو، عباس بن احنف کے شعر سُنائے ؎

"اگر وہ کہے کہ یہ کام کر تو وہ نہیں کرتا اور اگر اس کا مال بہہ جائے تو وہ اُسے خرچ نہیں کرتا، اور اگر اُسے ناراض کیا جائے تو وہ ناراض نہیں ہوتا، وہ میرے فراق کا دلدادہ ہے اگر وہ مجھے کہے کہ ٹھنڈا پانی نہ پیو تو میں نہیں پیوں گا۔"

اس نے کہا خدا کی قسم یہ شعر بہت اچھے مفہوم کا حامل سہل الالفاظ سُننے والے کے لیے شیریں اور قلیل النظیر ہے، میں نے اس سے زیادہ نازک اور مشکل زمین میں زیادہ سہل اور بلیغ کلام نہیں سُنا تو حسن نے اُسے کہا خدا کی قسم تیرا کلام اس کے شعر سے زیادہ اچھا ہے،

عباس بن احنف کے اچھے اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

"جس سے تو محبت کرتا ہے اس کے عظیم گناہ کو بھی برداشت کر، اور اگر تو مظلوم ہے تو کہہ میں ظالم ہوں پس اس شخص کو مبارک ہو جو رات کو ایک گھڑی اُونگھ لیتا ہے اور اونگھ کا مزا چکھتا ہے۔ یہ بات بہت اچھی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"اے عباس تو ارادہ کر کے محبوبہ سے اپنے دل کو پھیر لے یا اس کی محبت میں غم سے مرجا، اگر وہ رُوم سے بھی پرے کسی شہر میں ہوتی تو میں بھی اس شہر میں سکونت اختیار کرتا اے وہ شخص جس کے عشق نے اس کی عدم موجودگی سے گھبراہٹ کی شکایت کی ہے صبر کر شاید

تیری کل اس سے ملاقات ہو جائے جس سے تو محبت کرتا ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"جب فراق اور اس کے بعض اسباب نمایاں ہوئے تو میں وقفے کے ساتھ اس کی ملاقات کرتا ہوں اُسے ہماری ملاقات سے روکا نہیں گیا کہ وہ اپنے احباب کی اکتاہٹ کا بھگایا ہوا ہے۔"

عباس بن احنف کی وفات

ابو خلیفہ الفضل بن الحباب الجمعی نے ہم سے بیان کیا کہ الریاشی نے ہمیں بتایا کہ اہل بصرہ کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ ہم حج کے ارادے سے نکلے، جب ہم ایک راستے پر تھے تو ایک نوجوان راستے پر کھڑا ہو کر پکار رہا تھا اے لوگو! کیا تم میں کوئی بصری ہے، وہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے اس کے پاس جا کر کہا تو کیا چاہتا ہے اس نے جواب دیا کہ میرا آقا آپ لوگوں کو وصیت کرنے کا خواہاں ہے ہم اس کے ساتھ گئے تو کچھ فاصلے پر ایک درخت تلے ایک شخص لیٹا ہوا تھا جو جواب دینے کی سکت بھی نہیں رکھتا تھا ہم اس کے اردگرد بیٹھ گئے تو اس نے ہماری آہٹ پا کر اپنی نگاہ اُٹھائی جسے وہ کمزوری کے باعث اُٹھا بھی نہیں سکتا تھا اور کہنے لگا ؎

"اے وہ غریب الدیار جو اکیلے ہی اپنے غم پر گریہ کناں ہے، جب کبھی اس کے رونے میں اضافہ ہو جاتا ہے تو اس کے بدن میں بیماریاں سرایت کرنے لگتی ہیں۔"

پھر وہ دیر تک بے ہوش رہا، ہم اس کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ اس درخت کی چوٹی پر ایک پرندہ آ کر بیٹھ گیا اور نغمہ سرائی کرنے لگا، اس نوجوان نے اپنی آنکھیں کھولیں اور پرندے کے گانے کو سُننے لگا پھر کہنے لگا ؎

"درخت کی شاخوں پر رونے والے پرندے نے دل کے غم میں اضافہ کر دیا ہے، جس چیز نے مجھے کمزور کیا ہے اُسی چیز نے اُسے بھی کمزور کر دیا ہے ہم دونوں اپنے اپنے سکون کے لیے روتے ہیں۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ پھر اس نے ایک سانس لی اور اس کی جان نکل گئی، اور اس دوران میں ہم وہیں رہے یہاں تک کہ ہم نے اس کو غسل دیا اور اس کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کا

انتظام کیا جب ہم اس کی تدفین سے فارغ ہوئے تو ہم نے اس کے غلام سے اس کے متعلق دریافت کیا اس نے کہا یہ عباس بن احنف تھا، ابو اسحٰق زجاجی نحوی نے ابو العباس سے اور اس نے مازنی سے بیان کیا ہے کہ جس واقعہ کا ہم نے ذکر کیا ہے یہ ہمیں اہل بصرہ کی ایک جماعت نے بتایا تھا، ابو ثور ابراہیم بن خالد کلبی کی وفات ۲۴۰ھ میں ہوئی تھی۔

متوکل کا علی بن جہم کو جلاوطن کرنا۔

۲۳۲ھ میں متوکل نے علی بن جہم شاعر کو خراسان کی طرف جلاوطن کر دیا بعض کا قول ہے کہ ۲۳۹ھ میں جلاوطن کیا، ہم نے اس کے حالات و واقعات اور اس کے بعد عراق کی طرف اس کی واپسی کو بیان کیا ہے وہ ۲۴۹ھ کو سفر کے ارادے سے نکلا جب وہ حلب کے قریب پہنچا جو قنسرین اور عواصم کے علاقے میں ہے تو اُسے خشبات کے مقام پر کلبیوں کے سواروں نے قتل کر دیا، اس بارے میں اس نے یہ اشعار کہے جب کہ وہ مشرق میں تھا۔

"کیا رات میں رات کا اضافہ ہو گیا ہے یا صبح کو سیلاب بہا کر لے گیا ہے

تو نے اہل دجیل کا ذکر کیا ہے وہ مجھے کہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

یہ علی بن جہم بڑا قادر الکلام شیریں بیان اور پُر گو شاعر تھا حضرت علی بن ابی طالب سے منحرف تھا اور سُنّی ہونے کا اظہار کرتا تھا قبل ازیں ہم اس کتاب میں بیان کر آئے ہیں کہ اس کے نسب پر طعن کیا گیا ہے اور لوگ اُسے سامۃ بن لوی بن غالب کی اولاد کہتے ہیں اور علی بن محمد بن جعفر علوی شاعر کا قول ہے ؎

"سامہ ہم میں سے ہے مگر اس کے بیٹوں کا معاملہ ہمارے نزدیک تاریکی میں ہے لوگ ہمارے پاس اپنے نسب نامے لائے۔ یہ ایک دیوانگی کا خواب ہے میں نے انہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی طرح جن کی ہر بات محکم ہوتی ہے یہ بات کہی کہ جب تجھ سے سوال کیا جائے اور تجھے اس کا جواب معلوم نہ ہو تو کہہ دیا کرو کہ ہمارا رب سب سے بہتر جانتا ہے۔"

اس بارے میں علوی مزید کہتا ہے کہ ؎

"اگر تو نضر اور معد قبیلے کا گھیراؤ کر لے یا بیت اللہ کو پناہ گاہ بنا لے اور زمزم کو گھاٹ بنا لے اور اخشبین کو حاضر ہونے کی جگہ بنا لے پھر بھی تو قریش سے زیادہ دُور ہوتا جائے گا یا تو بے وقوف بلیغ خطیب ہو گا۔"

اگرچہ اس کتاب میں ہم نے ان اشعار کا پہلے بھی ذکر کیا ہے اس جگہ پر ان کا دوبارہ ذکر اس لیے کیا ہے کہ ہمیں متوکل کے زمانے میں بھی علی بن جہم کا تذکرہ کرنا پڑا ہے اس موقع پر ہمیں علی بن جہم کے ان اشعار کا بھی ذکر کرنا ہے جو اس نے علی بن محمد جعفر علوی کے جواب میں کہے تھے ؎

"تو نے میرے بارے میں انصاف سے کام نہیں لیا اور مجھ پر بہت زیادتی کی ہے تو نے وفاداری کو ترک کر دیا ہے اور حد سے بڑھ گیا ہے مگر میں نے جب بنو ہاشم بن عبد مناف کے حق کی طرف رجوع کیا تو مجھے اپنے لیے قوافی اور قوافی کے بغیر بھی تشفی کا راستہ نہ ملا، میرا نفس کمینگی کے اختیار کرنے اور اشراف پر زیادتی کرنے سے انکار کرتا ہے۔"

اور قید کے متعلق بھی اس کے شعر بہت مشہور ہیں اور اس سے پہلے اس مفہوم کے اشعار کہنے میں کسی نے سبقت نہیں کی کہتا ہے ؎

"لوگوں نے مجھے کہا کہ تو قید ہو گیا ہے تو میں نے جواب دیا کہ میرا قید ہونا میرے لیے نقصان دہ نہیں اس لیے کہ کونسی ہندی تلوار ایسی ہے جسے نیام میں نہیں کیا جاتا، کیا تو نے شیر کو نہیں دیکھا کہ وہ اپنی جھنگی سے مالوف ہوتا ہے اور گھٹیا درندے گھومتے پھرتے ہیں، اگر سورج تیری آنکھوں سے پوشیدہ نہ ہوتا تو قطب شمالی کے قریب کا ستارہ نہ چمکتا، اور آگ اپنے پتھروں میں پوشیدہ ہوتی ہے اگر چقماق اس میں اضافہ نہ کرے تو اُسے سینکا نہیں جا سکتا، اگر قید کسی کمینہ کام کی وجہ سے نہ ہو تو وہ بڑی اچھی فرودگاہ ہے یہ ایک ایسا گھر ہے جو عزت دار انسان کو نئے سرے سے عزت دیتا ہے اور اس میں اس کی ملاقات کی جاتی ہے اور وہ کسی کی ملاقات کے لیے نہیں جاتا اگر قید میں صرف یہی بات ہوتی تو "غلامانہ حجاب سے تجھے ذلیل نہیں کیا جا سکتا۔"

اور اس کے اچھے اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

"میرے دونوں دوستو! عشق کس قدر شیریں اور تلخ ہے اور اس نے مجھے شیرینی اور تلخی سے روشناس کروایا ہے ہمارے درمیان جو حُرمت تھی اس کی وجہ سے تم دونوں نے دیکھا ہے کہ میں بیماری سے نحیف و نزار ہو گیا

ہوں اور فراق سے سخت ہو گیا ہوں اور عاشق کی آنکھ سے اس کا راز ظاہر ہو جاتا ہے اور خاص طور پر اگر آنسوؤں کو چھوڑ دیا جائے تو وہ بہہ پڑتے ہیں۔"

اس کے منتخب کلام میں سے چند اشعار یہ ہیں ؎

"جوانی نے اپنی چادر ہٹائی اور چلی گئی اور اس کے آنسو بہہ گئے اور اس نے بُرا سلوک کرتے ہوئے عہد توڑ دیا، اور کونسا عہد ہمیشہ قائم رہتا ہے اس نے میرے سر کو دیکھتے ہی ناآشنا بن کر کہا، کیا یہ بڑھاپا ہے یا یہ دُھئے ہوئے موتی ہیں میں نے جواب دیا ان دونوں میں سے تیرے نزدیک بہتر کون سی چیز ہے اس نے کہا یہ ایک نشانی ہے جسے غمگین آدمی پسند کر لیتا ہے میرا غم اس طرح کا نہیں جس میں صبر و رضا کو اختیار کرنا اچھا سمجھا جاتا ہو ایک بات نے لیلۃ الامر میں میرے سر کو سفید کر کے میرے ساتھ ظلم کیا ہے آپ خواہ مجھے صبر و حوصلہ دلایا جائے پھر بھی میرے پاس شریفانہ اطاعت اور قلب سلیم کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔"

اور اس کے عمدہ اشعار میں سے یہ بھی ہیں ؎

"نفس پر میں جو بوجھ ڈالتا ہوں وہ اُسے اُٹھا لیتا ہے اور ایام زمانہ کبھی ظلم کرتے ہیں اور کبھی انصاف کرتے ہیں اور صبر جمیل کا انجام اچھا ہوتا ہے اور مردوں کا کامل تر خلق، مہربانی کرنا ہوتا ہے اور اگر آدمی سے کوئی نعمت چھن جائے تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں مگر صبر کا چھن جانا عیب کی بات ہے اگر تو مال چھوڑ جائے تو یہ حسرت ہے اگر تو اُسے جلدی سے لے لے تو غنیمت ہے۔"

اور اس نے اعتذار کرتے ہوئے متوکل کے بارے میں جو اچھے اشعار کہے وہ یہ ہیں ؎

"مانگنے اور معذرت کرنے کی عادت، شرفاء کے لیے بڑی دشوار ہے جن باطل امور میں آدمی کو داخل کر دیا جاتا ہے ان میں اس کا داخل ہونا بُرا نہیں ہوتا بلکہ پہلے سے تقدیر کا یہی فیصلہ ہوتا ہے پس عاجز سائل اور گناہ کے مرتکب سے اعتذار کرنے پر راضی ہو جا اور اگر تو کسی آسودہ حال آدمی سے الگ ہو جائے تو تو بڑے بڑے گناہوں سے الگ ہونے کا زیادہ حق دار ہے اگر تو

سزا دے تو تو اللہ تعالیٰ کو زیادہ جاننے والا ہے اور تجھ سے سزا لینا کوئی عار کی بات نہیں۔"

اور جب اُسے بیڑیاں ڈالی گئیں تو اس نے یہ شان دار اشعار کہے ؎

"جب آنسو اپنے راستے پر بکھرے ہوئے تھے اور آتشِ عشق دل کو بھڑکا رہی تھی تو میں نے اُسے کہا کہ جب تو اس کی بیڑیوں کو دیکھے تو گھبراہٹ کا اظہار نہ کرنا کیونکہ بیڑیاں جوانوں کی پازیب ہوتی ہے۔"

وہ بہت زبان آور تھا اور اس کا کوئی ساتھی اس سے کم ہی بچا ہوگا، محمد بن عبداللہ اس سے منحرف تھا اس نے اس کے خلاف ایک تُرکی خادم سے مدد حاصل کی جس نے ان کی آپس میں صلح کروا دی پھر وہ خادم اس پر بگڑ گیا تو اس نے اس کے خلاف محمد بن عبداللہ سے مدد چاہی اور اس کی طرف لکھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ ہمارے دل اس کے ہاتھ میں ہیں، امیر اس کے پاس سفارشی بن کر گیا ہے جو امیر کے پاس میرا سفارشی تھا۔"

اس نے بڑے نادر اشعار اور مشہور ضرب الامثال کہی ہیں ہم ان میں سے منتخب اشعار کا ذکر پہلے کر چکے ہیں اور ہم نے انہی کے بیان پر ہی اکتفا کیا ہے، اس کے قتل ہو جانے کے بعد شعراء کی ایک جماعت نے اس کے مرثیے کہے ان میں سے ایک شاعر ابو صاعد بھی تھا جو کہتا ہے ؎

"آنسو بہا اور نیند سے کنارہ کش ہو جا اور اپنے غم کی جمعیت کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھ۔ میں کہتا ہوں کہ وہ شخص جو بنی لوئی کی پناہ گاہ تھا، کل شام میں پچھڑا ہوا ہوگا اے جہم بن بدر کے بیٹو! صبر کرو تمہیں بہت بڑی مصیبت نے آلیا ہے خدا کی قسم جو تکلیف تمہیں پہنچی ہے اگر موت کو اس کی کیفیت کا علم ہوتا تو وہ خون کے آنسو روتی۔ اس شخص کو جو یتیموں اور بیوگان کی پناہ گاہ اور زمانے کی شادابی کا باعث تھا، دفن کر دیا گیا ہے وہ جوان دشمنوں کے خلاف ایک تیر اور دست حادثہ کے سامنے ایک تیر تھا۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ ۲۴۳ھ میں متوکل، دمشق سے سر من رائی گیا اور اس کے آنے جانے میں تین ماہ سات دن لگے، اس کے جانے کے متعلق یزید المہلبی نے بہت سے اشعار

کہے ہیں ان میں سے ہم نے یہ اشعار منتخب کیے ہیں ؎

"جب امام نے چلنے کا ارادہ کیا تو میرا خیال ہے شام، عراق پر ہنستا ہوگا اور اگر تو نے عراق اور اس کے رہنے والوں کو چھوڑا تو ہمیشہ مصیبت سے دوچار رہنے والی کو طلاق کی آزمائش میں پڑنا پڑے گا۔"

متوکل، دمشق میں

متوکل جب دمشق گیا تو اس نے نشیب کی ہوا کے کثیف ہونے اور اس کے پانیوں سے اُٹھنے والے بخارات کی وجہ سے شہر میں اقامت اختیار کرنے سے انکار کر دیا اور وہ قصر مامون میں فروکش ہوا یہ محل شہر سے ایک گھنٹے کی مسافت پر دریا اور دمشق کے درمیان بلند جگہ پہ واقع ہے، اس جگہ سے دمشق کا تمام شہر اور اکثر نشیبی مقامات بھی نظر آتے ہیں یہ جگہ اس وقت تک (یعنی ۳۳۲ھ تک) قصر مامون کے نام سے مشہور ہے۔

سعید بن نکیس بیان کرتا ہے کہ میں متوکل کے خیمے میں اس کے سامنے کھڑا تھا کہ فوجیوں نے اکٹھے ہو کر عطیات کے حصول کے لیے شور و غل کرنا شروع کر دیا پھر وہ ہر نکل کر ہتھیار چلانے اور تیر اندازی کرنے لگے اور تیر اس کے خیمہ کے پردہ پر آکر لگنے لگے، اس نے مجھے کہا ابوسعید، رجاء الحصناری کو میرے پاس بُلا کر لاؤ، میں اُسے بُلا کر لایا تو متوکل نے اُسے کہا کیا تجھے پتہ ہے کہ یہ لوگ اس طرف کس کام کے لیے گئے ہیں، تیری کیا رائے ہے اس نے جواب دیا امیر المومنین میں اس سفر میں اس قسم کی باتوں سے ڈرتا تھا۔ اور میں نے اشارۃً اس تاخیر کی وجہ بیان کر دی تھی، امیر المومنین نے اس بات میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا جو کچھ ہو چکا ہے اُسے چھوڑیئے اس وقت جو تمہاری رائے ہے اُسے بیان کرو تو اس نے کہا امیر المومنین عطیات دے دیے جائیں، متوکل نے کہا یہی تو وہ چاہتے ہیں اور اسی لیے وہ باہر نکل گئے ہیں اس نے کہا امیر المومنین عطیات دینے کا حکم دے دیجیے اس کے بعد مشورہ کر لیں گے، متوکل نے عبیداللہ بن یحییٰ کو عطیات دینے کے متعلق حکم دے دیا، جب مال باہر لایا گیا اور اس کے خرچ کا آغاز ہو گیا تو رجاء نے آکر کہا امیر المومنین عراق کی طرف جانے کے لیے کوچ کا نقارہ بجانے کا حکم دیجیے کیونکہ جو چیز انہیں دینے کے لیے لائی گئی ہے وہ اس میں سے کچھ بھی نہیں لیتے، متوکل نے ایسا ہی کیا تو لوگوں نے عطیات کو چھوڑ دیا اور واپس آگئے یہاں تک کہ عطیات

تقسیم کرنے والا آدمی سے پیٹ کر اُسے اس کا حصہ دیتا اور وہ اُسے نہ لیتا۔

ترکوں کا تصادم کے لیے سازش کرنا

سعید بیان کرتا ہے کہ ترکوں نے خیال کیا کہ وہ متوکل کو دمشق میں قتل کر دیں گے مگر وہاں پر بغاء کبیر کی وجہ سے ان کا کوئی حیلہ کارگر نہ ہو سکا تو انہوں نے اسے ہٹانے کے لیے ایک سازش کی اور متوکل کے خیمے میں کچھ رُقعے پھینک دیے جن میں لکھا کہ باغیوں نے امیرالمومنین کو قتل کرنے کے لیے ایک سازش کی ہے اور اس کی نشانی یہ ہے کہ امیرالمومنین فلاں دن اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ سوار ہو کر آئیں گے پس ان کی فوج کو اطراف سے قابو کر لینا پھر عجمی غلاموں کی ایک پارٹی ان کے پاس آ کر ان پر اچانک حملہ کر دے گی، متوکل ان رقعوں کے مضمون کو پڑھ کر بہت حیران ہوا اور اس کے دل میں بغاء کے متعلق پوری طرح بدظنی پیدا ہو گئی اور اس نے فتح بن خاقان کے پاس اس بات کی شکایت کی اور اُسے بغاء کے معاملہ میں کاروائی کرنے کے متعلق بھی کہا اور اُس سے مشورہ بھی کیا اس نے کہا امیرالمومنین جس شخص نے یہ رقعے لکھے ہیں اس نے اس کے دلائل بھی لکھے ہیں اس نے مقررہ وقت بھی بتایا ہے اور اطراف سے لشکر کو قابو کرنے کی بات کا بھی ذکر کیا ہے اس کے بعد بات واضح ہو جاتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ آپ کو پکڑے گا اگر یہ بات صحیح ہو تو ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہم کو کیا کرنا چاہیے اور اگر وہ بات جھوٹ ہے جو لکھی گئی ہے تو الحمدللہ! مگر ہر وقت خیر خواہی کے نقطہ نگاہ سے رقعے پھینکے جانے لگے اور جو لوگ بیعت شدہ تھے وہ بیعت کی موجودگی میں خیر خواہی کے سوا کوئی چارہ نہ پاتے تھے جب انہیں بھی ان باتوں کا علم ہو گیا جو خلیفہ کو معلوم تھیں اور اس بات کے متعلق یقین ہو گیا تو انہوں نے بھی رُقعے لکھ کر انہیں بغاء کے خیموں میں پھینک دیا اور ان میں لکھا کہ غلاموں اور ترکوں کی ایک پارٹی نے خلیفہ پر اس کے لشکر میں حملہ کرنے کا عزم کیا ہوا ہے اور اس بارے میں متفقہ سازش بھی تیار کی ہے اور انہوں نے عہد کیا ہے کہ وہ فلاں فلاں جہت سے آئیں گے ہم نے خیر خواہی اور صدق دلی سے آپ کو یہ بات لکھ دی ہے اس مفہوم کے بہت سے رُقعے خلیفہ کے حفاظتی دستے کے پاس پھینکے گئے جب بغاء کو ان رُقعوں کے متعلق علم ہوا اور وہ اس کے پاس پے درپے آنے لگے تو اُسے اطمینان نہ ہوا کہ جو کچھ ان میں لکھا گیا ہے وہ سچ ہے جب کہ اس قسم کی بات اس سے پہلے بھی ہو چکی تھی

جب وہ رات آئی جس کا ذکر انھوں نے رقعوں میں کیا ہوا تھا تو اس نے اپنی فوج کو اکٹھا کیا اور انہیں مسلح ہو کر سوار ہونے کا حکم دیا اور خود بھی سوار ہو کر ان کے ساتھ مذکورہ جگہوں پر گیا اس نے متوکل اور اس کے محافظوں کو قابو کر لیا متوکل کو بھی یہ خبر پہنچ گئی اور اُسے یقین ہو گیا کہ اُسے سچ بات لکھی گئی تھی پس وہ توقع کرنے لگا کہ کون شخص اس کے پاس جا کر اس پر حملہ کرے وہ رات بھر جاگتا رہا نہ اس نے کچھ کھایا نہ پیا اور صبح تک اس کی یہی کیفیت رہی اور بغاء اس کی حفاظت کرتا رہا، متوکل کو جو رپورٹ پہنچی وہ بالکل اس کے خلاف تھی اس نے بغاء پر الزام لگایا اور اس کے فعل کو بُرا جانا، جب متوکل نے واپسی کا عزم کیا تو اس نے کہا اے بغاء تجھے جو مقام میرے ہاں حاصل ہے اب میرا دل اُسے قبول نہیں کرتا، میں چاہتا ہوں کہ تجھے یہ علاقہ دے دوں اور عطیات و امداد وغیرہ بھی برقرار رکھوں اس نے کہا امیر المومنین میں آپ کا غلام ہوں جو آپ کی مرضی ہے ایکیجیے آپ نے اپنی مرضی کے مطابق حکم دیا ہے پس متوکل اُسے شام میں چھوڑ کر واپس آ گیا پھر غلاموں نے اس کے ساتھ جو کیا وہ کیا مگر متوکل کو اس حیلے کی وجہ کا علم نہ ہو سکا اور نہ ہی دونوں کو حیلہ کی تکمیل تک اس کا کچھ پتہ لگا۔

متوکل کے خلاف سازش

جب بغاء الصغیر نے متوکل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے باغر ترکی کو بُلایا اور اُسے تیار کیا اور اُسے بے شمار انعام واکرام دیا وہ بڑا بہادر اور دلیر آدمی تھا اس نے اُسے کہا اے باغر! تجھے معلوم ہے کہ تجھ سے کتنی محبت کرتا ہوں اور تیری آؤ بھگت کرتا ہوں اور تیرے لیے ایثار کرتا ہوں اور تجھ سے حسنِ سلوک کرتا ہوں اور میرا تیرے ہاں وہ مقام ہے کہ جس کے حکم سے سرتابی نہیں کی جا سکتی اور نہ اس کی محبت سے خروج کیا جا سکتا ہے میں تجھے ایک بات کا حکم دینا چاہتا ہوں تو مجھے یہ بتا دے کہ اس بارے میں تیرے دل کی کیا کیفیت ہے اس نے جواب دیا آپ جانتے ہیں کہ میں کام کو کیسے کر گزرتا ہوں آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں میں اُسے کر گزروں گا اس نے کہا کہ میرے بیٹے فارس نے میرا کام بگاڑ دیا ہے اور میرے قتل کا ارادہ کیا ہے اور یہ اس کے بارے میں میرے پاس صحیح رپورٹ ہے اس نے کہا آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ وہ کل میرے پاس آئے، ہمارے درمیان یہ نشانی مقرر ہو گی کہ جب میں اپنی ٹوپی زمین پر رکھوں تو تم اُسے قتل کر دینا اس نے کہا بہت اچھا لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ جب وہ تیرے سامنے آئے گا تو تو اُسے اپنے

دل میں میرے متعلق کوئی بات محسوس کرے گا اس نے کہا اللہ تعالیٰ تجھ کو اس سے محفوظ رکھے گا، جب فارس آیا تو باغر ایسی جگہ پر کھڑا ہو گیا جہاں مارنے والا کھڑا ہوتا ہے بغاء نے مسلسل اس بات کی طرف دھیان رکھا کہ وہ اپنی ٹوپی رکھ دے مگر وہ ایسا نہ کر سکا، باغر نے خیال کیا کہ شاید اُسے ٹوپی رکھنا بھول گیا ہے اس نے اُسے آنکھ سے اشارہ کیا کہ ٹوپی رکھ دو اس نے جواب دیا نہیں، جب باغر نے مقرر کردہ نشانی کو نہ دیکھا اور فارس واپس چلا گیا تو بغاء نے اُسے کہا! اس بات کو سمجھ لو کہ میں نے اس بارے میں بہت غور و فکر کیا ہے کہ وہ نوجوان ہے اور میرا بیٹا ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ اس دفعہ بچ جائے، باغر نے کہا میں نے جو بات سُنی ہے اس کی اطاعت کی ہے اور آپ نے جو کچھ سمجھا ہے اور اس کی بہتری کی تدبیر کی ہے آپ اُسے بہتر سمجھتے ہیں پھر اس نے اُسے کہا کہ ایک اس سے بھی بڑی اور اہم بات ہے اس کے متعلق بتائیے۔ باغر نے کہا آپ جو ارشاد فرمائیں میں اُسے بجا لاؤں گا اس نے کہا میرا بھائی وصیف مجھے اور میرے رفقاء کے متعلق سازشیں کر رہا ہے اور ہمارا وجود اس کے لیے ناقابلِ برداشت ہو گیا ہے اس نے ہمیں قتل اور فنا کرنے کے لیے مدد لی ہے اور وہ اکیلے ہی امور کو اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا ہے، باغر نے کہا آپ کے خیال میں اس سے کیا سلوک کرنا چاہیے اس نے کہا وہ کل کو میرے پاس آئے گا، اور جس مصلّے پر وہ میرے ساتھ بیٹھا ہو گا میں اُس سے نیچے اُتر جاؤں گا اور جب تو دیکھے کہ میں اس سے نیچے اُتر گیا ہوں تو اُسے تلوار مار کر قتل کر دینا، اُس نے کہا بہت اچھا جب وصیف بغاء کے پاس گیا تو باغر بھی پہنچ گیا اور تیار ہو کر کھڑا ہو گیا، وصیف کے چلے جانے تک باغر نے وہ علامت مشاہدہ نہ کی جو مقرر کی گئی تھی، بغاء نے اُسے کہا اے باغر، میں نے سوچا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میں نے اس سے عہد و پیمان کیا ہوا ہے پس میں نے جو سازش اس کے متعلق کی تھی اس پر عمل کرنے کو جائز نہیں سمجھتا، اس کے بعد اس نے اس سے تعلقات بھی رکھے اور عطیات بھی دیے پھر اس سے ایک لمبے زمانے تک میل ملاقات نہ رکھا اس کے بعد ایک دن اُسے بلا کر پوچھا کہ مجھے ایک ضرورت پیش آگئی ہے جو ان ضرورتوں سے بہت بڑی ہے جو اس سے پہلے میں تیرے سامنے پیش کر چکا ہوں، تیرے دل کی کیا کیفیت ہے اس نے کہا جو کچھ تو چاہتا ہے میرا دل اس پر تیار ہے تو جو کہنا چاہتا ہے کہہ دے تا کہ میں اُسے کر گزروں اس نے کہا کہ منتصر کے متعلق مجھے پختہ طور پر معلوم ہوا ہے کہ یہ مجھے اور میرے دیگر رفقاء

کو سازش کر کے قتل کرنا چاہتا ہے اور اس میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں، تیرا دل اس بارے میں کیا کہتا ہے، باغر نے اس بارے میں غور و فکر کیا اور دیر تک سر نیچے کیے رہا اور کہنے لگا وہ یہ کام نہیں کر سکتا، اس نے پوچھا کیسے؟ اس نے کہا بیٹا قتل ہو جائے اور باپ زندہ رہے یہ بات تو مناسب نہیں اس کا باپ تم سب کو اس کے بدلے میں قتل کر دے گا، اس نے پوچھا تیری کیا رائے ہے اس نے کہا ہم پہلے باپ کو قتل کریں گے پھر اس کے بعد بیٹے کا کام بہت آسان ہو جائے گا اس نے کہا تیرا بُرا ہو تو اس کام کے لیے تیار ہے اس نے کہا ہاں میں یہ کام کر دوں گا اور اس کے پاس جا کر اُسے قتل کر دوں گا اور بار بار یہی بات دہرانے لگا اور وہ کہنے لگا کہ اس کے سوا اور کچھ نہ کرتا، پھر اس نے اُسے کہا تو میرے پیچھے پیچھے چلا آ، اگر میں اُسے قتل کر دوں تو ٹھیک ورنہ تو مجھے قتل کر دینا، لاؤ مجھے اپنی تلوار دو، اور کہہ دینا کہ اس نے اپنے آقا کے قتل کا ارادہ کیا تھا، اس وقت بغا کو پتہ چلا کہ وہ اسے قتل کرے گا تو اس نے اُسے متوکل کے قتل کا کام سونپ دیا۔

متوکل کی والدہ شجاع کی وفات

۲۴۷ھ میں متوکل کی والدہ شجاع کا انتقال ہو گیا اور منتصر نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی یہ ماہ ربیع الآخر کی بات ہے۔

متوکل کا قتل

والدہ کی وفات کے چھ ماہ بعد بدھ کی رات کے تین گھنٹے گذرنے پر متوکل کو قتل کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۳ شوال ۲۴۷ھ کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ۴ شوال ۲۴۷ھ کا ہے، اس کی پیدائش فم الصلح میں ہوئی تھی، بحتری بیان کرتا ہے کہ ہم ایک روز متوکل کی مجلس میں ندیموں کے ساتھ موجود تھے، اور تلواروں کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ امیر المومنین مجھے پتہ چلا ہے کہ بصرہ کے ایک شخص کے پاس ایک ایسی ہندی تلوار موجود ہے جس کی نظیر موجود نہیں، متوکل نے بصرہ کے گورنر کے نام خط لکھنے کا حکم دیا کہ وہ اس تلوار کو اس سے خرید ے، خط بذریعہ ڈاک چلا گیا اور بصرہ کے گورنر کا خط بھی آ گیا کہ اس تلوار کو ایک یمنی نے خرید لیا ہے، متوکل نے یمنی شخص سے تلوار خریدنے کا حکم دے دیا اور خط بذریعہ ڈاک چلا گیا، بحتری بیان کرتا ہے کہ ہم متوکل کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ عبیداللہ بن یحییٰ تلوار سمیت اس کے پاس آیا اور اُسے بتایا کہ اس نے یمنی آدمی سے

دس ہزار درہم میں وہ تلوار خرید لی ہے تلوار کو پاکر متوکل بہت خوش ہوا اور معاملہ آسانی کے ساتھ طے ہو جانے پر حمد الٰہی کرنے لگا اور تلوار کو نیام سے کھینچ کر اس کی تعریف کرنے لگا اور ہم میں سے ہر آدمی نے بھی اپنی پسند کی بات کہی اور اس نے اُسے اپنے بستر کی تہ کے نیچے رکھ لیا جب صبح ہوئی تو اس نے فتح بن خاقان سے کہا میرے پاس کوئی ایسا جوان لاؤ جس کی شجاعت پر تمہیں بھروسہ ہو، میں اُسے یہ تلوار دوں گا تاکہ وہ اسے لے کر میرے سر کے پاس کھڑا ہو اور ہر روز جب تک میں بیٹھا رہوں وہ مجھ سے الگ نہ ہو بحتری بیان کرتا ہے کہ ابھی اس نے بات ختم نہ کی تھی کہ باغر ترکی آگیا، فتح بن خاقان نے کہا امیر المومنین یہ باغر ترکی ہے اس کی شجاعت وبسالت کے متعلق مجھے بتایا گیا ہے امیر المومنین جو کچھ چاہتے ہیں یہ جوان اس کے مناسب حال ہے، متوکل نے اُسے بلایا اور تلوار اس کے سپرد کر دی اور جو وہ چاہتا تھا اس کے متعلق اُسے حکم دے دیا اور اس کا مرتبہ بڑھانے اور اس کے روزینہ میں اضافہ کرنے کی بھی اُسے پیشکش کی، بحتری کہتا ہے خدا کی قسم جس وقت متوکل نے اُسے تلوار دی، باغر نے اُسے اسی شب بے نیام کیا جس شب اُس نے اُسے قتل کیا۔ بحتری کہتا ہے جس شب متوکل قتل ہوا میں نے ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ ہم آپس میں بڑھاپے کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اور وہ اس سے برأت کا اظہار کر رہا تھا پھر اس نے قبلہ کی طرف منہ پھیر لیا اور سجدہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کرتے ہوئے اس کا چہرہ خاک آلود ہو گیا، پھر اس نے وہ مٹی لے کر اپنے منہ اور داڑھی پر بکھیر دی اور کہا میں صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور جس نے مٹی کی طرف جانا ہے اس کی شان کے لائق یہی بات ہے کہ وہ عاجزی کرے اور تکبر نہ کرے، بحتری کہتا ہے پھر وہ شراب نوشی کے لیے بیٹھ گیا جب شراب اس پر اثر انداز ہو گئی تو وہاں پر موجود گلوکاروں نے اس کی پسندیدہ آواز میں گانا شروع کیا پھر اس نے فتح بن خاقان کی طرف متوجہ ہو کر کہا، میرے اور تیرے کانوں کے سوا، اس آواز کو کسی نہیں سُنا پھر وہ رونے لگا، بحتری کہتا ہے کہ میں نے اس کے رونے سے بُرا شگون لیا، اور میں نے کہا یہ دوسری بار ہے ابھی میں اسی ادھیڑ بُن میں تھا کہ قبیحہ کے خادموں میں سے ایک خادم آیا جس کے پاس ایک رومال تھا جس میں ایک خلعت تھی جسے قبیحہ نے اس کی طرف بھیجا تھا پیغامبر نے اُسے کہا امیر المومنین قبیحہ آپ سے کہتی ہے کہ میں نے اس خلعت کو امیر المومنین

کے خاص استعمال کے لیے رکھا ہے اور اچھا سمجھ کر پہننے کے لیے بھیجا ہے اس نے کہا کہ اس میں ایک سرخ قمیص ہے جس جیسی قمیص میں نے کبھی نہیں دیکھی اور ریشم کی منقش چادر ہے گویا وہ پتلا ہونے کی وجہ سے ساتھ ہی چمٹی ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ اس نے خلعت کو پہن لیا اور ریشم کی منقش چادر کو اوڑھ لیا، بحتری کہتا ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ اس کو جلدی سے ایک نادر چیز دوں جو ریشمی منقش چادر کے حصول کا سبب بن جائے، میں ابھی اس حالت میں تھا کہ متوکل نے اس میں حرکت کی اور وہ چادر کو لپیٹے ہوئے تھا اس نے اُسے کھینچ کر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پھاڑ دیا، اور اُسے تبیجہ کے اس خادم کو واپس کر دیا جو اُسے لے کر آیا تھا اور کہا کہ اُسے جا کر کہہ دینا کہ اس چادر کو اپنے پاس سنبھال کر رکھے تاکہ میری وفات کے وقت یہ میرا کفن ہو میں نے اپنے دل میں کہا انا للہ و انا الیہ راجعون، خدا کی قسم وقت ختم ہو گیا ہے، متوکل سخت بدمست ہو گیا، بحتری بیان کرتا ہے کہ اس کی یہ عادت تھی کہ جب وہ نشہ کے وقت مست ہو جاتا تو اس کے وہ خادم اسے سیدھا کرتے جو اس کے سر کے پاس ہوتے تھے وہ بیان کرتا ہے کہ ہم ایسی حالت میں تھے اور رات کے تین گھنٹے گزر چکے تھے کہ باغر دس ترکوں کے ساتھ آیا جو ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں جو شمع کی روشنی میں چمک رہی تھیں، انہوں نے ہم پر حملہ کر دیا اور متوکل کی طرف چلے گئے یہاں تک کہ باغر اور ایک اور ترک تخت پر چڑھ گئے فتح بن خاقان نے انہیں ڈانٹ کر کہا تمہارا برا ہو یہ تمہارا آقا ہے جب غلاموں، حاضرین مجلس اور بادہ گساروں نے انہیں دیکھا تو وہ ان پر پل پڑے اور مجلس میں فتح بن خاقان کے سوا کوئی آدمی باقی نہ رہا وہ ان سے لڑتا اور ان کو روکتا رہا، بحتری بیان کرتا ہے جب باغر نے متوکل کے دائیں پہلو پر وہ تلوار ماری جو اس نے اُسے دی ہوئی تھی تو میں نے متوکل کی چیخ سنی تلوار نے اُسے کولہے تک چیر دیا پھر اُس نے اس کے بائیں پہلو پر تلوار ماری تو وہ بھی کولہے تک چیرتی چلی گئی، فتح بن خاقان انہیں متوکل پر حملہ کرنے سے روکتا رہا تو ان میں سے ایک نے اپنی تلوار اُس کے پیٹ میں گھونپ دی اور اس کی کمر سے باہر نکال دی مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا، بحتری کہتا ہے میں نے اُس سے اچھا اور مضبوط دل آدمی نہیں دیکھا پھر وہ متوکل پر گر پڑا اور دونوں مر گئے اور جس بساط پر انہیں قتل کیا گیا اُسی میں ان دونوں کو لپیٹ کر ایک جانب

پھینک دیا گیا وہ دونوں رات بھر اور دن کا اکثر حصہ اسی طرح پڑے رہے یہاں تک کہ خلافت پر منتصر قائم ہوگیا اور اس نے ان دونوں کے دفن کرنے کا حکم دے دیا چنانچہ ان کو اکٹھے دفن کر دیا گیا بعض کہتے ہیں کہ قبیحہ نے اُسے اسی پھٹی ہوئی ریشمی منقش چادر میں کفن دیا، بغا و الصغیر متوکل سے وحشت محسوس کرتا تھا اور منتصر ترکوں کو محبوب تھا، واثق کا غلام اوتامش، منتصر کے ساتھ ہوتا تھا جس کی وجہ سے متوکل اُسے بُرا سمجھتا تھا، اوتامش، ترکوں کے دلوں کو منتصر کی طرف مائل کرتا تھا اور عبیداللہ بن خاقان وزیر اور فتح بن خاقان، منتصر سے منحرف تھے اور المعتز کی طرف مائل تھے ان دونوں نے متوکل کے دل کو منتصر کے خلاف برانگیختہ کیا ہوا تھا، اور متوکل جس ترک کو بھی اپنے سے دُور کرتا، منتصر اُسے اپنی طرف کھینچ لیتا پس ترکوں اور بہت سے اہل فرغانہ اور اشروسں کے دل یہاں تک منتصر کی طرف مائل ہو گئے کہ وہ واقعہ رونما ہوا جس کا ذکر ہم بیان کر چکے ہیں، ہم نے متوکل کے قتل کی جو کیفیت بیان کی ہے اس کے سوا اور رنگ میں بھی اسے بیان کیا گیا ہے ہم نے اس موقع پر اسے اس لیے بیان کرنے کے لیے منتخب کیا ہے کیونکہ یہ نہایت خوبصورت الفاظ اور قریب ترین ماخذ سے بیان کی گئی ہے اس بارے میں جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے ہم نے اُسے کتاب الاوسط میں درج کر دیا ہے جس کے تکرار کی یہاں ضرورت نہیں۔

متوکل جس روز قتل ہوا اس روز وہ بے انتہا خوش تھا صبح کو اس نے کہا کہ میں خون میں حرکت محسوس کرتا ہوں اس روز اس نے پچھنے لگوائے اور ندیموں اور بہلانے والوں کو بُلایا جس سے اس کے سرور میں اور اضافہ ہوگیا پس یہ فرح و سرور غم میں تبدیل ہوگیا، اور کوئی جاہل اور فریب خوردہ شخص ہی دُنیا سے دھوکا کھاتا اور اس سے سکون حاصل کرتا اور اس کی خیانت اور مصائب سے محفوظ رہ سکتا ہے، دنیا وہ گھر ہے جس کی نعمتوں کو دوام نہیں اور نہ اس میں مکمل خوشی حاصل ہوسکتی ہے اور نہ اس میں خوف سے امن ہو سکتا ہے اس کی خوشی کے ساتھ تکلیف تنگی کے ساتھ آسائش، اور نعمت کے ساتھ مصیبت لگی ہوئی ہے پھر اس کے بعد انہیں زوال آجاتا ہے، پس اس کی نعمتوں کے ساتھ تنگی، خوشی کے ساتھ غم، پسندیدہ چیزوں کے ساتھ ناپسندیدہ چیزیں، صحت کے ساتھ بیماری، زندگی کے ساتھ موت، خوشیوں کے ساتھ غم اور لذات کے ساتھ آفات، شامل ہیں، اس کا عزیز ذلیل، طاقتور، کمزور، مال دار، لُٹا ہوا اور عظیم، بے پر ہونا

ہے اور وہی حی ولایموت باقی رہ جاتا ہے جس کی حکومت کو کوئی زوال نہیں اور وہ عزیز اور حکیم ہے منتصر نے اپنے باپ کے ساتھ جو خیانت کی اور اس پر جو حملہ کیا اس کے متعلق بحتری اپنے ایک قصیدہ میں کہتا ہے سے

"کیا وہ ولی عہد ہے جس نے خیانت کو پوشیدہ رکھا اور یہ عجیب بات ہے کہ عہد شکن کو ولی عہد بنایا جائے پس باقی رہنے والا جانے والے کی وراثت کا مالک نہ بنے اور نہ ہی اس کے منبروں سے یہ دُعا ہو۔"

متوکل کے دَور کے حالات

متوکل کا دَورِ خلافت نہایت شان دار اور مرفہ الحال تھا اور خاص و عام اس کی تعریف میں رطب اللسان تھے جیسا کہ کسی نے کہا ہے کہ متوکل کا دورِ خلافت راستوں کے امن و امان، اشیاء کے سستا ہونے محبت کی ترنگوں اور جوانی کے زمانے کے لحاظ سے بہت اچھا تھا ایک شاعر نے اس مفہوم کو لے کر کہا ہے کہ سے

"راستوں کے پُرامن ہونے اور بھاؤ کے نرم ہونے اور محبت کی راتوں کے جوانی کے دنوں کے ساتھ ملے ہونے کی وجہ سے ہمیں تیرا قرب بہت مرغوب ہے۔"

مسعودی بیان کرتا ہے کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کسی زمانے میں بھی اخراجات کی وہ صورت نہ تھی جو متوکل کے دورِ خلافت میں تھی، کہا جاتا ہے کہ اس نے غلاموں، فوج اور نوکروں چاکروں کی کثرت کے باوجود الہارونی اور جوسق جعفری پر ایک لاکھ درہم سے زیادہ خرچ کیا پھر وہ انہیں عطیات بھی دیتا اور ہر ماہ انعامات و بخشش سے بھی وہ بڑا حصہ پاتے، کہتے ہیں کہ اس کے پاس چودہ ہزار دستے تھے جن سب کے ساتھ وہ موافقت رکھتا تھا جب وہ فوت ہوا تو بیت المال میں چودہ کروڑ دینار اور سات کروڑ درہم موجود تھے اور اس کی حکومت میں ہر سنجیدہ اور مذاق کے کام میں حصّہ لینے والے کا حصّہ تھا اور وہ اس کے دَور میں خوش نصیبی سے بہرہ مند ہوا اور اس نے اس کے مال سے وافر حصّہ حاصل کیا۔

حسین الخلیع متوکل کے سامنے

محمد بن ابی عون بیان کرتا ہے کہ یوم نیروز کو میں متوکل کی مجلس میں حاضر ہوا تو اس وقت اس کے پاس محمد بن عبداللہ بن طاہر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے حسین بن الضحاک الخلیع شاعر بھی موجود

تھا متوکل کے سر کے پاس جو خوب صورت خادم کھڑا تھا اس نے اُسے آنکھ سے اشارہ کیا کہ وہ حسین کو شراب کا ایک جام پلائے اور اسے عنبری سیب تحفہ دے اس نے ایسے ہی کیا پھر متوکل نے حسین کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اس بارے میں کچھ شعر کہو تو اس نے کہا ؎

"سفید موتی کی طرح اس نے سُرخ عنبر کا تحفہ دیا جو گلاب کے پھُول کی سی چادروں میں دوڑتا پھرتا ہے وہ ہر تحفہ دیتے وقت مذاق کرتا ہے اس کی آنکھوں میں وہ چیز ہے جو عشق سے خالی آدمی کو وجد میں لے آتی ہے میں نے اس کے ہاتھوں سے ایک گھونٹ پینے کی تمنا کی تو اس نے مجھے وہ عہد یاد دلا دیا جو میں فراموش کر چکا تھا، اللہ تعالےٰ زمانے کو سیراب رکھے میں نے شب کی ہر گھڑی محبوب کے وعدے پہ گذاری ہے۔"

متوکل نے کہا خدا کی قسم تو نے بہت اچھا کہا ہے اسے ہر شعر کے بدلے ایک سو دینار دیا جائے محمد بن عبداللہ کہتا ہے کہ اس نے جواب دیا اور جلدی کی، اور یاد کیا اور درد مند کیا، اگر امیرالمومنین کا احسان نہ ہوتا تو کوئی احسان اس کا مقابلہ نہ کر سکتا اور میں اُسے جدید و قدیم مال سے مالا مال کر دیتا، متوکل نے کہا کہ ہر شعر کے بدلے اسے ایک ہزار دینار دیا جائے۔

روایت ہے کہ جب محمد بن المغیث، متوکل کے پاس آیا تو اس نے اس کے لیے تلوار اور چمڑے کا فرش منگوایا جس پر مجرم کو قتل کیا جاتا ہے، متوکل نے کہا، اے محمد تجھے اس مصیبت کی طرف کس بات نے دعوت دی ہے اس نے جواب دیا یا امیرالمومنین بدبختی نے، آپ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان پھیلے ہوئے سائے ہیں، میں آپ کے بارے میں کیسے بدظنی کر سکتا ہوں، آپ وہ کام کریں جو ان دونوں چیزوں سے بہتر اور آپ کی شان کے لائق ہے اور وہ یہ کہ آپ اپنے غلام کو معاف فرما دیجیے پھر وہ یہ شعر پڑھنے لگا ؎

"لوگ کہتے ہیں کہ آپ آج مجھے قتل کر دیں گے آپ ہدایت کے امام ہیں اور عفو کرنا شریف آدمی کو زیبا ہے، میں خطا کا ایک پہاڑ ہوں اور آپ کا عفو نورِ نبوت سے مزین ہے آپ کے عفو کے سامنے میرا گناہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے کمزور پڑ گیا ہے اپنے کرم سے مجھ پر احسان کیجیے اور احسان کرنا بہت اچھی بات ہے اس لیے کہ آپ بلندیوں کی طرف دوڑنے

والوں سے بہتر ہیں اور دونوں فعلوں میں سے جو فعل اچھا ہے آپ اُسے بجالائیں گے ۔"

متوکل نے کہا میں دونوں فعلوں میں سے اچھے فعل کو بجالاؤں گا اور تجھ پر احسان کروں گا ، جا اپنے گھر کو واپس چلا جا ۔ ابن المغیث کہنے لگا امیر المومنین اللہ اپنی رسالت کے رکھنے کی جگہ کو بہتر سمجھتا ہے (اسی لیے اس نے تمہارے خاندان کو رسالت سے نوازا تھا)

متوکل کے مرثیے

جب متوکل، قتل ہو گیا تو شعراء نے اس کے مرثیے کہے ، علی بن جہم بھی مرثیہ کہنے والوں میں تھا وہ اپنے ایک قصیدے میں کہتا ہے ؎

"امیر المومنین کے غلاموں نے اُسے قتل کر دیا ہے اور بادشاہوں کے لیے سب سے بڑی آفت ان کے غلام ہی ہوتے ہیں ، اے بنو ہاشم صبر کرو ، ہر مصیبت کو نئی مصیبت پرانا کر دیتی ہے ۔"

اور یزید بن محمد مہلبی اپنے ایک طویل قصیدے میں کہتا ہے ؎

"اس کی موت اس وقت آئی جب آنکھ سوئی ہوئی تھی، موت اس وقت اس کے پاس کیوں نہ آئی جب نیزے اُٹھے ہوئے تھے ، تجھ پر تلواریں اس وقت چھا گئیں جب تیرے دَر پہ کوئی آدمی نہ تھا اور تیرے اُوپر خدائے واحد کے سوا کوئی نہ تھا ۔ خلیفہ نے جو کچھ حاصل کیا وہ اور کسی کو حاصل نہ ہو سکا اور نہ ہی اس طرح کا کوئی رُوح و جسم بنایا گیا ۔"

ایک شاعر اس کے متعلق کہتا ہے ؎

"رات کو اس کی موت اس کے پاس آئی اور اس کے آسودہ حال لوگ اُسے چھوڑ کر جا چکے تھے اور وہ بھی سویا ہوا تھا ، موت نے اُسے اُٹھنے کو کہا تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور یہ کتنے ہی والیانِ ملک کو اُٹھا کر تباہی کی طرف لے گئی ہے اور وہ اُٹھ کر تباہی کی طرف چل دیے ہیں ۔"

اور حسین بن الضحاک الخلیع اس کے مرثیہ میں لکھتا ہے ؎

"زمانے نے کسی کے ساتھ بھلائی نہیں کی ہاں وہ احسان کے بعد بُرائی کرتا ہے کیا تُو نے دیکھا ہے کہ مصائب زمانہ نے ہاشمی اور فتح بن خاقان

کے ساتھ کیا گیا ہے۔"

متوکل کی لونڈی، محبوبہ

علی بن جہم بیان کرتا ہے کہ جب متوکل کو خلافت ملی تو لوگوں نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اُسے تحفے دیے اور ابن طاہر نے اُسے جو تحفہ دیا اس میں دو سو خدمتگار لڑکے اور لڑکیاں تھیں، تحفے میں محبوبہ نام ایک لونڈی بھی تھی جو طائف کے ایک آدمی کی تھی جسے اُس نے علم و ادب سے آراستہ کیا تھا اور اُسے کئی قسم کے علوم سکھائے تھے وہ شعر بھی کہتی تھی اور انہیں سارنگی پر گاتی بھی تھی اور جس چیز کو لوگوں کے علماء اچھی طرح کرتے تھے وہ بھی کرتی تھی، متوکل کے ہاں اُسے اچھا مقام مل گیا اور وہ اس کے دل میں گھر کر گئی، متوکل کے ہاں کوئی شخص اس کی برابری کا دم نہ بھر سکتا تھا، علی بن جہم کہتا ہے کہ میں ایک روز شراب نوشی کے لیے متوکل کے ہاں گیا جب میں جم کر بیٹھ گیا تو وہ کھڑا ہو گیا اور ایک ٹھنگنا داخل ہوا پھر ہنستا ہوا باہر نکل گیا، متوکل نے مجھے کہا علی تیرا بُرا ہو تو آیا تو تو نے ایک لونڈی کو دیکھا جس کے رخسار پر کستوری سے جعفر لکھا ہوا تھا، میں نے اُس سے خوبصورت چیز نہیں دیکھی اس کے متعلق کچھ کہو، میں نے کہا میرے آقا، میں اکیلا کہوں یا میں اور محبوبہ کہیں، اس نے کہا تم اور محبوبہ دونوں کہو، محبوبہ نے دوات اور کاغذ منگوایا اور مجھ سے کہنے میں سبقت لے گئی پھر سارنگی لے کر گانے لگی اور اس پر ضرب لگانے لگی یہاں تک کہ اس نے ایک دُھن تیار کر لی اور کچھ دیر مسکراتی رہی پھر کہنے لگی امیرالمومنین مجھے اجازت دیجیے، اس نے اجازت دے دی تو وہ گانے لگی ؎

"میں رخسار پر کستوری کے ساتھ جعفر لکھنے والی ہوں اور جہاں جہاں اس نے اثر کیا ہے میرا نفس کستوری کے ٹھہرنے کی جگہ بن گیا ہے، اگر اس نے کستوری کے ساتھ اپنے رخسار پر لکھا ہے تو اس نے میرے دل میں غم کے ساتھ سطریں لکھی ہیں پس اس غلام کا کون مقابلہ کر سکتا ہے جو اپنے بادشاہ کے خفیہ اور اعلانیہ امور میں اس کا مطیع و فرماں بردار ہو کر رہتا ہے، اور کون میری آنکھ کا مقابلہ کر سکتا ہے جس نے جعفر جیسے بادشاہ کو دیکھا ہے اللہ تعالیٰ جعفر کو گرجنے والے بادلوں کی بارش سے سیراب کرے۔"

علی بن جہم بیان کرتا ہے کہ میں حواس باختہ ہو گیا اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں

شعر کا ایک حرف کہہ بھی نہیں سکتا وہ بیان کرتا ہے کہ متوکل نے مجھے کہا، علی تیرا برا ہو میں نے عرض کیا میرے آقا، مجھے معاف فرمائیے خدا کی قسم کہ میرے ذہن سے وہ حکم محو ہو گیا ہے پس وہ اپنی وفات تک مجھے اس امر کی عار دلاتا رہا اور میرے سر یہ بات تھوپتا رہا علی بن جہم بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ میں اس کے ساتھ شراب نوشی کے لیے حاضر ہوا تو اس نے مجھے کہا اے علی تیرا برا ہو، تجھے پتہ ہے کہ میں نے محبوبہ کو ناراض کر دیا ہے اور اُسے اپنے کمرے میں پابند رہنے کا حکم دے دیا ہے اور نوکروں کو بھی اس کے پاس جانے سے منع کر دیا ہے اور اس کے کلام سے بھی اظہار نفرت کیا ہے تو میں نے کہا اے میرے آقا، اگر آپ نے آج اُسے ناراض کر دیا ہے تو کل اُس سے صلح کر لیں گے، اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو ہمیشہ خوش رکھے اور عمر دراز کرے، علی بن جہم بیان کرتا ہے کہ اُس نے کچھ دیر سر نیچے کیے رکھا پھر بادہ گسار ساتھیوں سے کہنے لگا چلے جاؤ اور شراب کو اُٹھا دینے کا حکم دیا پس شراب اٹھا دی گئی جب دوسرا دن ہوا تو میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا اے علی تیرا برا ہو کہ میں نے شب کو خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے محبوبہ سے صلح کر لی ہے تو شاطر نام لونڈی نے جو متوکل کے سامنے کھڑی تھی، کہا کہ میں نے بھی اس وقت اس کے کمرے میں کھسر پھسر سُنی تھی لیکن مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا تھی تو اس نے مجھے کہا اُٹھو تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ کیا کھسر پھسر تھی پس وہ ننگے پاؤں اُٹھا اور میں بھی اُٹھ کر اس کے پیچھے پیچھے چلا یہاں تک ہم اس کے کمرے کے قریب پہنچ گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ وہ سارنگی بجا رہی ہے اور کچھ گا رہی ہے گویا وہ دُھن بنا رہی ہے پھر اس نے اپنی آواز بلند کی اور گانے لگی ؎

"میں محل میں گھوم رہی ہوں اور کسی آدمی کو نہیں دیکھتی میں اس کے پاس شکایت کرتی ہوں اور وہ مجھ سے گفتگو نہیں کرتا گویا میں کسی گناہ کی مرتکب ہوئی ہوں جس سے توبہ بھی مجھے نجات نہیں دلا سکتی پس بادشاہ کے پاس میری کون سفارش کرے اس نے نیند میں مجھ سے ملاقات اور مصالحت کی ہے اور جب صبح ہو گئی تو وہ دوبارہ مجھ سے دُور ہو گیا ہے اور مجھ سے تعلقات منقطع کر لیے ہیں۔"

علی بن جہم بیان کرتا ہے کہ متوکل نے خوش ہو کر تالی بجائی اور میں نے بھی اس کے ساتھ تالی بجائی، وہ اس کے پاس گیا تو وہ متوکل کے قدموں کو چومنے لگی اور اپنے رخسار دل

کو خاک آلود کرنے لگی یہاں تک کہ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ہم واپس لوٹ آئے اور وہ ہمارے ساتھ تھی۔

علی بن جہم بیان کرتا ہے کہ جب متوکل قتل ہو گیا تو وہ اور بہت سی دیگر خدمت گار لڑکیاں اکٹھی ہو کر بغاء الکبیر کی طرف گئیں، ایک روز میں شراب نوشی کے لیے اس کے ہاں گیا تو اس نے پردے کے پھاڑنے کا حکم دیا اور گلوکار لونڈیوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا وہ لباس اور زیورات سے آراستہ ہو کر ناز و ادا سے چلتی ہوئی آئیں اور محبوبہ لباس و زیورات سے آراستہ ہوئے بغیر آئی، وہ سفید لباس پہنے ہوئے تھی اور سر جھکا کر بیٹھ گئی تو وصیف نے اُسے کہا کہ گانا گاؤ، علی بن جہم بیان کرتا ہے کہ اس نے گانے سے معذرت کی تو اس نے کہا کہ میں تجھے گانے کی قسم دیتا ہوں اور اس کے حکم سے سارنگی اس کی گود میں رکھ دی گئی تو اُسے گانے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا، اس نے سارنگی گود میں رکھ کر فی البدیہہ گانا شروع کیا ؂

"جس عیش و نشاط میں، میں جعفر کو نہ دیکھوں وہ مجھے کیا لذت دے سکتی ہے
اس بادشاہ کو میں نے سُرخ خون میں لت پت دیکھا ہے، ہر بیمار، محبوبہ کے سوا، شفا پا گیا ہے اگر وہ موت کو بکتا دیکھتی تو جو کچھ اس کے ہاتھوں نے جمع کیا ہے وہ اس کے عوض اُسے خرید لیتی تا کہ اُسے قبر میں ڈال دیا جاتا۔"

علی بن جہم بیان کرتا ہے کہ وصیف نے ناراض ہو کر اس کو قید کرنے کا حکم دے دیا، وہ قید کر دی گئی اور یہ اس کا آخری زمانہ تھا۔

اہل علم کی ایک جماعت کی وفات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ متوکل کے زمانے میں اہل علم اور ناقلین آثار اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت کی وفات پا گئی جن میں علی بن جعفر المدینی بھی تھے جن کی وفات ۲؍ ذوالحجہ ۲۳۴ھ بروز سوموار کو ہوئی اس وقت ان کی عمر بہتر سال چند ماہ تھی، ابن المدینی کی وفات کے سن کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے اور ہم اس کتاب میں پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اسی سال میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ اسی سال ابوالربیع بن الزہرانی نے بھی وفات پائی، یحییٰ بن معین کے سالِ وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے ان میں سے کچھ لوگوں کی وہی رائے ہے جو ہم اس کتاب میں پہلے بیان کر چکے ہیں اور اکثریت کی رائے یہ ہے کہ ان کی وفات ۲۳۳ھ میں ہوئی ان کی کنیت ابوزکریا مولیٰ بنی مرہ تھی اور عمر پچھتر سال چند ماہ تھی، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سال ابوالحسن علی بن محمد المدائنی کی وفات

ہوئی تھی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کی وفات واثق کے زمانے میں ۲۲۸ھ میں ہوئی تھی اور مسدد بن مسرھد کی وفات بھی اسی سال میں ہوئی تھی ان کا نام عبد الملک بن عبد العزیز تھا اور فقیہ الحمانی اور ابن عائشہ جن کا نام عبد اللہ بن محمد بن حفص اور کنیت ابو عبد الرحمٰن تھی اور جو قریش کے تیم قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے وہ بھی اسی سال فوت ہو گئے، متوکل کی خلافت میں ۲۳۶ھ میں ھدبہ بن خالد، شیبان بن فروخ الأبلی اور ابراہیم بن محمد الشافعی بھی فوت ہوئے ۲۳۷ھ میں عباس بن ولید النرسی البصرہ میں اور عبد اللہ بن احمد النرسی اور عبید اللہ بن معاذ العنبری فوت ہوئے ۲۳۸ھ میں اسحاق بن ابراہیم جو ابن راہویہ کے نام سے مشہور ہیں اور قاضی بشر بن ولید الکندی جو ابو یوسف کے ساتھی ہیں وفات پا گئے اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سال عباس بن ولید النرسی فوت ہوئے تھے ۲۳۹ھ میں عثمان بن ابی شیبہ کوفی، کوفہ میں اور الصلت بن مسعود الجحدری وفات پا گئے۔ ۲۴۰ھ میں شباب بن خلیفہ العصفری اور عبد الواحد بن عتاب فوت ہوئے ۲۴۳ھ میں ہشام بن عمار دمشقی، حمید بن مسعود الناجی، عبد اللہ بن معاویہ الجمحی کی وفات ہوئی اور اسی سال قاضی یحییٰ بن اکثم ربذہ میں اور محمد بن عبد الملک بن ابی الشوارب بھی فوت ہوئے، ۲۴۶ھ میں محمد بن مصطفٰے الحمصی، عنبسہ بن اسحاق بن شمر اور موسےٰ بن عبد الملک فوت ہوئے۔

مسعودی بیان کرتا ہے ہم نے جن واقعات کا ذکر کیا ہے اس کے علاوہ بھی متوکل کے حالات و واقعات ہیں ہم انہیں تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں بیان کریں گے واللہ الموفق للصواب۔

باب دوم

المنتصر باللہ کی خلافت

مختصر حالات جس شب متوکل قتل ہوا اس کی صبح کو محمد بن جعفر المنتصر کی بیعت ہوئی یہ ۳؍ شوال ۲۴۷ھ کی شب تھی اس کی کنیت ابو جعفر تھی اس کی ماں اُم ولد تھی جسے حبشیہ یا رومیہ کہتے تھے وہ پچیس سال کی عمر میں خلیفہ بنا اور اس کی بیعت اس محل میں ہوئی جو الجعفری کے نام سے مشہور ہے جسے متوکل نے نئے سرے سے بنایا تھا، المنتصر کی وفات ۲۴۸ھ میں ہوئی اس کی خلافت چھ ماہ رہی۔

مختصر واقعات

اور اس کے دَور کی ایک جھلک

متوکل کے قتل ہونے کی جگہ متوکل کو جس مقام پر قتل کیا گیا یہ وہ مقام ہے جہاں شیرویہ نے اپنے باپ کسریٰ پرویز کو قتل کیا تھا، یہ جگہ الماخورہ کے نام سے مشہور ہے، المنتصر، ماخورہ میں اپنے باپ کی وفات کے بعد سات روز تک قیام پذیر رہا اس کے بعد وہاں سے چلا آیا اور اس مقام کو تباہ کرنے کا حکم دے دیا۔

ابو العباس محمد بن سہل سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں المنتصر کی خلافت کے زمانے میں عتاب بن عتاب کے لیے ملازموں کے رجسٹر لکھا کرتا تھا میں ایک برآمدے میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں پر سوسن گرد کی بساط بچھی ہوئی ہے اور مسند اور مصلّیٰ اور سرخ اور نیلے تکیے لگے ہوئے ہیں اور بساط کے اردگرد، دائرے بنے ہوئے ہیں جن میں اشیچو اور فارسی

تحریرات پڑی ہیں، میں بہت اچھی طرح فارسی پڑھ سکتا تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ مصلّی کی دائیں جانب بادشاہ کی تصویر پڑی ہے اور اس کے سر پر تاج ہے جو یوں معلوم ہوتا ہے کہ بولتا ہے، میں نے تحریر کو پڑھا تو وہ شیرویہ کی تصویر تھی جس نے اپنے باپ پرویز کو قتل کیا تھا اور چھ ماہ تک حکومت کی تھی پھر میں نے مختلف بادشاہوں کی تصاویر کو دیکھا پھر میری نظر ایک ایسی تصویر پر پڑی جو مصلّی کی بائیں جانب تھی جس پر لکھا تھا کہ یہ تصویر یزید بن ولید بن عبدالملک کی ہے جس نے اپنے عم زاد ولید بن یزید بن عبدالملک کو قتل کیا تھا اور چھ ماہ تک حکومت کی تھی، مجھے اس بات سے بہت تعجب ہوا اور المنتصر کی نشست کے دائیں بائیں جو تصاویر میں نے دیکھیں اس اتفاق نے بھی مجھے حیرت میں ڈالا، میں نے کہا کہ اس کی حکومت چھ ماہ سے زیادہ نہیں رہے گی اور خدا کی قسم ایسے ہی ہوا، میں برآمدے سے نکل کر وصیف اور بغاء کی مجلس کی طرف چلا گیا وہ دوسرے گھر میں تھے، میں نے وصیف سے کہا کہ کیا فراش امیر المومنین کے نیچے اس بساط کے سوا جس پر یزید بن ولید اور شیرویہ کی تصاویر ہیں اور کوئی بساط نہ بچھا سکتا تھا ان میں سے ایک اپنے عم زاد کا اور دوسرا اپنے باپ پرویز کا قاتل ہے اور یہ دونوں انہیں قتل کرنے کے چھ چھ ماہ زندہ رہے ہیں، وصیف اس بات سے بہت گھبرایا اور کہنے لگا کہ خازن الفرش ایوب بن سلیمان نصرانی کو میرے پاس لاؤ، وہ آ کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا تو وصیف نے اُسے کہا کیا آج امیر المومنین کے نیچے بچھانے کے لیے تجھے اس بساط کے سوا جو متوکل کے قتل کی رات اس کے نیچے بچھی تھی اور جس پر ایران کے بادشاہ وغیرہ کی تصویر ہے اور کوئی بساط نہیں ملی، اور اس پر خون کے دھبے بھی ہیں اس نے جواب دیا امیر المومنین المنتصر نے مجھ سے اس کے متعلق پوچھا تھا اور کہا تھا کہ اس بساط کے متعلق کیا کیا ہے میں نے کہا اس پر خون کے بہت دھبے پڑے ہیں اور میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں اُسے حادثہ کی شب کو نہیں بچھاؤں گا اس نے کہا تو نے اُسے دھو کر لپیٹ کیوں نہیں دیا میں نے کہا کہ مجھے اس بات کا خوف دامن گیر ہو گیا تھا کہ اگر کسی آدمی نے حادثہ کے بعد بساط دیکھ لی تو اس سے خبر پھیل جائے گی، اس نے کہا یہ بات تو بہت مشہور ہو چکی ہے وہ اپنے باپ متوکل کے بدلہ میں ترکوں کو قتل کرنا چاہتا تھا پس ہم نے اُسے لپیٹ دیا اور اس کے نیچے بچھا دیا، وصیف اور بغاء نے کہا جب امیر المومنین اپنی مجلس سے اُٹھ جائیں تو اُسے آگ میں جلا دینا

جب وہ اُٹھ کر چلا گیا تو اُسے وصیف اور بُغا کی موجودگی میں جلا دیا گیا، کچھ دنوں کے بعد المنتصر نے مجھے کہا کہ فلاں بساط کو بچھاؤ، میں نے کہا وہ بساط کہاں؟ اس نے کہا اس کا کیا بنا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ وصیف اور بغاء نے مجھے اس کے جلانے کا حکم دیا تھا اس پر وہ خاموش ہو گیا اور وفات تک اس کے متعلق دوبارہ کچھ ذکر نہ کیا۔

المنتصر ان دنوں بڑا خوش تھا اس نے بنان بن الحارث العواد کو بلایا جو بہت اچھا مطرب تھا اور وہ اس پر ناراض تھا، اس نے حاضر ہو کر گانا سُنایا ؎

"امام محمد کے ساتھ میری مصاحبت بہت لمبا زمانہ رہی ہے اور میں زمانے کی طوالت سے خائف نہیں تھا اب میں اس سے بہت دُور ہوں اور میرا گھر اس کے قریب ہے، پس میرے گھر کے قریب ہونے اور میرے دُور ہونے پر بہت تعجب ہے، میں نے تجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر میں تاریک رات کے چاند کی مانند دیکھا ہے جو پگڑی اور چادر کے درمیان تھا کاش عید کا دن لوٹ آئے اور میری عید تو اس وقت ہوتی ہے جب تیرا چہرہ میرے سامنے آتا ہے۔"

اس کے دُوسرے دن عید الاضحیٰ تھی، المنتصر نے لوگوں کو یہ عید پڑھائی، المنتصر کی شان میں اس روز جو اشعار پڑھے گئے ان میں یہ اشعار بھی تھے ؎

"میں نے خواب میں تجھے بہت کم بخل کرتے دیکھا ہے اور بیداری میں میں تیرا بہت فرماں بردار ہوتا ہوں کاش صبح ظاہر ہوتی اور ہم اُسے نہ دیکھتے اور کاش رات ہزار سال کے آخر تک ہوتی اور اگر نیند فروخت ہوتی تو مخلوق پر نیند گراں قیمت ہو جاتی۔"

المنتصر کے سامنے یہ اشعار بھی پڑھے گئے ؎

"میں نے آپ کو خواب میں دیکھا ہے گویا آپ نے مجھے عمدہ مال دیا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ہتھیلی میرے ہاتھ میں ہے اور ہم دونوں نے ایک لحاف میں رات گزاری ہے پھر میں جاگ اُٹھا تو آپ کی دونوں کلائیاں میرے دائیں ہاتھ میں تھیں اور آپ کے دائیں ہاتھ میں میری کلائی تھی اس روز میں تمام دن آپ کو خواب میں

دیکھنے کے لیے سویا ذرا حالانکہ میں سویا ہوا نہیں تھا۔"

المنتصر کا وزیر، ابن الخصیب

المنتصر نے احمد بن الخصیب کو وزیر بنایا اور اس پر پچھتایا اس نے عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان کو جلاوطن کر دیا تھا اور یہ واقعہ یوں ہے کہ ایک روز احمد بن الخصیب سوار ہوا تو ایک مظلوم نے اس کے پاس واقعہ بیان کر کے ظلم کی شکایت کی اس نے رکاب سے اپنا پاؤں نکال کر فریاد کرنے والے کے سینے پر مارا اور اُسے قتل کر دیا، لوگوں میں اس کی چہ میگوئیاں ہوئیں تو ایک شاعر نے اس زمانے میں یہ شعر کہے۔

"اے محمد کے عم زاد خلیفہ سے کہہ دے کہ اپنے وزیر کو بیڑیاں ڈال دے وہ لاتیں مارنے والا ہے، اُسے لوگوں کو لاتیں مارنے سے روک دے، اگر تو مال کا خواہاں ہے تو تیرے وزیر کے پاس بہت مال موجود ہے۔"

مقتدر کا وزیر

مسعودی بیان کرتا ہے کہ اگر یہ شاعر، مقتدر باللہ کے وزیر حامد بن عباس کو اس کی وزارت کے زمانے میں ملتا تو ابن الخصیب کی بات ظاہر کرنے کی وجہ سے اس کا قرب حاصل کر لیتا ایک روز اُسے ایک آدمی نے مخاطب کیا تو اس نے اپنے کپڑے اتار کر کندھے پر رکھ لیے اور اس کے حلق پر مکہ مارا۔

ایک روز ام موسیٰ القہرمانیہ الہاشمیہ اس کے پاس دوسرے قہرمانوں کے ساتھ آئی اور اُسے اموال کے بارے میں مقتدر کے پیغام سے آگاہ کیا یہاں تک کہ اس نے اس عورت کو کہا "یاد، اور اُسے اُٹھا اور اس کا حساب لگا اور غلطی نہ کر۔"

پس اس نے اُسے شرمندہ کر دیا اور جس ارادے سے وہ آئی تھی اُسے اس سے روک دیا وہ فوراً مقتدر اور اس کی بیوی کے پاس چلی گئی اور ان دونوں کو اس بارے میں خبر دی اس نے گلوکار لونڈیوں کو حکم دیا کہ وہ آج یہی کلام گائیں وہ دن خوشی و مسرت کا دن تھا۔ ہم اس وقت ۳۳۲ھ تک اس کے اور اس کے علاوہ بنی عباس کے وزراء اور بنی اُمیہ کے وقائع نگاروں کے حالات لکھ چکے ہیں۔

المنتصر کی بیماری اور وفات

ابوالعباس احمد بن محمد بن موسیٰ بن الفرات نے مجھے بتایا، وہ بیان کرتا ہے کہ احمد بن الخصیب میرے والد کے بارے میں اچھی رائے نہ رکھتا تھا اور وہ اس کا عامل تھا، پس ایک خادم خاص نے مجھے آکر بتایا کہ وزیر نے فلاں آدمی کو تمہارے اعمال کی جانچ پڑتال کے لیے

مقرر کیا ہے اور اُسے تمہارے والد کے متعلق ہر بُرا سلوک کرنے اور جملہ اموال کے متعلق سخت مطالبہ کرنے کا حکم دیا ہے، میں بیٹھ گیا اور میرے پاس میرا ایک وقائع نگار بیٹھا ہوا تھا، میں اس بارے میں اپنے والد کو جلد جلد خط لکھنے لگا اور اپنے ہمنشین سے غافل ہو گیا وہ تکیے پر ٹیک لگا کر اُونگھ گیا پھر ڈر کر بیدار ہو گیا اور کہنے لگا میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے، میں نے دیکھا کہ احمد بن الخصیب اس جگہ پر کھڑا ہے اور مجھے کہہ رہا ہے کہ خلیفہ المنتصر تین دن تک مرجائے گا اس نے کہا خلیفہ تو میدان میں ہاکی کھیل رہا ہے یہ خواب بلغم، صفراء یا سوداء کی وجہ سے ہے اس نے کہا ہمارے سامنے رکھا ابھی ہم نے بات ختم نہ کی تھی کہ ایک آدمی نے ہمارے پاس آکر کہا کہ میں نے وزیر کو دار الخواص میں چہرہ ڈھانپے ہوئے دیکھا ہے، میں نے اس کی وجہ پوچھی تو مجھے بتایا گیا کہ خلیفہ المنتصر میدان سے شرابور واپس آگیا ہے اور وہ حمام کر کے باذھنج میں سو گیا ہے اور اُسے ہوا لگ گئی ہے جس سے اُسے سخت بخار ہو گیا ہے احمد بن الخصیب نے اُسے جا کر کہا اے میرے آقا آپ فلاسفر، اور حکیم زمانہ ہو کر سواری سے اُتر کر حمام میں چلے جاتے ہیں پھر پسینے سے شرابور ہو کر وہاں سے نکلتے ہیں اور باذھنج میں سو جاتے ہیں المنتصر نے اُسے کہا کیا تو میری موت سے ڈرتا ہے؟ میں نے رات کو خواب میں دیکھا ہے کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے مجھے کہا تو پچیس سال زندہ رہے گا پس مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ میری آئندہ عمر کے متعلق خوشخبری ہے اور میں اتنی مدت خلافت کروں گا، راوی بیان کرتا ہے کہ وہ تیسرے دن مر گیا اور لوگوں کو غور کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ پچیس سال پورے کر چکا ہے، مؤرخین کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ المنتصر کو ۲۵ ربیع الاوّل بروز جمعرات کو ہوا لگ گئی اور وہ ۵ ربیع الآخر کو نماز عصر کے وقت فوت ہو گیا اس کی نماز جنازہ احمد بن محمد المستعین نے پڑھائی، یہ بنی عباس کا پہلا خلیفہ ہے جس کی قبر نمایاں بنائی گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی ماں جبشیہ نے اس بارے میں اُس سے پوچھا تھا تو اس نے اپنی ماں کو اس کی اجازت دے دی تھی اس لیے اس نے سامرا میں اس کی قبر کو پختہ کیا۔

متوکل کی موت کے سبب میں اختلاف

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ طیفوری طبیب نے جس نشتر کے ساتھ اُسے پچھنے لگائے

تھے اس میں زہر لگایا ہوا تھا اس نے ترکوں کی جمعیت کو متفرق کرنے کا عزم کیا ہوا تھا اس نے وصیف کو ایک بڑی جمعیت کے ساتھ طرسوس میں الصائفہ کے غازیوں کی طرف بھیج دیا اور ایک دن اُس نے بغاء الصغیر کو محل میں ترکوں کی ایک جماعت کے ساتھ آتے دیکھا ـــــ تو اس نے فضل بن مامون کے پاس آکر کہا کہ اگر میں متوکل کے قتل کرنے کی وجہ سے انہیں تتر بتر نہ کروں اور ان کو قتل نہ کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے تباہ و برباد کر دے، جب ترکوں نے اپنے ساتھ ہونے والے سلوک اور اس کے عزم کو دیکھا تو وہ موقع پر چلے گئے، ایک دن اس نے گرمی کی شکایت کی اور پچھنے لگوانے کا ارادہ کیا تو اس کا تین سو درہم کا خون نکلا، اس کے بعد اس نے مشروب پیا جس سے اس کے قویٰ ڈھیلے پڑ گئے، اور یہ بات بھی بیان کی جاتی ہے کہ جب طبیب نے اس کا فصد کھولا تو اس کا نشتر زہر میں بجھا ہوا تھا۔

ابن ابی الدنیا نے عبدالملک بن سلیمان بن ابی جعفر سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے خواب میں متوکل اور فتح بن خاقان کو دیکھا، کہ آگ دونوں کا گھیراؤ کیے ہوئے ہے اور محمد المنتصر آکر ان دونوں سے اندر آنے کی اجازت طلب کرتا ہے تو اُسے وہاں جانے سے روک دیا گیا ہے پھر متوکل نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا اے عبدالملک، محمد سے کہہ دینا کہ جس جام سے تو نے ہمیں شراب پلائی تھی اس سے تو بھی شراب پی، راوی کہتا ہے جب صبح ہوئی تو میں المنتصر کے پاس گیا وہ بخار میں مبتلا تھا میں پابندی سے اس کی عیادت کرتا رہا اور میں نے اُسے بیماری کے آخر میں کہتے سنا ہم نے جلدی کی پس ہم سے بھی جلدی کی گئی اور وہ اس بیماری سے مر گیا۔

المنتصر کی صفات

المنتصر بڑا متحمل راسخ العقل، بہت نیکی کرنے والا، نیکی سے رغبت رکھنے والا، سخی، ادیب اور عفیف تھا اور مکارم اخلاق سے آراستہ تھا وہ بڑا انصاف پسند اور حسنِ سلوک کرنے والا تھا اس سے قبل، کوئی ایسا خلیفہ نہیں گزرا۔

جب کہ اس کا وزیر احمد بن الخصیب، بہت کم نیکی کرنے والا، بہت شریر اور بڑا جاہل آدمی تھا۔

آلِ ابوطالب کے ساتھ المنتصر کا سلوک

اس کے دورِ خلافت سے قبل، آلِ ابوطالب بڑی تکلیف میں تھی اور انہیں اپنی جانوں کا بھی خطرہ تھا، انہیں حضرت امام حسینؓ کی قبر اور غری کی زیارت سے روک دیا گیا تھا جو کوفہ

کے علاقہ میں ہے اسی طرح ان کے دیگر شیعوں کو بھی ان مزاروں پر حاضر ہونے سے روک دیا گیا متوکل نے یہ حکم ۲۳۶ھ میں دیا اور اسی سن میں زیریج کو حضرت حسینؑ کی قبر تک جانے اور گے سے گرانے اور اس کے نشانات تک کو مٹانے اور وہاں پر موجود آدمیوں کو سزا دینے کا حکم بھی دیا اس نے اس کام کے لیے بہت انعام رکھا مگر سب لوگ عذاب سے ڈر کر رُک گئے تو زیریج نے پھاوڑا لے کر حضرت حسینؑ کی قبر کے اُوپر کے حصے کو گرا دیا اور وہ کھودتے کھودتے لحد تک چلے گئے مگر انہوں نے وہاں کسی ہڈی وغیرہ کو بھی نہ پایا، یہ حالات المنتصر کے خلیفہ بننے تک رہے، المنتصر نے لوگوں کو امن و امان دی اور آل ابی طالب سے ان مصائب کو روکنے اور ان کے حالات کے بارے میں بحث و مباحثہ کرنے سے روکنے کے لیے پیش رفت کی اور اس نے یہ حکم بھی دیا کہ کسی شخص کو حضرت امام حسینؑ اور دیگر آلِ ابوطالب کی قبور کی زیارت سے نہ روکا جائے اور اس نے فدک کو حضرت امام حسنؑ اور حسینؑ کی اولاد کو واپس کرنے کا حکم دیا اور آلِ ابی طالب کی اوقاف کو آزاد کر دیا اور ان کے شیعوں سے تعرض کرنے کو ترک کر دیا اور ان سے تکلیف کو دُور کر دیا، اس بارے میں بُحتری کہتا ہے ؎

"علی تمہارے لیے بہتر ہے اور عمر کی نسبت تم پر بڑے احسان کرنے والا ہے اور مقابلہ کے روز نا تجربہ کاروں کی نسبت ہر ایک کو فضیلت اور خوبی حاصل ہے۔"

اس بارے میں یزید مہلبی، جو آل ابی طالب کے شیعوں میں سے ہے کہتا ہے — اس وقت شیعہ حضرات کو جن آزمائشوں میں ڈالا گیا انہوں نے عوام کو برانگیختہ کر دیا تھا ؎

"ایک زمانے تک طالبیوں کی مذمت کیے جانے کے بعد تو نے ان سے حسنِ سلوک کیا ہے اور تو ہاشم کی اُلفت کو واپس لے آیا ہے اور میں نے انہیں عداوت کے بعد آپس میں بھائی بھائی دیکھا ہے تو نے ان کی دلوں کو مانوس کر دیا ہے اور ان پر سخاوت کی ہے یہاں تک کہ وہ کینے کپٹ کو بھول گئے ہیں اگر اسلاف کو پتہ چل جائے کہ تو نے ان کے ساتھ کیا حسن سلوک کیا ہے تو وہ ترازو میں تجھے سب سے زیادہ گراں قدر خیال کریں۔"

ولایت عہد سے اس کے دو بھائیوں کی علیحدگی

۲۴۸ھ میں المنتصر نے اپنے دونوں بھائیوں المعتز اور ابراہیم کو اپنے بعد

ولایت عہد سے الگ کر دیا حالانکہ متوکل نے اپنے خطوط اور پیغامات میں ان کے لیے عہد ولایت لیا تھا اور ہر ایک کے لیے کچھ اعمال مقرر کیے تھے اور محمد المنتصر کو اپنا ولی عہد بنایا تھا اور اس کے بعد المعتز کو اور اس کے بعد ابراہیم المؤید کو ولی عہد بنایا تھا اور جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ لوگوں سے بیعت بھی لی گئی تھی اور اُس نے لوگوں میں مال تقسیم کیا تھا اور انعامات اور عطیات بھی دیے تھے اور خطیبوں نے اس کے متعلق خطبات دیے اور شعراء نے اشعار کہے تھے اس بارے میں مروان بن ابی الجنوب اپنے قصیدہ میں کہتا ہے

"بادشاہ تین ہیں ایک تو محمد ہے جو نور ہدایت ہے اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور ابوعبداللہ وہ تقویٰ میں تیرا شبیہ ہے اور تیری طرح سخاوت کرتا ہے اور ابراہیم صاحب فضل اور لوگوں کے لیے عصمت کا باعث ہے، جو صاحب تقویٰ اور وعدہ اور وعید کو پورا کرنے والا ہے، اُن میں سے پہلا نور ہے، دوسرا ہدایت ہے اور تیسرا رشد ہے اور یہ سب کے سب مہدی ہیں۔"

متوکل کے متعلق اس نے یہ شاندار شعر کہے ہیں ۔

"اے دسویں خلیفے تو ہمیشہ حکومت سے شادکام رہے اور تو ان کے بعد دسویں کے لیے عہد لیتا رہا ہے یہاں تک کہ تو ان کا امام ہو گیا ہے اور وہ ستاروں کے پھولوں کی مانند ہیں جو چمکنے والے چاند کے قریب ہوتے ہیں۔"

ہم نے متوکل کے جن تین بیٹوں کا ذکر کیا ہے وہ اس کی بیعت میں ولی عہد تھے، سلمی اپنے اشعار میں کہتا ہے ۔

"اس نے دین کے ستون کو رضامندی کی بیعت سے مضبوط کر دیا ہے اور جعفر بن محمد کا شگون اچھا ہے اس نے المنتصر باللہ اور المؤید سے پہلے المعتز کی بیعت لینے سے اس کے ستون کو مضبوط کر دیا ہے۔"

اس بارے میں ادریس بن ابی حفصہ نے نہایت عمدہ اشعار کہے ہیں ۔

"خلافت کو جو کچھ حاصل ہے وہ جعفر سے حاصل ہے وہ ہدایت کا نور ہے اس کے بعد وہ اس کے بیٹوں میں منتقل ہونے والی ہے، جب خلیفہ جعفر نے اس سے اپنی ضرورت پوری کر لی تو وہ اُکتا گیا اور وہ اُکتایا ہوا نہیں ہے پس خلیفہ جعفر کے بعد (لوگ اُسے گم نہ کریں) محمد لوگوں کے لیے اس کا بہترین

بدل ہے تیری حکومت کا باقی رہنا اور محمد کا انتظار کرنا ہمارے لیے اور اس کے لیے عجلت کرنے سے بہتر ہے۔"

یمن میں شاری کی بغاوت المنتصر کے زمانے میں ابو العمود الشاری، یمن، بوازیج اور موصل کی جانب چلا گیا اور ربیعہ کی کچہری اور کردوں وغیرہ میں سے جو لوگ اس کے ساتھ مل گئے تھے ان پر اس نے اپنے احکام سخت کر دیے تو المنتصر نے سیماترکی کی سرکردگی میں ان کی طرف ایک فوج بھیجی جس کی الشاری کے ساتھ جنگیں ہوئیں الشاری کو قید کر کے المنتصر کے پاس لایا گیا تو اس نے اُسے معاف کر دیا اور اس سے عہد لے کر اُسے رہا کر دیا، اس کا وزیر احمد بن الخصیب بن الضحاک الجرجانی اس سے بیان کرتا ہے کہ جب وہ الشاری سے راضی ہو گیا تو اس نے کہا دشمن کو ایذا دے کر دل ٹھنڈا کرنے سے معاف کرنے کی لذت زیادہ شیریں ہے اور المقتدر کے افعال میں سے سب سے بڑی چیز انتقام لینا ہے۔ ہمیں ابوبکر محمد بن الحسن بن درید نے بتایا کہ ایک وقائع نگار نے اس رات کو جس کی صبح کو المنتصر خلیفہ بنا، خواب خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی کہہ رہا ہے کہ

"المنتصر امام ہے اور گیارہواں بادشاہ ہے اس کا حکم تلوار کی طرح کاٹ کرتا ہے اور اس کی نگاہ خیر و شر میں زمانے کی طرح ہے۔"

المنتصر کے اخلاق اس نے رعیت میں عدل و انصاف کیا تو عوام و خواص کے دل باوجود اس کی شدید ہیبت کے اس کی طرف مائل ہو گئے۔

ابو الحسن احمد بن علی بن یحییٰ جو ابن الندیم کے نام سے مشہور ہے، نے مجھے بتایا کہ ہمیں علی بن یحییٰ منجم نے بتایا کہ میں نے المنتصر کی مانند کسی شخص کو نہیں دیکھا اور نہ ہی بغیر تکلف اور فخر کرنے کے اس سے کوئی اچھے افعال کرنے والا دیکھا ہے، اس نے مجھے ایک روز اس جاگیر کے سبب جو میری جاگیر کے پاس ہے فکر مند اور مغموم دیکھا ہے کیونکہ میں اُسے خریدنا چاہتا تھا اور میں ہمیشہ اس کے مالک کے پاس حیلے کرتا رہا یہاں تک اس نے مجھے اس کے بیچ دینے کے متعلق کہا اس وقت میرے پاس اس کی قیمت کی رقم موجود نہ تھی میں اُسی حالت میں المنتصر کے پاس چلا گیا اس نے میرے چہرے اور دل کی کیفیت کو بھانپ لیا اور مجھے کہا میں تجھے فکر مند دیکھ رہا ہوں کہ میں نے تیرے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے؟ میں اُس سے اپنی حقیقت اور حالت کو چھپانے لگا اس نے مجھے حلف دیا

تو میں نے اُسے جاگیر کی بات سچ سچ بتا دی، المنتصر نے مجھے کہا اس کی قیمت کتنی ہے میں نے کہا تیس ہزار درہم، اس نے پوچھا تمہارے پاس کتنے درہم ہیں، میں نے کہا دس ہزار، پھر اس نے مجھ سے پوچھنا بند کر دیا اور مجھے جواب نہ دیا اور کچھ دیر کے لیے مجھ سے غافل ہو گیا، پھر اس نے دوات اور کاغذ منگوایا، پھر اس میں کچھ چیز لکھی جسے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھی اور اس کے سر کے پاس جو خادم کھڑا تھا اُسے اشارہ کیا جسے میں نہیں سمجھ سکا، غلام جلدی سے چلا گیا اور وہ مجھ سے باتیں کرنے لگا یہاں تک کہ غلام آکر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا تو المنتصر نے کھڑے ہو کر مجھے کہا اے علی تو جب چاہے اپنے گھر چلے جانا میں نے اس سے سوال کرتے وقت ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ میرے لیے پوری قیمت یا نصف قیمت کا حکم دے گا، میں آیا تو مجھے غم کا کوئی احساس ہی نہ تھا، جب میں اپنے گھر پہنچا تو میرا وکیل مجھے ملا اور کہنے لگا کہ امیر المومنین کا خادم ہمارے پاس آیا تھا اس کے ساتھ ایک خچر تھا جس پر دو توڑے تھے اس نے انہیں ہمیں دیا اور مجھ سے ان کی وصولی کی رسید لے لی، راوی کہتا ہے کہ مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا، میں گھر میں داخل ہوا اور میں نے وکیل کی بات کی اس وقت تک تصدیق نہ کی جب تک کہ وہ دونوں توڑے مجھے نہ دے دیے گئے تو میں نے اللہ کی اس نعمت پر اس کا شکریہ ادا کیا اور میں نے اسی وقت جاگیر دار کے پاس جا کر اس کو پوری قیمت دے دی اور باقی دن اس جاگیر کے لینے اور فروخت کنندہ پر گواہیاں دلانے میں صرف کیا پھر میں دوسرے دن صبح صبح المنتصر کے پاس گیا تو اس نے مجھے دوبارہ ایک حرف بھی نہ کہا اور نہ ہی مجھ سے جاگیر کے متعلق کچھ پوچھا یہاں تک کہ موت نے ہم میں جدائی ڈال دی۔

حدیثِ عشق

مسعودی بیان کرتا ہے کہ الفضل بن ابی طاہر نے اپنی کتاب اخبار المؤلفین میں بیان کیا ہے کہ مجھے امیر المومنین کے غلام ابو عثمان سعید بن محمد الصغیر نے بتایا کہ المنتصر کے ساتھ اس کے دورِ امارت میں اس کے اصحاب کی ایک جماعت شراب نوشی کرتی تھی، جن میں صالح بن محمد جو الحریری کے نام سے معروف ہے وہ بھی شامل تھا، ایک دن اس کی مجلس میں عشق و محبت کی بات چل پڑی تو المنتصر نے حاضرینِ مجلس میں سے کسی سے کہا کہ مجھے بتائیے کہ کس چیز کا کھو جانا نفس پر بڑا گراں ہوتا ہے اور اس سے اُسے بڑی تکلیف ہوتی ہے اس نے جواب دیا موافق دوست

کے کھو دینے اور ہم ارادہ دوست کی موت سے بڑی تکلیف ہوتی ہے، حاضرین میں سے ایک دوسرے شخص نے کہا، اہل عشق کے نزدیک رائے کا پھیرانا اور بچپن میں نفس کا جھگڑانا بڑا تکلیف دہ امر ہے، ملامت گروں کی ملامت سے عشاق کے اندرونے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے ہیں پس ملامت گروں کی ملامت ان کے کانوں میں بالی ہے اور محبت کی جلن معانی کے آنسوؤں کے ساتھ ان کے بدنوں میں آگ ہے جو پانی لانے والی اونٹنی کے ڈولوں کی طرح ہیں، میں جو بات کہہ رہا ہوں اس کی حقیقت کو وہ شخص جانتا ہے جسے رہائش کی جگہوں اور ٹیلوں نے رُلایا ہو، ایک دوسرے شخص نے کہا عاشق مسکین کی ہر چیز دشمن ہوتی ہے، ہواؤں کا چلنا اُسے پریشان کرتا ہے، بجلی کا چمکنا اُسے بے خواب کرتا ہے، ملامت اُسے تکلیف دیتی ہے دُوری اُسے کمزور کرتی ہے، محبوب کا ذکر اُسے بیمار کرتا ہے اور اس کا قرب اُسے ہیجان میں لے آتا ہے، رات اس کی مصیبت کو دوگنا کر دیتی ہے اور نیند اس سے بھاگتی ہے گھر کے نشانات اُسے جلاتے ہیں اور ٹیلوں پر کھڑا ہونا اُسے رُلاتا ہے، عشاق نے محبوب کے قرب اور بُعد سے دوا کی مگر کوئی دوا کامیاب نہ ہوئی اور نہ ہی صبر نے اُسے سکون دیا، کسی نے کیا خوب کہا ہے ؂

"لوگوں کا خیال ہے کہ عاشق جب قریب آتا ہے تو ملول ہو جاتا ہے اور دُوری اُسے غم سے شفا دیتی ہے، ہم نے سب چیزوں سے علاج کیا ہے مگر ہمیں بیماری سے شفا نہ ہوئی ہاں گھر کا قرب، اس کے دُور ہونے سے بہتر ہے۔"

راوی کہتا ہے کہ اکثر تقاریر اسی کے متعلق ہوئیں تو المنتصر نے صالح بن محمد الحریری سے کہا اے صالح کیا تو نے کبھی عشق کیا ہے اس نے کہا خدا کی قسم کیا ہے اور اس کا بقایا ابھی تک میرے سینے میں ہے اس نے کہا تیرا ستیاناس ہو کس سے عشق کیا ہے اس نے جواب دیا اے امیر میں معتصم کے زمانے میں بغداد کے ایک محلے الرصافہ سے بہت مالوف تھا اور ہارون الرشید کی اُم ولد گلوکارہ لونڈی کی ایک کنیز تھی جو اس کی ضروریات اور امور کو سرانجام دیتی اور اس کی طرف سے لوگوں سے ملاقات کرتی تھی ان دنوں وہ گلوکارہ لونڈی ہی محل کے امور کی منتظمہ تھی وہ کنیز میرے پاس سے گزرتی تو میں اس سے شرم محسوس کرتا اور اُسے دیکھتا، پھر میں نے اس سے خط و کتابت کی تو اس نے میرے پیغامبر کو بھگا دیا اور مجھے بھی دھمکی دی، میں اس سے

گفتگو کرنے کے لیے اس کے راستے میں بیٹھ جاتا، جب وہ مجھے دیکھتی تو مسکرا دیتی اور لڑکیوں کو مجھ سے چھیڑنے اور مذاق کرنے کے لیے آنکھ سے اشارہ کر دیتی پھر میں نے اُسے چھوڑ دیا اور میرے دل میں اس کے فراق کی وجہ سے ایسی آگ لگی جو بجھائی نہ جا سکتی تھی اور ایسی پیاس لگی جو ٹھنڈی نہ ہو سکتی تھی اور ایسا غم پیدا ہوا جو ہر لحظہ تازہ رہتا تھا المنتصر نے اُسے کہا اگر وہ آزاد ہو تو میں اُسے لا کر تیرے ساتھ اس کی شادی کر دوں اور اگر وہ لونڈی ہو تو اُسے خرید لوں، اس نے کہا اے امیر، خدا کی قسم مجھے اس کی شدید حاجت اور بڑی ضرورت ہے راوی کہتا ہے کہ المنتصر نے احمد بن الخصیب کو بلایا اور کہا کہ وہ اپنے ایک غلام کو بھیجے اور اُسے ابراہیم بن اسحاق اور صالح خادم کو جو اس معاملے کے متولی ہیں، ایک تاکیدی خط بھی لکھ دے، جب پیغامبر اس کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ گلوکارہ نے اُسے آزاد کر دیا ہے اور وہ لڑکیوں کی حد سے نکل کر بالغ عورتوں کی حد تک پہنچ گئی ہے پس وہ اُسے المنتصر کے پاس لایا جب وہ آئی تو میں نے اس کی طرف دیکھا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک کوزہ پشت بڑھیا ہے اور بغیر شادی کے ہے اور ابھی اس کی کچھ خوبصورتی بھی باقی ہے۔ المنتصر نے اُسے کہا، کیا تو پسند کرتی ہے کہ میں تیری شادی کروا دوں، اس نے جواب دیا اے امیر المومنین میں آپ کی لونڈی ہوں آپ جو مناسب سمجھتے ہیں کریں، پس اس نے صالح کو حاضر کیا اور اُسے اس کا مالک بنا دیا اور اس کا مہر اُسے دیا پھر وہ اس سے مذاق کرنے لگا، پھر اس نے تابت اور چھلکا اُترے ہوئے اخروٹ منگوا کر اس پر بکھیر دیے، وہ کنیز ایک لمبا زمانہ صالح کے ساتھ رہی پھر اس سے اس کا دل اچاٹ گیا اور اس نے اُسے چھوڑ دیا اس بارے میں یعقوب التمار کہتا ہے ؎

"اللہ تعالیٰ ابوالفضل کو ایسی زندگی دے جو مکدر نہ ہو، وہ محبت اور اخلاص میں حد سے بڑھ گیا ہے وہ ایسا عاشق ہے جو محبوبہ سے نکاح کا بڑا خواہش مند ہے جس کے بال اس مہندی سے رنگے ہوئے ہیں جس میں مازو پڑا ہوا ہے، جب وہ خضاب اُتر جاتا ہے تو تو اُسے اس ارادے کی مانند دیکھے گا جو زمین کو چھیل دیتا ہے وہ مرصع تاج میں خدا کی مخلوق کے درمیان بہت ملیح ہے، اسے بھی اس کے متعلق صبر دیا گیا ہے وہ آتی ہے اور یہ اس کا انتظار کرتا ہے وہ ایک بڑھیا ہے جس پر

اُکڑوں بیٹھا ہوا ایک بوڑھا عاشق ہوگیا ہے اگر جڑے ہوئے اور
چھلکے ہوئے اخروٹ نہ ہوتے تو اُس کو کیا حصہ ملتا، کاش وہ معاملہ
اس کے سپرد کرکے اس سے نجات حاصل کرتا، جب وہ ٹکٹکی لگا کر اس کے
قریب ہوتا تو دونوں اخروٹ اس سے انکار کرتے ہیں"

عاشق کے ساتھ سلوک

ابوعثمان سعید بن محمد الصغیر بیان کرتا ہے کہ المنتصر نے اپنی امارت کے زمانے میں مجھے ایک کام کے لیے مصر بھیجا تو میں غلاموں کے ایک تاجر کی ایک لونڈی پر عاشق ہوگیا جسے فروخت کے لیے پیش کیا گیا تھا وہ نہایت خوب صورت اور حسنِ کمال سے آراستہ تھی، میں نے اس کے مالک کے ساتھ سودا کیا تو اس نے ہزار دینار سے کم قیمت میں بیچنے سے انکار کر دیا، اس وقت میرے پاس اتنی قیمت موجود نہ تھی، مجھے سفر نے بے قرار کر دیا اور میرا دل اس لونڈی کے ساتھ اٹک گیا اور میں اس کی محبت کی وجہ سے بے چین ہوگیا اور اس کی خرید کے موقع کو کھو دینے پر نادم ہونے لگا، جب میں واپس آیا اور جس کام کے لیے اس نے مجھے بھیجا تھا اس سے فارغ ہوگیا تو اس نے مجھ سے میرے حالات اور ضروریات کے متعلق پوچھا تو میں نے اُسے اس لونڈی کے مقام اور اس سے اپنی شیفتگی کے متعلق بتایا تو اس نے مجھ سے منہ پھیر لیا اور سختی میں اضافہ کرنے لگا اور میرا دل شیفتگی میں بڑھنے لگا اور صبر کم ہونے لگا اور میں اپنے نفس کو دوسری عورتوں سے تسلی دینے لگا تو یوں معلوم ہوا کہ گویا میں نے اُسے برانگیختہ کر دیا ہے اور وہ اُن سے تسلی نہیں پاتا اور جب کبھی میں المنتصر کے پاس آتا جاتا تو وہ اس کا ذکر کرتا اور میرے شوق کو بھڑکاتا، میں نے اس کے شراب نوش ساتھیوں، مونسوں، خاص لونڈیوں، اُمہات الاولاد اور خلیفہ کی نانی کو بھی اس کے پاس بھیجا کہ وہ اس لونڈی کو میرے لیے خریدے مگر اس نے مجھے جواب نہ دیا اور مجھے بے صبری کا طعنہ دینے لگا، اور اس نے احمد بن الخصیب کو حکم دیا کہ وہ مصر کے گورنر کو اس لونڈی کے خریدنے اور اُسے اس کے پاس بھجوانے کے لیے لکھے مگر مجھے اس بات کا علم نہ تھا، جب اس لونڈی کو اس کے پاس بھجوا دیا گیا اور وہ اس کے پاس قیام پذیر ہوئی تو اس نے اُسے دیکھا اور مجھے اس کے بارے میں معذور خیال کیا اور اُسے اپنی لونڈیوں کے بناؤ سنگھار کرنے والی کے پاس بھیج دیا جس نے اُسے خوب آراستہ کیا، ایک دن اس نے مجھے اپنے پاس بٹھا لیا اور اُسے پردہ کی جانب سے

نکلنے کا حکم دیا، جب میں نے اس کے گانے کو سُنا تو اُسے پہچان لیا اور المنتصر کو یہ بتانا پسند نہ کیا کہ میں نے اُسے پہچان لیا ہے یہاں تک کہ جو بات میں نے چھپائی تھی مجھ سے ظاہر ہو گئی اور میرا صبر مجھ پر غالب آ گیا، اس نے کہا اے سعید تجھے کیا ہو گیا ہے میں نے کہا اے امیر خیریت ہے راوی بیان کرتا ہے کہ اس نے اس سے گانا سُنا اور میں نے اس کے گانے کی تحسین کی، اس نے گانا گایا تو اس نے کہا تو اس آواز کو پہچانتا ہے میں نے کہا اے امیر خدا کی قسم اس آواز کو پہچانتا ہوں اور میں اسے بیوی بنانے کا خواہش مند تھا، لیکن اب میں اس سے مایوس ہو چکا ہوں اور میری مثال اپنی جان کے قاتل کی سی ہے تو اس نے کہا اے سعید خدا کی قسم میں نے اسے صرف تیرے لیے خریدا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے اس کے چہرے کو صرف اسی وقت دیکھا ہے جب میں اس کے پاس آیا تھا یہ سفر کی صعوبت سے آرام حاصل کر چکی ہے اور بے وقار کر دینے والے رنگ کی تبدیلی سے نجات پا چکی ہے پس یہ تیرے لیے ہے۔ میں نے اُسے مقدور بھر دُعائیں دیں اور حاضرین مجلس نے بھی میری طرف سے اس کا شکریہ ادا کیا وہ اس کے حکم سے تیار ہو کر میرے پاس لائی گئی اور اس نے مجھے دوبارہ زندگی بخشی اور میرے نزدیک کوئی شخص اس کی وجہ سے مجھ سے بڑا خوش نصیب نہ تھا اور نہ ہی اُس کے بیٹوں سے زیادہ مجھے کوئی محبوب تھا۔

گدھوں کی شہادت

ابو الفضل بن طاہر کی مزاحیہ اور ظریفانہ باتوں میں سے ایک یہ بات بھی ہے وہ بیان کرتا ہے کہ احمد بن الحارث الجزار نے ابوالحسن المدائنی اور ابو علی الحرمازی سے روایت کی ہے وہ دونوں کہتے تھے کہ مکہ میں ایک بے وقوف آدمی تھا جو مردوں اور عورتوں پر بہت بُری تہمتیں لگاتا تھا وہ اشرافِ قریش میں سے تھا (مگر اس نے اس کا نام نہیں بتایا) اہل مکہ نے والیٔ مکہ کے پاس شکایت کی تو اس نے اُسے عرفات کی طرف جلا وطن کر دیا، اور اس نے وہاں رہائش کی جگہ بنالی اور پوشیدہ طور پر مکہ آ گیا اور اپنے ہم پیشہ مردوں اور عورتوں سے ملا، اور کہنے لگا، تمہیں کس نے مجھے ملنے سے روکا ہے، اُنہوں نے جواب دیا ہم تجھے کہاں ملیں تُو تو عرفات میں ہوتا ہے اس نے کہا دو درہم میں ایک گدھا مل جاتا ہے جس پر سوار ہو کر تم امن، خلوت، لذت اور سیر و تفریح کو حاصل کر سکتے ہو، انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو سچا ہے اور وہ اس کے پاس

آنے لگے یہ بات اس حد تک بڑھی کہ اس نے اہل مکہ کے نوجوانوں اور خواص کو بھی خراب کر دیا تو انہوں نے دوبارہ اپنے امیر کے پاس شکایت کی تو اس نے اس کی طرف آدمی بھیجا جو اُسے لے کر آیا تو اس نے کہا اے دشمنِ خدا میں نے تجھے حرم الٰہی سے نکال باہر کیا ہے پھر بھی تو مشعرِ اعظم کی طرف فساد اور خباثت پھیلاتے ہوئے آگیا ہے اس نے جواب دیا اے امیر اللہ تعالیٰ بہتر کرے، یہ لوگ میرے متعلق جھوٹ کہتے ہیں اور مجھ سے حسد رکھتے ہیں، انہوں نے والی سے کہا، ہمارے اور اس کے درمیان ایک بات فیصلہ کر دے گی جو لوگ کرائے پر گدھے دیتے ہیں آپ ان کے گدھوں کو اکٹھا کریں اور انہیں عرفات کی طرف بھیجیں اگر وہ اس کے گھر تک نہ جائیں تو پتہ چل جائے گا کہ وہ بے وقوفوں اور فاجروں کو یہاں لے کر آنے کے عادی نہیں اور اس کی بات کو دُرست مان لیا جائے گا والی نے کہا اس بات میں واقعی دلیل پائی جاتی ہے اور اس نے گدھوں کو اکٹھا کرنے کا حکم دے دیا جب گدھے اکٹھے ہو گئے تو اس نے انہیں عرفات کی طرف بھیج دیا تو وہ اس کے گھر چلے گئے والی کے سیکرٹریوں نے اُسے آکر کہا کہ اس کے بعد کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہی اور انہوں نے اس کے کپڑے اُتار دیے جب اس نے کوڑوں کو دیکھا تو کہنے لگا کیا مجھے مارنا ضروری ہے اس نے کہا اے دشمن خدا ضروری ہے، کہنے لگا مارو، خدا کی قسم اس بات کی وجہ سے اہل عراق ہمارا بہت مذاق اُڑائیں گے اور کہیں گے کہ اہل مکہ گدھوں کی شہادت کو بھی جائز قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ ہمیں مطالبہ کرنے والے کی قسم کے ساتھ ایک آدمی کی شہادت کو قبول کرنے پر بھی ڈانٹتے ہیں۔ یہ بات سُن کر والی ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ میں تجھے نہیں ماروں گا، اس کے بعد اس نے اُسے چھوڑ دیا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ المنتصر کے خلافت حاصل کرنے سے قبل بھی اس کے بہت سے نشان دار واقعات، اشعار، ظریفانہ باتیں، مکاتبات و مراسلات اور شراب نوشی کی محفلوں کے حالات پائے جاتے ہیں جنہیں ہم نے بسوط طور پر اپنی کتاب "اخبار الزمان" اور کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے اور جو بات ہم نے ایک کتاب میں لکھی ہے اُسے دوسری کتاب میں نہیں لکھا اگر ہم ایسا کرتے تو ان میں کچھ فرق نہ ہوتا اور سب کتابیں ایک ہی ہوتیں۔ اس کتاب سے فراغت کے بعد ہم ایک دوسری کتاب میں مختلف واقعات کو تالیف و تصنیف کی ترتیب سے الگ صورت میں لکھیں گے۔ جیسا کہ فوائدِ اخبار،

آداب اور فنونِ آثار کا تقاضا ہوگا، پھر جو ہماری کتب اور تصنیفات میں پہلے بیان ہو چکا ہے اس میں سے جو باتیں رہ گئی ہیں انہیں لکھیں گے ——— انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب سوم

المستعین باللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات

جس روز المنتصر کی وفات ہوئی اسی روز احمد بن المعتصم کی بیعت ہوئی یہ ۵ ربیع الآخر ۲۴۸ھ اتوار کے روز کا واقعہ ہے اس کی کنیت ابوالعباس تھی، اس کی ماں سلاوی قوم کی اُم ولد تھی جس کا نام مخارق تھا، اس نے خلافت سے علیحدگی اختیار کر لی اور خلافت المعتز کو دے دی اس کی خلافت تین سال آٹھ ماہ رہی، بعض کہتے ہیں کہ تین سال آٹھ ماہ رہی، بعض کہتے ہیں کہ تین سال نو ماہ رہی اور اس کی وفات ۳ر شوال ۲۵۲ھ کو ہوئی، اسے پینتیس سال کی عمر میں قتل کر دیا گیا۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان
اور اس کے دَور کی ایک جھلک

اس کے وزیر اور انشاء پرداز

المستعین باللہ نے ابوموسیٰ اذنامش کو اپنا وزیر بنایا، اذنامش کا ایک انشاء پرداز شجاع بن قاسم، امور وزارت کا متولی اور نگران تھا، اذنامش اور اس کے انشاء پرداز شجاع کے قتل ہوجانے کے بعد احمد بن صالح بن شیرزاد اس کا وزیر بنا، اور جب وصیف اور بغاء نے باغر ترکی کو قتل کر دیا تو غلام متعصب ہوگئے اور وصیف اور بغاء، بغداد آگئے، المستعین بھی ان کے ساتھ ہی تھا، ان دونوں نے اسے محمد بن عبداللہ بن طاہر کے گھر اُتارا، یہ محرم ۲۵۱ھ کی بات ہے المستعین کا

کوئی حکم نہ چلتا تھا۔ اصل حکمران بغاء اور وصیف تھے جیسا کہ ہم نے کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے وہ بغداد کی قید میں تھا، المستعین باللہ کے متعلق ایک شاعر نے ان دنوں کہا تھا کہ ؎

"خلیفہ، وصیف اور بغاء کا کے درمیان ایک پنجرے میں ہے جو کچھ وہ دونوں
کہتے ہیں یہ بھی طوطے کی طرح وہی کہتا ہے۔"

المستعین باللہ نے احمد بن الخصیب کو ۲۴۸ھ میں اقریطش کی طرف اور عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان کو برقہ کی طرف جلاوطن کر دیا اور عیسیٰ بن فرخان شاہ کو اپنا وزیر اور سعید بن حمید کو دیوان الرسائل کا مہتمم بنا دیا تھا۔

سعید بن حمید

سعید، اچھے اچھے واقعات اور عمدہ اشعار کا حافظ اور فنون علم میں ماہر تھا اور مفید گفتگو کرتا تھا، اس کے بہت سے اچھے اشعار ہیں جن میں سے چند منتخب اشعار یہ ہیں ؎

"میں اُسے بد دُعا سے ڈراتا تھا اور اس کے متعلق گناہوں سے ڈرتا تھا مگر
جب وہ ظلم پر کمر بستہ ہو گیا تو میں نے ظالم کے خلاف دُعا کرنی چھوڑ دی۔"

پھر کہتا ہے ؎

"اے میری مالکہ! مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تجھے بخیل پاتا ہوں اور جو اس سے
زیادہ کا مطالبہ کرتا ہے وہ محروم رہتا ہے، پس تُو تو دنیا کی طرح ہو گئی
ہے جس کی گردشوں کی ہم مذمت کرتے ہیں اور مذمت کو اس کے لازم
حال کر دیتے ہیں حالانکہ ہم اس کے غلام ہیں۔"

پھر کہتا ہے ؎

"اللہ جانتا ہے کہ دُنیا منہ پھیر لینے والی، اور زندگی جانے والی اور زمانہ
گردشوں والا ہے اگر فراق کی مصیبت جوش مارے تو میرے دل میں سب سے
زیادہ خوف تیری موت کا ہے، میں دُنیا اور اس کی لذتوں سے خوش ہوا
کرتا تھا اور ناامیدی اُمید میں دشمنوں کے لیے فیصلہ کرتی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"مجھے اس سے پہلی نظر میں محبت نہیں ہوئی اور نہ اس کے بعد کینہ پیدا ہوا
ہے کہ وہ بڑی ہو جائے مگر وہ دُنیا ہے جو پیٹھ پھیر کر چلی گئی ہے اور

جب دُنیا پیٹھ پھیر کر چلی جائے تو کونسی چیز دُنیا کے بارے میں تسلی دے سکتی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"جب تو آنسو گراتا ہے تو تر و تازہ رخسار پر اس کا گرنا ایسے ہی ہے جیسے موتی پر موتی گرتا ہے۔"

مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، سعید اخلاق و آداب کے لحاظ سے ناصبی تھا اور اپنے کو سُنت کا ماننے والا ظاہر کرتا تھا وہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد طاہرہ سے منحرف تھا اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

"ہم نے سعید بن حمید کا کوئی مثیل نہیں دیکھا اس کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی کو بُرا بھلا کہہ کر آپ کو تکلیف دیتا ہے وہ ایک زندیق ہے جو اس کے باپ کے دین پر قابض ہو گیا ہے۔"

سعید بن حمید مجوسی تھا، اس کے متعلق ابو علی البصیر کہتا ہے ؎

"جو مجھ سے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر بلاغت کا دعوے دار ہے وہ حرام میں سب کا سردار ہے اور وہ ہمارا بھائی ہے مگر میری مراد سعید بن حمید سے نہیں جس کے نام کی کتابیں لکھی جاتی ہیں۔"

سعید بن حمید، ابو علی البصیر اور ابو العیناء کی باہمی ناراضگی خط و کتابت اور دل لگی کی بہت سی باتیں ہیں جن کا ذکر ہم نے کتاب الاوسط میں کیا ہے۔

ابو علی البصیر

ابو علی البصیر اپنے زمانے کا سب سے بڑا طباع تھا اور ہمیشہ ایسے نادر اشعار اور مشہور کہاوتیں بیان کرتا تھا کہ کوئی اور آدمی ایسا نہ کر سکتا تھا اور ابن میادہ بدقسمتی سے اُسے جریر سے بھی بڑا شاعر سمجھتا تھا اور اُسے اپنے زمانے کا بڑا شاعر خیال کرتا تھا وہ اپنے وقت میں اپنے ہم عصروں سے بالا تھا اور بحتری سے کم درجہ پر تھا المعلیٰ بن ایوب کے بارے میں اس کے مشہور اشعار میں سے یہ بھی ہیں ؎

"تیرے باپ کی زندگی کی قسم کہ المعلیٰ کو سخاوت کی طرف منسوب نہیں کیا گیا اور دُنیا میں سخی بھی موجود ہیں لیکن جب ملکوں میں قحط پڑتا ہے اور ان کی سبزی، سُوکھ جاتی ہے تو خشک گھاس میں چیتر لی جاتی ہے۔"

اور اس کے اچھے اشعار میں سے یہ بھی ہیں ؎

"جب طالب علم صبح صبح جاتے ہیں تو ان کے لیے وہی علم ہوتا ہے جو کتابوں میں ہوتا ہے میں صبح تیار ہو کر گیا اور خوب کوشش کی پس میرے کان میری دوات تھے اور ان کا دفتر میرا دل تھا۔"

حج کو جاتے ہوئے شاندار اشعار کہے ؎

"ہم حج اور عمرہ کے لیے مکہ جانے کے واسطے نکلے ہیں جب ہم حیرہ کے قریب پہنچے تو میرے اونٹوں کا چرواہا حیران رہ گیا، میں نے اسے کہا، میرے کجاوے کو اتار دو اور ظلم کرنے والے کی پروا نہ کرو وہاں پر ہم نے باغات ہوا اور شراب فروخت کرنے والے کو پایا اور النقا اور الخضر کے درمیان ہرن کو بندھے ہوئے اور زنار کو دیکھا، اگر حلیفوں کی جنگ کی آگ بھڑکا دے تو تیرا ان کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

یحییٰ بن عمر طالبی کا ظہور

اس سال یعنی ۲۴۸ھ میں کوفہ میں ابوالحسن یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن الحسین بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب الطیار کا ظہور ہوا اس کی ماں فاطمہ بنت حسین بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب الطیار تھی، بعض کہتے ہیں کہ ۲۵۰ھ میں کوفہ میں اس کا ظہور ہوا پھر اسے قتل کر دیا گیا اور اس کا سر بغداد لایا گیا اور اسے صلیب دی گئی جس سے لوگوں میں ایک شور پیدا ہو گیا کیونکہ لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پائی جاتی تھی نیز اس نے اپنے کام کا آغاز اس امر سے کیا کہ خونریزی سے اجتناب کیا جائے اور لوگوں کے اموال میں سے کسی چیز کے لینے سے بھی پرہیز کیا جائے اس کے علاوہ اس نے عدل و انصاف سے کام لیا، اس کا غلبہ، ایک ذلت، سختی اور مصیبت کی وجہ سے ہوا جو اسے متوکل اور ترکوں وغیرہ سے پہنچی تھی لوگ محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس فتح کی مبارک باد دینے آئے تو ان میں ابوہاشم جعفری بھی شامل ہو گیا —— وہ داود بن القاسم بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ہے اس کے اور جعفر طیار کے درمیان تین آباء ہیں —— اس وقت تک یہ معلوم نہ تھا کہ وہ آلِ ابی طالب اور دیگر بنی ہاشم اور قریش سے جدِ اعلیٰ کی نسبت سے قریب النسب رشتہ دار ہے، وہ بڑا زاہد، پرہیزگار، عبادت گزار، صاحبِ علم، صحیح العقل، سلیم الحواس اور

سر قامت انسان تھا اس کی قبر مشہور ہے، ہم نے اس کے حالات کو اس کے باپ کی روایات اور بعد کے دیکھنے والوں سے لے کر اپنی کتاب "حدائق الاذہان" میں لکھا ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے حالات پر مشتمل ہے، اس نے ابن طاہر سے کہا اے امیر آپ کو ایک ایسے آدمی کے قتل کرنے پر مبارک باد دی جا رہی ہے اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو ان سے اس کی تعزیت کی جاتی تو محمد نے اُسے جواب نہ دیا اور وہ اس کے گھر سے یہ کہتا ہوا نکلا اے بنی طاہر گھر دو ہیں، المستعین نے اس کے سر کو نصب کرنے کا حکم دیا تھا اور ابن طاہر نے لوگوں کی کیفیت کو دیکھ کر اُسے اُتارنے کا حکم دے دیا اس بارے میں ابوہاشم جعفری کہتا ہے ؎

"اے بنی طاہر اسے کھاؤ یہ وبا پیدا کرنے والا ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشت مفید نہیں جس کینے کا طالب اللہ ہو وہ ایسا کینہ ہے جو رائیگاں جانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔"

بہت سے اشعار میں ابوالحسین یحییٰ بن عمر کے مرثیے کہے گئے ہم نے ان کے قتل کے واقعہ اور ان کے منظوم مرثیوں کو کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے احمد بن طاہر ان کے طویل مرثیے میں کہتا ہے ؎

"اسلام پر سلام ہو وہ الوداع کرنے والا ہے جب آل نبی چلی جائیں گی تو انہیں الوداع کہا جائے گا، ہم نے ان کے کھونے سے بلندی اور بزرگی کو کھو دیا ہے اور اچھے کاموں کی چھتیں ان کے کھونے سے لرز گئی ہیں، کیا آنکھ نیند اور بستر کے درمیان آرام کر سکتی ہے جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کو دین اور اسلام سے خالی کر دیا ہے اور وہ بے آباد ہو گیا ہے اور اس گھر میں آل مصطفےٰ کو قتل کیا گیا ہے اور ان کی جمعیت کو پریشان کر دیا گیا ہے جو اکٹھی نہیں ہو سکتی، کیا تو نے آل مصطفےٰ کو نہیں دیکھا کہ موت ان کی جانوں کو کیسے انتخاب کرتی ہے اور وہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جاتی ہیں اے بنی طاہر کمینگی تمہاری خصلت ہے اور تم میں سے ننگے اور ڈھکے ہوئے سر والا خائن ہے تمہاری تلواریں ترکوں میں کام نہیں کرتیں بلکہ آل احمد کو کاٹتی ہیں ہر روز تمہارے لیے ان کے خون کا گھاٹ ہوتا ہے لیکن ان کی پیاس اس خون کے پینے سے نہیں بجھتی، طالبیوں کے لیے شرع نے کیا حکم دیا ہے اور تم میں

ترکوں کے نیزے قتل کے لیے اُٹھے ہوئے ہیں تمہارے لیے آلِ محمدؐ کے گھر میں چراگاہ ہے اور تمہارا گھر ترکوں اور فوج کے لیے چراگاہ ہے کیا تم نے خیال کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حقوق کا خیال رکھے گا اور رسول اللہ کا جو حق تم پر ہے وہ ضائع ہو جائے گا، اور وہ اس کی شفاعت کی اُمید رکھتے ہیں اور جو شخص کینے سے ان پر تیر اندازی کرے گا اس کا کوئی شفیع نہ ہوگا اور مغلوب، غالب ہو جائے گا اور قاتل مارا جائے گا اور بلند ہونے والا نیچے آجائے گا اور صلیب دیا ہوا، قریب آجائے گا۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ یحییٰ بڑا دین دار اور عوام الناس پر بڑا مہربان اور خواص سے حُسن سلوک کرنے والا اور اہل بیت سے صلہ رحمی کرنے والا اور انہیں خود پر ترجیح دینے والا تھا وہ طالبی مستورات کی مدد کرنے والا اور ان پر مہربانی کرنے والا تھا، اس کی کوئی لغزش ظاہر نہیں ہوئی اور نہ کوئی رسوا کُن بات معلوم ہوئی ہے جب یحییٰ قتل ہوا تو لوگوں نے اس پر بہت جزع فزع کی اور دُور و نزدیک کے لوگوں نے اس کے مرثیے کہے اور ہر چھوٹے بڑے اور شریف و رذیل نے اس کے قتل ہونے پر اظہارِ غم کیا، اس دَور کے بعض شعراء نے ان کی وفات پر غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے

"یحییٰ کے بعد گھوڑے اور صیقل شدہ ہندی تلوار اس کے غم میں روئی، اور عراق کا مشرق و مغرب رویا اور کتاب اور قرآن بھی روئے اور مصلّٰی اور بیت اللہ اور رُکن اور حجرِ اسود سب نے اس کے مرنے پر چیخ و پکار کی، جس روز لوگوں نے یہ کہا کہ ابوالحسین قتل ہو گیا ہے اس روز آسمان ہم پر کیوں نہیں گر پڑا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں غم سے درد مند ہو کر روتی تھیں اور ان کے آنسو بہتے تھے وہ مصیبت میں چاند کی خوبیاں بیان کرتی تھیں جس کا کھو دینا بڑی خوفناک بات ہے، دشمن کی تلواروں نے اس کے چہرے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا میرے باپ کی قسم اس کا چہرہ بہت خوبصورت تھا، نوجوان یحییٰ کے لیے میرے دل میں پیاس ہے یہ پیاس جسم کو کتنی تکلیف دیتی ہے اس کے قتل نے حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کو یاد دلا دیا ہے، جب تک کوئی درد مند اور بچے کو کھو دینے

والی روتی رہے اس وقت تک اس پر خدا کی رحمتیں ہوں۔"

علی بن محمد بن جعفر علوی نے بھی ان کا مرثیہ کہا وہ کوفہ میں حمان مقام پر اترا ہوا تھا اس نے ان کی نسبت یہ اشعار کہے ؎

"اے سلف صالحین کے بقایا اور نفع مند تجارت، ہم زمانے میں یا قتل ہوتے ہیں یا زخمی ہوتے ہیں، زمین بے آباد ہو جائے اس نے کتنے خوبصورت چہروں کو چھپا لیا ہے، آہ! زخمی دل کو اس دن نے کس قدر ہلاک کر دیا ہے۔"

وہ یحییٰ کے متعلق مزید کہتا ہے ؎

جب اسے قبر میں رکھا گیا تو وہ کستوری سے مہک پڑی اگر اس کے اعضاء وہاں نہ رکھے جاتے تو وہ نہ مہکتی، وہ کریم اور عزیز لوگوں کے لیٹنے کی جگہیں ہیں ان میں یحییٰ کے لیے بہترین جگہ مقدر کی گئی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"میری قوم بھی تمہارے حسب و نسب سے تعلق رکھتی ہے جو مسجد الخیف کے صحن میں رہتی ہے جب بھی ہماری قوم کے دس سالہ بچے نے تلوار لٹکائی ہے اس کی ہمت تلوار سے بھی زیادہ تیز نکلی ہے۔"

علی بن محمد بن جعفر علوی، اسماعیل علوی کے ماں جائے بھائی تھے، جب حسن بن اسماعیل کوفہ آئے تو وہ اس فوج کے سالار تھے جو یحییٰ بن عمر سے ملی تھی۔۔۔۔ وہ اسے سلام کرنے سے پیچھے رہ گئے اور اس کے پاس نہ گئے اور طالبی ہاشمیوں میں سے کوئی بھی انہیں سلام کرنے سے پیچھے نہ رہا اور علی بن محمد الحمانی کوفہ میں ان کا نقیب شاعر، مدرس اور داعی تھا اس وقت آلِ علیؓ میں سے کوئی شخص اس سے سبقت نہ رکھتا تھا، حسن بن اسماعیل نے اسے تلاش کیا اور اس کے بارے پوچھا اور ایک جماعت اسے لانے کے لیے بھیجی، حسن نے اس کے سلام سے تخلف کرنے کو بُرا سمجھا تو علی بن محمد نے اسے ایسا جواب دیا جو مستقل طور پر زندگی سے مایوس کر دینے والا تھا اور کہا کہ تیرا خیال تھا کہ میں تجھ کو فتح کی مبارک باد دینے کے لیے آؤں گا، اور اس نے ایسے شعر کہے جو زندگی سے رغبت رکھنے والا انسان نہیں کہہ سکتا ؎

"تو نے اس شخص کو قتل کیا ہے جو سواروں میں سب سے زیادہ عزیز تھا اور میں تیرے پاس نرم کلام کرتے ہوئے آیا ہوں، اور یہ بات مجھے شاق گزری ہے

کریں تجھے تلوار کے بغیر ملوں لیکن جب یہ ٹوٹ جائیں تو وہ ٹیلوں پہ چمکتے رہتے ہیں۔"

حسن بن اسماعیل نے اُسے کہا تو کینہ توز ہے اور جو تُو نے کہا ہے میں اس پہ بُرا نہیں مناتا پھر اُسے خلعت دیا اور اُسے سوار کروا کر اس کے گھر پہنچا دیا۔

الموفق اور علی بن محمد علوی

راوی بیان کرتا ہے کہ ابو احمد الموفق باللہ نے، علی بن محمد علوی کو اس بات کے باعث کہ وہ غلبہ کا خواہش مند ہے قید کر دیا کیونکہ الموفق اس بات کو اچھا نہ سمجھتا تھا تو اس نے قید خانے سے اُسے لکھا ؎

"تیرا دادا، میرے بیٹوں حسنؓ اور حسینؓ کے لیے بہترین باپ تھا، ہتھیلی، ہر اُنگلی کو کمزور کر دیتی ہے جب وہ اپنی دُوسری بہن سے کمزور ہوتی ہے۔"

جب یہ شعر اس کے پاس پہنچے تو وہ اس کا کفیل بن گیا اور اُسے کوفہ بھجوا دیا۔

اس نے اپنے بھائی اسماعیل اور اپنے اہل کے دیگر افراد کے مرثیے بھی کہے ہیں اور بڑھاپے کی مذمت میں بھی اشعار کہے ہیں، ہم نے طالبیوں کے حالات بیان کرتے وقت ان میں سے بہت سے اشعار کا ذکر اپنی کتاب "اخبار الزمان"، "مزاہر الاخبار" اور طرائف الآثار فی آل النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا ہے علی بن محمد نے جن لوگوں کے مرثیے کہے ہیں ان میں ابوالحسین یحییٰ بن عمر بھی ہے، اس سے اُسے دُوسرے قریشیوں پر فضیلت دیتے ہوئے کہا ہے کہ ؎

"میری زندگی کی قسم اگر قریش اس کی موت سے خوش ہوئے ہیں تو وہ توقف کرنے کی صبح کو رُکنے والا نہیں تھا، اگر وہ نیزوں کے سامنے آکر مرا ہے تو وہ اس گروہ میں سے ہے جو خوشحالی کی موت کو ناپسند کرتے ہیں پس بُرا بھلا نہ کہو، قوم میں کون شخص پہلے لوگوں کے طریق پر باقی رہ گیا ہے، اگر تم نے اپنی ناک کاٹ لی ہے تو ان کے تمہارے ساتھ ہی صفا اور عرفہ کے درمیان مقامات ہیں اور ان کے پاس آدم اور محمد علیہما السلام کی میراث ہے جو جن و انس کے پاس وصایا اور مصحف کی صورت میں پہنچی ہے۔"

اور بڑھاپے کے متعلق کہتا ہے ؎

"جب جوانی کا آغاز ہوتا ہے تو وہ گردن کے اگلے حصّے کو لمبا کرتا ہے اور

سیاہ بالوں والا ہوتا ہے، گویا وہ آسمان کے افق پر چودھویں رات کا چاند کے ہالہ میں پیٹی لگانے والا چاند ہے، اے اس شخص کے بیٹے جس کے فضائل کو بلندیوں کا آسمان اور شہر پناہ کا ہار بنایا گیا ہے تو اس خاندان سے ہے جس کی شرافت کی نشانیاں، دنیا کے لیے غور و فکر کرنے کی نشانیاں ہیں تقضا و قدر ان کے مقام سے خوف کھاتی ہے گویا وہ تقدیر کی تقدیر ہیں، موت اس کے نشانے کو خطا نہیں کر سکتی پس تیرے لیے بلندی اور روشن کارناموں کے مقامات ہیں۔"

اور اس کے اچھے مرثیوں میں سے ایک یہ مرثیہ ہے جو اس نے اپنے بھائی کے متعلق کہا ہے ؎

"یہ میرا ماں جایا بھائی میرے جسم میں رُوح کی مانند تھا، زمانے نے اس کو مار کر میرا دل جگر تک چیر دیا ہے آج کوئی چیز باقی نہیں رہی جس میں آرام حاصل کروں، میرے اعضاء غم سے پھٹ گئے ہیں ہاں ایک آنکھ ہے جو پوشیدہ غم کی وجہ سے روتی ہے یا مرثیہ کے اشعار ہیں جو ہمیشہ باقی رہیں گے، دیکھ میں تیرے ساتھ آنسوؤں سے سرگوشیاں کر رہا ہوں اور عشق سے خالی لوگ سو گئے ہیں لیکن مجھے تسلی اور سکون حاصل نہیں، اے نورِ زندگی تیرے جیسا اور کون ہے جسے میں کسی حادثہ کے وقت پکاروں جس کے پاس شکایت کی جاتی ہے اور وہ کسی کے پاس شکایت نہیں کرتا، میں نے کئی قسم کے نقصانات اُٹھائے ہیں جو میرے دل و جگر پر بڑا ظلم کرنے والے تھے میں نے ہلاکت سے کہا کہ اس کے بعد کسی کو نہ چھوڑ اور موت سے کہا تو جس پر چاہتی ہے اعتماد کر لے، اس کی جدائی کے بعد زمانہ گزر جائے گا اور زندگی، جدائی کی اطلاع دینے والی ہے۔"

علی بن محمد علوی کی وفات المعتمد کی خلافت میں ۲۶۰ھ میں ہوئی۔

حسن بن زید علوی کا ظہور

المستعین کی خلافت یعنی ۲۵۰ھ میں طبرستان کے علاقے میں حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کا ظہور ہوا، اور وہ طبرستان، جرجان پر بہت سی جنگوں اور زبردست لڑائی کے بعد غالب آ گیا اور یہ علاقہ اس کی موت یعنی ۲۷۰ھ تک اس کے قبضہ میں رہا،

اُسے اس کے بھائی محمد بن زید نے اپنا جانشین بنایا یہاں تک کہ اس سے رافع بن ہرثمہ نے جنگ کی محمد بن زید ۲۷۷ھ میں دیلم میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لیا اس کے بعد رافع بن ہرثمہ نے اس کی بیعت کر لی اور اس کے ساتھیوں میں شامل ہو گیا اور اس کی دعوت کا مطیع ہو گیا اور اس کی اطاعت کا دم بھرنے لگا، حسن بن زید اور محمد بن زید دونوں امام الرضا کے داعی تھے اور اسی طرح وہ لوگ بھی جو ان کے بعد بلاد طبرستان میں آئے یعنی حسن بن علی الحسنی جو اطروش کے نام سے معروف ہیں اور ان کی اولاد بھی اسی طرف دعوت دیتی تھی، پھر الداعی حسن بن القاسم جسے اسفار نے طبرستان میں قتل کر دیا تھا (حسن بن القاسم حضرت حسن بن علی بن ابی طالب کی اولاد میں سے تھے) ہم نے طبرستان میں آل ابی طالب اور ان میں سے جو مشرق و مغرب میں اور اس وقت تک زمین کے دوسرے علاقوں میں غالب آئے ہیں کے حالات اپنی کتاب اخبار الزمان میں ۳۳۲ھ تک میں لکھے ہیں اس کتاب میں ہم وہی حالات لکھیں گے جن کا ذکر کرنا مناسب ہو گا تاکہ یہ کتاب ان کے ذکر سے خالی نہ رہے۔

محمد بن جعفر کا ظہور

اس سال یعنی ۲۵۰ھ میں رے کے مقام پر جعفر بن حسن کا ظہور ہوا اور اس نے حسن بن زید کی بیعت کی طرف دعوت دی جو طبرستان کا فرمانروا تھا سودہ کے خراسانیوں کے ساتھ رے میں اس کی جنگیں ہوئیں اور اُسے اسیر بنا کر محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس نیشاپور میں لایا گیا اور نیشاپور ہی کے قید خانے میں اس کی وفات ہوئی۔

احمد بن عیسیٰ علوی کا ظہور

اس کے بعد رے میں احمد بن عیسیٰ بن علی بن حسن بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کا ظہور ہوا اور اس نے آلِ محمد کے امام رضا کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور محمد بن طاہر سے جنگ کی وہ اس وقت رے میں تھا، پس اس نے اس سے شکست کھائی اور بغداد چلا آیا اور علوی بھی بغداد میں داخل ہو گیا۔

قزوین میں کرکی کا ظہور

۲۵۰ھ میں قزوین میں کرکی کا ظہور ہوا جس کا نام حسن بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ بن علی بن حسین بن ابی طالب ہے وہ ارقط کی اولاد میں سے ہے اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کرکی کا نام حسن بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ بن علی بن حسین بن ابی طالب ہے اس سے بغاء نے جنگ کی پھر کرکی، دیلم کی

طرف چلا گیا۔ بعدازاں حسن بن زید حسینی کی طرف گیا اور اس سے قبل ہی ہلاک ہو گیا۔

حسین بن محمد علوی کا ظہور

کوفہ میں حسین بن محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب کا ظہور ہوا تو اس کی طرف محمد بن عبداللہ بن طاہر بغداد سے ابن خاقان کی فوج لے کر گیا، پس طالبی ظاہر ہو گیا چونکہ اس کے ساتھیوں نے اُسے چھوڑ دیا تھا اس لیے وہ چھپ گیا اور وہ پیچھے رہ گئے یہ واقعہ ۲۹۱ھ کا واقعہ ہے۔

اپنے بیٹے کے لیے بیعت لینے کا عزم

۲۴۹ھ میں المستعین نے اپنے بیٹے عباس کو مکہ، مدینہ، بصرہ اور کوفہ کا حاکم مقرر کیا اور اس کی بیعت لینے کا ارادہ کیا پھر اس کی خوردسالی کی وجہ سے بیعت کے معاملے کو مؤخر کر دیا اور عیسیٰ بن فرخنشاہ نے ابوعلی البصیر شاعر کو کہا کہ وہ اس کی بیعت لینے کے متعلق شعر کہے تو اس نے اس بارے میں طویل قصیدہ کہا وہ کہتا ہے ؎

"اللہ تعالیٰ نے تیرے ذریعے دین کی حفاظت کی ہے اور دین دار لوگوں کو اس لغزش کے مقام سے نکال لیا ہے جس جیسی جگہ انسان کو ہلاک کر دیتی ہے پس تو اپنے بیٹے عباس کو اپنی جانشینی دے یہ جگہ اس کے مناسب حال ہے اور لوگوں کی طرف بھی یہ وصیت لکھ دے اور تو نے خوردسالی کی وجہ سے اس کی جانشینی کے معاملے کو پیچھے کیا ہے تو اس کی عقل بالغ ہے اور اُسے شیخ راشد کا مقام حاصل ہے اور اس سے قبل یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں علم دیا گیا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں علم دیا گیا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارے میں لوگوں سے باتیں کی تھیں۔"

محمد بن طاہر اور ابوالعباس مکی

ابوالعباس مکی بیان کرتا ہے کہ میں محمد بن طاہر کے ساتھ اس کے طالبیوں کے ساتھ جنگ کرنے سے قبل ، رَی میں شراب نوشی کیا کرتا تھا، رَی میں علوی کے ظہور سے قبل میں نے اور کسی وقت اتنا خوش نہیں دیکھا جتنا وہ اس وقت خوش تھا۔ یہ واقعہ ۲۵۰ھ کا ہے ایک رات میں اس کے پاس گفتگو کر رہا تھا، مال آیا ہوا تھا اور پردہ لٹکا ہوا تھا کہ اس نے کہا کہ مجھے کھانے کی خواہش ہے میں کیا چیز کھاؤں؟ میں نے کہا نیتر کا سینہ یا بکری کے یک سالہ بچے کے گوشت کا ٹھنڈا ٹکڑا، اس نے کہا اے غلام ایک روٹی، سرکہ اور نمک لاؤ اور اس سے اس نے

کھانا کھایا، جب دوسری رات ہوئی تو اس نے کہا اے عباس! میں بھوکا ہوں، بتائیے میں کیا کھاؤں؟ میں نے کہا، شام کو آپ نے کھانا نہیں کھایا تو اس نے کہا تو نہیں جانتا کہ ان دونوں باتوں میں کیا فرق ہے میں نے شام کو کہا تھا مجھے کھانے کی خواہش ہے اور آج رات میں نے کہا ہے کہ میں بھوکا ہوں اور ان دونوں باتوں کے درمیان فرق ہے پس اس نے کھانا منگوایا پھر مجھے کہا کہ میرے لیے کھانے، پینے، خوشبو، عورتوں اور گھوڑوں کی صفات بیان کرو، میں نے کہا نظم میں یا نثر میں، اس نے کہا نثر میں، میں نے کہا، بہترین کھانا وہ ہے جو خواہش کے مطابق بھوک میں ملے۔ اس نے کہا، کونسی پینے کی چیز بہتر ہے۔ میں نے کہا ایسا جام جو ہمیشہ آپ کی پیاس کو بجھائے اور آپ اُسے اپنے دوست کو بھی دیں اس نے کہا کونسا سماع افضل ہے، میں نے کہا چوتارا، چارزانو ہو کر بیٹھی ہوئی لونڈی، جس کا گھانا عجیب ہو اور اس کی آواز صحیح ہو، اس نے کہا کونسی خوشبو اچھی ہے میں نے کہا محبوب کی وہ خوشبو جو تجھے پسند ہو اور اس بیٹے کا قرب جس کی تو پرورش کرتا ہو، اس نے کہا کونسی عورت زیادہ پسندیدہ ہے، میں نے کہا جس کے پاس سے تو کراہت کرتا ہوا نکلے اور شیفتہ ہو کر اس کی طرف واپس آئے، اس نے کہا کونسا گھوڑا زیادہ چست و چالاک ہے میں نے کہا جب وہ مطلوب ہو تو وہ آگے نکل جاتا ہو اور جب وہ طالب ہو تو ساتھ مل جاتا ہو، اس نے کہا تو نے بہت اچھے جواب دیے ہیں اے بشیر! اسے ایک سو دینار دے دو، میں نے کہا آپ کا ایک سو دینار میرا کیا کام کرے گا، اس نے کہا تو اپنے آپ کو ایک سو دینار سے زیادہ کا سمجھتا ہے اے غلام اسے ایک سو دینار دے دو جیسا کہ ہم نے کہا ہے اور ہمارے بارے میں حسن ظن کی وجہ سے ایک سو دینار مزید دے دو، پس میں دو سو دینار لے کے واپس آ گیا، اس گفتگو اور ری سے اس کے چلے جانے کے درمیان صرف ایک جمعہ کا وقفہ تھا۔

المستعین کی واقعات سے واقفیت

المستعین، لوگوں کے حالات و واقعات سے بہت واقفیت رکھتا تھا اور گذشتہ لوگوں کے واقعات معلوم کرنے کا بھی بہت دلدادہ تھا۔

عروہ بن حزام

محمد بن حسن بن درید بیان کرتا ہے کہ مجھے حضرت جعفر الطیار کے غلام ابوالبیضا نے بتایا جو بڑا خوش کلام تھا وہ کہتا ہے کہ

ہم المستعین کے زمانے میں مدینہ سے سامرا آئے اور ہم میں آلِ ابی طالب اور دوسرے انصار کی ایک جماعت بھی تھی، ہم ایک ماہ تک اس کے دروازے پر ٹھہرے رہے پھر ہماری اس تک رسائی ہو گئی، پس سب نے اپنے اپنے متعلق بیان کیا اور اس نے ہر ایک سے اُنس و محبت کا اظہار کیا اور مکہ اور مدینہ کے حالات و واقعات سے گفتگو کا آغاز کیا، میں تمام جماعت سے اس بارے میں زیادہ واقفیت رکھتا تھا، میں نے کہا کیا امیر المومنین مجھے بات کرنے کی اجازت دیں گے، اس نے کہا کیا آپ کو اس بات کا اختیار ہے تو میں نے اس کے ساتھ گفتگو کرنی شروع کی اور اس نے لوگوں کے واقعات جاننے کے فنون کے متعلق مسلسل ہمارے ساتھ کلام جاری رکھا پھر ہم واپس چلے آئے اور ہماری بڑی آؤ بھگت ہوئی، ابھی رات کا آغاز ہی ہوا تھا کہ ہمارے پاس ایک خادم آیا جس کے ساتھ کئی ترک اور سوار تھے، پس میں ایک کوتل گھوڑے پر سوار ہو گیا جو ان کے ساتھ تھا وہ مجھے المستعین کے پاس لے آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ محل میں بیٹھا ہوا ہے اس نے مجھے اپنے قریب کیا اور عربوں کے واقعات اور جنگوں اور اہل التتیم کے حالات کے متعلق دلچسپی لینے لگا، پس ہماری گفتگو عذریوں اور متیمیوں تک پہنچی تو اس نے مجھے کہا کہ تجھے عروہ بن حزام اور عفراء کے ساتھ اس کے تعلقات کے بارے میں بھی کچھ معلوم ہے؟ میں نے کہا اے امیر المومنین! جب عروہ بن حزام، عفراء بنت عقال کے پاس سے واپس آیا تو وہ اس کے غم اور عشق میں مر گیا، ایک قافلہ اس کے پاس سے گزرا جنہوں نے اُسے پہچان لیا، جب وہ عفراء کی فرودگاہ کے پاس پہنچے تو ان میں سے ایک آدمی نے بلند آواز سے کہا ؎

"اے اس محل کے رہنے والے غافلو! ہم تجھے عروہ بن حزام کی موت کی خبر دیتے ہیں۔"

تو عفراء نے اس کی آواز پہچان لی اور جھانک کر کہا ؎

"اے قافلے والو جو چلے جاتے ہو، تمہارا برا ہو تم نے عروہ بن حزام کی موت کی خبر دی ہے۔"

تو قافلے والوں میں سے ایک آدمی نے جواب دیا ؎

"ہاں ہم نے اُسے ایک دُور علاقے میں پڑے ہوئے چھوڑا ہے جہاں بیابان اور ٹیلے ہیں۔"

تو عفراء نے انہیں کہا ؎

"جو بات تم کہہ رہے ہو اگر وہ سچ ہے تو سمجھ لو کہ تم نے ہر تاریکی کو دُور کرتے

والے چاند کی موت کی خبر دی ہے پس جوانوں کو تیرے بعد لذت نصیب نہ ہو
اور نہ ہی وہ غیر حاضری سے سلامتی کے ساتھ واپس آئیں اور نہ کوئی عورت
اس جیسا صاحب شرف بچہ پیدا کرے اور نہ ہی اس کے بعد کسی بچہ کی پیدائش
پر خوش ہو اور تم جہاں جا رہے ہو وہاں پر نہ پہنچو تم نے ہر کھانے کی لذت
کو بے مزہ کر دیا ہے۔"

پھر اس نے ان سے پوچھا کہ انہوں نے اسے کس جگہ دفن کیا ہے تو انہوں نے اُسے بتایا تو وہ اس کی قبر کی طرف گئی جب اس سے قریب ہوئی تو کہنے لگی مجھے نیچے آتارو، میں ایک ضرورت پوری کرنا چاہتی ہوں، انہوں نے اُسے آتارا تو وہ اس کی قبر کی طرف گئی اور اس پر منہ کے بل گر پڑی، اور وہ اس کی آواز سن کر جلدی سے اس کی طرف بھاگے کیا دیکھتے ہیں کہ وہ قبر پر لیٹی ہوئی ہے اور اس کی جان نکل چکی ہے تو انہوں نے اُسے اس کی قبر کے پہلو میں دفن کر دیا، راوی بیان کرتا ہے پھر اس نے مجھے کہا، کیا اس کے علاوہ بھی تجھے کچھ حالات معلوم ہیں میں نے کہا ہاں امیر المومنین معلوم ہیں، یہ بات ہمیں مالک بن صباح عددی نے الہیثم بن عدی بن ہشام بن عروہ سے بتائی وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ اس نے بیان کیا ہے کہ مجھے حضرت عثمانؓ بن عفان نے بنی عذرہ میں جو ان کے قبیلے کے علاقے میں رہتے ہیں جنہیں بنو متبذہ کہتے ہیں، صدقہ لینے کے لیے بھیجا، کیا دیکھتا ہوں کہ قبیلے سے الگ ایک نیا مکان بنا ہوا ہے میں اس کی طرف گیا تو دیکھا کہ ایک نوجوان مکان کے سائے میں کھڑا ہے اور ایک بڑھیا مکان کے ایک کونے میں بیٹھی ہوئی ہے، جب اُس نے مجھے دیکھا تو اس نے کمزور سی آواز کے ساتھ یہ اشعار پڑھے سہ

"میں نے یمامہ اور نجد کے دونوں حکیموں سے کہا کہ اگر وہ مجھے میری بیماری سے
شفا دے دیں تو انہیں منہ مانگا انعام دیا جائے گا تو ان دونوں نے کہا بہت
اچھا، ہم پوری طرح بیماری سے شفا دیں گے اور عیادت کرنے والوں کے
ساتھ دونوں جلدی کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پس جو شربت اور تعویذ
بھی انہیں معلوم تھا وہ انہوں نے مجھے پلا دیا اور کہنے لگے اللہ تجھے شفا دے
خدا کی قسم جو تیری پسلیوں میں بیماری ہے اس کا علاج ہمارے پاس نہیں
پس مجھے عفراء پر افسوس ہے وہ سینے اور اندرونے میں نیزے کی نوک کی

طرح چبھ رہی ہے، عفراء کو میری محبت کا بہت بڑا حصہ ملا ہے اور عفراء مجھ سے منہ پھیرے ہوئے ہے میں حشر سے محبت رکھتا ہوں کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ حشر کے روز میری اور عفراء کی ملاقات ہوگی اللہ تعالیٰ چغل خوروں پر اور ان کی اس بات پر لعنت کرے کہ فلاں عورت فلاں شخص کی دوست بن گئی ہے۔"

پھر اس نے ہلکا سا سانس لیا! میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو وہ فوت ہو چکا تھا میں نے کہا اے بڑھیا تیرے مکان کے صحن میں سونے والا یہ شخص میرے خیال میں فوت ہو چکا ہے، اس نے جواب دیا خدا کی قسم میرا بھی یہی خیال ہے پھر اس نے اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا رب کعبہ کی قسم یہ مر گیا ہے، میں نے پوچھا یہ کون ہے، اس نے جواب دیا عروہ بن حزام العذری اور میں اس کی ماں ہوں، خدا کی قسم سوائے اس دن کے، میں نے ایک سال سے اس کے رونے کی آواز نہیں سُنی، میں نے اُسے کہتے ہوئے سُنا کہ ؎

"میری ماؤں میں سے کون ہمیشہ رونے والا ہوگا، میں آج اپنی جان کو قبض ہوتے دیکھ رہا ہوں، اس بات کو اچھی طرح سُن لو، کیونکہ جب میں چت لیٹا ہوا لوگوں کی گردنوں پر سوار ہوں گا، تو میں نہیں سُن سکوں گا۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ میں وہاں ٹھہر گیا اور اس کی تجہیز و تکفین نماز جنازہ اور تدفین میں شامل ہوا وہ بیان کرتا ہے کہ حضرت عثمان نے کہا تجھے اس بات کی طرف کس چیز نے آمادہ کیا، میں نے کہا خدا کی قسم اجر کے حصول نے، وہ بیان کرتا ہے کہ ساری جماعت پہنچ گئی اور آپ نے مجھے سب سے زیادہ انعام دیا۔

مجنون بنی عامر کی بات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ تمیموں کے اسلاف کے واقعات بڑے عجیب اور ان کے اشعار بہت خوبصورت ہیں، ان میں سے ایک بات یہ ہے جسے ہم سے قاضی ابو خلیفہ الفضل بن الحباب الجمحی نے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ہمیں محمد بن سلام الجمحی نے بتایا کہ مجھے ابو الہیاج بن سابق نجدی ثم الثقفی نے بتایا کہ میں ایک روز مجنون کی ملاقات کے لیے بنی عامر کے علاقے کی طرف گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا باپ بہت بوڑھا ہے اور اس کے بھائی جوان اور آسودہ حال ہیں میں نے ان سے مجنون کے متعلق پوچھا تو وہ چشم پُر آب ہو گئے اور بوڑھا کہنے لگا، خدا کی قسم میرے نزدیک وہ ان سب سے اچھا تھا، اُسے اپنی قوم کی ایک عورت کے ساتھ عشق ہو گیا ہے، خدا کی

قسم وہ اس جیسے آدمی کی خواہش نہیں رکھتی، جب لڑکی کے باپ کو ان دونوں کے حالات سے آگاہی ہوئی تو اس کے باپ نے اس کے ساتھ شادی کرنے کو ناپسند کیا اور کسی دوسرے آدمی کے ساتھ اس کی شادی کر دی، پس ہم نے اُسے بیڑیاں ڈال دیں اور وہ اپنے دونوں ہونٹوں اور زبان کو کاٹنے لگا یہاں تک کہ ہمیں خدشہ پیدا ہو گیا کہ وہ ان دونوں کو کاٹ دے گا، جب ہم نے اس کی یہ کیفیت دیکھی تو اس کا راستہ چھوڑ دیا تو وہ ان جنگلوں میں چلا گیا اور اس کا کھانا ہر روز وہاں لے جایا جاتا اور وہاں رکھ دیا جاتا جہاں سے وہ اُسے دیکھ سکتا، جب وہ اُسے دیکھ لیتا تو آکر کھا لیتا، اور جب اس کے کپڑے پھٹ جاتے تو اس کے کپڑے لے جا کر وہاں رکھ دیے جاتے جہاں سے وہ انہیں دیکھ سکتا، میں نے ان سے پوچھا کہ وہ مجھے اس کے متعلق بتائیں تو انہوں نے مجھے قبیلے کے ایک نوجوان کے متعلق بتایا اور کہا کہ یہ ہمیشہ اس کا دوست رہا ہے اور اس کے سوا وہ کسی آدمی سے مانوس نہیں، میں نے اس سے پوچھا کہ مجھے اس کے متعلق بتاؤ، اس نے کہا اگر آپ اس کے اشعار چاہتے ہیں تو گذشتہ کل تک اس کے سب اشعار میرے پاس تھے میں کل اس کی طرف جاؤں گا اگر اس نے کوئی بات کی تو میں اُسے تمہارے پاس لے آؤں گا، میں نے کہا، میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے اس کے متعلق بتائے، اس نے کہا اگر اس نے تجھے دیکھ لیا تو وہ تجھ سے فرار اختیار کر جائے گا اور میں اس بات سے بھی خائف ہوں کہ وہ اس کے بعد میرے ہاتھ سے بھی جاتا رہے گا اور اس کے اشعار بھی جاتے رہیں گے مگر میں نے یہی کہا کہ مجھے بتاؤ کہ وہ کہاں ہے، اس نے کہا کہ اُسے اس صحرا میں تلاش کر اور جب تو اُسے دیکھ لے تو محبت کے ساتھ اس کے قریب ہو وہ تجھے ڈرائے اور دھمکائے گا کہ جو چیز اس کے ہاتھ میں ہے وہ تجھے دے مارے گا تم اس طرح بیٹھ جانا کہ گویا تم اس کی طرف نہیں دیکھ رہے اور اس کو دیکھتے رہنا۔ جب تم دیکھ لو کہ وہ پُرسکون ہو گیا ہے تو قیس بن ذریح کے کچھ اشعار پڑھنا کیونکہ وہ اس سے بہت خوش ہوتا ہے، راوی بیان کرتا ہے کہ میں ایک روز اس کی طرف گیا تو عصر کے بعد میں نے اُسے ایک ٹیلے پر بیٹھے دیکھ لیا وہ اپنی اُنگلیوں سے لکیریں کھینچ رہا تھا میں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس کے قریب ہو گیا تو وہ ایسے بھاگا جیسے جنگلی جانور انسان سے بھاگتا ہے، اس کی ایک جانب پتھر پڑے ہوئے تھے اس نے ان میں سے ایک پتھر پکڑ لیا میں آ کر اس کے قریب ہو کر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر ٹھہرا رہا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ بدکا ہوا ہے جب میری نشست

طویل ہو گئی تو وہ پُرسکون ہو گیا اور اپنی اُنگلی سے کھیلنے لگا، میں نے اس کی طرف دیکھا اور کہا خدا کی قسم قیس بن ذریح نے کیا خوب کہا ہے ؎

"جو کچھ ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے میں اس کے خوف سے رو رو کر اپنی آنکھوں کے آنسوؤں کو ختم کر دینے والا ہوں اور انہوں نے کہا، فراق محبوب جو ابھی تک نہیں ہوا، کل گویا اس کے بعد رات کو ہونے والا ہے۔ اب مجھے اس ساعت کا خوف نہیں کہ میری موت میرے ہاتھ میں ہے، مگر جو مصیبت آنے والی ہے وہ آ کر رہے گی۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم وہ رو پڑا اور اس کے آنسو بہہ نکلے پھر کہنے لگا خدا کی قسم میں اس سے اچھا شاعر ہوں اور میں نے یہ شعر کہے ہیں ؎

"عامری عورت کی محبت کے سوا دل نے کسی اور سے محبت کرنے سے انکار کر دیا ہے اس کی کنیت عمرو ہے حالانکہ کوئی عمرو اس کے ہاں نہیں، قریب ہے کہ جب میں اُسے چھوؤں تو میرا ہاتھ تر ہو جائے اور اس کی اطراف میں سبز پتے نکل آئیں، میں زمانے کی تگ و دو سے حیران ہوں جو وہ میرے اور اس کے درمیان کر رہا ہے، جب وہ بات جو ہمارے درمیان ہے ختم ہو گئی تو زمانے کو بھی سکون حاصل ہو گیا، اے اس کی محبت ہر رات میری جلن کو زیادہ کر دے اور اے زمانے کی تسلّی تیری وعدہ گاہ حشر ہے۔"

راوی بیان کرتا ہے پھر وہ اُٹھ گیا اور میں واپس آ گیا، پھر میں دوسرے دن دوبارہ گیا اور اُسے پا لیا اور کل والا کام کیا، جب وہ مانوس ہو گیا تو میں نے کہا خدا کی قسم قیس بن ذریح نے بہت اچھا کہا ہے، اس نے کہا کیا کہا ہے میں نے کہا ؎

"مجھے وہ آدمی بتاؤ کہ اگر تم اس سے حسن سلوک کرو تو وہ شکر گذار ہو اور اگر تم حسن سلوک نہ کرو تو وہ درگذر کرنے والا ہو اگرچہ لوگوں نے ہماری جدائی کی طرف اشارہ کیا ہے مگر جو بات میرے اور تیرے درمیان ہے وہ بہت اچھی ہے۔"

تو وہ رو کر کہنے لگا میں نے اس سے اچھے اشعار کہے ہیں اور میں اس لیے بہتر شعر کہنے والا ہوں۔ ؎

"تونے مجھے اپنے قریب کیا، یہاں تک کہ مجھے ایک ایسی بات سے قید کر لیا جو کنکر یلی زمین میں مشکیزے کے منہ پر بندھی ہوئی رسّی کو کھول دیتی ہے تونے مجھ سے بدسلوکی کی ہے اب میرے لیے کوئی حیلہ باقی نہیں رہا اور پسلیوں کے درمیان تونے جو چیز چھوڑنی تھی وہ چھوڑ دی ہے۔"

پھر ہمارے سامنے ایک ہرنی آئی تو وہ اس کے پیچھے دوڑ پڑا اور میں واپس چلا آیا پھر میں تیسرے دن بھی گیا مگر اس سے ملاقات نہ ہوئی اور میں نے واپس آ کر انہیں بتایا تو انہوں نے اس شخص کو بھیجا جو اس کا کھانا لے کر جاتا تھا، اس نے واپس آکر بتایا کہ کھانا اسی طرح پڑا ہے پھر میں اس کے بھائیوں کے ساتھ گیا اور ہم اُسے ایک رات اور ایک دن تلاش کرتے رہے، جب صبح ہوئی تو ہم نے اُسے ایک ایسی وادی میں پایا جو بہت پتھروں والی تھی، کیا دیکھتے ہیں کہ وہ مرا پڑا ہے اس کے بھائیوں نے اُسے اُٹھا لیا اور میں اپنے شہر کو واپس آ گیا۔

بغاء الکبیر کی وفات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ۲۴۸ھ میں بغاء الکبیر ترکی فوت ہو گیا اس کی عمر نوّے سال سے کچھ زیادہ تھی وہ اتنی جنگوں میں شامل ہوا کہ کسی شخص نے اتنی جنگوں میں شمولیت نہیں کی مگر کبھی اُسے زخم نہیں آیا، اس کا بیٹا موسیٰ بن بغاء اس کا جانشین بنا اور اس نے اس کے اصحاب کو اپنے ساتھ ملا لیا اور انہوں نے اُسے قیادت سونپ دی، بغاء ترکوں کے درمیان مذہبی آدمی تھا اور معتصم کے غلاموں میں سے تھا اور بڑی بڑی جنگوں میں بہ نفس نفیس حاضر ہوتا تھا اور صحیح و سالم ان سے واپس آتا تھا اور کہتا تھا کہ موت زرہ ہے۔

بغاء کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا

وہ لوہے کے سوا اپنے جسم پر اور کوئی چیز نہ پہنتا تھا اُسے اس بارے میں ملامت کی گئی تو اس نے کہا کہ میں نے خواب میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ دیکھا تو آپ نے مجھے فرمایا کہ اے بغاء تو نے میری امت کے ایک آدمی کے ساتھ حسنِ سلوک کیا تو اس نے تیرے لیے دُعائیں کیں جو قبول ہو گئیں وہ کہتا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون شخص ہے تو آپؐ نے فرمایا جس کو تو نے درندوں سے بچایا تھا، میں نے کہا یا رسول اللہ اپنے رب سے دُعا کیجیے کہ وہ میری عمر دراز

کرے، تو آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا اے اللہ اس کی عمر کو دراز فرما اور اس کی مدت کو پورا کر، میں نے عرض کیا یارسول اللہ میری عمر بچانوے سال ہو تو ایک آدمی نے جو آپ کے سامنے تھا، کہا، اور یہ آفات سے محفوظ رہے، میں نے اس آدمی سے کہا، آپ کون ہیں؟ تو اس نے جواب دیا میں علی بن ابی طالب ہوں، اس کے بعد میں خواب سے بیدار ہو گیا اور میں کہہ رہا تھا علیؑ بن ابی طالب!

ایک طالبی کے ساتھ اس کا حُسن سلوک

بغاء طالبیوں کے ساتھ بہت حُسن سلوک کرتا اور مہربانی سے پیش آتا تھا، اس سے دریافت کیا گیا کہ وہ کون شخص تھا جسے تو نے درندوں سے بچایا تھا، اس نے کہا کہ معتصم کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس پر بدعت کا الزام تھا وہ رات کو خلوت میں گفتگو کرتے رہے پھر معتصم نے مجھے کہا کہ اس کو پکڑ کر درندوں کے آگے ڈال دو، میں اس آدمی کو درندوں کے آگے ڈالنے کے لیے لے آیا اور میں اس پر بہت ناراض تھا، میں نے اُسے کہتے ہوئے سُنا اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے تیری خاطر گفتگو کی ہے اور تیرے سوا غیر کا ارادہ نہیں کیا اور تیری اطاعت سے تیرا قرب چاہا ہے اور تیرے مخالف پر حق کو قائم کیا ہے، کیا تو مجھے بے یار و مددگار چھوڑ دے گا، بغاء کہتا ہے کہ میں لرز گیا، مجھ میں نرمی پیدا ہو گئی، میرے دل میں اس کا رُعب پڑ گیا اور میں نے اُسے درندوں کی جگہ سے کھینچ کر ایک طرف کر دیا، حالانکہ میں اُسے اس میں پھینکنے لگا تھا، پس میں نے اُسے اپنے کمرے میں لا کر چھپا دیا پھر میں معتصم کے پاس آیا، اس نے مجھ سے پوچھا اس کا کیا بنا ہے؟ میں نے کہا میں نے اُسے درندوں کے آگے ڈال دیا ہے، اس نے کہا تو نے اُسے کیا کہتے سُنا ہے؟ میں نے کہا میں عجمی ہوں اور وہ عربی میں بات کرتا تھا، میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کہتا تھا، وہ آدمی بڑا اسخت تھا، جب صبح ہوئی تو میں نے اس آدمی سے کہا ، میں نے دروازے کھول دیے ہیں اور میں حفاظتی دستے کے جوانوں کے ساتھ تجھے بھیج رہا ہوں اور میں نے تجھے اپنے آپ پر ترجیح دی ہے اور میں نے اپنی جان پر کھیل کر تجھے بچایا ہے، کوشش کرنا کہ معتصم کے زمانے میں تیرا پتہ نہ چلے اس نے کہا بہت اچھا، میں نے پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ معتصم کے کارندوں میں سے ایک آدمی نے ہمارے علاقے میں فسق و فجور، حق کی بیخ کنی اور باطل پرستی شروع کر دی یہ بات فسادِ شریعت اور ہدم توحید تک پہنچ گئی مگر اس کے خلاف مجھے کوئی مددگار نہ ملا تو

میں نے ایک شب اس پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا کیونکہ شریعت اُسے اس سزا کا مستحق ٹھہراتی تھی۔

المستعین اور ترک

مسعودی بیان کرتا ہے کہ جب المستعین، وصیف اور بغاء بغداد میں چلے آئے تو سامرا میں ترک، فراغنہ اور دیگر غلام پریشان رہنے لگے اور انہوں نے ایک جماعت کو المستعین کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا جو اُسے کہے کہ وہ اپنے دار السلطنت میں واپس آجائے، غلاموں کے متعدد لیڈر چادر دن، چھڑیوں، کچھ خزانوں اور دو سو دینار کے ساتھ اس کے پاس گئے اور اس سے دار السلطنت کی طرف واپسی کے متعلق پوچھنے لگے اور انہوں نے اپنے گناہوں اور خطاؤں کا اقرار و اعتراف بھی کیا، اور انہوں نے یہ ضمانت بھی دی کہ وہ اور ان کے ہم رتبہ لوگ اس قسم کی حرکت کریں گے جو اُسے ناپسند ہو اور انہوں نے بڑی عاجزی کا اظہار کیا، مگر انہیں وہ جواب ملا، جسے وہ سُننا نہیں چاہتے تھے اور انہوں نے سرمن رائی کی طرف واپس جا کر اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ انہیں کیا تکلیف پہنچی ہے اور وہ خلیفہ کی واپسی کے بارے میں مایوس ہو چکے ہیں۔

غلاموں کا المعتز کی بیعت پر اتفاق کرنا

المستعین جب بغداد آیا تو اس نے المعتز اور المؤید کو گرفتار کر لیا اور ان دونوں کو اپنے ساتھ لے آیا پھر وہ جنگ کے دوران بھاگ گیا تو غلاموں نے المعتز کو رہا کروا نے اس کی بیعت کرنے اور اس کی خلافت کی اطاعت گزاری کرنے اور المستعین اور اس کے حامیوں سے بغداد میں جنگ کرنے پر اتفاق کر لیا، اُنہوں نے اُسے ایک جگہ پر اُتارا جو لؤلؤۃ الجوسق (موتی محل) کے نام سے مشہور ہے، وہ وہاں پر اپنے بھائی المؤید کے ساتھ بندھا ہوا تھا، اُنہوں نے اس کی بیعت کی یہ ا/ محرم ۲۵۱ھ بدھ کی رات کا واقعہ ہے وہ اس دن کی صبح کو سوار ہو کر دار العوام میں گیا اور لوگوں کی بیعت لی اور اپنے بھائی المؤید کو خلعت دیا اور اس کے لیے دو جھنڈے باندھے سیاہ اور سفید اسیاہ جھنڈا اپنے بعد ولی عہد ہونے کا تھا اور سفید جھنڈا حرمین کی ولایت کا تھا، اور سامرا سے المعتز باللہ کی خلافت کی چٹھیاں دیگر شہروں میں بھیج دی گئیں اور اُن پر جعفر بن محمد الکاتب کی تاریخ ڈالی گئی اور اس نے اپنے بھائی ابو احمد کو کئی غلاموں کے ساتھ بغداد میں المستعین سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا وہ بغداد گیا اور بغداد میں المعتز اور المستعین کے درمیان پہلی جنگ ہوئی محمد بن الواثق، المعتز باللہ کی طرف بھاگ کر آ گیا۔ اس سال ۱۵/ صفر تک ان کے اور اہل بغداد کے درمیان جنگ جاری

رہی، جب ان کے درمیان جنگ ٹھن گئی تو المعتز کے حالات بہتر ہوتے گئے اور المستعین کی حالت پتلی ہوتی گئی اور فتنہ عام ہو گیا۔

جب محمد بن عبداللہ بن طاہر نے یہ صورتِ حال دیکھی تو اس نے المعتز سے خط و کتابت کی اور اس کی طرف جھک گیا اور المستعین کی معزولی کی شرط پر صلح کی طرف مائل ہو گیا، جب بغداد کے عوام کو اس بات کا پتہ چلا کہ اس نے المستعین کو معزول کرنے کا عزم کیا ہوا ہے تو اس سے بڑی خرابی پیدا ہو گئی جو المستعین کی مددگار تھی، پس محمد بن عبداللہ نے المستعین کو اپنے محل کی چوٹی پر چڑھایا اور عوام سے اس کو مخاطب کیا، اس نے اپنے اوپر چادر لی ہوئی تھی اور چھڑی اس کے ہاتھ میں تھی اور اس کی معزولی کے متعلق جو اطلاع انہیں پہنچی تھی اس سے انکار کیا اور محمد بن عبداللہ بن طاہر کا شکریہ ادا کیا، پھر محمد بن عبداللہ بن طاہر اور ابواحمد الموفق کی الشماسہ میں ملاقات ہوئی اور ان دونوں نے المستعین کی معزولی پر ان شرائط کے ساتھ اتفاق کیا کہ اُسے اور اس کے اہل اور بیٹوں اور ان کی مقبوضہ املاک کو امان حاصل ہو گی اور یہ کہ وہ مکہ جانے کے وقت تک واسط، عراق میں قیام کرے گا، پس المعتز نے اُسے اپنے متعلق شرائط لکھ بھیجیں کہ وہ جب ان شروط کو توڑے گا تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے بری ہوں گے اور لوگ اس کی بیعت سے آزاد ہوں گے، اس کے علاوہ کچھ اور عہد بھی تھے جن کا ذکر طویل ہے اس کے بعد جب اس نے ان شرائط کی مخالفت کی تو المعتز نے اُسے چھوڑ دیا۔ اور المستعین نے اپنے آپ کو خلافت سے علیحدہ کر لیا یہ ۳ محرم ۲۵۲ھ جمعرات کے دن کا واقعہ ہے۔

بغداد میں اس کی آمد اور علیحدگی کے درمیان پورے ایک سال کا عرصہ ہے اور اس کی خلافت کا زمانہ، اختلاف کے باوجود تین سال آٹھ ماہ اٹھارہ دن بنتا ہے، وہ بغداد میں حسن بن وہب کے گھر آ گیا اور اس نے اپنے اہل اور اولاد کو اکٹھا کر لیا پھر وہ واسط آ گیا، اس کے ساتھ احمد بن طولون ترکی کو کیا گیا یہ اس کے والی مصر بننے سے پہلے کی بات ہے اور اُسے معلوم ہو گیا کہ محمد بن عبداللہ بن طاہر، المستعین کے معاملہ میں عاجز آ گیا ہے تبھی تو اس نے پناہ لی ہے اور اُسے چھوڑ کر المعتز باللہ کی طرف مائل ہو گیا ہے، اس بارے میں اس دور کے ایک بغدادی شاعر نے کہا ہے ؂

"ترکوں نے ہم پر تہمت تراش کر ہمیں گھیر لیا اور بجو ہمیشہ اپنے بل میں رہتا

ہے۔ وہ وہاں ذلت اور رسوائی کے ساتھ مقیم رہتا ہے اور جب ظاہر ہوتا ہے تو ہمارے لیے دھوکہ بازی کی طرح ملامت کو نمایاں کرتا ہے تو نے المستعین کے حق کا خیال نہیں کیا اب تو تقدیر کے حادثات اس کے خلاف مدد کر رہے ہیں، اس نے ملامت، خباثت اور ذلت کو اکٹھا کر لیا ہے اور آلِ طاہر کے لیے عار باقی رہ گئی ہے۔"

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں جب المستعین کی معزولی کا معاملہ پیش آیا تو ابو احمد الموفق بغداد سے سامرا آ گیا، تو المعتز نے اُسے خلعت دیا اور تاج پہنایا اور دو ہار پہنائے، اور اس کے ساتھی جرنیلوں کو بھی خلعت دیے۔ اور محمد بن عبداللہ کا بھائی عبیداللہ بن طاہر، چادر، چھڑی، تلوار اور خلافت کے جواہرات کے ساتھ المعتز کے پاس آیا، اس کے ساتھ شاہک خادم بھی تھا، اور محمد بن عبداللہ نے المعتز کو شاہک کے بارے میں لکھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں میں سے جو شخص تیرے پاس آئے وہ اس بات کا مستحق ہے کہ تو اس سے عہد شکنی نہ کرے، المستعین نے اپنے وزیر احمد بن صالح بن شیرزاد کو بھی خلعت دیا۔

المستعین کی موت

۲۵۲ھ کے رمضان میں المعتز باللہ نے، سعید بن صالح حاجب کو المستعین کی ملاقات کے لیے بھیجا، یہ اُن لوگوں میں سے تھا جنھوں نے واسط میں اس پر حملہ کیا تھا، سعید اُسے ملا اور اس نے سامرا کے قریب اُسے قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر المعتز کے پاس لے آیا اور اس کے جسم کو راستے میں ہی پڑا رہنے دیا یہاں تک کہ عوام کی ایک جماعت نے اُسے دفن کر دیا، المستعین کی وفات ۳ شوال ۲۵۲ھ کو بدھ کے روز ہوئی، اس وقت وہ پینتیس ۳۵ سال کا تھا جیسا کہ ہم اس باب کے شروع میں بیان کر آئے ہیں شاہک خادم کا بیان ہے کہ جب المعتز نے المستعین کو سامرا کی طرف بھیجا تو میں اس کا ردیف تھا ہم اس وقت عماریہ میں تھے جب وہ قاطول پہنچا تو اُسے بہت بڑا لشکر ملا، اس نے کہا اے شاہک دیکھ ان لوگوں کا سردار کون ہے؟ اگر سعید حاجب ہے تو میں مارا گیا جب میں نے اُسے دیکھا تو میں نے کہا خدا کی قسم وہ سعید ہی ہے تو اس نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور کہا خدا کی قسم میری جان جاتی رہی ہے اور رونا شروع کر دیا، جب سعید اس کے قریب ہوا تو اُسے کوڑے سے متوجہ کرنے لگا پھر اُسے لٹا کر اس کے سینے پر بیٹھ گیا اور اس کا سر کاٹ لیا اور اسے المعتز کے پاس لے آیا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں پس المعتز کے حالات ٹھیک ہو گئے اور لوگ اس پر متفق ہو گئے۔

ہم نے اس کتاب میں المستنعین کے جو حالات بیان کیے ہیں ان کے علاوہ اس کے مزید حالات بھی ہیں ہم نے ان کا تذکرہ اپنی دو کتابوں "اخبار الزمان" اور "الاوسط" میں کیا ہے ہم نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے صرف اس خیال سے لکھا ہے کہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ ہم نے ان کے بیان کرنے سے غفلت کی ہے یا ہم ان کو سمجھ نہیں سکے ہم نے بفضل خدا لوگوں کے حالات اور سیر اور ان کے زمانے کے واقعات کے بیان کرنے میں کسی بات کو نہیں چھوڑا ہے نیز ہم نے اپنی کتابوں میں اچھی باتوں کا ذکر کیا ہے۔ وفوق کل ذی علم علیم واللہ الموفق للصواب۔

باب چہارم

المعتز باللہ کی خلافت

مختصر حالات

زبیر بن جعفر المتوکل، جسے المعتز باللہ کہتے ہیں اس کی بیعت کی گئی اس کی ماں اُمِ ولد تھی جس کا نام قبیحہ تھا، اس کی کنیت ابو عبداللہ تھی، المستعین کے از خود علیحدگی اختیار کر لینے کے بعد اس کی عمر اٹھارہ سال تھی یہ ۲ محرم جمعرات کے روز کا واقعہ ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۳ محرم ۲۵۲ھ کا ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، اس کی بیعت جرنیلوں، غلاموں، نوکروں اور اہل بغداد نے کی اور بغداد کی جامع مسجد میں اس کے نام کا خطبہ دیا گیا۔

پھر المعتز نے ۲۷ رجب ۲۵۵ھ کو سوموار کے روز از خود علیحدگی اختیار کر لی، اور علیحدگی کے چھ دن بعد مر گیا، اس کی خلافت ساڑھے چار سال رہی اور وہ سامرا میں دفن ہوا المستعین کی علیحدگی سے قبل جب اس کی سامرا میں بیعت ہوئی، اس کی اپنی علیحدگی کے وقت تک چار سال چھ ماہ اور چند دن کا عرصہ بنتا ہے اور جب بغداد میں اس کی بیعت ہوئی اس وقت سے لے کر اس کی مدت تین سال سات ماہ بنتی ہے اور وفات کے وقت اس کی عمر چوبیس سال تھی۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دَور کی ایک جھلک

اپنی علیحدگی کے متعلق اس کا بیان

جب المستعین نے خلافت سے علیحدگی اختیار کی اور واسط کی طرف چلا آیا —— تو اس نے

اپنے متعلق کہا کہ جب اس نے اختلاف کو دیکھا تو اس نے خلافت سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور وہ اس کے اہل بھی نہیں ہے اور اس نے لوگوں کو اپنی بیعت سے آزاد کر دیا ہے اس بارے میں شعراء نے اس کی تعریف میں بہت کچھ کہا ہے، بحتری اپنے طویل قصیدے میں کہتا ہے ؎

"سرغ، واسط کی طرف چلا گیا ہے اور مُرغ کے گوشت میں پنجے نہیں ہوتے!"

اس بارے میں کنانی اپنے قصیدے میں کہتا ہے ؎

"میں تجھے فراق سے پریشان دیکھ رہا ہوں اور امام نے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور رونق اور خلافت کے بعد احمد بن محمد معزول ہو گیا ہے۔ اس کا زمانہ پھولوں کی طرح مسکراتا تھا اور وہ موسم بہار تھا پس قضا و قدر نے اُسے بلند مراتب سے اُتارا اور وہ واسط میں قیام پذیر ہو گیا اور وہ وہاں سے آنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ المستعین کی علیحدگی اور اس کے قتل ہونے کے درمیان نو ماہ اور چند دن کا عرصہ ہے۔"

اہل علم کی ایک جماعت کی وفات

المستعین کی خلافت میں اہل علم اور محدثین کی ایک جماعت کی وفات ہوئی، جن میں ابو ہاشم محمد بن زید رفاعی، ایوب بن محمد الوراق اور ابو کریب محمد بن العلا الہمدانی کوفہ میں وفات پا گئے اور احمد بن صالح مصری، ابو الولید السری الدمشقی اور عیسٰی بن حماد زغبۃ المصری نے مصر میں وفات پائی، ان کی کنیت ابو موسیٰ تجی اور ابو جعفر بن سوادہ کوفی بھی وفات پا گئے۔

یہ واقعہ ۲۴۸ھ کا ہے اور المستعین کی خلافت میں ۲۴۹ھ میں حسن بن صالح البزار کی وفات ہوئی۔ یہ بلند پایہ اصحاب حدیث میں سے تھے، ہشام بن خالد دمشقی اور محمد بن سلیمان الجہنی نے المصیصہ میں وفات پائی، حسن بن محمد بن طالوت اور ابو حفص صیرفی نے سامرا میں وفات پائی اور محمد بن زنبور المکی مکہ میں فوت ہوئے، سلیمان بن ابی طیبہ اور موسیٰ بن عبد الرحمٰن البرقی نے بھی وفات پائی اور ۲۵۰ھ میں المستعین کی خلافت میں قاضی بصرہ ابراہیم بن محمد تمیمی، محمود بن خداش، ابو مسلم احمد بن ابی شعیب الحرانی، حارث بن مسکین مصری، ابو طاہر احمد بن عمرو ابن السرح اور ان کے علاوہ شیوخ محدثین اور ناقلین آثار نے وفات پائی۔ جن کے ذکر سے ہم نے پہلوتہی کی ہے، وہ ان لوگوں میں شامل ہیں جن کا ذکر ہم نے صحابہؓ

کے اوائل زمانہ سے لے کر ۳۳۲ھ تک کیا ہے، ہم نے ان لوگوں کا ذکر اپنی کتاب الاوسط میں چھٹے سال میں کیا ہے، جن لوگوں کی وفات کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ صرف اس لیے کیا ہے کہ ہم اس کتاب کو ان کے ضروری ذکر سے خالی نہ رکھیں۔

سُرخ یاقوت کا نگینہ

۲۴۸ھ میں المستعین نے خلافت کے خزانے سے سُرخ یاقوت کا نگینہ نکالا جو جبلی کے نام سے معروف تھا اور بادشاہ اس کی حفاظت کرتے تھے، ہارون الرشید نے اُسے چالیس ہزار دینار میں خریدا تھا اور اس پر اپنا نام احمد کندہ کروایا تھا اور اس نے یہ نگینہ اپنی اُنگلی میں پہنا تو لوگوں نے آپس میں باتیں کیں اس نے بیان کیا کہ اس نگینے کو ایرانی بادشاہ ایک دوسرے سے حاصل کرتے رہے ہیں اور قدیم زمانے میں اس پر کچھ کندہ کروایا گیا تھا اور اس نے یہ بھی بیان کیا کہ جس بادشاہ نے اس پر کچھ نقش کروایا وہ مقتول ہو کر مرا، اور جب بادشاہ مرجاتا تو اس کے بعد بیٹھنے والا بادشاہ نقش کو کھرچ دیتا، یہ پے در پے بادشاہوں کا پہناوا بنتا رہا اور یہ غیر منقوش تھا جب یہ کسی نادر بادشاہ کے ہاتھ لگتا تو وہ اس پر نقش کروا دیتا، یہ نگینہ سُرخ یاقوت کا تھا یہ رات کو چراغ کی روشنی کی طرح چمکتا تھا جب اسے کسی بے چراغ گھر میں رکھا جاتا تو وہ چمک اُٹھتا اور رات کے وقت اس میں تصاویر نظر آتیں اس کے بہت اچھے واقعات ہیں، جن کا ذکر ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں ایرانی بادشاہوں کی انگوٹھیوں کے ذکر میں کیا ہے، یہ نگینہ المقتدر کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا۔ اس کے بعد پھر اس کا ذکر ماند پڑ گیا۔

المعتز کے متعلق چند باتیں

جب المعتز کی حکومت قائم ہو گئی اور المستعین کے خلافت سے علیحدگی اختیار کرنے سے خلافت اس کے لیے مستحکم ہو گئی تو شعراء کی ایک جماعت نے اس کے متعلق بہت کچھ کہا ان میں سے مروان بن ابی الجنوب اپنے طویل قصیدے میں کہتا ہے ؎

"امور خلافت المعتز کی طرف پلٹ آئے ہیں اور المستعین اپنے حالات کی طرف پلٹ آیا ہے وہ سمجھتا تھا کہ حکومت اس کے لیے نہیں بلکہ تیرے لیے ہے لیکن اس کے نفس نے اُسے دھوکہ دیا۔"

اس بارے میں سامرا کا ایک آدمی کہتا ہے بعض نے کہا کہ وہ بحتری تھا ؎

"ترکی گروہ کا کیا کہنا جس نے اپنے زمانے کے مصائب کو تلوار کے ساتھ

واپس کر دیا ہے انہوں نے احمد بن محمد خلیفہ کو قتل کر دیا اور تمام لوگوں کو خوف کا لباس زیب تن کرا دیا اور انہوں نے سرکشی اختیار کی تو ہمارا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور ملک میں ہمارے امام کی حیثیت مہمان کی طرح ہے۔"

المعتز کو حکومت کے مل جانے اور اس پر اتفاق ہونے کے متعلق ابو علی البصیر کہتا ہے

"اسلام کی حکومت بہترین مقام پر آگئی ہے اور ملک اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا ہے اور سفر اور دُوری کی صعوبت کے بعد مطمئن اور پر سکون ہو گیا ہے پس خدائے واحد کی ستائش کر اور جس نے حماقت کی ہے اُسے معاف کر کے زیادہ ثواب حاصل کر۔"

المعتز کے وزراء

جعفر بن محمد، المعتز کا وزیر تھا پھر اس نے ایک جماعت کو وزیر بنایا اور صالح بن وصیف کے نام سے خطوط جاری ہوتے گویا وہ وزارت کی علامت تھا، ابو الحسن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد کی وفات المعتز باللہ کی خلافت میں ۲۶ر جمادی الآخرۃ ۲۵۴ھ کو سوموار کے روز ہوئی اس وقت اس کی عمر چالیس سال تھی بعض کہتے ہیں کہ بیالیس سال تھی اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ تھی اس کے جنازہ میں ایک لونڈی کو یہ کہتے سُنا گیا کہ ہمیں سوموار کے روز ایسی مصیبت پہنچی ہے جو قدیم و جدید مصائب کو یاد دلانے والی ہے اس کی نماز جنازہ احمد بن المتوکل علی اللہ نے شارع ابی احمد میں، سامرا میں اس کے گھر میں پڑھائی اور وہیں اُسے دفن کیا گیا۔

علی بن محمد طالبی

ابن الازہر نے ہمیں بتایا کہ مجھے القاسم بن عباد نے بتایا کہ مجھے یحییٰ بن ہرثمہ نے بتایا وہ بیان کرتا ہے کہ مجھے متوکل نے علی بن محمد بن علی بن موسےٰ بن جعفر کو کسی شکایت کی وجہ سے نکالنے کے لیے مدینہ بھیجا جب میں مدینہ پہنچا تو وہاں کے رہنے والوں نے ایسا شور و غل کیا کہ میں نے ایسا شور و غل کبھی سُنا ہی نہ تھا، میں انہیں تسلی دینے لگا اور میں نے قسم کھا کر انہیں کہا کہ مجھے اس کے متعلق کوئی ناشائستہ حکم نہیں دیا گیا۔ میں نے اس کے گھر کی تلاشی لی تو اس میں مجھے قرآن مجید اور دعاؤں وغیرہ کے سوا کچھ نہ ملا، پس میں نے اُسے نکالا اور اس کی خدمت کی ذمہ داری لی اور اُس سے حسن سلوک کیا، ایک روز میں سویا ہوا تھا اور آسمان خشک تھا اور

سورج طلوع ہو چکا تھا کہ وہ برساتی اوڑھے ہوئے سوار ہوا اور اس نے اپنی سواری کی دم کو گرہ دے دی۔ میں اس کے اس فعل سے بہت حیران ہوا، ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ بادل آیا اور اس نے اپنے دہانے کھول دیے اور ہمیں بارش سے بہت تکلیف ہوئی تو اس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا، میں جانتا ہوں کہ تو نے جو کچھ دیکھا ہے اس سے نالاں ہے اور تجھے یہ وہم ہے کہ میں اس بارے میں وہ کچھ جانتا ہوں جسے تو نہیں جانتا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے جنگل میں پرورش پائی ہے اور میں ان ہواؤں کو جانتا ہوں جن کے بعد بارش آتی ہے، جب میں صبح کو اٹھا تو ایسی ہوا چلی جو وعدہ خلافی نہیں کرتی اور میں نے اس سے بارش کی خوشبو کو سونگھ لیا اور اس کے لیے تیاری کر لی راوی کہتا ہے کہ جب میں بغداد آیا تو میں اسحاق بن ابراہیم الطاہری سے ملا اس نے مجھے کہا اے یحییٰ اس آدمی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنا ہے اور متوکل کو تو جانتا ہے اگر تو نے اس کے قتل کی ترغیب دی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے مقابلہ میں جھگڑا کریں گے، میں نے کہا خدا کی قسم میں نے تو اُسے ہر اچھی بات سے آگاہ کیا ہے پھر میں سامرا کی طرف چلا گیا اور وصیف ترکی سے ملا اور میں اس کے ساتھیوں میں سے تھا اس نے کہا خدا کی قسم اگر تو نے اس آدمی کے سر سے ایک بال بھی گرایا تو میرے سوا اس کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہ ہوگا، پس میں ان دونوں کی باتوں سے بہت متعجب ہوا، اور میں نے اس کے متعلق جو اطلاع پائی اور اس کی جو تعریف سُنی، اس کے متعلق متوکل کو بتایا تو اس نے اُسے اچھا انعام دیا اور اس کا اعزاز و اکرام کیا اور محمد بن الفرج نے جرجان شہر کے محلہ بئر ابی عنان میں مجھے بتایا کہ مجھ سے ابودعامہ نے بیان کیا کہ میں علی بن محمد بن علی بن موسیٰ کے پاس اس بیماری میں عیادت کے لیے آیا جس کی وجہ سے اس سال میں اُن کی وفات ہوئی، جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو انہوں نے مجھے کہا اے ابودعامہ تیرا حق واجب ہوگیا ہے کیا میں تجھے وہ بات نہ بتاؤں جس سے تو خوش ہو، میں نے انہیں کہا اے ابن رسول اللہ! مجھے اس کی بہت ضرورت ہے تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ محمد بن علی نے ان سے ان کے باپ علی بن موسیٰ نے ان سے ان کے باپ موسیٰ بن جعفر نے، ان سے ان کے باپ محمد بن علی نے ان سے ان کے باپ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی لکھو! وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں کیا لکھوں؟ آپ نے مجھے فرمایا

لکھو:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، ایمان وہ ہے جس کی دل تعظیم کریں اور اعمال اس کی تصدیق کریں اور اسلام وہ ہے جو زبان پر جاری ہو اور اس سے نکاح حلال ہو ، ابو دعامہ کہتا ہے میں نے کہا اے ابن رسول اللہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ حدیث یا اسناد میں سے بہتر کونسی چیز ہے آپ نے فرمایا یہ ایک صحیفہ ہے جسے حضرت علیؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے املا کرواتے سے لکھا ہے اور ہم بڑوں سے اس کے وارث ہوتے آرہے ہیں ۔"

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم علی بن محمد بن موسےٰ رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کا ذکر اپنی کتاب اخبار الزمان میں کر چکے ہیں جو متوکل کے سامنے زینب کذابہ کے ساتھ پیش آیا تھا اور وہ یہ تھا کہ آپ کو درندوں کے بھٹ میں پھینکا گیا اور وہ آپ کے مطیع ہو گئے اور زینب نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ حسینؓ بن علی کی بیٹی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک اس کی عمر کو دراز کر دیا ہے چنانچہ زینب نے اس دعوے سے رجوع کر لیا ، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات زہر خورانی سے ہوئی تھی ۔

محمد بن عبداللہ بن طاہر کی وفات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ وصیف کے قتل کے تیرہ دن بعد ۱۵ ذوالقعدہ ۲۵۳ھ کو المعتز کی خلافت کے زمانے میں محمد بن عبداللہ بن طاہر کی وفات ہوئی ، اس دن چاند گرہن ہوا ، آپ بڑے سخی ادیب ، حافظ ، ناصح ، فصیح اللسان اور شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ رکھتے تھے ، ان کے زمانے میں ان کا کوئی نظیر نہ تھا ، ان کے متعلق حسین بن علی بن طاہر اپنے قصیدہ میں کہتا ہے ؎

"چاند اور امیر دونوں کو گرہن لگا ، چاند تو روشن ہو گیا اور امیر چھپ گیا ، چاند کا نور اُسے دوبارہ روشن کرنے کے لیے لوٹ آیا مگر امیر کا نور واپس آنے والا نہیں ، اتوار کی منحوس رات کو گرہن کا شکار ہونے والو تم دونوں کو اس نے سعادت مند کیا ہے ان میں سے ایک کی دھار تلوار کی دھار کی طرح تھی اور آگ میں ایندھن بھڑکایا گیا تھا ۔"

مانی الموسوس

ابوالعباس المبرد نے بیان کیا کہ ایک روز محمد بن عبداللہ بن طاہر ، محفل مے نوشی میں بڑا خوش تھا ابن طالوت بھی اس کے پاس موجود

تھا اس کا وزیر تھا اس کا خاص آدمی اور اس کی خلوتوں میں بہت حاضر رہنے والا تھا اس نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آج ہمارے لیے ایک تیسرے آدمی کا ہونا ضروری ہے تاکہ ہم اس کی صحبت اور موانست سے شادکام ہوں، آپ کی رائے میں وہ کون ہونا چاہیے؟ ہمیں بدخلق گندے اصل والے یا بظاہر چاپلوسی کرنے والے سے بچانا، میں نے غور و فکر کر کے کہا اے امیر! میرے دل میں ایک ایسے آدمی کا خیال آیا ہے کہ اس کی ہم نشینی سے ہمیں کوئی تکلیف نہ ہو گی اور وہ ہم نشینوں کو برافروختہ کرنے اور موانست کرنے والوں پر بار بننے سے بیزار ہے، جب آپ چاہیں تو وہ نہایت آرام سے آنے والا ہے اور جب آپ چاہیں تو بڑی تیزی سے جانے والا ہے، اس نے پوچھا وہ کون ہے؟ میں نے کہا مانی الموسوس، اس نے کہا قسم بخدا تو نے بہت اچھی بات کی ہے پس اٹھائیس آدمیوں کے گروہ کو حکم دو کہ وہ اس کو تلاش کر کے اس کی قدر و منزلت کریں، پس کرخ کے انچارج نے جلد ہی اُسے تلاش کر لیا اور اُسے نہلا دھلا کر اور صاف ستھرا کر کے اور اچھا لباس پہنا کر پیش کیا اس نے کہا اے امیر السلام علیکم، محمد نے کہا اے مانی وعلیک السلام، کیا وقت نہیں آیا کہ تو ہماری ملاقات کا شائق ہو حالانکہ ہمارے دل تمہاری طرف مائل ہیں، مانی نے کہا شوق شدید ہے، محبت تیار ہے، زیارت گاہ بعید ہے، پردہ سخت ہے اور دربان بدخو ہے اگر ہمارے لیے اجازت لینا آسان ہوتا تو ہم پر ملاقات کرنا آسان ہوتا، اس نے کہا تو نے نہایت لطیف رنگ میں اجازت طلب کی ہے اس لیے اجازت میں تمہارے لیے آسانی ہو گی، مانی خواہ دن یا رات کو کسی وقت آئے اُسے بالکل نہ روکا جائے پھر اس نے اُسے بیٹھنے کی اجازت دی تو وہ بیٹھ گیا اور کھانا منگوا دیا جو اس نے کھایا پھر اس نے ہاتھ دھو کر اپنی نشست سنبھال لی، محمد مہدی کی دختر کی لونڈی مونسہ کا گانا سننے کا بہت شوق تھا، اُسے حاضر کیا گیا تو اس نے سب سے پہلے یہ گیت سنایا۔

"میں اس بات کو فراموش نہیں کر سکتی کہ جب وہ صبح صبح گئے تو انھوں نے شدتِ غم کے باعث میرے آنسوؤں کو احباب پر سوار کروا دیا اور میں کہتی ہوں کہ رات کو ان کے باربرداری کے جانور نجد کی صبحوں میں کھو گئے اور یہ ان کا آخری دیکھنا نہ ہو۔"

مانی نے کہا امیر کی قسم تو نے بہت اچھا گایا مگر اس میں یہ اضافہ کر لے سے

"میں اپنی سوچ سے سرگوشی کرتے ہوئے کھڑا ہوگیا اور آنسو آنکھ میں بھرے
ہوئے تھے اور کوشش اور تکلیف پر موقوف تھے اس امیر نے کسی ظالم پہ
غیرت کھا کر مجھے واپس نہیں بلایا بلکہ وہ تو جدائی اور رونے میں لگا ہوا ہے۔"

پھر وہ گانے لگی تو محمد نے اُسے کہا اے مانی کیا تو عاشق ہے تو وہ شرما گیا اور ابن طالوت نے اُسے آنکھ سے اشارہ کیا کہ وہ اس کے سامنے کسی بات کا اظہار نہ کرے ورنہ وہ اس کی نگاہوں سے گر جائے گا، اس نے کہا خوشی اور شوق کا منبع پوشیدہ تھا جو ظاہر ہو گیا ہے کیا بڑھاپے کے بعد عشق ہو سکتا ہے پھر محمد بن علی نے مولنسہ سے اس راگ کی خواہش کا اظہار کیا ۔

"محبوبہ کو ہواؤں سے چھپا کر رکھو کیونکہ میں نے ہوا سے کہا ہے کہ اس کو میرا
سلام پہنچا دے اگر وہ چھپانے پر راضی ہو جاتے تو یہ ایک معمولی بات تھی
لیکن انہوں نے اُسے ہوا چلنے کے وقت بات کرنے سے منع کر دیا ہے۔"

مُولنسہ نے یہ گیت گایا تو محمد خوش ہو گیا اور ایک رطل شراب منگوا کر پی، مانی نے کہا اگر ان اشعار کا کہنے والا ان میں کچھ اضافہ کر دیتا تو کیا تھا ۔

"پس میں نے آہ بھری اور اپنے خیال سے کہا کہ اگر تو اس کے خیال سے
ملاقات کرے تو اُسے خاص طور پر میرا اسلام دینا، مجھے خوف ہے کہ وہ
میری بدبختی کی وجہ سے اُسے سونے سے روک دیں گے ۔"

اس نے پسلیوں کے اندر عشق کے چقماق کو روشن کر دیا اور اس نے اپنے حُسنِ نظام اور پوری طرح معانی تک پہنچ جانے کے ساتھ ساتھ پیاس کو، آبِ زلال سے زیادہ تیزی کے ساتھ جگر میں داخل کر دیا، محمد نے کہا اے مانی! تو نے بہت اچھا بیان کیا ہے پھر اس نے مُولنسہ کو حکم دیا کہ انہیں پہلے دو شعروں کے ساتھ ملا کر گائے تو اس نے ایسے ہی کیا اور پھر یہ دو شعر گائے ۔

"اے میرے دو دوستو! ناراض نہ ہو جاؤ، اور عاشق کے پاس ٹھہر
جاؤ زینب کے گھر کے پاس سے جب بھی ہمارا گذر ہوا، آنسوؤں نے
ہمارے پوشیدہ راز کو فاش کر دیا۔"

محمد نے تحسین کی تو مانی نے کہا اگر زیاتی کا خوف نہ ہوتا تو میں ان دو شعروں کے

ساتھ مزید دو شعر ملا دیتا، انہیں جب بھی کوئی عقل مند آدمی سنتا ہے ان کی تحسین کرتا ہے محمد نے کہا اے مانی! جو کچھ تو بیان کر رہا ہے اس کا شوق ہر خوف کے درمیان حائل ہے جو شعر تمہارے پاس ہیں انہیں لائیے تو اس نے کہا ؎

"وہ ہرنی، چاند کی طرح ہے اگر چٹان اس کو آنکھ سے دیکھ لے تو اُسے تل لگا دے اور جب وہ مسکراتی ہے تو میں اُسے بجلی کی چمک یا پروئے ہوئے موتی خیال کرتا ہوں۔"

اس نے کہا مانی! تو نے بہت اچھا کہا ہے ان اشعار کو پورا کرو ؎

"لذتیں اُسی کے ساتھ اچھی لگتی ہیں جس سے لذتیں مانوس ہوتی ہیں اس نے راگ گایا تو وہ آنسو آزاد ہو گئے جو صبر کے قید خانے میں محبوس تھے۔"

مانی نے کہا ؎

"اس نازک اندام محبوبہ سے دل کو کیسے روکا جا سکتا ہے اگر میں اُسے موانی کہوں تو اس پر ظلم کروں گا اور اگر اُسے جنت الفردوس میں لویا ہوا ابید مجنوں کہوں تو یہ میری جرأت ہو گی۔ اور اگر ہم نے اُسے انصاف کے ساتھ سمندر میں ڈوبا ہوا موتی کہیں تو یہ بھی انصاف کی بات نہ ہو گی۔"

پھر وہ خاموش ہو گیا تو محمد نے کہا اس نے اس کے اوصاف بیان کرنے میں حد سے تجاوز نہیں کیا تو مانی نے کہا ؎

"وہ اوصاف کے بیان سے بہت بڑی ہے اس کی تعریف کا کوئی خیال اس تک نہیں پہنچ سکتا۔"

محمد نے کہا تو نے بہت اچھا کہا ہے تو مؤلنہ نے کہا اے مانی تیرا شکریہ ادا کرنا واجب ہو گیا ہے تیرے زمانے نے تیری مدد کی ہے اور تیرا دوست تجھ پر مہربان ہے اور تیری خوشی تجھے آملی ہے اور تیرا خوف دُور ہو گیا ہے خدا تعالیٰ نے جس شخص کے ذریعے ہم کو اکٹھا کیا ہے اس سے ہماری ملاقات ہمیشہ باقی رکھے تو مانی نے اس کے یہ کہنے پر کہ تیرا دوست تجھ پر مہربان ہے" اُسے جواب دیتے ہوئے کہا ؎

"میرا کوئی دوست نہیں جو مجھ پر مہربانی کرے، میرے دل نے بے ہودہ باتوں کو خیرباد کہہ دیا ہے میں اس کے احسان سے ملا ہوا ہوں جس کی رسّی، بزرگی

کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور اس میں اس کے احسان سے قابل رشک ہوں جس
کی طبیعت سے بھلائی کی اُمید کی جاتی ہے۔"

پس ابن طالوت نے اُسے کھڑے ہونے کا اشارہ کیا تو وہ یہ اشعار کہتے ہوئے کھڑا ہوا ؎

"وہ ایک ایسا بادشاہ ہے جس کی نظیر بہت ہی کم پائی جاتی ہے، جسے
جامع الفضائل سرداروں نے زینت دی ہے وہ اپنی جماعت میں ظاہری ہے
لوگوں میں اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ ان کے لیے جان لڑاتے ہوئے ہے
جو اس کی تلوار سے شقی بنتا ہے اس کا خون ہواؤں کے چلنے کے ساتھ
بغیر بدلے کے چھوڑا ہوا ہے اے ابو العباس ادب کو محفوظ کر لے اس
کی دھار زمانے میں کند ہو گئی ہے۔"

محمد نے کہا، مجھ پر بغیر کسی پہلے احسان کے تیرے شکریے کا بدلہ دینا واجب ہو گیا ہے پھر اس نے ابن طالوت کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یہ آدمی کی رذالت، وقت کا ضیاع اور ادب کے جوہریوں کے مذہب میں نگاہ کا ظاہر سے اچٹنا نہیں ہے اور صالح بن عبد القدوس نے غلط نہیں کہا کہ ؎

"جو شخص اپنے لباس کو غبار کے خوف سے بچاتا ہے اور اس کی عزت
برباد ہو چکی ہے وہ تجھے تعجب میں نہ ڈالے بسا اوقات ایک جوان محتاج
ہو جاتا ہے تو اُسے میلے کپڑوں میں دیکھے گا مگر اس کی عزت داغدار
نہ ہو گی۔"

ابن طالوت نے کہا میں نے اس سے زیادہ حاضر دماغ آدمی نہیں دیکھا جب لونڈی نے اُسے کہا کہ

"تجھ پر تیرے دوست نے مہربانی کی ہے۔"

تو اس نے یہ شعر پڑھا ؎

"میرا کوئی دوست نہیں جو مجھ پر مہربانی کرے، میرے دل نے بے ہودہ
باتوں کو خیر باد کہہ دیا ہے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ محمد اس کی موت تک اُسے روزینہ دیتا رہا۔

المعتز اور اس کے ولی عہد

المعتز کو یہ خبر ملی کہ المؤید اس کے خلاف سازش کر رہا ہے اور اس نے غلاموں کی ایک جماعت کو اپنی طرف مائل کر لیا ہے تو اس نے المؤید اور ابو احمد کو قید کر دیا وہ دونوں ایک ماں باپ سے تھے، المؤید سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ولی عہدی سے علیحدگی اختیار کرے، چالیس لاٹھیاں کھانے کے بعد اس نے جواب دیا کہ وہ ولی عہد نہیں بننا چاہتا پھر المعتز کو مسلسل یہ اطلاعات ملنے لگیں کہ ترکوں کی ایک جماعت نے المؤید کو قید سے نکالنے کا فیصلہ کیا ہے جب ۲۲ رجب ۲۵۲ھ کا دن آیا تو المؤید کو مردہ حالت میں نکالا گیا، اس نے قاضیوں اور فقہا کو بلایا، انہوں نے اُسے دیکھا مگر کوئی نشان نہ ملا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُسے زہر آلود لحاف میں لپیٹ کر اس کی دونوں اطراف کو مضبوطی سے باندھ دیا گیا تھا یہاں تک کہ وہ اسی لحاف کے اندر ہی مر گیا، ابو احمد کی قید کو بھی سخت کر دیا گیا، وہ سرمن رائی میں گیا اور وہاں پر جو اس کا اعزاز و اکرام ہوا، اس کے اور اس کی قید کے درمیان چھ ماہ مین دن کا عرصہ پایا جاتا ہے پھر اُسے المؤید کے قتل کے پچاس دن بعد، ارمضان کو بصرہ بھیج دیا گیا اور اسماعیل بن قبیحہ کو المؤید کی جگہ ولی عہدی دے دی گئی، اسماعیل المعتز کا حقیقی بھائی تھا غلاموں کے سرداروں نے المعتز کے پاس آکر اس سے وصیف اور بغاء سے راضی ہونے کے متعلق پوچھا تو اس نے انہیں اس بات کا جواب دیا۔

اسی سال مصر میں زرافہ کی وفات ہوئی جو متوکل کے گھر کا منتظم تھا۔

حوادث

مکہ پر یوسف بن اسماعیل کا غلبہ ہو گیا تھا اس کی وفات اسی سال ہوئی اس نے اپنی وفات کے بعد اپنے بھائی محمد بن یوسف کو اپنا جانشین بنایا جو اس سے بیس سال بڑا تھا اس سال لوگوں کو اس کے باعث بڑی تکلیف پہنچی المعتز نے ابوالساج اشروسی کو حجاز کی طرف بھیجا تو محمد بن یوسف بھاگ گیا اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے۔

اسی سال حسن بن زید الحسینی کی سلیمان بن عبد اللہ بن طاہر سے لڑائی ہو گئی تو اس نے اُسے طبرستان سے نکال دیا اور اسی سال عیسیٰ بن شیخ الشیبانی مصر سے سامرا آیا اس کے ساتھ بہت سامال اور ابوطالب کے دیگر لڑکوں کے چھہتر آدمی تھے جو حضرت علیؓ حضرت جعفرؓ، اور حضرت عقیل کی اولاد میں سے تھے یہ لوگ حجاز سے اس فتنہ کے

خوف سے نکلے تھے جو حجاز سے مصر تک نازل ہوا تھا۔ پس المعتز نے ان کے حالات سے آگاہ ہو کر ان کی خبر گیری کرنے کا حکم دیا۔

اور عیسیٰ بن الشیخ کو فلسطین کا حاکم بنایا۔

اور اس سال (یعنی ۲۵۳ھ میں) صاحب دیارِ مصر صفوان العقیلی سامرا کی قید میں مر گیا اور اسی سال سامرا کے کرخیوں نے، وصیف ترکی کے ترکوں اور فراغنہ کو قتل کیا، بغاء ان سے بچ گیا اور مساور الشاری کا زور ہو گیا اور اس نے وصیف کی جگہ صالح بن وصیف کو مقرر کیا۔

بغاء الصغیر کی وفات

۲۵۴ھ میں بغاء الصغیر سامرا سے موصل کی جانب گیا تو اس کے گھر کے غلاموں کو پتہ چل گیا اور اس کے ساتھ جو فوج تھی وہ منتشر ہو گئی اور وہ بھیس بدل کر کشتی میں بیٹھ گیا تو بعض مغربی، سامرا کے پل پر اس پر پل پڑے اور وہ قتل ہو گیا اور اس کے سر کو سامرا میں نصب کر دیا گیا پھر اس کے سر کو بغداد لا کر پل پر نصب کر دیا گیا المعتز بغاء کی زندگی میں آرام کی نیند نہ سو سکتا تھا اور بغاء کے خوف کی وجہ سے دن رات ہتھیار بند رہتا تھا اور کہتا تھا کہ میں ہمیشہ اسی حالت میں رہوں گا یہاں تک کہ بغاء میرا سر لے لے گا یا میں اس کا سر لے لوں گا نیز وہ کہتا تھا کہ مجھے خوف ہے کہ بغاء آسمان سے مجھ پر نازل ہو جائے گا یا زمین سے میرے خلاف لڑائی کے لیے نکلے گا اور بغاء یہ عزم کیے ہوئے تھا کہ وہ پوشیدہ طور پر رات کو سامرا پہنچ جائے گا اور ترکوں کو المعتز سے روگرداں کر دے گا اور ان میں اموال کو تقسیم کرے گا اور وہ ایسا ہی تھا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

ترک اور المعتز

جب ترکوں نے دیکھا کہ المعتز ان کے سرداروں اور اپنے عمال کو سازش سے ان کے صحنوں میں قتل کر رہا ہے اور ان کو چھوڑ کر مغاربہ اور فراغنہ کا انتخاب کر رہا ہے تو وہ سب اکٹھے ہو کر اس کے پاس گئے یہ ۲۶ رجب ۲۵۵ھ کا واقعہ ہے اور اس کے افعال و ذنوب پر اُسے ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے اور اس سے اموال کا مطالبہ کرنے لگے ترکوں کے سرداروں کے ساتھ اس بات کی اسکیم بنانے والا صالح بن وصیف بھی تھا اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی مال نہیں جب المعتز ان کے ہاتھوں تنگ ہوا تو اس نے محمد بن الواثق کی طرف جو المہتدی کے لقب سے ملقب تھا، پیغام بھیجا، حالانکہ المعتز نے اُسے بغداد کی طرف جلاوطن کر کے اُسے وہاں قید کر لیا ہوا تھا

پس اُسے ایک دن رات میں سامرا لایا گیا راستے میں اُسے ایک دوست ملا، اور وہ محل میں داخل ہو گیا اس نے المعتز کو علیحدگی کے متعلق جواب دیا کہ وہ اُسے امان دیں نیز ابو محمد بن الواثق نے بادشاہ کے تخت پر بیٹھنے سے انکار کر دیا اُسے المعتز کے پاس لایا گیا اس وقت المعتز ایک میلی قمیض پہنے ہوئے تھا اور اس کے سر پر رومال تھا، جب محمد بن الواثق نے اُسے دیکھا تو جھپٹ کر اس سے معانقہ کیا اور دونوں تخت پر بیٹھ گئے محمد بن الواثق نے اُسے کہا اے میرے بھائی کیا بات ہے، المعتز نے جواب دیا ایک ایسی بات ہے جس کے کرنے کی میں طاقت نہیں رکھتا اور نہ اس کی اصلاح کر سکتا ہوں المہتدی نے چاہا کہ وہ درمیان میں پڑ کر المعتز اور ترکوں کے حالات درست کر دے، مگر المعتز نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور نہ وہ مجھے اس بات کے لیے راضی کر سکتے ہیں تو المہتدی نے کہا، میں آپ کی بیعت سے آزاد ہوتا ہوں، اس نے کہا تم آزاد ہو، اور جب اس نے اُسے بیعت سے آزاد کیا تو اس سے منہ پھیر لیا اُسے اس کے سامنے سے اُٹھا دیا گیا اور پھر واپس قید خانے میں بھجوا دیا گیا اور علیحدگی سے چھ دن بعد اُسے اس کے قید خانے میں قتل کر دیا گیا، جیسا کہ ہم اس باب کے شروع میں بیان کر آئے ہیں۔

شعراء نے المعتز کی علیحدگی اور قتل کے متعلق بہت کچھ کہا ہے اور اس کے بہت اچھے مرثیے بھی کہے ہیں اس دور کے شاعروں میں سے ایک شاعر اپنے قصیدے میں کہتا ہے۔

"اے آنکھ۔ آنسو بہانے میں بخل سے کام نہ لے اور بہترین دردمند کرنے والے اور دردمند ہونے والے کے مناقب بیان کر، اس کے شفیق خیر خواہ نے اس سے غداری کی ہے اور وہ جلدی سے ہلاک ہو گیا ہے ترکوں نے ناراض ہو کر صبح صبح اس پر حملہ کیا وہ اُسے علیحدہ کرنا چاہتے تھے میں اس علیحدہ ہونے پر قربان ہوں انہوں نے اُسے ظلم و جور سے قتل کر دیا ہے وہ بڑا کریم الاخلاق اور گھبرانے ▪ والا نہیں تھا وہ اپنے حسن کی وجہ سے چاند کی خوب صورتی پر غالب آ جاتا تھا اور تو اُسے عاجزی کا نمونہ پائے گا، اگر طلوع کے وقت سورج اسے دیکھ لے تو وہ طلوع ہونے سے رُک جاتا ہے وہ نہ فوج سے ڈرے ہیں اور نہ اُنہوں نے تلوار سے خوف کھایا ہے ہائے افسوس اس الگ ہو جانے ▪ والے مقتول پر، گننے اور

مانے والے کے درمیان ترک حکومت اور عالم کا مالک بن گیا ہے تو دیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بُری طرح قتل کرواکر ذلیل کرے گا۔"

اور ایک طویل قصیدہ میں اس کے متعلق کہتا ہے ؎

"جب لوگوں نے کہا کہ امام قتل ہوگیا ہے تو میری آنکھ آنسو بہانے لگی انہوں نے اُسے اس وقت ظلم وجور اور دھوکے سے قتل کیا ہے جب اس کی طرف انہوں نے آرام دہ موت کو بھیجا، اب اللہ تعالیٰ اس چہرے اور روح کو سرسبز وشاداب رکھے، اسے ترکو! تم عنقریب زمانے کی تلواروں کا شکار ہوگے جو زخم کو ٹھیک نہیں ہونے دیتیں آخر الامر تم تلواروں کے لیے تیار ہو جاؤ تم نے بہت بُرے کام کیے ہیں۔"

اور ایک دُوسرا شاعر ایک طویل قصیدے میں کہتا ہے ؎

"جب میری آنکھ نے لوگوں کے سردار کو الگ ہوتے دیکھا تو وہ آنسو بہانے لگی ہائے افسوس وہ کتنا بلند پایہ آدمی تھا جسے پیروکاروں نے قید کرلیا اور خود متبوع بن گئے، انہوں نے اس کے ذمے بغیر جُرم کیے ایک گناہ لگا دیا اور وہ ان میں مقتول ہوگیا اس کے چچا زادوں اور اس کے باپ کے چچا نے ذلت اختیار کرلی، اس بات سے بادشاہ دُرست نہیں ہوتا اور نہ دشمن خوراک دیتا ہے اور نہ وہ سب اکٹھے ہوتے ہیں۔"

المعتز، پہلا خلیفہ جو سنہری زیورات پر سوار ہوا

المعتز پہلا خلیفہ ہے جو سنہری زیورات پر سوار ہوا

اس سے قبل بنو عباس کے خلیفے اور بنو اُمیہ کی ایک جماعت — چاندی کے ہلکے زیورات پیٹیوں، تلوار کے پرتلوں، کاٹھیوں اور لگاموں کے ساتھ سوار ہوتے تھے مگر جب المعتز نے سنہری زیورات پر سواری کی تو لوگوں نے اس معاملے میں اس کی پیروی کی۔

المستعین پہلا خلیفہ جس نے گول ٹوپیاں پہنیں

اس سے پہلے المستعین نے کھلی گول ٹوپیاں پہننی شروع کیں ایسی ٹوپیاں پہلے نہیں دیکھی گئیں، اس نے ان کا عرض تین بالشت بنا دیا اور ٹوپیوں کو چھوٹا کروا دیا، اس سے پہلے وہ قاضیوں کی ٹوپیوں کی طرح لمبی ہوتی تھیں۔

علی بن زید اور عیسیٰ بن جعفر علوی

۲۵۵ھ میں کوفہ میں علی بن زید اور عیسےٰ بن جعفر علوی نے ظہور کیا تو ان کی طرف المعتز نے سعید بن صالح کو جو حاجب کے نام سے مشہور تھا، ایک عظیم فوج دے کر بھیجا، دونوں طالبیوں نے اپنے ساتھیوں کے منتشر ہو جانے کی وجہ سے شکست کھائی۔

اس سے قبل ہم اس کتاب میں اسماعیل بن یوسف بن ابراہیم بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کی وفات اور اہل مدینہ اور اہل حجاز کو اس کے زمانے میں جو تکلیف پہنچی اس کا ذکر کر چکے ہیں اور اس کی وفات کے بعد اس کے بھائی کے معاملہ کو بھی بیان کر آئے ہیں اس کا نام محمد بن یوسف تھا، اس کے بعد مدینہ کی جانب ابن موسےٰ بن عبداللہ بن موسےٰ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کا ظہور ہوا۔

جن طالبیوں کو تکلیف پہنچی

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں آل ابی طالب میں سے ظہور کرنے والوں کے دیگر حالات اور ان میں سے قید خانوں اور زہر خورانی اور قتل وغیرہ سے مرنے والوں کے واقعات بیان کر چکے ہیں، ان میں ایک عبداللہ بن محمد بن علی بن ابی طالب تھے جنہیں ابوہاشم کہتے تھے انہیں عبدالملک بن مروان نے زہر پلا دیا تھا اور محمد بن احمد بن عیسےٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب پر بصرہ میں سعید الحاجب نے حملہ کیا اور یہ مرنے تک قید خانے میں رہے ان کے ساتھ ان کا لڑکا علی بھی تھا، جب اس کا باپ مر گیا تو اُسے چھوڑ دیا گیا یہ المستعین کے زمانے کا واقعہ ہے، بعض لوگوں نے کچھ اور باتیں بھی بیان کی ہیں اور جعفر بن اسماعیل بن موسےٰ بن جعفر کو ابن اغلب نے ارضِ مغرب میں قتل کر دیا اور حسن بن یوسف بن ابراہیم بن موسےٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کو عباس نے مکہ میں قتل کر دیا وہ المعتز کے زمانے میں رَی سے علی بن موسےٰ بن اسماعیل بن موسےٰ بن جعفر بن محمد کو اُٹھا لایا اور وہ اسی کی قید میں ہی مر گئے اور سعید الحاجب نے مدینہ سے موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن حسن بن علی بن ابی طالب کو گرفتار کیا وہ حد درجہ کے عابد و زاہد تھے، ان کے ساتھ ادریس بن موسیٰ بھی تھا، جب سعید زبالہ کی طرف گیا تو بنی فزارہ وغیرہ کے لوگ اس کے ہاتھ سے موسیٰ کو چھڑانے کے لیے اکٹھے ہو گئے تو اس نے انہیں زہر دے دیا اور وہ وہیں مر گئے اور بنو فزارہ نے ان کے بیٹے ادریس بن موسےٰ کو چھڑا لیا۔

اور ۲۵۲ھ میں المعتز کی خلافت میں بصرہ میں بلالیہ اور سعدیہ کے درمیان فتنے کا آغاز ہوا جس کے نتیجے میں صاحب الزنج کا ظہور ہوا اور ہم نے اپنی کتابوں "اخبار الزمان" اور "الاوسط" میں ان واقعات کے علاوہ بھی المعتز کے حالات کا ذکر کیا ہے۔

باب پنجم

المہتدی باللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات ۲۹ رجب ۲۵۵ھ کو بدھ کے روز ظہر سے پہلے محمد بن ہارون الواثق کی بیعت ہوئی اُس کی ماں اُم ولد تھی اور روم کی رہنے والی تھی جسے قرب کہا جاتا تھا اس کی کنیت ابوعبداللہ تھی اور اس وقت اس کی عمر سینتیس سال تھی اور بعض کہتے ہیں کہ انتالیس سال تھی اور وہ چالیس سال مکمل کرنے سے قبل ہی ۲۵۶ھ میں قتل ہوگیا اور اس کی حکومت گیارہ ماہ رہی اور سامرا میں دفن ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی پیدائش ۲۱۸ھ میں ہوئی تھی۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دور کی ایک جھلک

اس کے وزراء المہتدی باللہ نے باوجود اپنی تھوڑی سی مدت خلافت کے ایک جماعت کو وزیر بنایا، وہ اس سے قتل وغیرہ سے بچ گئے، ان میں ایک شخص عیسیٰ بن فرخانشاہ بھی تھا۔

مظالم کا گنبد اور اس کی ہیئت کذائی المہتدی نے ایک گنبد بنایا جس کے چار دروازے تھے اور اس کا نام مظالم کا گنبد رکھا وہ اس میں عوام و خواص کے مظالم کے سُننے کے لیے بیٹھتا اور نیکی کا حکم دیتا اور بُرائی سے روکتا اس نے شراب کو حرام کر دیا، گلوکارہ لونڈیوں سے گانا سُننا بند کر دیا اور عدل و انصاف سے

کام لیا، اور وہ ہر جمعہ کو جامع مسجد میں حاضر ہوتا اور خطبہ دیتا اور لوگوں کی امامت کرواتا۔
پس عوام و خواص کو اس کی یہ روش گراں گزری کہ وہ انہیں ایک روشن اور واضح راہ پہ لیے جا رہا ہے لہٰذا انہوں نے اس کی خلافت کے زمانے کو طویل سمجھا اور اس سے اکتا گئے اور اس کے خلاف سازش کر کے اسے قتل کر دیا یہ واقعہ اس طرح ہے کہ موسیٰ بن بغا الکبیر ایک عامل تھا جو ری سے غائب تھا اور حسن بن زید الحسنی علوی وغیرہ سے برسرپیکار تھا اور ان دیلمیوں سے بھی نبرد آزما تھا جنہوں نے بلاد قزوین میں زبردستی داخل ہو کر وہاں کے لوگوں کو قتل کر دیا تھا، جب موسیٰ بن بغاء الکبیر کو المعتز کے قتل کی اطلاع ملی اور اس بارے میں صالح بن وصیف اور ترکوں کے کردار کے متعلق علم ہوا تو وہ المعتز کے ساتھ ہونے والے سلوک پر برا مناتے ہوئے ان علاقوں سے واپس لوٹ آیا اور سامرا کی طرف چل دیا۔

المعتز کے قتل کے متعلق اختلاف رائے

قبل ازیں ہم اس کتاب میں المعتز کے قتل کے واقعہ کو مجمل طور پر بیان کر آئے ہیں اور اس کے قتل کی کیفیت کو ہم نے واضح نہیں کیا اور لوگوں نے اس بارے میں بڑا کھل کر اختلاف کیا ہے میں نے اصحاب سیر، مؤرخین اور حکومتوں کے حالات پہ گہری نظر رکھنے والوں کو دیکھا ہے کہ وہ بھی اس کے قتل کے متعلق اختلاف کرتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ المعتز، المہتدی باللہ کی خلافت میں اس کی قید میں طبعی موت مر گیا تھا جیسا کہ ہم تاریخ کے حوالہ سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ قید میں اس کا کھانا پینا روک دیا گیا تھا اس لیے غذا نہ ملنے کی وجہ سے وہ فوت ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ کھولتے پانی سے اس کا حقنہ کیا گیا جس کی وجہ سے اس کے پیٹ میں ورم ہو گیا اور عباسیوں کے حالات سے دلچسپی رکھنے والے مؤرخین میں یہ بات مشہور ہے کہ اسے بالجبر گرم حمام میں داخل کیا گیا اور وہاں سے نکلنے نہ دیا گیا پھر ان میں بھی آگے اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اسے حمام میں اس وقت تک رکھا گیا یہاں تک کہ اس کی جان نکل گئی اور بعض کہتے ہیں کہ اسے اس وقت حمام سے نکالا گیا جب کہ اس کی جان گرمی کی شدت سے تلف ہوتی جا رہی تھی پھر اسے برف سے ٹھنڈا کیا ہوا پانی پلایا گیا جس سے اس کا جگر پھٹ گیا اور وہ فوراً ہی ٹھنڈا ہو گیا یہ واقعہ ۲ر شعبان ۲۵۵ھ کا ہے، ہم نے ان واقعات اور اختلافات

کو مبسوط طور پر اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں بیان کیا ہے۔

المہتدی اور صالح بن وصیف کے درمیان اختلاف

جب المہتدی کو موسیٰ بن بغاء کے دار الخلافہ کی طرف آنے کی خبر ملی تو اس نے برا منایا اور اسے لکھا کہ وہ اپنی جگہ پر قیام کرے اور اپنے مرکز کو نہ چھوڑے مگر موسیٰ بن بغاء نے ایک نہ مانی اور سرعت کے ساتھ چلتا ہوا سامرا آگیا یہ ۲۵۶ھ کا واقعہ ہے۔ صالح بن وصیف المہتدی کے ساتھ تدبیر امر کرتا تھا جب موسیٰ سامرا کے قریب آیا تو عوام الناس نے اپنی جگہوں پر اور دیگر مختلف لوگوں نے اپنے راستوں پر چلا کر کہا اے فرعون! موسیٰ آگیا ہے اور صالح بن وصیف کو جب موسیٰ کے آنے کا علم ہوا تو اس نے المہتدی سے اعراض کیا اور کہنے لگا کہ المہتدی نے خفیہ طور پر موسےٰ سے سامرا آنے کی مراسلت کی ہے اور بظاہر اس کو یہ لکھا ہے کہ وہ سامرا نہ آئے اور ترک جرنیلوں میں سے ایک جرنیل جسے بایکیال کہتے تھے وہ بھی حکومت پر اسی طرح غالب تھا، موسےٰ سامرا میں داخل ہوگیا یہاں تک کہ المہتدی کی کچہری میں پہنچ گیا جہاں وہ مظالم کی شکایات سننے کے لیے بیٹھا ہوا تھا اور کچہری عوام وخواص سے بھری ہوئی تھی، پس موسیٰ کے ساتھی کچہری میں داخل ہونے لگے اور لوگوں کو نہایت سختی سے گرزوں اور کلہاڑوں کی ضربیں لگا کر وہاں سے نکالنے لگے جس سے عوام نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ المہتدی ان کے فعل پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کھڑا ہوگیا مگر وہ ہنگامہ آرائی سے باز نہ آئے تو وہ غضب ناک ہو کر ایک طرف ہوگیا اور اس کے سامنے ایک گھوڑا لایا گیا جس پر وہ سوار ہوگیا اور اس نے محسوس کر لیا کہ لوگ خیانت کرنے لگے ہیں لہٰذا وہ یارجوج کے گھر چلا گیا اور اس گھر میں فروکش ہوگیا المہتدی کو بھی وہاں لے جایا گیا اور یہ وہاں پر موسےٰ بن بغاء کے ساتھ تین دن مقیم رہا اور موسےٰ نے اس سے عہد وپیمان لیے کہ وہ اس سے غداری نہیں کرے گا فوج کی اکثریت موسےٰ بن بغاء کے ساتھی تھے جس میں دین دار اور زاہد لوگ شامل تھے یہاں تک کہ فوج ان کے نقش قدم پر چلتی تھی اور وہ شراب نوشی بھی نہیں کرتا تھا، المہتدی کے اخلاق میں تندی تھی پس اس نے موسیٰ پر فخر کا اظہار کیا، قریب تھا کہ بات بگڑ جاتی، مگر موسیٰ نے اس پر مہربانی کی اور ان دونوں نے صالح بن وصیف کے قتل کی سازش تیار کی، موسےٰ کو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں صالح بن وصیف

اپنی روپوشی کی حالت میں ان کے خلاف سازش نہ کرے چنانچہ اس نے اس کی تلاش میں جاسوسوں کو بھیجا یہاں تک کہ اس نے اس پر حملہ کر دیا، جب صالح کو پتہ چلا کہ ان کا حملہ اس پر ہے تو وہ لڑا اور اس نے اپنی جان کی حفاظت کی اور قتل ہو گیا اس کا سر کاٹ کر موسیٰ بن بغاء کے پاس لایا گیا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے اس کے لیے حمام کو گرم کیا اور اُسے اس میں داخل کر دیا اور وہ اس میں مر گیا، جیسا کہ اس نے المعتز کے ساتھ کیا تھا۔

المہتدی کا قتل

مساور الشاری کی پوزیشن مضبوط ہو گئی اور وہ سامرا سے اپنی فوج میں آیا اور اس نے لوگوں کو بڑی تکالیف دیں، راہ گزاروں کے راستے بند ہو گئے اور بدو غالب آ گئے تو المہتدی نے موسیٰ بن بغاء اور بابکیال کو الشاری سے جنگ کرنے کرنے کے لیے بھیجا اور خود ان کے ساتھ ان کی مشایعت کو نکلا، پھر یہ دونوں بغیر جنگ کیے واپس لوٹ آئے، جب المہتدی کو ان کی واپسی کا علم ہوا تو اس نے باہر نکل کر سامرا کے پُل پر مغاربہ اور فراغنہ کی فوج کے ساتھ بابکیال سے جنگ کرنے کے لیے پڑاؤ ڈال دیا، بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ بابکیال نے موسیٰ کو المہتدی کا ایک خط پڑھایا جس میں موسیٰ کو قتل کرنے کے متعلق لکھا تھا اور یہ کہ اس نے موسیٰ کو بھی لکھا ہے کہ وہ بابکیال کو قتل کر دے پس وہ جس کام کی خاطر گئے تھے اس سے واپس آ گئے، اور بابکیال نے المہتدی کو دیکھا تو موسیٰ سامرا کے پیچھے سے، المہتدی سے جنگ کرنے سے بچنے کے لیے واپس لوٹ گیا، المہتدی اور بابکیال کے درمیان زبردست جنگ ہوئی جس میں بہت سے لوگ مارے گئے اور بابکیال شکست کھا گیا اور المہتدی اس پر غالب آ گیا تب بابکیال کی کمین گاہ میں بیٹھی ہوئی فوج نے المہتدی پر حملہ کر دیا جس میں یارجوج ترکی بھی شامل تھا تو المہتدی اور اس کے ساتھی بھاگ گئے، المہتدی سامرا میں عوام الناس سے مدد مانگتا ہوا داخل ہوا وہ بازاروں میں المدد المدد پکارتا مگر اس کا کوئی مددگار نہ تھا اور اس کے آگے آگے اس کے کچھ مددگار تھے تو وہ مدد سے مایوس ہو کر سامرا میں ابن خیعونہ کے گھر روپوش ہو گیا مگر لوگوں نے اس پر حملہ کر کے اُسے معزول کر دیا اور اُسے وہاں سے اٹھا کر یارجوج کے گھر لے گئے، اُسے کہا گیا، کیا تو لوگوں کو اس سیرت عظیمہ پر چلانا چاہتا ہے جس سے وہ واقف ہی نہیں اس نے جواب دیا کہ میں انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت اور خلفائے راشدین کی سیرت پر چلانا چاہتا ہوں، اُسے کہا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے لوگوں کے ساتھ تھے

جو دنیا سے بے رغبت تھے اور آخرت میں رغبت رکھتے تھے جیسے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ وغیرہ اور تو ترکوں، خزروں، فرغانیوں اور مغربیوں وغیرہ عجمیوں کے درمیان رہتا ہے جنہیں اس بات کا پتہ ہی نہیں کہ آخرت کے لیے ان پر کیا کام کرنے واجب ہیں اور ان کی غرض تو دنیا کو حاصل کرنا ہے پس تو ان لوگوں کو اس سیرت پر کیسے چلائے گا جس کا تو نے ذکر کیا ہے، اس قسم کی وہاں بہت سی باتیں ہوتی رہیں، پھر لوگوں نے اس کی بات مان لی —— جب یہ بات اختتام کو پہنچنے لگی تو ان میں سلیمان بن وہب کاتب —— اور بعض کہتے ہیں کہ کسی اور شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ تمہاری بُرائی رائے اور غلط تدبیر ہے اگر وہ تم کو زبان دے تو اس کی نیت تمہارے بارے میں کچھ اور ہے، اس نے کہا، یہ تم سب کو ختم کر دے گا اور تمہاری جمعیت کو پریشان کر دے گا، جب لوگوں نے یہ بات سُنی تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور خنجر لے کر آ گئے سب سے پہلے بابکیال کے عم زاد نے خنجر سے اس کی گردن کی رگوں پر زخم لگایا اور اس پر جُھک گیا تو زخم کے ملنے سے خون زور کے ساتھ نکلا اور وہ خون کو پینے لگا یہاں تک کہ سیر ہو گیا جب وہ المہتدی کے خون سے سیر ہو گیا تو کھڑا ہو گیا اور المہتدی فوت ہو گیا تو اس نے کہا اے میرے دوستو! میں المہتدی کے خون سے اسی طرح سیراب ہوا ہوں جیسے میں آج شراب سے سیراب ہوا ہوں۔

ہم نے المہتدی کے قتل کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس میں اختلاف کیا گیا ہے زیادہ مشہور وہی بات ہے جو ہم نے بیان کی ہے کہ اس کا قتل خنجر کے ذریعے ہوا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی شرمگاہ کو نچوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ وہ مر گیا اور بعض کہتے ہیں کہ اُسے دو بڑے بڑے تختوں کے درمیان رکھ کر رسیوں سے باندھ دیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گیا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی موت گلا گھونٹنے سے ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ اُسے قالینوں اور تکیوں میں لپیٹ دیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گیا، جب وہ مر گیا تو لوگ اس کے زہد و عبادت کے متعلق علم ہونے پر اس کے قتل کرنے پر پشیمان ہوئے اور اُسے گھما پھرا کر اس پر رونے لگے اور اس کا نوحہ کرنے لگے، بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۶ ارجب ۲۵۵ھ کا ہے اور موسیٰ بن بغاء اور یارجوج ترکی، ترکوں کے اس فعل میں شامل نہیں تھے۔

ترکوں کے غصّے کا سبب

ترکوں کو المہتدی پر بابکیال کے قتل کرنے کی وجہ سے غصّہ تھا اور یہ کہ بابکیال المہتدی کے ہاتھ لگ گیا

تو اس نے اُسے قتل کر دیا اور اُسے اس کے ساتھیوں کی طرف پھینک دیا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ سامرا والے پُل کی لڑائی میں مارا گیا تھا جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

اس کا دو کاتبوں کو قتل کرنا

المہتدی کو جب خلافت ملی تو اس نے احمد بن اسرائیل الکاتب اور ابو نوح الکاتب کو ۳ر رمضان کو جمعرات کے روز سامرا کے باب العامہ کی طرف نکالا، اور ان میں سے ہر ایک کو پانچ پانچ سو کوڑے مارے جس سے وہ دونوں مر گئے المہتدی نے انہیں یہ سزا اس لیے دی کہ وہ اس کے نزدیک شریعت کے مطابق اس سزا کے مستحق ہو چکے تھے۔

اس نے سترہ بیٹے اور چھ بیٹیاں چھوڑی ہیں۔

ابن المدبر

المہتدی نے احمد بن المدبر کو فلسطین کے خراج کا انچارج بنایا اس کے سب واقعات کو جو المہتدی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، ہم اپنی پہلی کتابوں میں بیان کر چکے ہیں ابن المدبر کیسے فلسطین پہنچا اور کیا کچھ سامرا لے کر آیا ان سب واقعات کو بھی ہم نے بیان کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ المعتز باللہ نے اسے شام کی طرف جلا وطن کر دیا تھا، احمد بن المدبر کے واقعات نہایت شاندار ہیں اور اس کے بھائی ابراہیم بن المدبر کے صاحب الزنج کے ساتھ بھی کچھ واقعات ہے جب اس نے اسے قید کر لیا تھا۔

ایک مفت خورے کے ساتھ

مسعودی بیان کرتا ہے کہ احمد بن المدبر کے لوگوں نے جو اچھے حالات تحریر کیے ہیں مفت خوروں کے واقعات سے متعلق ہیں، احمد محفل مے نوشی میں بہت کم بیٹھتا تھا اس کے سات ندیم تھے جن کے بغیر وہ کسی سے مانوس نہ تھا اور نہ ان کے سوا کسی کے ساتھ خوش ہوتا تھا اس نے انہیں اپنی صحبت اور محفل مے نوشی کے لیے منتخب کر لیا تھا ان میں سے ہر آدمی علم کی ایک نوع میں یگانہ تھا جس میں کوئی اس کا ہم پلہ نہ تھا ایک مفت خورہ جو ابن دراج کے نام سے مشہور تھا اور بڑا باکمال ادیب اور ہر ظریفانہ بات میں سب سے فائق آدمی تھا وہ ہمیشہ تاک میں رہتا یہاں تک کہ اُسے ندیموں کے ساتھ احمد بن المدبر کے بیٹھنے کا وقت معلوم ہو گیا، اس نے اس کے ندیموں کا سا لباس پہن لیا اور ان میں شامل ہو گیا اور اس کے حاجب نے خیال کیا کہ یہ بھی اس کے ندیموں میں سے کوئی صاحب علم و معرفت ہے، اُسے اس کی کوئی بات اوپری معلوم نہ ہوئی، احمد بن المدبر باہر نکلا اس نے

اسے لوگوں کے درمیان بیٹھے دیکھا تو اس نے اپنے حاجب سے کہا اس آدمی کے پاس جاکر کہو کہ کیا تجھے کوئی حاجت ہے؟ تو وہ حاجب کے ہاتھ میں گر پڑا اور اُسے معلوم ہو گیا کہ اس کے خلاف سازش مکمل ہو چکی ہے، اور ابن المدبر اس کے قتل کے سوا کسی سزا پر راضی نہ ہوگا، پس وہ اس کے پاس سے اپنی ٹانگیں گھسیٹتا ہوا گذرا تو اس نے اُسے کہا، استاذ تجھے کہنا تھا کہ کیا تجھے کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا اُسے کہہ دو کوئی حاجت نہیں، اس نے کہا اُسے واپس جاکر کہو تم کتنا عرصہ بیٹھے تھے؟ اس نے کہا اسے بڑے شخص ہم ایک گھنٹہ بیٹھے تھے اس نے کہا اسے واپس جاکر کہو، تو کون ہے؟ اس نے کہا اُسے کہہ دو اللہ تم پر رحم کرے میں مفت خورہ ہوں، تو ابن المدبر نے اُسے کہا تو مفت خورہ ہے اس نے جواب دیا ہاں اللہ تجھے عزت دے، اس نے کہا ہو سکتا ہے کہ لوگوں کے گھروں میں مفت خورے کے داخل ہونے اور فساد کرنے سے وہ بات بگڑ جائے جو خلوت میں اپنے ندیموں سے کرنا چاہتے ہیں اور وہ ان کے اسرار میں بھی دخل انداز ہو جائے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ شطرنج اور نرد کھیلنے والا ہو یا سارنگی یا ستار بجانے والا ہو، اس نے کہا خدا تیری مدد کرے میں یہ سب چیزیں بہت اچھی طرح جانتا ہوں، اس نے کہا تو اس کے کون سے کام جانتا ہے اس نے جواب دیا میں ان کے تمام اونچے کام جانتا ہوں، اس نے اپنے ایک ندیم سے کہا اس سے شطرنج کھیلو مفت خورے نے کہا اللہ تعالیٰ استاذ کا بھلا کرے، اگر میں بازی ہار گیا تو اس نے کہا ہم تجھے اپنے علاقے سے نکال دیں گے، اس نے کہا اگر میں بازی جیت گیا تو اس نے کہا ہم تجھے ایک ہزار درہم دیں گے اس نے کہا اللہ تیری مدد کرے تو ایک ہزار درہم لا دے کیونکہ ان کی موجودگی میں دل کو طاقت حاصل ہوتی ہے اور کامیابی کا یقین ہوتا ہے پس درہم لائے گئے اور وہ دونوں کھیلے اور مفت خورہ جیت گیا اور اس نے درہم حاصل کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو حاجب نے اپنا دفاع کرتے ہوئے کہا اللہ بھلا کرے اس کا خیال تھا کہ وہ اعلیٰ درجہ کا کھلاڑی ہے اور فلاں کا بیٹا جو نمبرا غلام ہے وہ اس سے جیت جائے گا، اس غلام کو لایا گیا تو مفت خورہ اس سے بھی جیت گیا اس نے اُسے چلے جانے کو کہا، اس نے کہا، نرد لاؤ، نرد لاکر کھیلی گئی تو وہ جیت گیا حاجب نے کہا اے میرے آقا یہ نرد کا اعلیٰ درجہ کا کھلاڑی نہیں، ہمارا مقدس دربان اس سے جیت جائے گا، دربان کو لایا گیا تو مفت خورہ اس سے بھی جیت گیا، اس نے اُسے کہا چلے جاؤ، اس نے کہا میرے آقا سارنگی لاؤ، سارنگی لائی گئی تو اس نے بہت اچھی سارنگی

بجائی اور گایا اور خوش کر دیا، حاجب نے کہا اے میرے آقا ہمارے پڑوس میں ایک ہاشمی شیخ رہتا ہے جو لونڈیوں کو سارنگی بجانا سکھاتا ہے وہ اس سے زیادہ ماہر ہے شیخ کو لایا گیا تو اس نے اس سے بھی زیادہ اچھی سارنگی بجائی، اس نے اسے کہا چلے جاؤ، اس نے کہا ستار لاؤ، ستار لائی گئی تو اس نے اس طرح ستار بجائی کہ لوگوں نے اس سے بہتر ستار بجانے والا دیکھا ہی نہ تھا اور آخر میں اس نے گیت بھی سنائے، حاجب نے کہا اللہ استاذ کا بھلا کرے ہمارے پڑوس میں فلاں ذخیرہ اندوز اس سے زیادہ ماہر ہے، ذخیرہ اندوز کو لایا گیا تو یہ اس سے بھی زیادہ ماہر اور اچھا ثابت ہوا تو ابن المدبر نے اُسے کہا کہ ہم نے تیرے لیے انتہائی جدوجہد کی لیکن تیرے ہنر کے سامنے ہم بے بس ہو گئے اب یہی صورت باقی رہ گئی ہے کہ ہم تجھے اپنے گھر سے نکال باہر کریں اس نے کہا اے میرے آقا میری ایک اچھی عادت باقی رہ گئی ہے اس نے پوچھا وہ کیا عادت ہے؟ اس نے کہا میرے لیے ایک کمان اور پچاس گولیوں کا حکم دے دیجیے اور اس حاجب کو چار گز کے فاصلہ پر کھڑا کر دیجیے میں ان سب گولیوں کو اس کی ڈبہ میں ماروں گا اور اگر ایک گولی بھی خطا جائے تو مجھے قتل کر دیا جائے، حاجب نے یہ بات سن کر شور و غل کیا اور ابن المدبر نے اپنی خلاصی اور مفت خورے کو اس کی مجلس میں داخل کرنے کے بارے میں حاجب سے جو کوتاہی ہوئی تھی، اس کی سزا اسی بات میں سمجھی، اس نے دو پالان لانے کا حکم دیا اور ایک کو دوسرے پر رکھ کر، حاجب کو ان دونوں کے اوپر باندھ دیا اور کمان اور بندوق مفت خورے کو دینے کا حکم دیا اس نے بغیر نشانہ خطا کیے اُسے گولیاں ماریں اور حاجب کے ساتھ جو کچھ ہوا اس پر ترس کھاتے ہوئے اس نے اُسے چھوڑ دیا، مفت خورے نے اُسے کہا کیا کوئی استاذ کے دروازے پر اس طرح کا اچھا کام کر سکتا ہے اس نے جواب دیا اے قرنان جب تک میری شرین میں گولیاں ہیں ایسا کوئی نہیں کر سکتا، مفت خوروں کے بہت سے واقعات ہیں جیسے متوکل کے ساتھ حلوے کے بارے میں نبان مفت خورے کا واقعہ، اس نے ایک سر سے لے کر اوپر تک قرآن مجید سے جو اعداد بیان کرنے شروع کیے ہم نے اپنی دو کتابوں "اخبار الزمان" اور "الاوسط" میں پوری شرح اور تفصیل سے اس کا ذکر کیا ہے اور اس کتاب میں ہم ان واقعات کی تھوڑی سی جھلک پیش کر رہے ہیں جن کا ذکر ہم پہلی کتابوں میں کر چکے ہیں۔

المہتدی کی سیرت | المہتدی نے اپنی حکومت میں میانہ روی اور دین داری کو اختیار کیا اس نے

علماء کو اپنا مقرب بنایا اور فقہاء کے مقام کو بلند کیا اور ان سے خوب حسنِ سلوک کیا وہ کہا کرتا تھا، اے بنو ہاشم مجھے عمر بن عبدالعزیز کے مسلک پر چلنے دو، میں تم میں ایسے ہوں گا جیسے بنو اُمیہ میں عمر بن عبدالعزیز تھے اور اس نے لباس، فرش اور کھانا پینا کم کر دیا اور سونے اور چاندی کے برتنوں کو خزانوں سے باہر نکالنے کا حکم دیا پھر ان برتنوں کو توڑ کر ان کے درہم اور دینار بنائے گئے پھر اس نے مجالس میں بنی ہوئی تصاویر کا رُخ کیا پس انہیں بھی مٹا دیا گیا اور جن دُنبوں اور مرغوں کو خلفاء کے سامنے لڑایا جاتا تھا اس نے انہیں ذبح کر دیا اور محبوس درندوں کو مار دیا اور ریشم اور ان کے تمام فرشوں کو جن کی شریعت اجازت نہیں دیتی اٹھوا دیا اور اس سے پہلے خلفاء ہر روز اپنے دستر خوانوں پر دس ہزار درہم خرچ کرتے تھے اس نے اس خرچ کو ختم کر دیا اور اس نے اپنے دستر خوان اور گزارہ کے لیے ہر روز ایک سو درہم مقرر کیا اور وہ مسلسل روزے رکھتا بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب وہ قتل ہوا تو جس جگہ وہ رہتا تھا وہاں سے اس کا سامان نکالا گیا تو وہاں سے ایک مقفل ٹوکری ملی، لوگوں کو خیال ہوا کہ اس میں مال یا جواہر ہیں جب اُسے کھولا گیا تو اس میں سے ایک اُونی چوغہ اور ایک طوق نکلا بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف اُون کا ایک چوغہ نکلا، اُنہوں نے اُس کے خادم سے پوچھا تو اس نے کہا جب رات چھا جاتی تھی تو وہ اسے پہن لیا کرتا تھا اور اپنے آپ کو طوق ڈال دیتا اور صبح تک رکوع و سجود میں مصروف رہتا وہ رات کو آخری عشاء کے بعد ایک گھنٹہ سوتا اور پھر اُٹھ جاتا اور اس نے اس کے ایک دوست سے اس کے قتل ہونے سے قبل سُنا کہ اس نے مغرب کی نماز پڑھی اور کھانا کھانے لگا تو وہ کہہ رہا تھا اے اللہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صحیح روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ تین آدمیوں کی دُعا کی قبولیت میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی، انصاف پسند حکمران کی دُعائیں، اور میں نے مقدور بھر اپنی رعیت میں عدل و انصاف کیا ہے اور مظلوم کی دعائیں اور میں مظلوم ہوں اور روزہ دار کی دُعائیں یہاں تک کہ وہ افطار کر دے اور میں روزہ دار ہوں پھر وہ ان کے خلاف بد دُعا کرنے لگا کہ وہ ان کے شر کو کافی ہو جائے۔

خلقِ قرآن کے متعلق ایک عجیب بات

صالح بن علی ہاشمی بیان کرتا ہے کہ میں ایک روز المہتدی کی مجلس میں مظالم کی فریاد کے دن حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ آدمی بڑی آسانی کے ساتھ اس کے پاس پہنچ جاتا ہے اور جو لوگ اس کے پاس فریاد کرتے ہیں وہ ان کے متعلق علاقوں میں چٹھیاں بھجوا رہا ہے تو مجھے

اس کی یہ بات بہت اچھی لگی اور میں اس کی طرف دیکھنے لگا جونہی اس نے چٹھیاں دیکھتے ہوئے میری طرف نگاہ اٹھائی تو میں نے نظر نیچی کر لی گویا اس کو میری دلی کیفیت کے متعلق پتہ چل گیا، اس نے مجھے کہا اے صالح میرا خیال ہے کہ تیرے دل میں کوئی بات ہے جسے تو بیان کرنا چاہتا ہے، میں نے کہا ہاں امیر المومنین یہی بات ہے، پھر وہ خاموش ہو گیا جب وہ اپنی کچہری سے فارغ ہوا تو اس نے مجھے حکم دیا کہ میں وہیں ٹھہرا رہوں اور وہ خود اٹھ کر چلا گیا، میں دیر تک بیٹھا رہا پھر اس نے مجھے بلایا، میں اس کے پاس گیا تو وہ مصلّٰے پہ بیٹھا ہوا تھا اس نے مجھے کہا اے صالح! کیا تو مجھے اپنے دل کی بات بتائے گا یا میں تجھے وہ بات بتاؤں؟ میں نے جواب دیا کہ امیر المومنین کا بیان کرنا ہی زیادہ اچھا ہے، اس نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ تو نے جو کچھ ہماری کچہری میں دیکھا ہے اُسے اچھا سمجھا ہے، میں نے کہا

اگر خلیفہ خلق قرآن کی بات نہ کرے تو میں اُسے اچھا سمجھتا ہوں اس نے کہا کہ میں بھی کچھ عرصہ اس کیفیت میں رہا ہوں یہاں تک کہ الواثق کے پاس شام کی سرحد سے اہل اذنہ میں سے فقہ و حدیث کا ایک دراز قد، خوب صورت شیخ آیا جو پابجولاں تھا اس نے بغیر کسی خوف کے سلام کہا اور مختصر سی دُعا کی، میں نے دیکھا کہ الواثق کی آنکھیں اس کے متعلق حیا اور نرمی پائی جاتی ہے، اس نے اُسے کہا اے شیخ ابو عبداللہ احمد بن ابی داؤد جو بات آپ سے پوچھتا ہے اس کا اُسے جواب دو، اس نے جواب دیا اے امیر المومنین احمد مناظرہ کے متعلق بہت کم جانتا ہے اور مناظرہ کرنے میں کمزور ہے میں نے دیکھا کہ الواثق کی طبیعت میں نرمی کی بجائے اس کے متعلق غضب ناکی پیدا ہو گئی ہے اور وہ اس سے کہنے لگا ابو عبداللہ مناظرہ کرنے میں کمزور ہے تو شیخ نے جواب دیا امیر المومنین ذرا نرمی اختیار کیجیے کیا آپ مجھے اس سے گفتگو کرنے کی اجازت دیتے ہیں، الواثق نے اُسے کہا میں تجھے اجازت دیتا ہوں تو شیخ نے احمد کی طرف متوجہ ہو کر کہا، اے احمد تو لوگوں کو کس بات کی طرف دعوت دیتا ہے اس نے جواب دیا کہ خلق قرآن کی بات کی طرف، شیخ نے کہا تیری یہ بات جس سے تو خلق قرآن کے قول کی طرف دعوت دیتا ہے یہ دین میں داخل ہے اگر دین میں داخل ہے تو اس قول کے بغیر دین مکمل نہیں ہوتا اس نے جواب دیا ہاں، شیخ نے کہا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس بات کی دعوت دی تھی یا ان کو چھوڑ دیا تھا، اس نے جواب دیا آپ نے لوگوں کو چھوڑ دیا تھا شیخ نے کہا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو جانتے تھے یا نہیں جانتے

تھے، اس نے جواب دیا، جانتے تھے، شیخ نے کہا تو لوگوں کو اس بات کی طرف کیوں دعوت دیتا ہے جس کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوت نہیں دی اور انہیں چھوڑ دیا تھا، تو احمد خاموش ہوگیا، شیخ نے کہا اے امیر المومنین! یہ ایک بات ہوئی، پھر اس نے تھوڑی دیر کے بعد کہا اے احمد، اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ کہ آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا ہے" اور تو کہتا ہے کہ خلق قرآن کے بغیر دین مکمل نہیں ہوتا، اور اللہ تعالیٰ اپنے اکمال و اتمام میں زیادہ سچا ہے یا تو اپنے کم کرنے میں سچا ہے، تو وہ خاموش ہوگیا، شیخ نے کہا اے امیر المومنین یہ دوسری بات ہوئی، پھر اس نے تھوڑی دیر کے بعد اسے کہا اے احمد! مجھے خدا کے اس قول کے متعلق بتائیے جو اس نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک..... الایۃ" اے رسول جو کچھ تجھ پر تیرے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچا دے، پس جس بات کی طرف تو لوگوں کو دعوت دیتا ہے کیا یہ بات بھی ان باتوں میں شامل ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو پہنچائی ہیں یا نہیں، تو وہ خاموش ہوگیا، تو شیخ نے کہا اے امیر المؤمنین یہ تیسری بات ہوئی، پھر اس نے تھوڑی دیر کے بعد کہا اے احمد مجھے بتائیے جس بات کی طرف تو نے لوگوں کو دعوت دی ہے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا اور خلق قرآن کی بابت بھی علم تھا، تو کیا آپ نے اُسے صحابہ سے روک کر اس میں گنجائش رکھی یا نہیں، احمد نے جواب دیا بلکہ آپ کے لیے اس میں گنجائش تھی، شیخ نے کہا اور اسی طرح ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کے لیے بھی گنجائش تھی اس نے جواب دیا ہاں، تو اس نے اپنے منہ کو الواثق کی طرف پھیر کر کہا اے امیر المومنین جب اس بات میں جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے لیے گنجائش تھی، ہمارے لیے گنجائش نہیں تو اللہ تعالیٰ ہمارے لیے گنجائش نہ کرے تو الواثق نے کہا ہاں! اگر اس بات میں جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے لیے گنجائش تھی، ہمارے لیے گنجائش نہیں تو اللہ تعالیٰ ہمارے لیے گنجائش نہ کرے، پھر الواثق نے کہا، اس کی بیڑی کاٹ دو، جب اس کی بیڑی کھول دی گئی تو اس نے بیڑی کو پکڑ لیا۔ الواثق نے کہا اسے چھوڑ دو، پھر وہ شیخ سے کہنے لگا، آپ نے بیڑی کو کیوں

پکڑا ہے، اس نے جواب دیا، میں نے اپنے دل میں ٹھانی تھی کہ میں اسے پکڑوں گا اور جب میں اسے قابو کر لوں گا تو وصیت کروں گا ——— کہ اسے میرے بدن اور کفن کے درمیان رکھ دیا جائے تاکہ میں کہوں اے میرے رب! اپنے اس بندے سے پوچھ کہ اس نے از راہِ ظلم مجھے کیوں بیڑی ڈالی اور کیوں میرے اہل کو میرے بارے میں خوفزدہ کیا یہ بات سن کر الواثق اور شیخ اور تمام حاضرین رو پڑے پھر الواثق نے اُسے کہا اے شیخ! مجھے اس بات سے بَری کر دو، اس نے کہا اے امیر المومنین! میں اس وقت تک اپنے گھر سے نہیں نکلا جب تک میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ان سے تیری قرابت کے باعث تجھے بَری نہیں کر دیا، تو الواثق کا چہرہ دمک اٹھا اور وہ خوش ہو گیا پھر الواثق نے اُسے کہا، میرے پاس ٹھہریے میں آپ سے محبت کروں گا، اس نے جواب دیا سرحد میں میری جگہ بہت فائدہ بخش ہے میں بوڑھا آدمی ہوں اور مجھے ایک کام بھی ہے الواثق نے کہا جو ضرورت ہے مانگو شیخ نے کہا، جس جگہ سے مجھے اس ظالم نے نکالا ہے، امیر المومنین مجھے اسی جگہ پر واپس جانے کی اجازت دیں، الواثق نے کہا میں نے آپ کو اجازت دی اور اُسے انعام دینے کا حکم دیا مگر اس نے انعام قبول کرنے سے انکار کر دیا اس گفتگو کی وجہ سے میں نے خلقِ قرآن کے مسئلہ سے رجوع کر لیا ہے اور میرا خیال ہے کہ الواثق نے بھی اس سے رجوع کر لیا تھا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ ایک روز المہتدی کے سامنے کتابوں کے خزانوں کے دفاتر پیش کیے گئے، کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتاب کی پشت پر یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں جو المعتز باللہ نے کہے تھے اور انہیں خود ہی لکھا تھا اور وہ شعر یہ تھے:۔

"میں طب میں اپنے درد کا علاج جانتا ہوں لیکن میں محبت اور فریب کے علاج کو نہیں جانتا میں نے محبت کے لیے جزع فزع کی اور نجار پر صبر کیا اور میں اپنی جزع فزع اور صبر پر بہت متعجب ہوں وہ کون ہے جسے درد، اس کے دوست سے غافل کر دیتا ہے، میرا درد، مجھے تمہاری محبت سے غافل نہیں کر سکتا اور میں اپنے دوست کو ملول نہیں کرتا، کاش میں ہمیشہ دوست کے ساتھ رہوں اور کاش دوست میرے ساتھ رہے۔"

یہ اشعار دیکھ کر المہتدی چیں بجبیں ہو گیا اور کہنے لگا یہ نو عمری اور جوانی کا غلبہ ہے۔ المہتدی اکثر ان اشعار میں سے پہلے شعر کو پڑھتا رہتا تھا۔

علی بن ابی طالب سے نوف کی روایت

محمد بن علی الربعی —— یہ ان لوگوں میں سے تھا جو اکثر المہتدی کے ساتھ رہتے تھے یہ اچھا مجلسی اور لوگوں کے واقعات و حالات کا واقف تھا —— بیان کرتا ہے کہ میں المہتدی کو شب باشی کرلیا کرتا تھا ایک رات اس نے مجھے کہا کیا تو اس روایت سے واقف ہے جو نوف نے حضرت علی رضؓ سے بیان کی ہے جب وہ انہیں شب باشی کرایا کرتا تھا میں نے کہا اے امیر المومنین میں اُسے جانتا ہوں، نوف نے بیان کیا کہ میں نے ایک رات حضرت علی رضؓ کو اکثر باہر جاتے، آتے اور آسمان کی طرف نظر اُٹھاتے دیکھا —— پھر آپ نے مجھے کہا اے نوف! کیا تو سویا ہوا ہے میں نے کہا بلکہ دیکھ رہا ہوں، اے امیر المومنین میں اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، آپ نے فرمایا اے نوف! دنیا میں زُہد اختیار کرنے والوں اور آخرت میں رغبت کرنے والوں کو خوشخبری ہو، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی زمین کو بچھونا اور اس کی مٹی کو بستر اور اس کے پانی کو طیب، اور کتاب کو بدن کے ساتھ لگنے والا لباس اور دُعا کو اس کے اُوپر کا لباس بنایا ہے پھر انہوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے طریق پر دُنیا سے قطع تعلق کرلیا ہے اے نوف! اللہ تعالےٰ نے اپنے بندے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ بنی اسرائیل سے کہہ دو کہ وہ میرے پاس خوف زدہ دلوں، نیچی نگاہوں اور صاف ہتھیلیوں کے ساتھ آئیں اور انہیں یہ بھی بتا دو کہ میں نہ ان میں سے کسی کی اور نہ اپنی مخلوق میں سے کسی ظلم کرنے والے کی دُعا کو قبول کروں گا۔ محمد بن الربعی بیان کرتا ہے خدا کی قسم یہ روایت المہتدی نے خود اپنے ہاتھ سے لکھی اور میں نے اُسے نصف رات کو اپنے خلوت خانہ میں روتے ہوئے یہ کہتے سُنا، اے نوف دُنیا میں زُہد اختیار کرنے والوں کو خوشخبری ہو اور وہ آخر تک اس روایت کو بیان کرتا رہا یہاں تک کہ ترکوں نے اُسے قتل کر دیا۔

حُبِّ دُنیا کی بیماری

محمد بن علی بیان کرتا ہے کہ ایک روز میں نے خلوت میں المہتدی سے کہا، اس روز ہم نے دُنیا کی آفات اور اس میں رغبت کرنے والوں اور اس سے انحراف اور زہد اختیار کرنے والوں کا بہت ذکر کیا تھا... اے امیر المومنین ایک عقلمند انسان کو جو دُنیا کی آفات اور اس کے جلد زوال پذیر ہونے کو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ اپنے طالبوں کو دھوکا دیتی ہے، کیا وجہ ہے کہ وہ پھر بھی اس سے محبت

کرنا اور اس سے مانوس ہوتا ہے، المہتدی نے جواب دیا یہ بات اس کے لیے جائز ہے کیونکہ وہ اسی سے پیدا ہوا ہے اور وہ اس کی ماں ہے اور اسی میں وہ پروان چڑھا ہے اور یہ اس کی زندگی ہے، اور اسی میں اس کا رزق ہے اور یہ اس کی حیات ہے اور اسی میں اس کی واپسی ہے اور یہ اُسے کافی ہے، اور اسی میں وہ جنت حاصل کرتا ہے اور یہ اس کی سعادت کا مبداء ہے اور دُنیا صالحین کے لیے جنت کا پُل ہے پس وہ اس راستے کو کیوں نہ پسند کرے جو سالک کو جنت کی لازوال نعمتوں کی طرف لے جاتا ہے اور اگر وہ جنت کا مستحق ہے تو وہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کلام علی بن حسن بن علی بن ابی طالب کا ہے آپ نے یہ بات ایک سائل کے جواب میں فرمائی تھی اور یہ امیر المومنین علی بن ابی طالب کے کلام سے ماخوذ ہے جب ایک آدمی نے آپ کے سامنے دُنیا کی مدح کی اور ایک مذمت کرنے والے نے اس کی مذمت کی، جیسا کہ ہم اس کتاب میں اس سے قبل آپ کے زہد اور حالات کے باب میں بیان کر آئے ہیں۔

بصرہ میں صاحب الزنج کا خروج

مسعودی بیان کرتا ہے کہ المہتدی کے دورِ خلافت میں بصرہ میں صاحب الزنج نے خروج کیا، یہ ۲۵۵ھ کا واقعہ ہے اس کا خیال تھا کہ وہ علی بن محمد بن احمد بن علیٰی بن زید بن علی بن حسن بن علی بن ابی طالب ہے اور اکثر لوگوں کا قول ہے کہ وہ آلِ ابوطالب کا لے پالک تھا جسے وہ اچھا نہ سمجھتے تھے وہ رَی کے مضافات کی ایک بستی ورزنین کا رہنے والا تھا اس کے افعال سے اس تہمت کی تصدیق ہوگئی کہ وہ خوارج میں سے ازارقہ کی رائے رکھتا تھا اور قتل کا استحقاق نہ رکھنے والوں، مثلاً عورتوں، بچوں اور شیخِ فانی کو اس کا قتل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ازرقی تھا اور اس کا ایک خُطبہ بھی ہے جس کے آغاز میں وہ کہتا ہے لاالہ الااللہ، واللہ اکبر، الالاحکم الا اللہ وہ سب گناہوں کو شرک سمجھتا تھا اس کے انصار زنگی تھے، اس کا ظہور ۲۷ رمضان کو جمعرات کی شب کو ۲۵۷ھ میں بصرہ کے دو شہروں کرخ اور الفتح کے درمیان بئر نخل پر ہوا، اس نے ۲۵۷ھ میں بصرہ پر قبضہ کر لیا اور ۲ صفر ۲۷۰ھ کو ہفتے کی رات کو قتل ہوگیا یہ المعتمد علی اللہ کی خلافت کے زمانے کا واقعہ ہے، لوگوں نے اس کے حالات اور اس کی جنگوں وغیرہ کے بارے میں بہت سی کُتب تصنیف کی ہیں، یہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے حالات اور اپنے کام کے آغاز اور بحرین کے علاقے کی طرف جانے کے واقعات کو تصنیف کیا اور اعراب کے ساتھ

اُسے جو واقعات پیش آئے یعنی محمد بن حسن بن سہل کے ساتھ انہیں بھی اس نے لکھا، محمد، مامون کے ساتھی فضل بن سہل کا بھتیجا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جو المعتضد باللہ کے ساتھ معاملہ رکھتا تھا جس کا ہم ذکر کر آئے ہیں اور قبل ازیں یہ بات لوگوں میں مشہور تھی، اور اس کا معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اس نے اُسے مُرغ کی طرح آگ پر رکھ دیا اور اس کی جلد پھول پھٹ گئی۔

لوگوں نے صاحب الزنج کا ذکر مشہور واقعات کے طور پر اپنی کتب میں کیا ہے اور ہم نے اس کے سب حالات، اور بصرہ میں بلالیہ اور سعدیہ کے معاملہ کا آغاز کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور ہم عنقریب اس کتاب میں مناسب موقع پر اس کے حالات اور اس کے قتل کے واقعہ کی ایک جھلک دکھائیں گے۔

عمر بن بحر الجاحظ

مسعودی بیان کرتا ہے کہ عمر بن بحر الجاحظ کی وفات ۲۵۵ھ میں ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ ۲۵۶ھ میں ہوئی، عمرو بن بحر الجاحظ کی وفات ماہِ محرم میں بصرہ میں ہوئی، رواۃ اور اہل علم میں سے کسی شخص کو اس بات کا پتہ نہیں کہ اکثر کتب جاحظ کی تالیف میں جہاں اس نے اپنا قول عثمانیہ کے حوالہ سے لکھا ہے اور ابوالحسن المدائنی بہت سی کتب کا مصنف ہے مگر جاحظ سے اپنے مشہور انحراف کے باوجود ـــــ وہی باتیں بیان کرتا ہے جو اس نے جاحظ سے سُنی ہیں یا جاحظ نے لکھی ہیں ـــــ جو اذہان کے زنگ کو صاف کرتی اور واضح بُرہان کو نمایاں کرتی ہیں کیونکہ اس نے انہیں بہت اچھی طرح منظم و مرتب کیا ہے اور بے شمار الفاظ سے منظم و مرتب کیا ہے اور بے شمار الفاظ سے آراستہ کیا ہے جب وہ قاری یا سامع کی اکتاہٹ کو محسوس کرتا ہے تو سنجیدگی سے ہزل گوئی اور حکمتِ بلیغہ سے ظرافت نادرہ کی طرف آ جاتا ہے اور اس نے بہت خوب صورت کتابیں لکھی ہیں جن میں "کتاب البیان والتبیین" ہے یہ سب سے اعلیٰ کتاب ہے جس میں اس نے منظوم و منثور کلام، بہترین اشعار، شاندار واقعات اور بلیغ خطبات کو جمع کر دیا ہے اگر کوئی شخص اسی کے پڑھنے پر اکتفا کرے تو وہ اسے کفایت کر جائے نیز "کتاب الحیوان" "کتاب الطفیلیین"، کتاب البخلاء اور اس کی دیگر کتب بھی نہایت اعلیٰ درجے کی ہیں جن میں اس نے تعصب و دفع حق کا قصد نہیں کیا اور سلف وخلف معتزلہ میں اس سے زیادہ فصیح شخص کوئی نہیں ہوا، یہ ابراہیم بن سیار النظام کا غلام تھا اور اسی سے اس نے سب کچھ سیکھا اور اخذ کیا ہے، یموت بن المزرع ـــــ جاحظ اس کا ماموں تھا ـــــ بیان کرتا ہے کہ میرے ماموں کے پاس مرض الموت میں بصرہ سے اس کے

چند دوست آئے اور اس کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں دو جگہوں سے علیل ہوں ایک بیماریوں سے اور دوسرے قرض سے پھر کہنے لگا کہ میں اس متناقض بیماری میں مبتلا ہوں جس کی تھوڑی سی مقدار سے مرجانے کا خوف ہوتا ہے اور اس کو ستر سالوں سے زیادہ نے بڑھا دیا ہے یعنی ستر سال سے زیادہ عمر نے بیماری کو بڑھا دیا ہے۔

یموت بن المزرع بیان کرتا ہے کہ وہ اپنے نصف دائیں حصے کو شدتِ حرارت کی وجہ سے صندل اور کافور سے لیپ کیے رکھتا تھا اور دوسرے نصف حصے کو اگر قینچیوں سے بھی کاٹ دیا جائے تو اُسے ٹھنڈک اور سُن ہونے کی وجہ سے پتہ بھی نہ چلتا تھا۔

ابن المزرع بیان کرتا ہے کہ میں نے اُسے کہتے سُنا کہ میں نے بصرہ میں ایک آدمی کو دیکھا جو صبح و شام لوگوں کی ضروریات میں لگا رہتا تھا میں نے اُسے کہا تو نے ان کاموں کی وجہ سے اپنے بدن کو تھکا لیا ہے اور اپنے کپڑوں کو بوسیدہ کر لیا ہے اور اپنے ترکی گھوڑے کو لاغر کر لیا ہے اور اپنے غلام کو قتل کر دیا ہے پس تجھے راحت و قرار نہیں مل سکتا کاش تو کچھ اعتدال سے کام لیتا، تو اس نے جواب دیا میں نے سحری کے وقت درختوں کی چوٹیوں پر پرندوں کے چہچہانے کو سُنا ہے اور خوب صورت گلوکارہ لونڈیوں کو ستار بجاتے سُنا ہے پس میں کسی نغمہ سے اتنا خوش نہیں ہوا جتنا میں کسی کے ساتھ نیکی کر کے یا کسی کی حاجت پوری کر کے خوش ہوتا ہوں۔

یموت ابن المزرع

یموت کسی مریض کی عیادت، اس خوف سے نہیں کیا کرتا تھا کہ کہیں وہ اس کے نام سے بدشگونی نہ لے لے، اس کے واقعات اور اشعار بہت شاندار ہیں وہ بلادِ اردن کے شہر طبریہ میں سکونت پذیر ہو گیا تھا جو شام کے علاقے میں ہے اور وہیں اس کی وفات ہوئی تھی یہ واقعہ ۳۰۰ھ کے بعد کا ہے، وہ صاحب علم و نظر و معرفت و جدل تھا اس کا ایک لڑکا تھا جسے مہلہل بن یموت بن المزرع کہتے تھے جو اس وقت یعنی ۳۳۲ھ کے بہترین شاعروں میں سے ہے، اس کے متعلق اس کا باپ یموت بن المزرع کہتا ہے ؎

اے مہلہل میں نے زمانے کو آزمایا ہے اور سخت زمانے نے میرا مقابلہ کیا ہے اور میں نے ہر جگہ پر لوگوں کا مقابلہ کیا تو اس نے کمینے اور گھٹیا لوگ میرے مطیع بنا دیے اور اس نے میرے دل کو دردمند کر دیا وہ ایک کریم شخص ہے

جسے سرکش زمانے نے کاٹ کھایا ہے، قدیم لوگوں کا ضائع ہو جانا ہی کافی کرب انگیز ہے اور غلام زادوں کے لیے تخت ہیں اور میری آنکھ سونے کے بعد اس خوف سے بیدار رہی ہے کہ میرے مرجانے کے بعد تو ضائع ہو جائے گا اور تیرے جیسے بچے کے متعلق مجھے خدا تعالیٰ کی مہربانی سے صبر ملتا ہے خواہ میں مرجاؤں یا زندہ رہوں اور اگر میری موت کے بعد تیری ہڈی مضبوط ہو جائے تو تجھے بڑی آفت قطع نہ کر دے اور کہہ دے کہ میرا باپ سخی تھا اور اگر پوچھا جائے کہ تیرا باپ کون تھا تو کہہ دے کہ وہ یموت تھا، دور و نزدیک کے لوگ علم کی وجہ سے تیرا اقرار کریں گے اور افترا اور جھوٹ سے سامع کو ششدر کر دینے والا بھی اس کا انکار نہیں کرے گا۔"

المہتدی کے شاندار حالات و واقعات کو ہم اپنی گزشتہ کتب میں بیان کر چکے ہیں۔

واللہ ولی التوفیق۔

باب ششم

المعتمد علی اللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات المعتمد احمد بن جعفر المتوکل کی بیعت ۱۶ رجب ۲۵۶ھ کو منگل کے روز ہوئی اس وقت اس کی عمر پچیس سال تھی اس کی کنیت ابو العباس تھی اس کی ماں اُم ولد تھی اور کوفہ کی رہنے والی تھی جسے فتیان کہا جاتا تھا اس کی وفات رجب ۲۷۹ھ کو اڑتالیس سال کی عمر میں ہوئی اور اس کی خلافت تیئس سال رہی۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دَور کی ایک جھلک

اس کے وزراء جب المعتمد کو خلافت ملی تو اس نے عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو وزیر بنایا جو المتوکل کا وزیر تھا اور جب عبید اللہ فوت ہوگیا تو اُس نے حسن بن مخلد کو وزیر بنایا، پھر سلیمان بن وہب وزیر بنا اور اس کے بعد صاعد کو وزارت ملی۔

صاحب الزنج کی جنگ المعتمد نے اپنے بھائی ابو احمد الموفق اور علی مفلح کو ربیع الاوّل ۲۵۸ھ کی پہلی جمعرات کو خلعت دیا اور ان دونوں کو صاحب الزنج کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بصرہ بھجوایا پس مفلح ترکی نے ۱۸ جمادی الاولیٰ ۲۵۸ھ کو منگل کے روز صاحب الزنج پر حملہ کر دیا، مفلح کی کنپٹی میں تیر لگا اور وہ بدھ کے روز مر گیا اُسے سامرا لا کر دفن کیا گیا اور ابو احمد صاحب الزنج سے جنگ کرنے سے پہلوتہی کر گیا۔

بارھواں امام

۲۶۰ھ میں ابو محمد حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کو المعتمد کی خلافت میں گرفتار کر لیا گیا اس وقت ان کی عمر انتیس سال تھی اور وہ مہدی منتظر کے باپ تھے اور امامیہ میں سے قطعیہ فرقہ کے نزدیک وہ بارھویں امام ہیں اور یہی جمہور شیعہ ہیں انھوں نے امام حسن بن علی کی وفات کے بعد آل نبی میں سے مہدی منتظر کے متعلق اختلاف کیا اور بیس فرقوں میں منقسم ہو گئے اور ہم نے اپنی کتاب "سر الحیاۃ" اور المقالات فی اصول الدیانات "میں تمام فرقوں کے دلائل کا ذکر کیا ہے اور مسئلہ غیب وغیرہ کو بھی بیان کیا ہے۔

المہتدی، المعتز کی ماں قبیحہ اور عبداللہ بن المعتز اور اسماعیل بن المتوکل اور طلحہ بن المتوکل اور عبدالوہاب بن المنتصر کو مکہ لے گیا اور جب المعتمد کو خلافت مل گئی تو انہیں سوار کروا کر سامرا بھجوا دیا۔

یعقوب الصفار

۲۶۲ھ میں یعقوب بن لیث الصفار بہت بڑی فوج کے ساتھ عراق کی طرف گیا اور دجلہ کے کنارے واسط اور بغداد کے درمیان دیر العاقول میں فروکش ہوا۔ ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں بلاد سجستان میں یعقوب بن لیث کے حالات کا آغاز اور صغر سنی میں اس کے صفار ہونے اور سجستان کے رضا کاروں میں سر فروشوں سے جنگ کے لیے جانے اور درہم بن نصر سے رابطہ کرنے کے حالات بیان کیے ہیں نیز سر فروشوں کے شہر شاورق، جو بلادِ سجستان کے قریب ہے اور "اوق" کے نام سے مشہور ہے اس کے حالات بھی بیان کر آئے ہیں یہاں تک کہ یعقوب ترقی کرتا ہوا بلادِ زابلستان میں داخل ہو گیا۔ یہ علاقہ فیروز بن کبک شاہ زابلستان کا ہے اور ہندوستان کے بادشاہ کے ایلچی کے ساتھ بسط کے پل پر اس کی جو بات چیت ہوئی اور اس کے ہرات و بلخ کے علاقے میں جانے اور بلاد نیشاپور میں داخل ہونے کے لیے تدبیر کرنے اور محمد بن طاہر بن عبداللہ بن طاہر بن الحسین کو گرفتار کرنے اور پھر بلادِ طبرستان میں داخل ہونے اور حسن بن زید الحسنی پر حملہ کرنے کو بیان کر چکے ہیں قبل ازیں ہم حمزہ بن ادرک خارجی کے حالات اور عبداللہ بن طاہر کے زمانے میں اس کی جو پوزیشن تھی اسے بیان کر چکے ہیں خوارج کا الحمزیہ فرقہ اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے نیز ہم یعقوب بن لیث کے حالات ابتدا سے لے کر اس کی وفات تک جو جندی سابور ضلع اہواز میں ہوئی، آخر تک بیان کر چکے ہیں۔

جب یعقوب بن لیث دیر العاقول میں فروکش ہوا تو معتمد اس کے مقابلہ میں نکلا اور اس نے ۳ جمادی الآخرۃ ۲۶۲ھ کو ہفتہ کے روز سامرا کے مشہور مقام القائم میں پڑاؤ ڈالا اور اپنے بیٹے المفوض کو خلیفہ بنایا اور المعتمد ۶ رجب ۲۶۲ھ کو جمعرات کے روز بنی کوما کے السیب میں پہنچا اور اتوار کے روز ۹ رجب کو السیب اور دیر العاقول کے درمیان اصطربد کے مقام پر الصفار کے ساتھ نبرد آزما ہوا، اور اس نے الصفار کو شکست دی اور اس کی فوج کو لوٹنا مباح کر دیا اور اس کے ساتھیوں سے دس ہزار جانور چھین لیے۔ یہ شکست اس طرح ہوئی کہ اس نے السیب کی مشہور نہر کو توڑ دیا اور پانی نے صحرا کو بھر دیا الصفار کو پتہ چل گیا کہ یہ حیلہ اس کے خلاف کامیاب ہو گیا ہے اور اس نے سلطان کے ساتھیوں پر اس روز پندرہ سولہ حملے کیے ابراہیم بن سیما، غرق ہو گیا اور اس کے ہاتھ سے بے شمار مخلوق قتل ہوئی اور اس نے محمد بن اوزامش ترکی کو بھی نیزہ مارا وہ خیال کرتا تھا کہ یہ خادم ہے اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں نے ان کی فوج میں اس خادم جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا، اس روز الصفار نے میمنہ کا قصد کیا ——— تو وہاں موسیٰ بن بغاء موجود تھا ——— اس نے بے شمار لوگوں کو قتل کیا جن میں المغربی بھی شامل تھا جو المبرقع کے نام سے مشہور تھا، الصفار اور اس کے خاص دوست خود بچ گئے، المعتمد کی فوج اور کشتیوں والوں نے اس کا تعاقب کیا اور اپنی تعداد اور مال سے بھی زیادہ مال غنیمت حاصل کیا اور محمد بن طاہر بن عبداللہ کو جو مقید تھا، چھڑایا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں وہ نیشاپور میں قید تھا اور اس کے ساتھ علی بن حسین قریشی بھی تھا، الموفق آیا تو محمد بن طاہر کے دل میں کوئی خیال آیا تو اس نے اس کی بیڑیاں کھلوا دیں اور اُسے خلعت دیا اور دوبارہ اُسے اپنا عہدہ دے دیا اور بعض کہتے ہیں کہ اس روز الصفار کی شکست کا سبب نہر کے ٹوٹنے اور گھوڑوں کے مشکل میں پھنس جانے کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی تھا کہ سعید بن صالح حاجب کا غلام نصیر دیلمی، دجلہ کی وادی میں فوج سے الگ ہو جانے والے لوگوں میں تھا، پس وہ الصفار کی فوج کے پچھلے حصے اور عام لوگوں میں مل گیا، اس نے ان منتشر لوگوں سے باہر نکل کر اونٹوں، خچروں، گدھوں اور گھوڑوں پر آگ پھینکی، اس کی فوج میں پانچ ہزار تیز رفتار بختی اونٹ تھے، اونٹ فوج میں منتشر ہو گئے اور خچر اور گھوڑے بدک گئے اور جب لوگوں نے اس کے متعلق سُنا اور اُسے دیکھا کہ وہ اپنی فوج اور عوام کے ساتھ ان کے پیچھے لگا ہوا ہے تو الصفار کے

میدان میں لوگ پریشان ہو گئے اور اُسے شکست ہو گئی جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یعقوب بن لیث نے اپنے اس سفر میں یہ اشعار کہے تھے اور وہ المعتمد اور اس کے ساتھی غلاموں کے خلاف دین کے ضائع کرنے اور صاحب الزنج کے متعلق سُستی سے کام لینے کی وجہ سے ناراض ہو کر نکلا تھا وہ کہتا ہے ؎

"میں خراسان اور ایران کے مضافات کو قبضہ میں رکھتا ہوں اور میں عراق کے بادشاہ سے بھی مایوس نہیں، اور جب امور دین ضائع ہو جائیں اور غیر مستحکم اور بوسیدہ ہو جائیں تو وہ مٹے ہوئے نشانات کی طرح ہو جاتے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کی مدد سے نصرت و برکت کے ساتھ نکلا جب کہ ہدایت کا علمبردار، حفاظت نہیں کر رہا تھا۔"

الصفار کی وفات ۲۳ر شوال ۲۶۵ھ کو منگل کے روز جندی پور میں ہوئی اور اس نے اپنے بیت المال میں پچاس لاکھ درہم اور آٹھ ہزار دینار چھوڑے اور اس کا بھائی عمرو بن لیث اس کا جانشین بنا۔

الصفار کی سیاست

یعقوب بن لیث کی سیاست اپنے فوجی جوانوں کے ساتھ اس قسم کی تھی کہ گزشتہ اقوام کے ایرانی بادشاہوں اور دیگر خلف و سلف میں اس کی مثال نہیں سُنی گئی وہ اس کے احکام کی نہایت احسن رنگ میں اطاعت اختیار کرتے تھے، کیونکہ اس نے انہیں اپنے حسنِ سلوک سے جمع کیا تھا اور ان کو نیکی سے ڈھانپ لیا تھا اور ان کے دلوں کو اپنی ہیبت سے پُر کر دیا تھا۔

اس کے پیروکاروں کا اس کی اطاعت کرنا

ان کی اطاعت کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایران میں تھا اور اس نے لوگوں کو خوب کھانے پینے کا حکم دے دیا پھر کوئی ایسا واقعہ رُونما ہوا جس کی وجہ سے اس نے اس ضلع سے کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا، اس کے منادی نے آواز دی کہ لوگ اپنے جانوروں کو چرنے سے روک دیں، اس کے ساتھیوں میں سے ایک آدمی کو دیکھا گیا کہ وہ دوڑتا ہوا اپنے جانور کی طرف جا رہا ہے اور گھاس جانور کے منہ میں ہے تو اس نے اس خوف سے کہ کہیں وہ اس کے آواز سُننے کے بعد گھاس کو چبا نہ ڈالے۔ گھاس کو اس کے منہ سے نکال دیا اور جانور کی طرف آ کر اس کو فارسی زبان میں مخاطب ہو کر کہا کہ

امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ جانوروں کو گھاس وغیرہ کھانے سے روک دو اور اسی وقت اس کی فوج میں ایک جرنیل کو دیکھا گیا کہ آہنی زرہ اس کے بدن پر تھی اور اس کے اور اس کی کھال کے درمیان کوئی کپڑا نہ تھا، اس سے اس بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ امیر کے منادی نے آواز دی ہے کہ ہتھیار پہن لو، اور میں برہنہ تھا اور غسل جنابت کر رہا تھا پس مجھے کپڑے پہننے کا موقع ہی نہیں ملا، اور میں نے ہتھیار پہن لیے، جب کوئی شخص اس کے پاس خدمت کے لیے آتا اور اس کے پاس رہنے کو ترجیح دیتا تو وہ اُسے اچھی طرح دیکھتا اور جب اس کا منظر اُسے اچھا لگتا تو وہ اُسے جانچتا اور اُسے تیر اندازی، نیزہ بازی اور کسی دوسرے کام کی جو مہارت ہوتی، اس میں دلچسپی نہ لیتا اور جب اس سے کوئی حیران کن بات دیکھتا تو اس کے حالات دریافت کرتا اور یہ کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور کس کے ساتھ رہا ہے اور جب وہ اس سے سُنی ہوئی بات سے موافقت کرتا تو اس سے کہتا کہ تمہارے پاس جو مال و متاع اور ہتھیار ہیں ان کے متعلق مجھے سچ سچ بتا دو، پس وہ اس کی تمام چیزوں سے مطلع ہو جاتا، اور پھر وہ اپنے مقرر کردہ لوگوں کو اس کا تمام سامان بیچنے کے لیے بھیج دیتا اور وہ اس کا سونا یا چاندی لے کر اُسے واپس کر دیتے اور رجسٹر میں لکھ لیتے پھر اس کے لباس، ہتھیار، کھانے پینے، جانوروں، خچروں اور گدھوں کی ضروریات کو اس کے اصطبل سے پورا کیا جاتا، یہاں تک کہ آدمی کو اپنے مقام و مرتبہ کے مطابق ہر چیز ملتی اور اگر وہ اس کے بعد اس سے ناراض ہو جاتا تو اپنی تمام دی ہوئی چیزوں کو چھین لیتا یہاں تک کہ وہ اس کی فوج سے اسی طرح سونا اور چاندی اُٹھائے ہوئے چلا جاتا جس طرح اس کے پاس آیا تھا، سوائے اس کے کہ وہ آدمی مدد کا مستحق ہو، اس کا روزینہ زیادہ کر دیا جاتا اور پہلے مال سے بھی اُسے نہ روکا جاتا اور اس کے تمام جانور بھی اس کی ملکیت ہوتے اور ان کا چارہ اس کی طرف سے ہوتا، اس نے ان جانوروں کے منتظم رکھے ہوئے تھے جو ان کی نگہداشت کرتے تھے سوائے ان کے اپنے خاص جانوروں کے جو ان کے پاس ہوتے تھے مگر وہ جانور بھی اس کی ملکیت ہوتے تھے، اس نے اپنے لیے ایک چوبی چھپر بنایا ہوا تھا جو تخت کے مشابہ تھا وہ جہاں بھی جاتا اکثر اسی پر نشست کرتا اور اس سے اپنے پڑاؤ اور اپنے جانوروں کے چارے کو دیکھتا اور اپنے منتظمین کی خرابیوں کو بھی دیکھتا اور جب وہ کسی ناپسندیدہ بات کو دیکھتا تو اس کے بدلنے میں جلدی کرتا اور اس نے اپنے اصحاب میں سے ان کی مرضی سے ایک ہزار آدمیوں کو منتخب کیا، جو ان میں سے بظاہر مالدار اور جنگوں

میں غالب آنے والے تھے، پس اس نے ان کو سونے کے ستونوں کا ذمہ دار بنا دیا اور ان میں سے ہر ستون میں ایک ہزار مثقال سونا لگایا پھر ان کے ساتھ لباس اور دولت کی ایک دوسری فوج تھی وہ چاندی کے ستونوں کے ذمہ دار تھے اور جب کبھی عید اور جلسہ وغیرہ ہوتا یا دشمنوں پر فخر کے اظہار کا دن ہوتا تو انہیں یہ ستون دے دیے جاتے اور یہ ستون صرف مصائب کے مقابلہ کے لیے بنائے گئے تھے۔

اس کے ایک معتمد سے پوچھا گیا جو اس کے حالات اور خلوتوں اور اس کے دلی دوستوں کو دیکھتا تھا کہ کیا وہ کسی کے ساتھ داستان گوئی اور مجالست کرتا ہے تو اس نے بیان کیا کہ وہ کسی کو اپنے بھید سے مطلع نہیں کرتا اور کوئی شخص اس کی تدبیر اور عزم سے واقف نہیں ہوتا اور جو وہ کرنا چاہتا ہے اس کے متعلق دن کا اکثر حصہ الگ بیٹھ کر سوچتا رہتا ہے اور جو بات اس کے دل میں ہوتی ہے اس کے خلاف اظہار کرتا ہے اور اپنی تدبیر وغیرہ میں کسی کو شریک نہیں کرتا اور فرصت کے وقت وہ چھوٹے بچوں کو ادب و اخلاق سکھانے میں مشغول ہو جاتا ہے اور ان کو باہر نکالتا اور بلاتا ہے اور انہیں تھسے دیتا ہے اور وہ اس کے سامنے ایک دوسرے کو ان سے مارتے ہیں جب وہ اپنی تدبیر سے فارغ ہو جاتا ہے تو اکثر اس کا یہی شغل ہوتا ہے۔

جب ۲۶۰ھ میں طبرستان میں الصفار اور حسن بن زید الحسنی کی جنگ ہوئی (بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۲۵۹ھ میں ہوئی) اور حسن بن زید بھاگ گئے تو یعقوب نے ان کی تلاش میں بڑا مبالغہ کیا اس کے ساتھ سلطان کے ایلچی بھی تھے جو المعتمد کے خطوط لے کر اس کے پاس گئے تھے وہ حسن بن زید کی تلاش سے واپس آرہے تھے ایک شخص نے جب اس کے آدمیوں کی اطاعت کو دیکھا اور وہ اس جنگ میں ان کے ساتھ شامل نہیں تھا تو کہنے لگا اے امیر آج کی طرح تو نے کوئی چیز دیکھی ہے، الصفار نے اسے کہا میں اس سے بھی عجیب تر چیز تجھے دکھاؤں گا پھر وہ اس جگہ کے قریب ہوئے جہاں حسن بن زید نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا، تو وہاں پر انہوں نے توڑوں، گھوڑوں، ہتھیاروں اور سامان اور ان تمام چیزوں کو جو فوج نے شکست کھاتے وقت پیچھے چھوڑی تھیں اسی حالت میں موجود پایا اور اس کے ساتھیوں میں سے کسی ایک شخص نے بھی اس سامان میں سے کسی چیز کو نہ چھیڑا تھا اور نہ کوئی شخص اس کے قریب ہوا تھا، وہ اس کے قریب ایسی جگہ پر پڑاؤ کیے ہوئے تھے جہاں سے وہ اس سامان کو اس جگہ سے دیکھ سکتے تھے جہاں الصفار نے انہیں چھوڑا تھا، تو ایلچی نے اسے کہا یہ وہ سیاست اور ریاضت ہے جس کی تربیت امیر نے انہیں دی ہے اور وہ جو چاہتا ہے ان سے کرواتا ہے وہ ٹاٹ کے

ایک ٹکڑے پر بیٹھتا تھا جس کی لمبائی سات بالشت اور چوڑائی دو ہاتھ یا اس سے زیادہ ہوتی تھی اس کی ایک جانب اس کی ڈھال ہوتی تھی جس پر وہ ٹیک لگاتا تھا اس کے سوا اس کے خیمے میں اور کوئی چیز نہیں ہوتی تھی جب وہ رات یا دن کو سونا چاہتا تو اپنی ڈھال پر لیٹ جاتا اور جھنڈے کو اپنے رخسار کے نیچے رکھ لیتا وہ اکثر فاختی رنگ کا چلتہ پہنتا تھا۔

اس کا ایک طریق یہ تھا کہ جرنیلوں، رؤسا اور عظماء کے لیے اس کے خیمے کے دروازے میں داخل ہونے کے لیے مراتب مقرر تھے جہاں سے وہ انہیں اور ان کے داخل ہونے کے مقامات کو دیکھ سکتا تھا پس وہ رسیوں کے ساتھ خیمہ کے پاس سے گزرتے جہاں سے اس کی جگہ نظر نہ آتی تھی لیکن وہ ان کے آنے اور جانے کی جگھوں کو دیکھ سکتا تھا اور ان میں سے جس آدمی کے ساتھ اُسے گفتگو کرنے یا حکم دینے یا روکنے کی ضرورت ہوتی وہ اُسے بلا لیتا اور اس جگہ سے ان کا داخل ہونا جہاں سے وہ انہیں دیکھ سکے، اس پر سلام کرنے کے عوض میں تھا اور اس کے بھائیوں اور ایک اور آدمی کے سوا جو اس کے خواص میں سے تھا اور عزیزہ کے نام سے مشہور تھا دوسرا کوئی شخص اس کی نشست کے دروازے پر نہ آسکتا تھا اس کے خیمے کے پیچھے ایک اور خیمہ ہوتا تھا جو اس کی نشست کی رسیوں کے قریب ہوتا تھا اس میں اس کے خواص کے لڑکے ہوتے تھے، جب اُسے کوئی حکم دینا ہوتا تو وہ انہیں آواز دیتا تو وہ اس کے پاس آجاتے، وگرنہ وہ دن اور رات کا اکثر حصّہ اسی جگہ پر رہتا وہ اس کے سر کے پاس کھڑے نہ ہوتے اس کے خیمے کے اندر بھی خیمے لگے ہوتے جن میں پانچ سو غلام گردش کرتے رہتے اور وہ خیمہ کے اندر رات بسر کرنے اور وہ ان میں سے ہر ایک پر اعتماد کرتا اور اس نے ان کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے آدمی مقرر کیے ہوئے تھے تاکہ ان میں کوئی فساد اور خرابی پیدا نہ ہو اور ہر روز اس کے لیے بیس بکرے ذبح کیے جاتے اور انہیں پیتل کی بڑی بڑی دیگوں میں پکایا جاتا تھا، اس کے پاس پتھر کی دیگیں بھی تھیں جن میں اس کی مرغوب چیزیں پکائی جاتیں، اور پانچ دیگوں کے ساتھ اس کے لیے ہر روز چاول، حلوہ اور فالودہ بھی تیار کیا جاتا اور یہ کھانے بڑے طاقتور ہوتے پس وہ ان سے میں کھاتا اور باقی کھانا خیمے کے اندر رہنے والے لڑکوں میں تقسیم کر دیا جاتا پھر خیمے کے اردگرد رہنے والے فوجیوں اور حسب مراتب مقرب لوگوں میں بانٹ دیا جاتا۔

ایک آدمی نے جو سلطان کا خط اس کے پاس لے کر گیا تھا، اُسے کہا اے امیر آپ اپنی

ریاست اور مجلس میں قیام پذیر ہیں اور آپ کے خیمے میں آپ کے ہتھیاروں اور اس ٹاٹ کے سوا جس پر آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور کوئی چیز موجود نہیں، اس نے جواب دیا، اپنے سردار کے افعال اور سیرت کی پیروی کرتے ہیں اور اگر میں اس سامان کو استعمال کروں جس کا تو نے ذکر کیا ہے تو ہم جانوروں پر بوجھ ڈال دیں اور میرے تمام فوجی میرے فعل کی اقتداء کریں اور ہم ہر روز جنگلوں، بیابانوں، وادیوں اور چٹیل میدانوں کو طے کرتے ہیں، ہمارے لیے ہلکا رہنا ہی اچھا ہے وہ اپنی فوج میں خچروں کو بہت کم استعمال کرتا تھا، اس کی فوج میں پانچ ہزار بختی اونٹ اور اس سے دُگنے سیاہی مائل سفید رنگ گدھے تھے جو خچروں کی طرح تھے یہ گدھے الصفار کے نام سے مشہور تھے، جو خچروں کی بجائے بوجھ اٹھاتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ جب وہ کسی جگہ پڑاؤ کرتا تو اونٹوں اور گدھوں کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا مگر خچروں کے ساتھ ایسا نہیں کیا جا سکتا تھا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ یعقوب بن لیث الصفار اور اس کے بھائی عمرو بن لیث کے کام، سیاستیں اور جنگوں میں اس کے حیلے اور چالیں بڑی عجیب تھیں، ہم نے ان کا ذکر "اخبار الزمان" اور "الاوسط" میں کیا ہے اور اس کتاب میں ہم نے صرف ان باتوں کا ذکر کیا ہے، جن کا ذکر ہم نے اپنی پہلی کتابوں میں نہیں کیا۔

موسیٰ بن بغاء کی وفات

المعتمد کی خلافت میں ۲۶۴ھ میں موسیٰ بن بغاء کی وفات ہوئی اس کے متعلق ایک شاعر جس نے اس کی مدح کی تھی اور اس نے اُسے کچھ نہیں دیا تھا، کہتا ہے:

"موسیٰ مر گیا ہے اور یہ بات ہمارے لیے معمولی ہے جب یہ بات مشہور ہوئی کہ وہ مر گیا ہے تو مجھے اس سے تکلیف نہیں ہوئی، اسی طرح مجھے اس شخص کی موت تکلیف نہیں دے دیتی جس نے زندگی میں میرے ساتھ بھلائی نہیں کی۔"

المزنی کی وفات

۲۶۴ھ میں ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ المزنی جو المختصر کا مصنف ہے کی وفات ہوئی، اس نے محمد بن ادریس الشافعی سے علم حاصل کیا تھا اس کی وفات ۲۴ ربیع الاوّل کو جمعرات کے روز مصر میں ہوئی۔

اہل علم کی ایک جماعت کی وفات

اسی سال ابو عبداللہ احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب جو عبداللہ بن وہب کا بھتیجا اور حضرت امام

مالک بن انس کا ساتھی تھا کی وفات ہوئی اس نے اپنے چچا عبداللہ بن وہب سے روایات بیان کی ہیں جو امام مالک سے روایت کی گئی ہیں۔

یونس بن عبدالاعلیٰ الصلافی بانوے سال کی عمر میں مصر میں فوت ہوئے اور ابوخالد یزید بن سنان مصر میں فوت ہوئے ان کی نماز جنازہ قاضی بکار بن قتیبہ نے پڑھائی۔

اور صفر ۲۶۷ھ میں الموفق صاحب الزنج سے جنگ کے لیے گیا اور الموفق نے اپنے بیٹے ابوالعباس کو ربیع الآخر میں سوق الخمیس کی طرف جانے کا حکم دیا، اس جگہ پر الشعرانی، جو علوی کا ساتھی تھا بہت سارے زنگیوں کے ساتھ قلعہ بند تھا اس نے اس مقام کو فتح کیا اور جو کچھ اس میں تھا اُسے غنیمت بنا لیا، اس کے علاوہ اس نے اور بھی بہت سے مقامات کو فتح کیا اور ان میں جو زنگی موجود تھے ان کو قتل کر دیا، الموفق، اہواز کی طرف گیا اور زنگیوں نے جو خرابی پیدا کی تھی اس کی اصلاح کر دی اور پھر بصرہ واپس آگیا یہ دونوں مسلسل صاحب الزنج سے برسرِ پیکار رہے یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا، اس کی مدتِ حکومت چودہ سال چار ماہ رہی، وہ چھوٹوں، بڑوں، مردوں اور عورتوں کو قتل کرتا، جلاتا اور تباہ و برباد کرتا تھا اور اس نے بصرہ میں ایک جنگ میں تین ہزار آدمیوں کو قتل کیا تھا۔

بصرہ میں مہلبی کے کارنامے

بصرہ میں اس جنگ کے بعد مہلبی، علی بن محمد کے بلند پایہ اصحاب میں ہو گیا اور اس نے ایک جگہ پر جو مقبرہ بنی یشکر کے نام سے مشہور ہے اپنا منبر نصب کیا وہ لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھاتا اور اس منبر پر علی بن محمد کے لیے خطبہ دیتا اور اس کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے لیے رحم کی دُعا کرتا لیکن اپنے خطبہ میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا نام نہ لیتا اور بنو عباس کے بڑے آدمیوں اور ابوموسیٰ اشعریؓ، عمرو بن العاصؓ اور معاویہؓ بن ابی سفیان پر لعنت کرتا ہم قبل ازیں اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں کہ وہ خوارج میں سے ازارقہ کی رائے رکھتا تھا جب بصرہ کے رہنے والے مہلبی کے اس فعل کی طرف مائل ہو گئے تو وہ ایک اکٹھ میں جمع ہوئے تو اس نے ان میں تلوار چلا دی، کچھ بچ گئے، کچھ قتل ہو گئے اور کچھ غرق ہو گئے اور بہت سے لوگ گھروں اور کنوؤں میں چھپ گئے وہ رات کو باہر آ کر کتوں، بلیوں اور چوہوں کو پکڑتے اور ذبح کر کے کھا جاتے پس انہوں نے ان جانوروں کو ختم کر دیا یہاں تک کہ ان جانوروں میں سے بھی انہیں کوئی جانور نہ ملتا، اور جب ان میں سے کوئی آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اُسے کھا جاتے،

اور ایک دوسرے کی موت کا خیال رکھتے جو شخص اپنے ساتھی کو قتل کرنے کی طاقت رکھتا وہ اُسے قتل کر کے کھا جاتا۔ نیز انہوں نے میٹھے پانی ختم کر دیے اُن میں سے ایک عورت کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک عورت کے ساتھ جھگڑتی ہوئی آئی اور اس کے ساتھ اس کی بہن بھی تھی انہوں نے اس سے وحشت محسوس کی اور دیکھنے لگے کہ یہ مرے اور اس کا گوشت کھائیں وہ عورت کہتی ہے کہ جونہی وہ عورت مری، ہم اس کی طرف دوڑ پڑے اور ہم نے اس کا گوشت کاٹ کر کھایا ہم عیسےٰ بن ابی حرب کے گھاٹ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اس کی بہن، اپنی بہن کا سر لیے ہوئے دریا پر روتی ہوئی آئی، اُسے کہا گیا تیرا بُرا ہو تو کس تکلیف کے باعث روتی ہے اس نے جواب دیا کہ انہوں نے میری بہن پر حملہ کر دیا اور اُسے اچھی موت نہ مرنے دیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور میرے ساتھ بھی اُنہوں نے ظلم کیا اور مجھے اس کے گوشت میں سے سوائے اس سر کے اور کچھ نہیں دیا اور انہوں نے اس کی بہن پر جو ظلم کیا تھا وہ اس کی شکایت کرتی تھی اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے بھی بڑے بڑے واقعات موجود ہیں اِس کی فوج کا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ وہ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت عباسؓ وغیرہ جو ہاشم اور قریش کی اولاد میں سے تھے اور دیگر عربوں کی، کسی عورت کی بولی دیتے اور کہتے کہ ان لوگوں کی اولاد میں سے ایک لڑکی دو یا تین درہموں میں فروخت ہو رہی ہے اور پھر اس کا نسب بیان کیا جاتا کہ یہ فلاں کی بیٹی ہے، ان میں سے ہر زنگی کے پاس دس دس بیس بیس، تیس تیس عورتیں ہوتیں جن سے زنگی ہم صحبت ہوتے اور وہ زنگی عورتوں کی خدمت گار عورتوں کی طرح خدمت کرتیں، ایک عورت نے جو حسن بن علی بن ابی طالب کی اولاد میں سے تھی اور ایک زنگی کے پاس تھی، علی بن محمد کے پاس فریاد کی کہ وہ اسے کسی اور زنگی کو دیدے یا آزاد کروا دے تو آپ نے اُسے کہا کہ وہ تیرا آقا ہے اور دوسرے کی نسبت تیرا زیادہ حق دار ہے۔

ان سالوں میں جو لوگ قتل ہوئے ان کی تعداد کے بارے میں لوگوں میں اختلاف پایا جاتا ہے، کچھ کم اور کچھ زیادہ بیان کرتے ہیں زیادہ تعداد بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ اس نے اتنے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا کہ ان کی تعداد بیان ہی نہیں کی جا سکتی اور عالم الغیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ اس نے کتنے علاقوں، شہروں اور

جاگیروں کو فتح کیا اور وہاں کے رہنے والے کتنے لوگوں کو تباہ و برباد کیا۔

اور کم تعداد بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ اس نے پانچ ہزار آدمیوں کو قتل کیا جب کسی چیز کو ضبطِ تحریر میں نہ لایا گیا ہو تو اس کے متعلق دونوں فریق ظن و تخمین سے بات کرتے ہیں۔ اس کے قتل کا واقعہ جیسا کہ ہم نے بھی بیان کیا ہے ۲۷۰ھ میں المعتمد کی خلافت میں ہوا۔

صاعد بن مخلد

اس کے بعد الموفق نے ۲۷۲ھ میں صاعد بن مخلد کو الصفار کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا اور اُسے فوج پر امیر مقرر کیا، الموفق خود بھی اس کے پیچھے پیچھے گیا، جب وہ بلادِ فارس کی طرف گیا تو اس نے سختی شروع کر دی اور ایک دن مدائن سے واپس آگیا اور شرمندگی سے پچھنے لگوالیے، الموفق کو جب اس کے حال اور اس کی سختی کی اطلاع ملی تو ابو محمد عبداللہ بن حسین بن سعد قطربلی نے اس بارے میں ایک طویل قصیدہ کہا، ہم اس میں سے ذیل کے اشعار پر اکتفا کرتے ہیں ؎

"جب اس نے سرکشی کی اور عجمیوں کا دین اختیار کر لیا تو اس کا چہرہ بگڑ گیا اور اس نے شرمندگی سے پچھنے لگوالیے۔"

الموفق نے اُسے واسط کی طرف بھجوا دیا، اس نے سات سال وزارت کی یہاں تک کہ اُسے اور اس کے بھائی عبدون نصرانی کو گرفتار کر لیا گیا۔

صاعد کی لونڈی اس کے قید ہونے کے بعد مر گئی، وہی اس کی حکومت پر غالب تھی، اُسے جعفر کہا جاتا تھا وہ الموفق کی ماں کے زمانے میں فوت ہوئی، اس بارے میں عبداللہ بن حسین بن سعد اپنے اشعار میں کہتا ہے ؎

"جعفر نے اونٹوں کی قطار کے سر کو پکڑا اور کہا میں نے تمہیں بربادی کی اجازت دے دی ہے پس امیر کی ماں نے جواب دیا کہ ہم سب سے پہلے تیری زیارت کرنے والے ہیں، عنقریب صاعد بھی تیرے پاس آئے گا، اور قضا و قدر میں اُسے مصیبت کے لیے لکھا گیا ہے۔"

اس نے اس کے بھائی عبدون کے سامان کو چھوڑ کر صاعد کے ذاتی سامان یعنی غلاموں، ہتھیاروں، آلات، متاع اور ملبوسات کو شمار کیا تو ان کی قیمت تین ہزار دینار بنی اور اس کی دیگر جاگیروں کے غلہ کی قیمت ایک لاکھ تین ہزار بنی، صاعد ۲۷۶ھ میں قید ہی میں مر گیا۔

بڑے آدمیوں کی ایک جماعت کی وفات

۲۷۰ھ میں بغداد کے فقیہ ابوسلیمان داؤد بن علی اصبہانی کی وفات ہوئی اور اسی سال میں ابوایوب سلیمان بن وہب کاتب اور احمد بن طولون فوت ہوئے یہ واقعہ ۱۰ ذوالقعدہ ۲۷۰ھ کو ہفتے کے روز مصر میں پیش آیا، اس وقت اس کی عمر پینسٹھ سال تھی۔

احمد بن طولون اور اس کا بیٹا

احمد بن طولون کی ولایت سترہ سال رہی، یہ صاحب الزنج کے مقابلہ میں بڑا کامیاب تھا۔ احمد بن طولون دس ماہ بیمار رہا اور جب زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے بعد اپنے بیٹے کے ولی الامر ہونے کی بیعت لی اور جب اس کی وفات ہو گئی تو ابوالجیش خمارویہ بن احمد طولون نے اپنے لیے نئے سرے سے بیعت لی۔

طواحین کی جنگ

الموفق نے اپنے بیٹے ابوالعباس کو ۲۷۱ھ میں ابوالجیش خمارویہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا ان دونوں کے درمیان فلسطین کے مضافات میں طواحین کے مقام پر ۱۶ ر شوال کو منگل کے روز جنگ ہوئی، ابوالجیش کو شکست ہوئی اور ابوالعباس نے اس کی تمام فوج کو قابو کر لیا، ابوالجیش اپنے جرنیلوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھاگ کر فسطاط آگیا اور اپنے غلام سعد الاعسر کو اپنا جانشین بنایا پس اس نے ابوالعباس سے جنگ کر کے اس کو شکست دی اور اس کی فوج کو مباح قرار دے دیا اور بڑے بڑے جرنیلوں اور جلیل القدر اصحاب کو قتل کر دیا اور ابوالعباس بھاگتا ہوا سیدھا عراق پہنچا اور ابوالجیش نے علی بن احمد الماذرائی اور ابوبکر محمد بن علی بن احمد الماذرائی کو اپنا وزیر بنایا، جو اس وقت تک محمد بن طغج کے ہاں گرفتار تھا یہ ۳۳۲ھ کا واقعہ ہے مصر میں اس کی وزارت پر وہ اور اس کا بیٹا حسن بن محمد براجمان تھا، پس جب اخشید نے ابوالحسن علی بن خلف بن طباب کو وزیر بنایا، وہ دمشق سے فسطاط آیا تو اُسے اور اس کے بھائی ابراہیم بن خلف کو گرفتار کر لیا گیا اور اس نے ابوالحسن محمد بن الوہاب کو وزیر بنایا۔

ربیع المرادی

۲۷۰ھ میں ربیع بن سلیمان المرادی فوت ہو گیا۔ یہ مؤذن تھا اور محمد بن ادریس الشافعی کا ساتھی تھا مصر میں آپ کی اکثر کتب کو آپ سے روایت کرنے والا یہی تھا۔

ہمیں ابوعبداللہ حسن بن مروان مصری وغیرہ نے ربیع بن سلیمان سے بتایا کہ وہ کہتا تھا کہ شافعیؒ سے محمد بن حسن کوفی نے اس کی کچھ کتابیں عاریۃً لیں اور انہیں واپس نہ کیا تو شافعیؒ نے اس کی طرف لکھا ؎

"اسے وہ شخص جس جیسا آدمی آنکھوں نے کم ہی دیکھا ہے اور جس نے اسے دیکھا ہے اس نے اس سے پہلے ایسا نہیں دیکھا ہم اس کے متعلق کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے بات کو سمجھا ہے کیونکہ اس نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ کمال میں سب سے فوقیت لے گیا ہے، علم، اہل علم کو اس بات سے روکتا ہے کہ وہ اُسے اہل علم سے روک کر رکھیں کہ شاید وہ اُسے اہل علم کے ہاں خرچ کریں۔"

تو محمد بن حسن نے اس کی اکثر کتابیں جن کے بارے میں اس نے پوچھا تھا بھیج دیں۔

المعتمد اور الموفق

المعتمد نے اپنے بیٹے جعفر کے لیے بیعت لی اور اس کا نام مفوض الی اللہ رکھا، المعتمد لہو ولعب اور لذات کا بڑا دلدادہ تھا اس کا بھائی ابو احمد الموفق تدبیر امور پر غالب تھا پھر اس نے المعتمد کا گھیراؤ کر کے اُسے قید کر دیا اور یہ پہلا خلیفہ تھا جسے قید کیا گیا اور فم صلح میں رکھا گیا اور اس سے قبل وہ بھاگ کر جدید موصل چلا گیا الموفق نے صاعد کو سامرا کی طرف بھیجا اور اس نے اسحاق بن کنداج کی طرف خط لکھا تو اس نے اُسے موصل جدید سے واپس کر دیا۔

ابن طولون کا خروج

۲۶۴ھ میں احمد بن طولون نے مصر سے خروج کیا اور بہت سی فوجیں اور رضاکار بھی مصر و فلسطین سے اس کے ساتھ آئے اس کے دمشق پہنچنے سے قبل ماجور ترکی دمشق میں فوت ہو گیا جو وہاں کا حکمران تھا احمد نے دمشق میں داخل ہو کر اس کے تمام متروکہ خزائن وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے حمص چلا آیا پھر وہاں سے بلاد انطاکیہ میں چلا گیا اس کی فوج کا اگلا حصہ بحر روم کے کنارے اسکندریہ کے علاقے میں پہنچ گیا اور وہاں سے وہ اس جگہ پہنچا جو جبل اللکام میں بغراس کے نام سے مشہور ہے رضاکار اور غازی بھی اس سے قبل ہی شامی سرحد پر پہنچ گئے پھر وہ لوگوں کو اطلاع دیے بغیر واپس آ گیا یہاں تک کہ وہ انطاکیہ شہر میں اُترا، وہاں سیما الطویل ترکوں کی ایک مضبوط پارٹی کے ساتھ موجود تھا، اس سے قبل ہم اس کتاب میں انطاکیہ کی تعمیر، اور اس کی فصیلوں کے واقعہ اور اس کے بانی بادشاہ اور میدانوں اور پہاڑوں میں اس کی فصیلوں کے حالات کو بیان کر چکے

ہیں ۔ اور احمد بن طولون کے انطاکیہ جانے سے قبل سیما اور احمد المؤید کے درمیان جند قنسرین اور شام کے عواصم میں بہت سی جنگیں ہو چکی تھیں ابن طولون انطاکیہ کے اس دروازے پر اترا جو باب فارس کے نام سے مشہور ہے اور بازار کے سامنے ہے اس کی فوج نے اُسے گھیرے میں لے لیا اور اس کا غلام لؤلؤ، باب البحر پر اُترا، اس کے بعد لؤلؤ سلطان کے پاس امان طلب کرتا ہوا آیا، پس الموفق بھی صاحب الزنج سے مقابلہ کے لیے آگیا اور جیسا کہ ہم پہلے اپنی کتابوں میں بیان کر چکے ہیں کہ لؤلؤ اور الموفق کے ساتھیوں میں جھگڑا ہو گیا تھا اور ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ ان میں سے صاحب الزنج کا قاتل کون تھا، قریب تھا کہ آج ان کے درمیان حالات کچھ ٹھیک ہو جاتے یہاں تک کہ الموفق کی فوج کے متعلق کہا گیا کہ ؎

"تم جو چاہو کہہ لو، فتح صرف لؤلؤ کے لیے ہی ہے۔"

ابن طولون ۲۷۴ھ کے آخر میں انطاکیہ میں تھا اور اس نے ۲۷۶ھ میں وہاں کے بعض رہنے والوں سے رات کو ساز باز کر کے اسے فتح کر لیا، اور انہوں نے اس کی فصیلوں سے ان کے پہرے داروں کو پکڑ لیا ان میں سے جو لوگ پہاڑ اور باب فارس کے پاس تھے، نیچے اُتر گئے، پس ابن طولون آیا اور اس کی فصیلوں کی مضبوطی کی وجہ سے اس کے فتح کرنے سے مایوس ہو گیا، انہوں نے اس سے اس کی فتح کا وعدہ کیا تو اس نے ان کو مزید آدمی دے دیے لیکن وہ جہاں سے اُترے تھے وہیں رہ گئے وہ بھی اپنی فوج کے ساتھ تیار ہو گیا اور آہستہ اور سیما کو اس کے گھر میں پکڑ لیا اور صبح طلوع ہونے سے قبل، طولونی فوجوں نے انطاکیہ کی فصیلوں پر نعرۂ تکبیر بلند کر دیا اور اس میں اُتر ہو گئے اور بڑا شور و غل ہوا، سیما اپنے ساتھ بھاگنے والے خواص کے ساتھ سوار ہو گیا تو ایک عورت نے چوٹی سے اس پر چکی کا پاٹ گرا دیا جو اسے لگا تو ایک آدمی نے اس کا سر پہچان لیا اور اسے ابن طولون کے پاس لایا وہ باب فارس سے داخل ہوا اور وہاں ایک چشمے پر فروکش ہو گیا۔ اس کے ساتھ قاضی حسین بن عبد الرحمٰن بھی تھا جو ابن الصابونی الانطاکی الحنفی کے نام سے مشہور تھا، ابن طولون کے ساتھیوں نے کچھ دیر انطاکیہ میں تباہی مچائی اور لوگوں کو تکالیف دیں پھر دو گھنٹے تک ان تکالیف کو بند کر دیا گیا اور ابن طولون شامی سرحد کی طرف کوچ کر گیا، پھر وہ المصیصہ اور اُذنہ آیا اور اہل طرسوس اس سے محفوظ ہو گئے، وہاں یا زمان خادم بھی تھا جس کو اس کے فتح کرنے کے لیے کوئی حیلہ نہیں مل رہا تھا پس وہ وہاں سے واپس آ گیا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس نے جنگ کرنے کا

ارادہ کرلیا واللہ اعلم، اُسے یہ اطلاع ملی کہ اس کے بیٹے عباس نے اس کے خلاف بغاوت کردی ہے تو وہ گھبرا گیا کہ وہ اس کے اور مصر کے درمیان روک نہ بن جائے لہٰذا وہ جلدی سے چل کر فسطاط میں داخل ہوگیا اور عباس اپنے باپ کے خوف سے برقہ میں چلا گیا جو بلادِ مغرب میں سے ہے اور اپنے ساتھ مقدور بھر خزانے، اموال اور سامان بھی اُٹھا کر لے گیا، ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں ابن طولون اور اس کے بیٹے کی خط وکتابت کو درج کیا ہے۔

یازمان، فتح بن خاقان کا غلام

یازمان خادم کی وفات، اسلامی فوج میں لڑتے ہوئے نصرانی علاقے میں قلعہ کوکب کے پیچھے ہوئی، یہ فتح بن خاقان کا غلام تھا، اسے طرسوس لا کر باب الجہاد میں دفن کیا گیا یہ ۱۵ رجب ۲۷۸ھ کا واقعہ ہے، اس جنگ میں اس کے ساتھ سلطان کے امراء میں سے العجیفی اور ابن عیسیٰ طرسوس کا امیر بھی تھا، یازمان، بحر و بر میں جہاد کا بے انتہا ماہر تھا اور اس کے ساتھ ایسے سمندری لوگ تھے جن کی مثل اور ان سے طاقت ور آدمی نہیں دیکھا گیا اُسے غالب آ کر دشمن کو قتل کرنے کی بڑی مہارت حاصل تھی، دشمن اس سے ڈرتے تھے اور نصرانی اپنے قلعوں میں بھی اس سے خوف زدہ تھے اور شامی اور جزری سرحدوں پر عمر بن عبید اللہ بن مروان الاقطع حاکم ملطیہ اور علی بن یحییٰ ارمنی حاکم سرحداتِ شام کے بعد کوئی جوان رومیوں پر یازمان خادم سے بڑھ کر چڑھائی کرنے والا نہیں دیکھا گیا۔

عمرو بن عبید اللہ الاقطع

عمرو بن عبید اللہ الاقطع اور علی بن یحییٰ ارمنی کی وفات ایک ہی سال میں ہوئی یہ دونوں المستعین کے دورِ خلافت میں ۲۴۹ھ میں اکٹھے شہید ہوئے، عمرو بن عبید اللہ، اس سال ملطیوں سے جنگ کر رہا تھا کہ وہ شاہِ روم سے جو پچاس ہزار فوج کے ساتھ آیا تھا، بھڑ گیا، دونوں فریق مقابلہ میں ڈٹ گئے، عمرو بن عبید اللہ اور اس کے ساتھی شہید ہوگئے صرف تھوڑے سے آدمی بچے، یہ ۱۵ رجب ۲۴۹ھ جمعہ کے دن کا واقعہ ہے۔

علی بن یحییٰ ارمنی

علی بن یحییٰ ارمنی، شامی سرحد سے واپس آکر آرمینیا چلا گیا پھر وہاں سے واپس آگیا، جب وہ میافارقین کی طرف گیا جو دیار بکر کے علاقے میں ہے تو وہاں پر وہ اپنی جاگیر کی طرف چلا گیا جنگ کا طبل بج گیا تو وہ جلدی سے نکلا رومی فوج نے حملہ کر دیا تو علی بن یحییٰ ارمنی نے چار سو آدمیوں کو قتل

کر دیا رومیوں کو اس بات کا علم نہ تھا کہ یہ علی بن یحییٰ ارمنی ہے۔

مجھے ایک رومی نے بتایا جو اسلام قبول کر چکا تھا کہ رومیوں نے اپنے بعض گرجوں میں جنگجو اور فن حرب کے دس ماہر مسلمانوں کی تصاویر بنائی ہوئی تھیں، ان میں سے ایک آدمی وہ تھا جسے حضرت معاویہؓ نے بھیجا تھا اور اس نے رومی فوج کے جرنیل کو اسکیم کے تحت قسطنطنیہ سے قید کر لیا تھا اور اُسے تھپیڑ مار کر اس سے قصاص لیا اور پھر اُسے قسطنطنیہ واپس کر دیا تھا۔

اور عبداللہ بطال، عمرو بن عبیداللہ، علی بن یحییٰ ارمنی، عمر بن بکار، احمد بن ابی قطیفہ اور قرنیاس بیلقانی حاکم شہر ابریق ـــ آج کل یہ شہر روم میں شامل ہے ـــ یہ شخص بیالقہ کا جرنیل تھا اس کی وفات ۲۴۹ھ میں ہوئی اور قرنیاس کی بہن خارس اور یا زمان خادم اپنی فوج میں اس کی پیروی کرتے تھے، اور ابوالقاسم بن عبدالباقی وغیرہ ہم بیالقہ کے اعتقادات اور مذہب کو بیان کر چکے ہیں۔ جو نصرانیت اور مجوسیت کے بین بین ہے ـــ اور وہ اس وقت ـــ ۳۳۲ھ میں ـــ رومیوں میں شامل ہو چکے ہیں اور ہم نے ان کے حالات کو تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں بیان کیا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کی غیرت

حضرت معاویہؓ کا واقعہ ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے یہ ہے کہ اس آدمی نے قسطنطنیہ سے جرنیل کو قید کر لیا تھا، تفصیل یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں مسلمانوں نے جنگ کی اور ان میں سے ایک جماعت قید ہو گئی اور انہیں بادشاہ کے سامنے کھڑا کیا گیا، اس نے بعض مسلمان قیدیوں سے گفتگو کی تو ایک جرنیل نے بادشاہ کے پاس کھڑے ہوئے ایک مسلمان کے قریب ہو کر اس کے منہ پر تھپیڑ مار دیا اور اُسے تکلیف پہنچائی، وہ آدمی قریش میں سے تھا اس نے پکار کر کہا ہائے اسلام، اے معاویہ تو کہاں ہے؟ تو نے ہمیں چھوڑ دیا ہے اور ہماری سرحدیں ضائع ہو گئی ہیں اور دشمن ہمارے علاقے، خون اور عزت پر حاکم بن بیٹھا ہے جب یہ خبر امیر معاویہؓ کو پہنچی تو انہیں بہت تکلیف ہوئی اور انہوں نے لذتِ کام و دہن کو چھوڑ دیا، علیحدگی اختیار کر لی اور لوگوں سے ملاقات کرنا چھوڑ دی اور کسی کے سامنے اس بات کا اظہار نہ کیا پھر انہوں نے نہایت شاندار طریق سے رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان سرفروشوں کی ایک تنظیم قائم کی یہاں تک کہ اس آدمی کا بدلہ لے لیا، جب وہ شخص دارالاسلام میں آیا تو حضرت معاویہ نے اُسے بلا کر اس سے بہت اچھا سلوک کیا پھر اُسے

کہا کہ ہم نے نہ تجھے چھوڑا ہے اور نہ ضائع کیا ہے اور نہ ہم نے تیرے خون اور تیری عزت کو مباح کیا ہے، اس کے باوجود حضرت معاویہ اسکیم بناتے رہے، پھر آپ نے ساحل دمشق سے صور کے ایک واقف کار آدمی کی طرف پیغام بھیجا جو سمندر میں بے شمار جنگیں لڑ چکا تھا اور رومی زبان میں گفتگو کر سکتا تھا آپ نے اُسے بلا کر علیحدگی میں اُسے اپنے ارادے کی اطلاع دی اور اس سے اسکیم بنانے اور اُسے بروئے کار لانے کے متعلق پوچھا دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس آدمی کو بہت سامان دیا جائے جس سے وہ عمدہ عمدہ چیزیں سامان خوشبو اور جواہرات وغیرہ خریدے اور اس کے لیے ایسی سواری بنائی گئی کہ کوئی چیز شریعت میں اس کے ساتھ نہ مل سکے، پس وہ آدمی چلا اور اس نے قبرص آکر وہاں کے رئیس سے رابطہ قائم کیا اور اُسے بتایا کہ اس کے پاس بادشاہ کے لیے ایک لونڈی ہے اور وہ قسطنطنیہ میں تجارت کے لیے بادشاہ اور اس کے خواص کے پاس آیا ہے، بادشاہ کو اطلاع دی گئی اور آدمی کا حال بھی بتایا گیا تو اس نے اُسے آنے کی اجازت دے دی تو وہ خلیج قسطنطنیہ میں داخل ہو کر قسطنطنیہ میں چلا گیا (اس سے قبل ہم اس کتاب میں اس خلیج کی مسافت اور بحر روم اور بحر مانطس سے اس کے اتصال کے بارے میں سمندروں کے ذکر میں بیان کر آئے ہیں) جب یہ آدمی قسطنطنیہ پہنچا تو اس نے بادشاہ اور اس کے تمام جرنیلوں کو تحفے دیے اور ان سے خرید و فروخت کی اور اس جرنیل کو کچھ نہ دیا جس نے قریشی آدمی کے چہرے پر تھپڑ مارا تھا اور اس کی توجہ اس جرنیل کی طرف تھی جس نے قریشی کو تھپڑ مارا تھا، الصوری نے حضرت معاویہ کے پروگرام کے مطابق کام کیا اور وہ آدمی قسطنطنیہ سے شام آیا اور اُسے جرنیلوں اور بادشاہ نے ضروری چیزوں اور سامان کے خریدنے کا حکم دیا جب وہ شام آیا تو اس نے حضرت معاویہ کے پاس خفیہ طور پر جا کر وہاں کا سب ماجرا آپ کو بتا دیا۔ پھر اس کے لیے تمام چیزیں خریدی گئیں اور اس کو یہ پتہ نہ چلا کہ انہیں اس میں دلچسپی ہے اور آپ نے اس کی طرف آگے بڑھ کر کہا کہ جب تو اس دفعہ واپس جائے گا تو یہ جرنیل تجھے اس بات پر ملامت کرے گا کہ تو نے اُسے تحفہ سے محروم کر کے اس کی اہانت کی ہے تو تو اُس سے معذرت کرنا اور اس کے ساتھ نرمی سے پیش آنا اور اُسے تحفے دینا اور اپنے کام کا نگران بنانا اور اپنے اموال کی جانچ پڑتال کرنے والا مقرر کرنا اور یہ دیکھنا کہ تیرے شام لوٹتے

وقت وہ تجھ سے کیا مطالبہ کرتا ہے، پس تیرا مقام بڑھ جائے گا اور جب تجھے ان تمام باتوں کے متعلق جن کا میں نے تجھے حکم دیا ہے پختہ یقین ہو جائے اور تجھے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ جرنیل تجھ سے کیا چاہتا ہے اور تجھے کس چیز کے خریدنے کا حکم دیتا ہے تاکہ اس کے مطابق اسکیم تیار کی جائے، پس جب الصوری قسطنطنیہ واپس لوٹا اور اس کے پاس اس کی تمام چیزیں اور اس سے زائد اشیاء بھی تھیں تو بادشاہ اور جرنیلوں اور دیگر خاص لوگوں میں اس کی وقعت بڑھ گئی، ایک دن جب وہ بادشاہ کے ہاں جانا چاہتا تھا کہ اس جرنیل نے اُسے قصر شاہی میں پکڑ لیا اور کہا کہ میں نے تیرا کیا گناہ کیا ہے کہ تو دوسرے لوگوں کے پاس جا کر ان کی ضروریات پوری کرتا ہے اور مجھ سے اعراض کرتا ہے الصوری نے اُسے کہا کہ میں ایک مسافر آدمی ہوں اور اس بادشاہ کے پاس اور اس ملک میں مسلمانوں کے قیدیوں اور جاسوسوں کے خوف سے بھیس بدل کر آتا ہوں تاکہ وہ میرے متعلق مسلمانوں کو اطلاع نہ دے دیں اور میں مارا جاؤں، اور اب جب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تو میری طرف میلان رکھتا ہے تو میں نہیں چاہتا کہ تیرے سوا کوئی شخص میرے معاملے میں دلچسپی لے اور بادشاہ وغیرہ کے پاس تیرے سوا کوئی اور ذمہ دار بنے، آپ مجھے ان تمام ضروریات اور امور کے متعلق حکم دیں جو ارضِ اسلام سے تعلق رکھتے ہیں پھر اس نے جرنیل کو مخروطی شیشہ، خوشبو، جواہر اور عمدہ عمدہ چیزیں اور کپڑے تحفہ کے طور پر دیے اور وہ ہمیشہ روم سے حضرت امیر معاویہ کی طرف اور حضرت امیر معاویہ سے روم کی طرف آتا جاتا رہا اور بادشاہ، وہ جرنیل اور دیگر جرنیل اس سے اپنی ضروریات کی چیزیں طلب کرتے رہے اور حضرت امیر معاویہؓ کی اسکیم کئی سال تک کامیاب نہ ہو سکی، ایک دن جرنیل نے الصوری سے جب وہ دارالاسلام کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا تھا، کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو میری ایک ضرورت پوری کر کے مجھ پر احسان کرے وہ یہ کہ تو میرے لیے سوسن گردکی ایک بساط لائے جس کے ساتھ تکیے وغیرہ بھی ہوں اور اس میں سُرخ، نیلے اور دیگر رنگ بھی ہوں اور وہ اس طرح کی ہو خواہ اس کی قیمت کچھ بھی ہو، پس اس نے اس بات کی ہاں کہہ دی، الصوری جب قسطنطنیہ کی طرف جاتا تو اس کی سواری اس جرنیل کی جگہ کے قریب ہوتی، جرنیل کی ایک عمدہ جاگیر تھی جس میں بلند محل اور خوب صورت سیر گاہ تھی جو قسطنطنیہ سے کئی میل خلیج کے ساتھ ساتھ تھی اور جرنیل اپنا اکثر وقت یہیں گزارتا تھا جاگیر فم خلیج کے ساتھ تھی جو بحیرہ روم اور قسطنطنیہ کے ساتھ ساتھ ہے پس الصوری نے

خفیہ طور پر حضرت معاویہؓ کے پاس آ کر سب حال بتایا اور حضرت معاویہ نے تکیوں اور نشستوں والی بساط منگوائی اور الصوری اُن تمام چیزوں کو دار الاسلام سے لے کر واپس چلا گیا اور حضرت معاویہؓ نے اُسے اسکیم پیش کی اور اُسے بروئے کار لانے کا طریق بھی بتایا اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ الصوری اس عرصہ میں موانست و مخالطت میں انہی میں سے ایک آدمی کی طرح ہو گیا تھا اور روم میں اس کی دلچسپی بڑھ گئی تھی جب وہ سمندر سے خلیج قسطنطنیہ میں داخل ہوا ۔۔۔ اور ہوا بھی اس کے موافق تھی اور وہ جرنیل کی جاگیر کے قریب آ گیا ۔۔۔ تو الصوری، کشتی والوں سے جرنیل کا حال پوچھنے لگا تو انہوں نے اُسے بتایا کہ وہ اپنی جاگیر ہی میں ہے اور جیسا کہ قبل ازیں ہم اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں کہ ان دونوں سمندروں یعنی بحر روم اور بحر بانطس کے درمیان خلیج کا طول ساڑھے تین سو میل ہے اور جاگیریں اور آبادیاں اس کے دونوں کناروں پر واقع ہیں اور کشتیاں انواع و اقسام کا سامان اور خوراک لے کر قسطنطنیہ آتی ہیں اور اس خلیج میں کشتیاں اپنی کثرت کے باعث گنی نہیں جا سکتیں، پس جب الصوری کو اس بات کا علم ہو گیا کہ جرنیل اپنی جاگیر میں ہے تو اس نے اس بساط کو بچھا دیا اور کشتی کے صحن میں گاؤ تکیے لگا دیے اور صدر مجلس کی جگہ بنا دی اور اپنی اور لوگوں کی نشستیں اس جگہ سے نیچے بنائیں، ان کے ہاتھوں میں ایسے چپو تھے جنہیں وہ چلاتے نہیں تھے اور ان کے متعلق یہ بھی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ کشتی میں سوار ہیں، ہوا چل رہی تھی اور کشتی خلیج میں کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح چل رہی تھی، اس کی تیز رفتاری کے باعث کنارے پر کھڑا ہوا آدمی اُسے نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا، پس وہ کشتی جرنیل کے محل کے پاس پہنچ گئی وہ اس کی چوٹی پر اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور شراب کے نشہ میں تھا تو وہ خوشی میں بہک گیا، جب جرنیل نے الصوری کی کشتی کو دیکھا تو خوشی سے گانے لگا اور اس کی آمد کی خوشی سے آوازیں دینے لگا پس یہ محل کے نچلے حصے کے قریب ہوا اور کشتی کا بادبان گرا دیا، جرنیل نے کشتی پر نظر ڈالی تو اس نے اس بساط کی خوبصورتی اور فرش کی ترتیب کو دیکھا گویا وہ کوئی پھولوں بھرا باغ ہے پس وہ اپنی جگہ ٹھہرنے کی سکت نہ رکھ سکا اور الصوری کے کشتی سے باہر نکلنے سے پہلے نیچے اُتر آیا اور کشتی پر چڑھ گیا، جب کشتی میں اس کے پاؤں ٹک گئے اور وہ نشست کے قریب آیا تو الصوری نے اپنے پیچھے بساط کے نیچے ہاتھ مارا، یہ اس کے اور کشتی میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے درمیان ایک علامت مقرر تھی اور جونہی اس کا قدم کشتی میں ٹکا، کشتی چپوؤں سے اُڑنے لگی اور وہ خلیج کے درمیان کسی چیز کی طرح

دھیان دیے بغیر سمندر کی طرف چل پڑی، آوازیں بلند ہوئیں، مگر اُسے جلدی کے باعث کچھ پتہ نہ چل سکا ابھی رات نہیں پڑی تھی کہ وہ خلیج سے باہر نکل کر سمندر میں آ گئی اور جرنیل کی مشکیں کس دی گئیں اور ہوا بھی اس کے موافق تھی اور خوش قسمتی نے بھی اس کی مدد کی اور چپو اُسے اس خلیج میں چلاتے رہے اور ساتویں روز یہ ساحل شام سے لگ گئی اور خشکی کو دیکھنے لگی تیرھویں روز یہ آدمی اسکیم کی کامیابی اور کام کی تکمیل کی خوشی میں حضرت معاویہ کے سامنے کھڑے تھے حضرت معاویہ کو کامیابی اور بلند بختی کا یقین ہو گیا اور آپ نے فرمایا کہ اس قریشی آدمی کو میرے پاس لاؤ، اُسے آپ کے پاس لایا گیا اس وقت خواص بھی حاضر تھے انہوں نے اپنی اپنی نشستیں سنبھالیں جگہ لوگوں سے تنگ ہو گئی تو حضرت امیر معاویہ نے قریشی سے کہا، اُٹھو اور اس جرنیل سے اپنا قصاص لو جس نے شاہِ روم کی بساط پر تمہارے منہ پر تھپڑ مارا تھا، کیونکہ ہم نے نہ تجھے ضائع کیا ہے اور نہ تمہاری عزت اور خون کو مباح کیا ہے، پس قریشی اُٹھ کر جرنیل کے قریب آیا تو حضرت امیر معاویہ نے اُسے کہا، دیکھو، زیادتی نہ کرنا، اور جو کچھ اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے اسی کے مطابق اس سے سلوک کرنا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے واجب کیا ہے اس کا خیال رکھنا، پس قریشی نے اُسے تھپڑ مارے اور اس کے حلق میں ایک مکہ مارا، پھر وہ قریشی جھک کر حضرت معاویہؓ کے ہاتھ چومنے لگا اور کہنے لگا، جس نے تجھے سردار بنایا ہے اُس نے تجھے ضائع نہیں کیا اور جس نے تجھ سے اُمید رکھی ہے وہ ناکام نہیں ہوا، تو وہ بادشاہ ہے جس کا حق مارا نہیں جا سکتا تو اپنی رکھ اور رعیت کی حفاظت و صیانت کرتا ہے اور پھر اس نے اُسے دُعائیں دینے اور اس کی تعریف کرنے میں حد کر دی اور حضرت امیر معاویہ نے جرنیل سے حسن سلوک کیا اور اُسے خلعت دیا، بساط بھی دی اور اس کے علاوہ بہت سے تحائف بھی بادشاہ کی طرف بھیجے اور اُسے کہا کہ واپس جا کر اپنے بادشاہ سے کہنا کہ میں نے بادشاہِ عرب کو تیری بساط پر حدود قائم کرتے اور تیرے دارالسلطنت میں اپنی رعیت کا قصاص لیتے چھوڑا ہے اور الصوری سے کہا کہ خلیج تک اس کے ساتھ جا کر اسے اور اس کے ساتھی قیدیوں کو اس میں چھوڑ آؤ، پس کشتی پر جرنیل کے غلام اور خواص سوار ہو گئے اور عزت کے ساتھ انہیں صور لے جایا گیا اور وہ کشتی میں سوار ہو گئے، ہوا ان کے موافق تھی اور وہ گیارہویں روز رومی علاقے میں پہنچ گئے اور خلیج کے دہانے کے قریب ہو گئے، جرنیل کو مضبوطی کے ساتھ زنجیر لگائی گئی تھی لیکن اُسے

اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ دیا گیا اور الصوری واپس آگیا، اسی وقت جرنیل کو تحائف اور سامان سمیت بادشاہ کے حضور پہنچایا گیا رومی اس کی آمد سے خوش ہو گئے اور اُسے قید سے رہا ہونے پر مبارک باد دینے لگے، حضرت امیر معاویہؓ نے جرنیل کے ساتھ جو سلوک کیا اور جو تحائف اُسے دیے، بادشاہ نے حضرت امیر معاویہؓ کو اس کا بدلہ دیا اس کے زمانے میں کوئی شخص کسی مسلمان قیدی کے ساتھ ظلم نہ کر سکتا تھا اور بادشاہ نے کہا کہ امیر معاویہؓ سب بادشاہوں سے زیادہ باتدبیر اور عربوں میں سب سے زیادہ عقل مند ہے یہی وجہ ہے کہ عربوں نے اُسے اپنا لیڈر بنایا ہے پس وہ ان کے امور کو چلاتا ہے اور خدا کی قسم اگر وہ مجھے پکڑنے کا ارادہ کرے تو وہ اپنی اسکیم میں کامیاب ہو جائے۔

ہم اس سے قبل اس کتاب میں حضرت امیر معاویہؓ کے مفصل حالات بیان کر آئے ہیں اور اپنی پہلی کتابوں میں ان کے پاس شہروں سے آنے والے مردوں اور عورتوں کے حالات بھی بیان کر چکے ہیں تاہم اس سے پہلی کتابوں میں ہم نے حضرت امیر معاویہؓ کے مختصر حالات ہی لکھے ہیں۔

اور سلف و خلف سے اس وقت تک شاہان بنی اُمیہ اور خلفائے بنو عباس کے ساتھ رومی بادشاہوں اور جرنیلوں کے معاملات بہت اچھے رہے ہیں، اسی طرح شامی اور جزری سرحدوں کے حالات بھی اس وقت تک اچھے رہے ہیں ــــ یعنی ۳۳۲ھ تک ــــ اور ہم انہیں اپنی پہلی کتابوں میں مبسوط طور پر بیان کر چکے ہیں اور اس کتاب میں بھی ہم نے ان کے کچھ حالات، ان کی مدتِ عمر اور حکومت اور سیرت کی ایک جھلک پیش کی ہے نیز ہم نے قوموں کے بادشاہوں اور ان کی سیرتوں کو بھی بیان کیا ہے۔

کھیل کود سے المعتمد کی محبت

مسعودی بیان کرتا ہے کہ المعتمد، انواع و اقسام کے کھیل کود کا بڑا دلدادہ تھا اور شراب نوشی کا اس پر بڑا غلبہ تھا۔ عبید اللہ بن خرداذبہ بیان کرتا ہے کہ ایک دن میں اس کے ہاں گیا تو اس کی مجلس میں کئی ندیم اور صاحب عقل و معرفت لوگ موجود تھے تو المعتمد نے اُسے کہا مجھے بتاؤ کہ سب سے پہلے سارنگی کس نے بنائی تھی؟ ابن خرداذبہ نے جواب دیا امیر المومنین اس بارے میں بہت سے اقوال ہیں، سب سے پہلے لمک بن متوشلخ بن محویل بن عاد بن خنوخ بن قاین بن آدم نے سارنگی بنائی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اُسے اپنے بیٹے سے شدید محبت تھی، وہ فوت ہو گیا تو اس نے اُسے

درخت سے لٹکا دیا پس اس کے جوڑ ٹوٹ گئے اور اس کی پنڈلیاں، رانیں، پاؤں اور انگلیاں باقی رہ گئیں، تو اس نے ایک لکڑی لی اور اسے باریک کیا اور اسے چمٹا دیا اور سارنگی کے اگلے حصے کو ران کی طرح اور اس کی گردن کو پنڈلی کی طرح اور اس کے سر کو پاؤں کی طرح اور زندگی کی مدت کو انگلیوں کی طرح اور تاروں کو رگوں کی طرح بنایا پھر اسے بجا کر اس پر نوحہ گایا پس سارنگی بول پڑی، الحمدونی کہتا ہے کہ ؎

"وہ ایسی زبان سے بولنے والی ہے جس کا کوئی راز نہیں گویا وہ ایک ران ہے جو پاؤں سے باندھ دی گئی ہے وہ باتوں میں دوسروں کے راز ظاہر کرتی ہے جیسے قلم کی گفتگو دوسروں کے راز ظاہر کرتی ہے۔"

اور تو بل بن لمک نے ڈھول اور دف بنائے اور ضلال بنت لمک نے گانے بجانے کے آلات بنائے پھر قوم لوط نے ستار بنائی جس سے وہ لڑکوں کو مائل کرتے پھر چرواہوں اور کردوں نے ایک چیز بنائی جس سے وہ سیٹی بجاتے اور جب ان کی بکریاں متفرق ہو جاتیں تو وہ سیٹی بجاتے اور وہ اکٹھی ہو جاتیں) پھر ایرانیوں نے سارنگی کے لیے بانسری اور ستار کے لیے دیاتی اور ڈھول کے لیے سریانی اور جھانجھ کے لیے سنج بنائی، ایرانیوں کا گانا سارنگیوں اور جھانجوں سے ہوتا تھا اور یہ چیزیں انہی کی بنائی ہوئی ہیں۔ اور ان کے اپنے نغمے وقفے اور شاہانہ دھنیں بھی ہیں وہ سات دھنیں ہیں پہلی کا نام سکاف ہے اور اس کا اکثر استعمال نہروں کو بدلنے کے لیے ہوتا ہے اور یہ وقفوں کے لحاظ سے سب سے زیادہ فصیح ہے، دوسری دھن کا نام امرسہ ہے یہ نغمات کی خوبیوں کی سب سے زیادہ جامع ہے اور بڑی اتار چڑھاؤ والی ہے، تیسری دھن مادار وستان ہے، یہ سب سے بوجھل ہے چوتھی دھن وسایکاد ہے، یہ بڑی من بھاتی ہے پانچویں دھن سیسم ہے یہ دل کو اچک لینے والی ہے چھٹی دھن جولیعران ہے، یہ نغمہ کے مطابق ہوتی ہے اور اہل خراسان اور اس کے اردگرد رہنے والے زنگیوں کا گانا، سات تاروں پر ہوتا ہے اور اسے جھانج کی طرح بجایا جاتا ہے، رَیّ، طبرستان اور دیلم کے رہنے والے ستار کے ساتھ گاتے ہیں اور ایرانی ستار کو بہت سی کھیلوں پر ترجیح دیتے ہیں اور نبطیوں اور عام لوگوں کا گانا غیر ورات کے ساتھ ہوتا ہے جس کی سُریں ستار کی سُروں سے مشابہ ہوتی ہیں۔

فندروس رومی کہتا ہے کہ میں نے طبائع کے مقابل پر چار، تار بنائے، میں نے الزیر کو، صفراء اور المثنیٰ کو خون اور الثلث کو بلغم اور البم کو سوداء کے مقابل بنایا۔

رومیوں کے کھیل رومیوں کے کھیلوں میں سے ایک چیز ارغل ہے اس کی سولہ تاریں ہوتی ہیں اس کی آواز بہت دور جاتی ہے وہ یونانیوں اور سامانیوں کی تیار کردہ ہے اور اس کی چوبیس تاریں ہوتی ہیں جس سے ہزار آواز نکلتی ہے اور دوسری چیز اللورا ہے یہ ایک چوبی رباب ہوتا ہے جس کی پانچ تاریں ہوتی ہیں، تیسری چیز القشیارہ ہے، جس کے بارہ تار ہوتے ہیں چوتھی چیز الصلنج ہے جسے بچھڑوں کے چمڑوں سے بنایا جاتا ہے، گانے بجانے کے یہ تمام آلات مختلف صفات کے ہوتے ہیں پانچویں چیز ارغن ہے جس میں چمڑے اور لوہے کی پھونک مارنے کی جگہیں ہوتی ہیں۔

ہندوستان ہندوستان کے گانے بجانے کے آلات میں سے ایک کنکلہ ہے جس میں ایک تار ہوتا ہے جسے کدو پر کھینچا ہوتا ہے اور وہ سارنگی اور جھانج کے قائم مقام ہوتا ہے۔

عربوں کی حُدی ابن خرداذبہ بیان کرتا ہے کہ عربوں میں گانے سے پہلے حُدی ہوتی تھی مضر بن نزار بن معد ایک سفر میں اپنے اونٹ سے گر پڑا اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا وہ کہنے لگا یا یداہ۔ یا یداہ اس کی آواز بہت خوب صورت تھی، پس اونٹ خوب چلے تو عربوں نے رجزیہ اشعار سے حُدی بنالی، حدی سے پہلے اس کے کلام کو پڑھنا شروع کر دیا حُدی خوان کہتا

یا ھادیا یا ھادیا ویا یداہ یا یداہ

عربوں میں حدی پہلا سماع ہے جسے دوبارہ پڑھا جاتا تھا، پھر حُدی سے گانے بنائے گئے اور عرب عورتیں اپنے مُردوں پر گانے لگیں اور ایرانیوں اور رومیوں کے بعد عربوں سے زیادہ گانے بجانے کا شوقین کوئی نہیں ہوا، اور ان کا ایک راگ تین انواع کا ہے۔

الرکبانی۔ السناد الثقیل۔ الہزج الخفیف۔

عربوں کا پہلا راگ عربوں میں سب سے پہلے جرادتان نے گانا گایا، یہ دونوں عاد کے زمانے میں دو گلوکارائیں تھیں اور عرب گلوکارہ لونڈی کو الکرینہ اور سارنگی کو المزہر کہتے تھے اور اہل یمن کا گانا، سازوں کے ساتھ ہوتا تھا اور ان کے بجانے

کی طرز ایک ہی تھی ان کے راگ دو قسم کے تھے حنفی اور حمیری، حنفی راگ دونوں میں سے زیادہ اچھا تھا اور قریش نصب راگ کے سوا، اور کوئی راگ نہیں جانتے تھے، یہاں تک کہ نضر بن حارث بن کلدۃ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی، عراق سے کسریٰ کے پاس آتے ہوئے حیرہ میں آیا اور اس نے سارنگی بجانا اور اس پر گانا سیکھا، پھر اس نے مکہ آکر وہاں کے لوگوں کو گانا سکھایا اور انہوں نے گلوکارہ لونڈیاں بنائیں۔

راگ کا اثر راگ، ذہن اور طبیعت کو نرم کرتا اور دل کو خوش اور قوی کرتا اور بخیل کو سخی بناتا ہے اور راگ اور شراب، بدن کو توڑ دینے والے، غم سے بچاتے اور اس میں نشاط پیدا کرتے اور تکلیف کو دور کرتے ہیں۔ اور اکیلا راگ بھی یہی کام کرتا ہے اور راگ کو گفتار پر وہی فضیلت حاصل ہے جو گفتار کو گونگے پن اور صحت کو بیماری پر حاصل ہے ایک شاعر کہتا ہے ؎

"جب غم ڈیرہ ڈال لیں تو شراب اور سارنگی کے نغمے کے سوا اور کوئی کام نہ کر"

اس حکیم کا کیا کہنا جس نے اسے ظاہر کیا اور اس فلاسفر کا کیا کہنا جس نے اسے ایجاد کیا اس نے کیسی گہری چیز کو نمایاں کیا، کیسے سربستہ راز کو افشاء کیا اور کیسے فن کی طرف راہنمائی کی، اور وہ کیسے علم و فضیلت کی طرف سبقت کر گیا، واقعی وہ زمانے کا سرو آزاد اور لاثانی آدمی تھا۔

بادشاہ، گانا سنتے سنتے سو جاتے تھے تاکہ ان کی رگوں میں خوشی سرایت کر جائے اور عجمیوں کے بادشاہ مطرب کے گانے اور لذیذ داستان سنتے سنتے سو جاتے تھے اور عربی عورتیں اپنے روتے بچے کو اس خوف سے نہ سلاتی تھی کہ غم اس کے جسم اور رگوں میں سرایت نہ کر جائے بلکہ وہ اسے چھیڑتی اور ہنساتی تھی تاکہ وہ خوشی کی حالت میں سو جائے اور اس کا جسم نشو و نما پائے اور اس کا رنگ اور خون صاف ہو جائے اور اس کی عقل صیقل ہو جائے اور بچہ گانے سے راحت محسوس کرتا اور رونے کی بجائے ہنستے۔ لگتا یحییٰ بن خالد برمکی کہتا ہے کہ راگ وہ ہے جو تجھے خوش کر دے اور رقص کرا دے اور تجھے رُلا دے اور غم ناک کر دے، اس کے سوا جو کچھ ہے وہ لوگوں کے لیے مصیبت ہے المعتمد نے کہا تو نے بہت اچھا بیان کیا ہے اور بات کو بڑا طول دیا ہے اور آج تو نے راگ کا بازار اور انواع و اقسام کے کھیلوں کی عید قائم کر دی ہے اور تیرا کلام منقش کپڑے کی

طرح ہے جس میں سُرخ، زرد، سبز اور دیگر رنگ اکٹھے ہوتے ہیں اب بتاؤ ماہر مغنی کی علامت کیا ہے؟

ماہر مغنی

ابن خرداذبہ کہنے لگا امیر المومنین ماہر مغنی وہ ہے جس کا سانس مضبوط ہو اور اس کی اٹھان لطیف ہو اور اپنی انواع میں فائق ہو، المعتمد نے کہا، خوشی کی کتنی قسمیں ہیں؟

خوشی کی انواع

اس نے جواب دیا امیر المومنین خوشی، تین قسموں کی ہے، ایک خوشی وہ ہے جو محرک ہو اور اچھے افعال پر اُبھارتی ہو اور نفس کو آسودگی بخشتی ہو، اور سماع کے وقت عادات و خصائل کو برانگیختہ کرتی ہو اور ایک خوشی، حزنیہ ہے، خصوصاً وہ اشعار جو جوانی کے زمانے کے اوصاف بیان کرتے ہوں اور وطن کا شوق دلاتے ہوں اور احباب کے بارے میں صبر نہ کر سکنے والے کے لیے مرثیے ہیں اور ایک خوشی وہ ہے جو صفائے نفس اور لطافت حس کا باعث ہوتی ہے اور خصوصاً اچھی تالیف اور اچھی کاریگری کے سُننے کے وقت ہوتی ہے اور جب کوئی شخص اسے جاننے اور سمجھنے والا نہ ہو تو وہ اس سے خوش نہیں ہوتا بلکہ تو اُسے اس سے غافل پائے گا، یہ شخص ٹھوس پتھر یا جمادات کی طرح ہوتا ہے جس کا عدم و وجود برابر ہوتا ہے اور اے امیر المومنین بعض فلاسفہ اور بہت سے یونانی حکیموں نے کہا ہے کہ جس کے سونگھنے کی حس کو آفت لاحق ہو جائے وہ خوشبو کو ناپسند کرتا ہے اور جس کی حس سخت ہو جائے وہ راگ کے سُننے کو ناپسند کرتا ہے اور اس سے غفلت کا اظہار کرتا ہے، اس کی مذمت کرتا اور اس پر عیب لگاتا ہے۔

دھن کا مقام اور اس کا لقب

المعتمد کہنے لگا کہ دُھن اور نغمات کے فنون اور ساز بجانے کی انواع کا کیا مقام ہے، اس نے جواب دیا امیر المومنین پہلے لوگوں نے اس بارے میں کہا ہے کہ راگ کے مقابلہ میں دھن کا مقام وہ ہے جو شعر میں عروض کا ہے اور انہوں نے اسے بہت خوب صورت بنایا ہے اور اسے القاب دیے ہیں اس کی چار انواع ہیں،

ثقیل الاوّل اور خفیف، ثقیل الثانی اور خفیف اور الرمل الاوّل اور خفیف اور الہزج۔

الیقاع، وزن کو کہتے ہیں اور اوقع کے معنے ہیں، اس نے وزن کیا اور طم یوقع کے

کے معنے ہیں وہ وزن سے باہر ہوگیا اور خروج کے معنے ہیں وزن سے پیچھے جانا یا آگے بڑھ جانا اور ثقیل الاوّل کے معنے ہیں اُسے تین تین کرکے بجانا، دو دفعہ ثقیل اور شست طریق پہ اور پھر ایک دفعہ بجانا اور خفیف ثقیل الثانی دو دفعہ متواتر بجانا اور ایک دفعہ شست بجانا، اور دو دفعہ ملا جلا کر بجانا اور خفیف الرمل دو دفعہ ملا کر بجانا اور ہر جوڑے کے درمیان وقفہ کرنا اور الہزج ایک ایک دفعہ بجانا ہے جو دونوں برابر ہوں اور خفیف الہزج ایک ایک بار بجانا ہے جو ایک ہی ترتیب میں الہزج سے ہلکی ہوں اور طرائق، آٹھ ہیں، پہلے اور دوسرے حصّے کے ثقیل اور خفیف حصّے والے، اور ان دونوں میں سے ثقیل اوّل کے خفیف کا نام الماخوری ہے یہ نام اُسے اس لیے دیا گیا ہے کہ ابراہیم بن میمون موصلی —— جو ایرانی تھا —— موصل میں قیام پذیر ہوگیا وہ ان مواخیر میں اس طریقہ اور رمل اور رمل خفیف میں بہت گانے والا تھا اور ان میں سے ہر طریقے سے مزموم مطلق متفرع ہوتا ہے اور اس میں انگلیوں کے پڑنے کی جگہیں مختلف ہو جاتی ہیں اور ان سے القاب پیدا ہوتے ہیں جنہیں المعصور، المجنول، المحثوث، المخدوع اور الادراج کہتے ہیں۔

اکثر اقوام اور تمام یونانی حکماء کے نزدیک سازنگی کو اصحاب ہندسہ نے انسان کی طبائع کی ہئیت پر بنایا ہے، اگر اس کے تار اچھے انداز پر طبائع سے مل جائیں تو وہ اُسے خوش کر دیتا ہے اور طرب کا مفہوم یہ ہے کہ نفس کو ایک دفعہ طبعی حالت کی طرف لوٹانا اور ہر تار اپنے ساتھ والے اور تیسرے تار جیسا ہوتا ہے اور بربط کا وہ تار جو ناک کے ساتھ ہوتا ہے وہ تمام تاروں میں سے نویں تار پر رکھا ہوتا ہے اور جو کنگھی کے ساتھ ہوتا ہے وہ چوتھے تار پر رکھا ہوتا ہے، اے امیر المومنین یہ وزن کی جامع صفت اور اس کی حدود کی انتہا ہے۔

المعتمد اس روز خوش ہوگیا اور اس نے ابن خردازبہ اور اس کے ندیموں کو خلعت دیے اور اُسے ان سب پر فوقیت دی، یہ دن بڑی خوشی اور لہو و لعب کا تھا جب اس رات کی صبح ہوئی تو المعتمد نے ان لوگوں کو بلایا جو پہلے دن آئے تھے جب انہوں نے اپنی اپنی نشستیں سنبھال لیں تو اس نے اپنے ایک ندیم اور مغنی سے کہا کہ مجھے رقص اور اس کی انواع بتاؤ اور رقص کرنے والے کی قابل تعریف صفت اور اس کے شمائل کا تذکرہ کر دیا۔

رقص اور اس کی انواع

جس سے سوال پوچھا گیا تھا اس نے کہا امیر المومنین تمام ممالک کے لوگ خراسانیوں سے لے کر دوسرے ممالک

تک مختلف قسم کے رقص کرتے ہیں، پس رقص کے جملہ وزن آٹھ انواع میں آجاتے ہیں العفیف، الہزج، الرمل، خفیف الرمل، خفیف الثقیل الثانی وثقیلہ، خفیف الثقیل الاوّل وثقیلہ، اور رقص کرنے والا اپنی طبیعت اور خلقت اور عمل میں کچھ چیزوں کا محتاج ہوتا ہے پس وہ اپنی طبیعت کی رُو سے پاکیزگی اور وزن اور رقص میں تدبیر وتصرف کا محتاج ہوتا ہے اور خلقت کی رُو سے وہ لمبی گردن والا، ناز وادا کرنے والا کندھے ہلانے والا، پتلی کمر والا، ٹھیک اور خوبرو بیٹھ باندھنے والا اور نیچے سے گول کپڑوں والا، راحت پہنچانے والا صابر، لطیف اقدام کرنے والا، نرم اُنگلیوں والا اور آسانی سے انہیں اُٹھانے اور اونٹوں اور گیند کے رقص وغیرہ میں منتقل کر دینے والا ہو نیز نرم جوڑوں والا، جلدی سے جُھک کر کاٹنے والا اور نرم کندھوں والا ہو اور اپنے عمل میں وہ مختلف رقصوں میں کثرت سے تصرف کرنے والا اور اس کی تمام حدود میں پختہ کار، خوب گھومنے والا اور پاؤں کے مدار پر ثابت قدم رہنے والا ہونا چاہیے اور اس کا دایاں اور بایاں دونوں ہاتھ برابر کام کرنے والے ہوں، یہاں تک کہ وہ اس معاملہ میں یکتا ہو، پاؤں کے اُٹھانے اور رکھنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ وزن کے موافق ہو اور دوسری یہ کہ وہ اس سے چمٹ گیا ہو اور اس میں سب سے بہتر بات وزن کے موافق ہونا ہے اور یہ بات حُسن ومحبت کے لحاظ سے برابر ہے اور اس سے چمٹ جانا یہ بھی بہت اچھی بات ہوتی ہے، پس چاہیے کہ وہ وزن کے ساتھ پاؤں اُٹھائے اور اس کے ساتھ ہی نیچے رکھے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ المعتمد کئی قسم کی مجالس ومذاکرات منعقد کرتا تھا اور جن کا ذکر انواع ادب میں مدون کیا گیا ہے۔ ان میں ایک مجلس، شراب نوشی ساتھی کی مدح، اس کے فضائل کے بیان اور اکیلے شراب پینے کی مذمت میں ہے اور جو کچھ اس بارے میں نظم ونثر میں کہا گیا ہے اور کچھ ندیم کے اخلاق وصفات وعصمت اور بے ہودہ گوئی سے محفوظ رہنے اور ایک دوسرے کو شراب نوشی کی دعوت دینے اور بکثرت شراب نوشی کی انواع کی تعداد اور سماع کی ہیئت اور اس کی انواع واقسام اور عربوں اور دیگر قوموں میں راگ کے اصول اور قدیم وجدید مغنیوں میں سے بڑے مشہور مغنیوں ... ________ کے حالات اور مجالس کی ہیئت اور تابع اور متبوع کے مقامات اور ان کے مراتب کی کیفیت اور شراب نوشوں کی مجالس کی ترتیب اور سلام کے متعلق بیان کیا گیا ہے جیسا کہ العلوی اس بارے میں کہتا ہے ؎

"جو لوگ سلام کے مستحق ہیں انہیں سلام کہہ ، اور وہ لوگ ایسے ہیں جب تو انہیں شراب نہیں پلاتا تو وہ کہتے ہیں شراب لاؤ ، صبح کو وہ آسودہ حالی میں مست ہوتے ہیں اور عشاء کو بغیر مرے ! پچھڑے پڑے ہوتے ہیں اور ان دونوں وقتوں کے درمیان عیش و عشرت ہوتی ہے جس کی لہو و لذت سے خلیفہ کی عیش و عشرت برابری نہیں کر سکتی۔"

ہم نے ان تمام باتوں کا ذکر اپنی کتاب " اخبار الزمان " میں کیا ہے اور اس طرح کا ذکر اس سے قبل کسی جگہ نہیں ہوا جیسے شراب کی اقسام اور شراب کے ساتھ استعمال کی جانے والی چیزوں کی انواع جب انہیں طشتریوں میں رکھا جائے اور ان کا ڈھیر لگا دیا جائے اور قریب قریب رکھا جائے اور حسب مراتب الگ الگ رکھا جائے اور پکی ہوئی چیزوں کے جملہ آداب جن کا جاننا تابع کے لیے ضروری ہے اور ادیب کے لیے کھانا پکانے کے نئے نئے طریقوں ، مصالحہ جات کی مقدار ، گفتگو کی انواع اور صدر کے سامنے دونوں ہاتھوں کے دھونے اور اس کی مجلس سے اٹھنے اور جام کے گردش دینے کو سمجھنا ضروری ہے اور اس بارے میں گذشتہ قوموں کے بادشاہوں وغیرہ سے جو کچھ بیان کیا گیا ہے اور جو کچھ شراب کی کمی بیشی کے متعلق کہا گیا ہے اور جو کچھ واقعات اس بارے میں بیان ہوئے ہیں اور جو کچھ رؤساء کے شراب نوشی پر عطیہ جات اور حاجات پورا کرنے کے متعلق بیان ہوا ہے ان سب کا جاننا ضروری ہے نیز ندیم کی ہیئت اس کے لوازمات اور جو کچھ رئیس کو اپنے ندیم کے لیے لازم ہے اُسے جاننا ضروری ہے اس کے علاوہ تابع اور متبوع کے درمیان اور ندیم اور ہم نشین کے درمیان فرق کو جاننا ضروری ہے اور جو کچھ لوگوں نے اس علت کے متعلق کہا ہے جس کی وجہ سے ندیم کو ندیم کا نام دیا گیا ہے اُسے بھی جاننا ضروری ہے اور شطرنج کھیلتے وقت ادب کی کیفیت اور شطرنج اور نرد کے درمیان فرق اور اس کے متعلق جو واقعات بیان ہوئے ہیں اور اس کے دلائل و آثار کو بھی جاننا ضروری ہے اور عربوں سے شراب کے جو نام بیان ہوئے ہیں اور جو کچھ اس کی تحریم کے متعلق بیان ہوا ہے اور لوگوں نے قیاساً شراب کی دوسری انواع کو رد کرنے پر اور اس کے برتنوں کی انواع کے بیان میں جو تنازعہ کیا ہے اس کا جاننا بھی ضروری ہے اور جو لوگ اسے جاہلیت میں پیتے تھے اور جنہوں نے اسے حرام

قرار دیا ہوا تھا، ان کے حالات کا جاننا بھی ضروری ہے اور نشئے کے بیان میں اور اس کے وتورع کی کیفیت میں جو کچھ لوگوں نے کہا ہے اس کا جاننا بھی ضروری ہے کہ کیا یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے یا اس کی مخلوق کی جانب سے ہے اور اس کے علاوہ جو باتیں اس باب سے متعلق ہیں ان کا جاننا بھی ضروری ہے، ہم نے یہ جھلک صرف اس لیے دکھائی ہے تاکہ ہم بتا سکیں کہ ہم نے اپنی گذشتہ کتابوں میں کیا کچھ لکھا ہے۔

ایک انقلاب جو الموفق کی موت اور المعتضد کے قیام پر ختم ہوا

ابو العباس المعتضد،

قید تھا جب اس کا باپ الموفق پہاڑ کی طرف گیا تو اس نے اُسے اسماعیل بن بلبل کے گھر چھوڑا اس نے اُسے بہت تنگ کیا یہاں تک کہ وہ بیماری کی حالت میں آذربائیجان سے آکر الموفق کو ملا، وہ نہایت کمزور ہو چکا تھا اور ایک چوبی گھر میں سوجا ہوا پڑا تھا جس کے اندر ریشم لگا ہوا تھا اور اس کے نیچے ایک گول گڑھا تھا جس میں اس نے تیل رکھا ہوا تھا پس لوگوں نے اُسے باری باری اپنے کندھوں پر اُٹھایا اور وہ ۲ صفر ۲۷۸ھ کو جمعرات کے روز بغداد پہنچا وہ کچھ دن بغداد ٹھہرا تو اس کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور اس کی موت کی خبر اُڑ گئی اور اسماعیل بن بُلبل اس سے مایوس ہو کر واپس آ گیا پس اس نے اسماعیل بن بُلبل کو کفھمن کی طرف بھیجا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ بکبتمر کی طرف بھیجا جس کی ڈیوٹی مدائن میں المعتضد پر لگی ہوئی تھی مدائن، بغداد سے ایک دن کی مسافت سے بھی کم فاصلہ پر ہے کہ وہ المعتضد اور اس کے بیٹے المفوض الی اللہ کو بغداد واپس لائے اور المعتضد اسی دن بغداد آ گیا اور اس نے اسماعیل کے ساتھ الموفق کی درستگی کے لیے رابطہ قائم کیا، وہ المعتضد اور المفوض کے ساتھ ایک تیز رفتار کشتی میں اس کے بیٹے کے گھر گیا وہ خادم اور مونس اور صافی الحرمی اور الموفق کے دوسرے خادموں اور غلاموں سے محبت رکھتا تھا، انہوں نے ابوالعباس کو قید خانے سے نکالا اور اُسے الموفق کے پاس لے گئے اور اسماعیل بن بلبل المعتضد اور المفوض کو ساتھ لیے حاضر ہو گیا اور جرنیلوں اور غلاموں میں بہت اضطراب پیدا ہو گیا اور عوام اور دوسرے غلاموں نے لوٹ مار کرنے میں جلدی سے کام لیا پس اُنھوں نے اسماعیل بن بُلبل کے گھر کو لوٹ لیا اور اُنھوں نے تمام بڑے گھروں اور شریف کانیوں کو لوٹ لیا اور پُلوں اور جیلوں کے دروازے کھول دیئے اور زیر زمین قید خانوں اور بیڑیوں میں جو شخص محبوس تھے انہیں چھوڑ دیا گیا،

صورت حال نہایت خطرناک ہوگئی اور اس نے ابو العباس اور اسماعیل بن بلبل کو خلعت دیے اور دونوں اپنے اپنے گھروں کو واپس آگئے، اسماعیل کو اپنے گھر میں بیٹھنے کے لیے چیز بھجوائی اور اس کے کھانے پینے کا بھی ذمہ دار بنا اسماعیل بیت المال کو بہت جلد خرچ کر دیا کرتا تھا اور انعامات، عطیہ جات، اخراجات اور خلعتوں کے دینے میں بڑا اسراف کرتا تھا، اس نے عربوں کو مدد دی اور ان کو خوب گزارے دیے اور عربوں میں سے بنی شیبان اور ربیعہ وغیرہ سے حسنِ سلوک کیا وہ خود کو بنی شیبان میں سے خیال کرتا تھا اور اس نے ایک سال اندھا دھند خراج لیا پس وہ لوگوں پر بوجھ بن گیا اور اس کے خلاف داعیوں کی کثرت ہوگئی، اس کے بعد الموفق تین دن زندہ رہا پھر ۲۲ صفر ۲۷۸ھ کو جمعرات کی شب کو فوت ہوگیا، فوتیدگی کے وقت اس کی عمر انچاس سال تھی، اس کی ماں رومیہ تھی اور اُم ولد تھی جسے اسحر کہا جاتا تھا الموفق کا نام طلحہ تھا اس کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے ؎

"جب اس نے بادشاہ کی پناہ لی اور کام اس کی مرضی کے مطابق تکمیل کو پہنچ گئے تو کچھ لوگوں نے مرضی سے اطاعت اختیار کر لی اور کچھ سے بالجبر اطاعت کروائی گئی، پھر اس کی موت کی تقدیر نازل ہوئی اور تقدیریں لوگوں کے ساتھ ایسے ہی کیا کرتی ہیں۔"

جب الموفق کی وفات ہوگئی تو المعتضد نے اپنے باپ الموفق کی جگہ لوگوں کے امور کا انتظام سنبھال لیا اور اس نے جعفر المفوض کو ولیعہدی کی خلعت دی اور بغداد میں بے شمار شور و غل کے بعد اسماعیل بن بلبل نے وزارت سنبھال لی ابو عبداللہ بن ابی الساج اور اس کے خادم وصیف کی بڑی اہمیت تھی اور اسماعیل بن بلبل کو قید کر دیا گیا اور ابو العباس نے عبداللہ بن سلیمان بن وہب کو بلا بھیجا اور اسے خلعت دی اور اپنی خط و کتابت کا کام دوبارہ اُسے دے دیا یہ ۲۷ صفر ۲۷۸ھ منگل وار کا واقعہ ہے اور اسماعیل بن بلبل کو مسلسل انواع و اقسام کی تکالیف دی گئیں اور اس کی گردن میں طوق ڈالا گیا جس میں لوہے کا انار تھا اور طوق اور انار ایک سو بیس رطل کا تھا اور اُسے ایک اونی جبّہ پہنایا گیا جو گھوڑوں کی چربی کا بنا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ایک مُردے کا سر لٹکایا گیا اور اسی حالت میں وہ جمادی الاولیٰ ۲۷۸ھ میں فوت ہوگیا اور اُسے طوق اور بیڑیوں سمیت دفن کر دیا گیا اور المعتضد نے نے ان تمام برتنوں کے توڑنے کا حکم دے دیا جو اس کے خزانے میں موجود تھے

پس انہیں توڑ کر فوج میں تقسیم کر دیا گیا۔

المعتمد کا ناشتہ جس کے بعد وہ فوت ہوا

مسعودی بیان کرتا ہے کہ المعتمد ناشتے کے لیے بیٹھا اور اس نے ۱۹ رجب ۲۷۹ھ کو سوموار کے روز کھانا کھایا اور جب عصر کے وقت کھانا پیش کیا گیا تو اس نے کہا اے مؤنس کیرہ سروں نے اپنے رقابوں کے ساتھ کیا کیا ہے؟ اور اس نے رات کو کہہ دیا ہوا تھا کہ اس کے سامنے بجری کے بچوں کے سر پیش کیے جائیں اس نے انہیں کاٹ کر رقابوں میں پیش کیا اور دستر خوان پر اس کے ساتھ ندیموں اور داستان گوؤں میں سے ایک آدمی بھی تھا جو قف الملقم کے نام سے مشہور تھا اور ایک دوسرا آدمی بھی تھا جو خلف المضحک کے نام سے مشہور تھا، سب سے پہلے الملقم نے سروں پر اپنا ہاتھ مارا، اور ان میں سے ایک کان کھینچ لایا اور ایک پتلی روٹی کے ساتھ اس کا لقمہ بنایا اور اُسے سالن میں ڈبویا اور منہ میں ڈالا اور خوب کھایا اور المضحک دانت اور آنکھیں اکھاڑتا رہا پس انہوں نے اور المعتمد نے ان کو کھایا اور اپنے دن کو پورا کیا اور الملقم جس نے پہلا لقمہ کھایا تھا، رات کو بے ہودہ گوئی کرتا رہا اور المضحک صبح ہونے سے پہلے ہی فوت ہو گیا اور المعتمد صبح کے وقت مُردوں سے جا ملا، قاضی اسماعیل بن حماد، المعتضد کے پاس آیا وہ سیاہ لباس زیب تن کیے ہوئے تھا اس نے اُسے سلامِ خلافت کہا اور یہ پہلا شخص تھا جس نے اُسے سلامِ خلافت کہا اور ابو عوف اور حسین بن سالم وغیرہ عادل گواہ آ گئے یہاں تک کہ وہ المعتمد کو دیکھنے گئے اور ان کے ساتھ المعتضد کا غلام بدر بھی تھا وہ کہنے لگا کیا تم اس پر کوئی نشان یا تکلیف دیکھتے ہو؟ یہ اچانک فوت ہوا ہے اور شراب نوشی کی مداومت نے اسے مار دیا ہے، انہوں نے دیکھا تو انہیں کوئی نشان نظر نہ آیا پس اُسے غسل و کفن دے کر ایک تابوت میں رکھ دیا گیا جو اس کے لیے تیار کیا گیا تھا اور سامرا لے جا کر دفن کر دیا گیا۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ اُسے اس شراب میں جو وہ پیا کرتا تھا ایک قسم کا زہر پلایا گیا اس زہر کو بیش کہتے ہیں جسے ہندوستان، ترکستان اور تبت سے لایا جاتا ہے اور بسا اوقات وہ سنبل الطیب میں بھی مل جاتا ہے وہ تین رنگ کا ہوتا ہے اور اس میں عجیب خواص ہوتے ہیں۔

المعتمد کے زمانے کے حالات اور خراسان میں الصفار وغیرہ سے اس کی جنگوں کے

واقعات بہت خوب ہیں اور ارض جبل میں جو کچھ ابو دلف کے بیٹوں کی جانب سے ہوا اور جو کچھ طولونی عربوں نے کیا اور دیار بجر میں احمد بن عیسیٰ ابن الشیخ کی جانب سے جو مصیبتیں آئیں اور قید ہوئی اور جو کچھ یمن میں ہوا ، ہم نے ان سب باتوں اور شاذ و نادر واقعات کو مبسوط طور پہ اور ہر سال کے واقعات کو اپنی دو کتابوں اخبار الزمان اور الاوسط میں بیان کر دیا ہے اس کتاب میں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں ۔

باب ہفتم

المعتضد باللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات ابو العباس احمد بن طلحہ المعتضد باللہ کی بیعت اس روز ہوئی جس روز اس کا چچا المعتمد فوت ہوا یہ ۱۸ رجب ۲۷۹ھ منگوار کے روز کا واقعہ ہے، اس کی ماں اُم ولد تھی اور دوم کی رہنے والی تھی جسے ضرار کہتے تھے اس کی وفات ۲۳ ربیع الآخر ۲۸۹ھ کو اتوار کے روز ہوئی، اس کی خلافت نو سال نو ماہ اور دو دن رہی اس کی وفات بغداد میں سینتالیس سال کی عمر میں ہوئی بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اکتیس سال کی عمر میں خلافت سنبھالی۔ اور ۲۸۹ھ میں فوت ہو گیا، جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ مؤرخین کی کتابوں کے اختلاف کے مطابق اور جو کچھ انہوں نے اس کے زمانے کی تاریخ بیان کی ہے اس کے مطابق وہ سنتالیس سال اور چند ماہ کا تھا واللہ الموفق۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دَور کی ایک جھلک

اس کے زمانے میں رعیت کا حال جب المعتضد خلیفہ ہوا تو فتنے تھم گئے، اور شہر درست ہو گئے، جنگیں ختم ہو گئیں بھاؤ گر گئے؟ فساد ختم ہو گیا اور ہر مخالف نے اس سے صلح کر لی اور وہ کامیاب و کامران ہو گیا اور شرق و غرب اس کے لیے کھل گئے، وہ اپنے اکثر مخالفین پر باری باری کامیاب ہو گیا

ہارون شاری پر بھی اس نے فتح حاصل کرلی۔
اس کا غلام بدر امورِ خلافت و مملکت کا نگران اور ذمہ دار تھا تمام آفاق کے مشہور لوگ اسی سے تعلق رکھتے تھے اور فوجوں اور دیگر جرنیلوں کے معاملات بھی اُسی کے ہاتھ میں تھے۔

اس کے عہد میں حکومت کی مالی حالت

المعتضد نے بیت المال میں نو لاکھ دینار چاندی کے چالیس لاکھ درہم بارہ ہزار چوپائے خچر، گھوڑے، گدھے اور اُونٹ چھوڑے، وہ بڑا بخیل تھا اور ان چیزوں پر نظر رکھتا تھا جن کو عوام نہیں دیکھتے تھے۔

اس کی کنجوسی

اس کا ندیم اور خاص آدمی اور اس کی خلوتوں کا واقف کار عبداللہ بن حمدون بیان کرتا ہے کہ اس نے حکم دیا کہ اس کے نوکروں وغیرہ کی ہر روٹی کے عوض ایک اوقیہ کم کر دیا جائے اور اس کی روٹی اس کے حکم سے شروع کی جائے کیونکہ نوکر خدمتگاروں کے لیے کئی روٹیاں مقرر تھیں، کسی کے لیے تین، کسی کے لیے چار اور کسی کے لیے اس سے زیادہ تھیں، ابن حمدون بیان کرتا ہے کہ شروع شروع میں تو میں بھی اس کے حکم سے حیران ہوا پھر پتہ چلا کہ اس طرح وہ ہر ماہ بہت سا مال اکٹھا کر رہا ہے اور اپنے خزانچی کو دے رہا ہے کہ وہ اس کے لیے اچھے اچھے تستری اور دبیقی کپڑے خریدے

اس کی سخت گیری

اس کے ساتھ ساتھ وہ بڑا بے رحم، دلیر، خونریز اور مقتول کا مُثلہ کر دینے کا بڑا شائق تھا اور جب کبھی وہ کسی شریف جرنیل یا خاص غلام پر ناراض ہو جاتا تو حکم دے دیتا کہ اس کے سامنے ایک گڑھا کھودا جائے پھر وہ اس کے سر کو اس میں ڈال دیتا اور اس پر مٹی پھینک دیتا اور اس کا نچلا نصف حصّہ مٹی سے باہر ہوتا مٹی میں روندا جاتا اور اس سے مسلسل یہی سلوک کیا جاتا یہاں تک کہ اس کی دُبر سے اس کی رُوح خارج ہو جاتی۔
اس کے عذاب دینے کا ایک طریقہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ آدمی کو پکڑ کر اس کی مشکیں کس دیتا اور اُسے بیڑیاں پہنا دیتا اور اس کے کانوں، نتھنوں اور منہ میں روئی ٹھونس دیتا اور اس کی دُبر میں دھونکنی رکھ دیتا یہاں تک کہ وہ پھول جاتا اور اس کا جسم بڑھ جاتا پھر وہ اس کی دُبر کو رُوئی سے بند کر دیتا پھر فصد کر دیتا اور وہ ابروؤں کے اُوپر کی دو رگوں کے کھُل جانے سے بڑے اُونٹ کی طرح ہو جاتا اور اس جگہ سے اس کا سانس نکلتا۔

اور بسا اوقات آدمی کو محل کی چوٹی پر باندھ کر ننگا کھڑا کر دیا جاتا اور اسے تیر مارے جاتے اور وہ مر جاتا۔

اور اس نے تہ خانے بنائے اور ان میں کئی قسم کے عذابوں کا سامان رکھا اور نجاح الحرمی کو لوگوں کو عذاب دینے کا متولی بنایا، اُسے عورتوں اور عمارتوں کے سوا، کسی چیز میں دلچسپی نہ تھی! اس نے اپنے مشہور محل ثریا پر چار ہزار دینار خرچ کیا اور اس کے اس محل کا طول تین فرسخ تھا۔

اس کے وزراء

اس نے وزارت پر عبید اللہ بن سلیمان کو مقرر کیا اور جب وہ مر گیا تو قاسم بن عبید اللہ کو وزیر بنایا۔

اس کی نماز عید

۲۷۹ھ کو المعتضد، عید الفطر کے روز، سوموار کو عید گاہ میں گیا جو اس نے اپنے گھر کے قریب ہی بنائی ہوئی تھی اور لوگوں کو نماز پڑھائی اور پہلی رکعت میں چھ تکبیریں اور دوسری رکعت میں ایک تکبیر کہی پھر منبر پر چڑھ گیا اور تقریر کرتے کرتے رُک گیا اور اس کا خطبہ نہ سُنا جا سکا اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

"امام رُک گیا اور حل و حرم میں لوگوں کے سامنے تقریر نہ کر سکا اور یہ صرف حیاء کی وجہ سے تھا اور بولنے میں رکاوٹ کی وجہ سے نہ تھا۔"

بنت خمارویہ سے اس کی شادی

اس سال حسن بن عبد اللہ جو ابن جصاص کے نام سے مشہور ہے، مصر سے خمارویہ بن احمد کا ایلچی بن کر آیا اور اس کے ساتھ بہت سے تحائف اموال اور منقش کپڑے بھی تھے اور وہ المعتضد کے پاس سوموار ۳ شوال کو پہنچا، اس نے اُسے اور اس کے سات ساتھیوں کو خلعت دیے پھر اس نے خمارویہ کی بیٹی کی علی المکتفی سے شادی کرنے کی کوشش کی تو المعتضد نے کہا کہ اُس نے ہمیں شرف بخشنے کا ارادہ کیا ہے اور میں اس کے شرف میں اضافہ کروں گا اور میں اس سے شادی کروں گا لہٰذا اس نے اس سے شادی کر لی اور ابن جصاص لڑکی کے معاملے کا اور اس کے سامان کو اُٹھانے کا منتظم مقرر ہوا، کہتے ہیں ...... کہ اس نے اس لڑکی کے ساتھ ایسے جواہرات اُٹھائے جس جیسے جواہرات کبھی کسی خلیفہ کے پاس اکٹھے نہیں ہوئے، ابن جصاص نے ان سے کچھ جواہرات لیے اور اس نے خمارویہ کی بیٹی قطر الندیٰ کو بتا دیا کہ جو کچھ اس نے لیا ہے وہ اس کی ضروریات کے

لیے اسی کے پاس رہے گا، وہ فوت ہوگئی اور وہ جواہر اسی کے پاس رہے اور یہی اس کی مالداری اور استقلال کا سبب تھا، اس کے بعد المقتدر کے زمانے میں ابن جصاص کو بہت تکالیف برداشت کرنی پڑیں وہ اسے گرفتار کر کے اس سے اموال وغیرہ لینا چاہتا تھا المعتضد بلد شہر سے قطر الندی کا مہر ابی الجیش کی طرف لے گیا اس کا مہر ایک کروڑ درہم کے علاوہ سامان، خوشبو اور چین و ہند اور عراق کے تحائف پر مشتمل تھا اور اس نے ابو الجیش کو ہشت گوشہ جوہر کی ایک تھیلی دی جس میں یاقوت اور کئی قسم کے جواہرات، ہار اور تاج وغیرہ تھے اور بعض کہتے ہیں کہ ٹوپی اور شیشیاں تھیں جو لے کر بحری راستہ سے بلد اور موصل سے ہوتا ہوا بغداد چلا گیا۔

ابن الجصاص

ابوسعید احمد بن الحسین بن منقذ بیان کرتا ہے کہ میں ایک دن حسن بن الجصاص کے پاس گیا اس کے سامنے ایک جامہ دان پڑا ہوا تھا جس کے اندر ریشم لگا ہوا تھا جس میں جواہرات لگے ہوئے تھے جن سے ایک تسبیح بنی ہوئی تھی ان کی خوب صورتی کو دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا کہ ان کی تعداد بیس سے زیادہ ہے، میں نے اسے کہا میں آپ کے قربان جاؤں، ہر تسبیح میں جواہرات کی کیا تعداد ہے اس نے جواب دیا ایک سو دانے، اور ہر دانے کا وزن، اس کے ساتھ کے دانے کے برابر ہے جو کم و بیش نہیں ہوتا اور تیرے سامنے سونے کی ڈلیاں، ترانہ و بیہ لکڑ یوں کی طرح تولی جاتی ہیں جب میں اس کے ہاں سے نکلا تو ابو العیناء سے میری ملاقات ہوئی اس نے مجھے کہا اے ابوسعید تو نے اس آدمی کو کس حال میں چھوڑا ہے، میں نے جو کیفیت دیکھی تھی بیان کر دی تو اس نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا اے اللہ اگر تو نے میرے اور اس کے درمیان تونگری میں برابری نہیں کی تو میرے اور اس کے درمیان اندھے پن میں برابری کر دے پھر وہ رونے لگ گیا، میں نے کہا اے ابو عبید اللہ تیرا کیا حال ہے اس نے کہا تو نے جو کچھ مجھ سے دیکھا ہے تو تو کمزور ہو جاتا پھر کہنے لگا اس حالت پہ بھی اللہ کا شکر ہے اور کہنے لگا اے ابوسعید میں نے اس وقت کے سوا کبھی اندھے پن پہ اللہ کا شکر ادا نہیں کیا میں نے کہا کہ کون ابن جصاص کا حال بتائے گا کہ اس نے اس تسبیح کو کس چیز کے ساتھ ختم کیا اس نے جواب دیا ایک سرخ یاقوت کے ساتھ، شاید اس کی قیمت اس کے نیچے والے جواہرات سے زیادہ ہو۔

ابوالعیناء

ابوالعیناء جمادی الآخرۃ ۲۸۲ھ میں بصرہ میں فوت ہوا، اس کی کنیت

ابو عبید اللہ تھی وہ بغداد سے ایک کشتی میں اس سال اسیؔ آدمیوں کے ساتھ بصرہ آیا وہ کشتی غرق ہوگئی اور ابوالعیناء کے سوا کوئی آدمی نہ بچا، یہ نابینا تھا اور کشتی کی ایک جانب چمٹ گیا تھا پس اسے زندہ نکال لیا گیا، سلامت بچ جانے کے بعد یہ بصرہ آکر فوت ہوگیا۔

ابوالعیناء بڑا زبان دان، حاضر جواب اور تیز فہم تھا اس کے ہم پایہ لوگوں میں سے کوئی اس کا لگانہ کھاتا تھا، ابوعلی البصیر وغیرہ کے ساتھ اس کے بہت اچھے واقعات اور اشعار کا پتہ چلتا ہے جس کا ہم اپنی پہلی کتابوں میں ذکر کر آئے ہیں۔

وہ ایک وزیر کی مجلس میں حاضر ہوا لوگ برامکہ کی جود و سخاوت کی باتوں میں اُلجھ پڑے تو وزیر نے ابوالعیناء سے کہا اور وہ ان کی جود و سخاوت کا بڑا مداح تھا کہ تو نے ان کی بہت تعریف کی ہے اور یہ صرف کاتبوں کی تصنیف کردہ باتیں ہیں۔ تو ابوالعیناء نے اُسے کہا اے وزیر، کاتب تیری جود و سخاوت کے متعلق جھوٹ کیوں نہیں بولتے تو وزیر خاموش ہوگیا اور لوگ اس کی جرأت سے حیران رہ گئے، ایک روز اس نے وزیر صاعد بن مخلد سے اجازت طلب کی تو حاجب نے اُسے کہا کہ وزیر صاحب مشغول ہیں ذرا انتظار کیجیے، جب اس نے اجازت دینے میں دیر کی تو اس نے حاجب سے کہا وزیر کیا کر رہا ہے اس نے جواب دیا نماز پڑھ رہا ہے، اس نے کہا تو نے سچ کہا ہے ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے یہ بات کہہ کر اس نے اس پر عیب لگایا کیونکہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا تھا۔

ابوالعیناء ایک روز متوکل کے محل میں گیا جو الجعفری کے نام سے مشہور ہے یہ ۲۴۶ھ کا واقعہ ہے اس نے پوچھا ہمارے اس گھر کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ لوگوں نے دُنیا میں گھر بنائے ہیں اور تو نے دُنیا کو اپنا گھر بنا لیا ہے تو اس نے اس جواب کو بہت اچھا سمجھا پھر اسے کہا، تو شراب کیسے پیتا ہے؟ اس نے جواب دیا میں اس کی قلیل مقدار کی طاقت نہیں رکھتا اور اس کی کثیر مقدار سے ذلیل ہوتا ہوں، اس نے اسے کہا ان باتوں کو چھوڑ دو اور ہمارے ساتھ شراب پیو، اس نے جواب دیا کہ میں ایک محجوب آدمی ہوں اور محجوب کا اشارہ تیز ہوتا ہے اور اس کی میانہ روی حد سے بڑھی ہوتی ہے اور وہ اس سے وہ چیز دیکھتا ہے جسے دیکھا نہیں جا سکتا، تیری مجلس کے تمام آدمی، تیری خدمت کرتے ہیں

اور میں خدمت کروانے کا محتاج ہوں، دوسری بات یہ ہے کہ میں اس بات سے مامون نہیں کہ تو میری طرف پسندیدگی کی نظر اور غضب ناک دل سے دیکھے یا غضب ناک آنکھ اور رضامند دل کے ساتھ دیکھے اور جب میں ان دونوں باتوں کے درمیان تمیز نہ کروں تو ہلاک ہو جاؤں، پس میں مصیبت میں پڑنے کی بجائے عافیت کو پسند کرتا ہوں اس نے کہا ہمیں تیرے متعلق اطلاع ملی ہے کہ تو فحش گوئی کرتا ہے اس نے جواب دیا امیر المومنین اللہ تعالےٰ نے مدح و ذم دونوں کی ہیں فرماتا ہے۔

نعم العبد انہ اواب ـــــ اور فرماتا ہے ـــ ھماز مشاء بنمیم ـــ

اگر فحش گوئی بچھو کی طرح نہ ہو جو نبی اور ذمی دونوں کو ڈسے تو کوئی حرج نہیں،

ایک شاعر کہتا ہے ؎

"اگر میں نیکی کرنے میں راست باز نہیں تو میں کمینے قابل مذمت اور بے خیر آدمی کو گالی نہیں دیتا، پس خیر و شر کو میں نے اس کے نام سے پہچانا ہے اور اللہ تعالےٰ نے میرے لیے کان اور منہ بنایا ہے۔"

متوکل نے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے ابو العیناء نے جواب دیا بصرہ سے، اس نے کہا بصرہ کے متعلق تو کیا کہتا ہے اس نے جواب دیا:۔ اس کا پانی کڑوا اور گرمی عذاب ہے اور وہ اس وقت اچھا ہوتا ہے جب جہنم اچھی ہوتی ہے اس کے وزیر عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ اس نے جواب دیا، وہ بہت اچھا آدمی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تیری خدمت میں منقسم ہے اور ڈاک کا انچارج میمون بن ابراہیم اس کے پاس آیا تو اس نے پوچھا تو میمون کے متعلق کیا کہتا ہے؟ اس نے جواب دیا اس کا ہاتھ چوری کرتا ہے اور سرین پاداتا ہے اور وہ اس یہودی کی طرح ہے جس نے نصف خزانہ چرایا ہو وہ جرأت مند ہے اور اس کے ساتھ پختہ کار بھی ہے اس کا احسان تکلف ہے اور برائی کرنا اس کی طبیعت ہے تو وہ اس کی ان باتوں سے خوش ہو گیا اور اسے انعام و اکرام دیا۔

المعتضد کے لیے الصفار کے تحائف

۲۸۳ھ میں عمرو بن اللیث الصفار کی جانب سے تحائف آئے جن میں ایک سو خراسانی مہری اونٹ اور بہت سے تیز رفتار گھوڑے اور بے شمار صندوق اور چار لاکھ درہم تھے اور ان کے ساتھ سونے کا ایک بت تھا جو ایک اسٹیچو پر تھا اس کی ایک عورت

تھی جس کے چار ہاتھ تھے، اس پر چاندی کے دو ہار تھے جو سُرخ اور سفید جواہرات سے مرصع تھے اور اس اسٹیچو کے سامنے چھوٹے چھوٹے بُت تھے جن کے ہاتھ اور مُنہ بھی تھے اور ان پر زیورات اور جواہرات بھی تھے، یہ اسٹیچو ایک بچھڑے پر تھا جس کی مقدار کے مطابق اس پر دوڑتے ہوئے گھوڑے دکھائے گئے تھے ان سب اشیاء کو المعتضد کے گھر لے جایا گیا پھر اس اسٹیچو کو مشرقی جانب پولیس چوکی میں لایا گیا تو تین دن اسے لوگوں کے لیے نصب کیا گیا پھر اُسے المعتضد کے گھر واپس کر دیا گیا، ۱۴ربیع الاول ۲۸۳ھ جمعرات کے روز کا واقعہ ہے پس عوام کئی روز تک اپنے کاموں سے فارغ ہو کر اس اسٹیچو کو دیکھنے کے لیے جاتے رہے عمرو بن اللیث اس بُت کو ان شہروں سے اُٹھا لایا تھا جو اس نے ہندوستانی ممالک اور اس کے پہاڑوں سے فتح کیے تھے اور جو لسط، معبر اور دوار کے علاقے کے قریب ہیں اور اس وقت یعنی ۳۳۲ھ میں یہ سرحدیں ہیں۔ اور ان کے پاس اکا فراد مختلف شہری اور دیہاتی اقوام آباد ہیں، شہروں میں سے کابل اور بامیان کے علاقے ہیں جو زابلستان اور رخج کے علاقے کے ساتھ متصل ہیں اس سے قبل ہم اس کتاب میں گذشتہ اقوام اور گذرے ہوئے بادشاہوں کے واقعات میں ذکر آئے ہیں کہ زابلستان، فیروز بن کبک کے علاقے سے مشہور ہے جو زابلستان کا بادشاہ تھا اور عیسےٰ بن علی بن ماہان، ہارون الرشید کے زمانے میں خوارج کی تلاش میں سندھ اور اس کے پہاڑوں اور قندھار اور رخج اور زابلستان کے علاقے میں قتل و غارت کرتا اور ایسی فتوحات حاصل کرتا ہوا آیا کہ ان علاقوں میں ان کی کوئی مثال موجود نہیں، اس بارے میں ایک نابینا شاعر جو ابن العذافر الفقی کے نام سے مشہور ہے کہتا ہے ؎

"قریب ہے کہ عیسٰی ذوالقرنین ہو جائے کیونکہ وہ فتوحات کرتا ہوا مغربین اور مشرقین تک پہنچ گیا ہے اس نے نہ کابل و زابلستان کو چھوڑا ہے اور نہ رخجین تک کے ارد گرد کے علاقے کو چھوڑا ہے۔"

ہم اپنی گذشتہ کتابوں میں فیروز بن کبک بادشاہ زابلستان کے قلعوں کے حالات بیان کر چکے ہیں کہ ان جیسے محفوظ، مضبوط، بلند اور عجیب قلعے، دنیا میں کہیں موجود نہیں اور ہم نے ان علاقوں کے عجائبات کا ذکر، طبسین، خراسان اور سجستان کے ممالک تک کیا ہے اور مشرقین اور مغربین کے عجائبات کا ذکر عامر اور غامر سے کیا ہے اور عامر میں مختلف عادات و رنگ و نسل کی اقوام پائی جاتی ہیں۔

اہل بصرہ کا المعتضد کے پاس آنا

اہل بصرہ، المعتضد کے پاس سفید بحری کشتیوں میں آئے جو چربی اور اس چونے سے بھری ہوئی تھیں جو اُن کے سمندر میں پایا جاتا ہے اور ان کا ایک وفد بھی جو خطباء، متکلمین، رؤسا، اشراف اور علماء پر مشتمل تھا اس کے پاس آیا جن میں ابوخلیفہ الفضل بن الحباب الجمعی بھی تھا جو آل جمح کا غلام تھا جو قریش میں سے تھے جسے اس نے بعد میں قاضی بنا دیا تھا۔ یہ تمام لوگ المعتضد کے پاس زمانے کے مصائب قحط اور گورنروں کے ظلم و ستم کی شکایت کرنے آئے اور انہوں نے دریائے دجلہ میں اپنی کشتیوں میں چیخ و پکار اور شور و غل برپا کر دیا، پس المعتضد نے انہیں پردے کے پیچھے بٹھا دیا اور اس نے وزیر قاسم بن عبید اللہ اور دیگر دفاتر کے لکھنے والوں کو وہاں پر بیٹھنے کا حکم دیا جہاں سے المعتضد ان کی تقاریر کو سن سکتا تھا، وہ کونسل کے حکم سے ان کے سامنے شکایات بیان کرنے لگے پھر اس نے بصریوں کو حاضر ہونے کی اجازت دی تو وہ حاضر ہو گئے ابوخلیفہ ان کے آگے آگے تھا ان کے اُوپر نیلی چادریں تھیں سروں پر اوڑھنیاں تھیں وہ بڑے خوش بیان اور خوش منظر تھے پس المعتضد نے ان کی خوش منظری کی تحسین کی، سب سے پہلے ابوخلیفہ نے بات شروع کی اور کہا کہ

> آباد مقام ویران ہو گئے ہیں اور واضح نشانات مٹ گئے ہیں اور بھونکنے والے کُتے آنے جانے لگے ہیں اور جوزا ستارے کو گہن لگ گیا ہے اور ہم پر مصائب کو بٹھا دیا گیا ہے تکالیف نے ہمیں آلیا ہے اور ہم میں سے ہر آدمی تاریکی میں کھڑا ہے جاگیریں جڑ سے اکھیڑ دی گئی ہیں اور قلعے جُھک گئے ہیں پس ہماری طرف نگاہِ امام سے دیکھیے زمانہ آپ کے لیے سازگار رہے گا اور لوگ آپ کے مطیع ہوں گے، ورنہ ہم بصری لوگ ہیں ہم خوبی سے نہیں ہٹاتے اور نہ ہی کسی بڑی بات سے بے رغبتی کرتے ہیں۔

اس نے مسجع کلام کیا اور خوب خطاب کیا، تو وزیر نے اُسے کہا اے شیخ میں آپ کو مؤدب خیال کرتا ہوں تو اُس نے جواب دیا اے وزیر، مؤدبوں نے آپ کو اس جگہ بٹھایا ہے وزیر نے اُسے کہا پانچ اونٹوں میں کتنی زکوٰۃ ہے، ابوخلیفہ نے کہا تو نے ایک واقف کار سے پوچھا ہے پانچ اونٹوں میں ایک بکری زکوٰۃ ہے اور دس اونٹوں میں دو بکریاں، پھر وہ اونٹوں کی زکوٰۃ بیان کرتا چلا گیا اور اختلافات کا ذکر بھی کرتا گیا پھر اس نے گائیوں اور بکریوں کی زکوٰۃ کو فصیح زبان اور مختصر تقریر میں بیان کیا المعتضد نے جو کچھ سُنا اس سے حیران ہو کر خادم کے ذریعے وزیر کی طرف پیغام بھیجا کہ جو کچھ یہ لوگ چاہتے

میں انہیں لکھ دو اور جو کچھ انہوں نے مانگا ہے اس کے متعلق انہیں جواب دو اور انہیں شکر گزاری کرتے ہوئے واپس بھیجو اور یہ شخص ایک شیطان ہے جسے سمندر نے پھینک دیا ہے اسی قسم کے آدمیوں کو بادشاہوں کے پاس جانا چاہیے۔

ابو خلیفہ الجمعی

ابو خلیفہ اعراب کا تکلف نہیں کرتا تھا بلکہ یہ بات عنفوانِ شباب سے ہی اس کے دائمی استعمال کی وجہ سے اس کی طبیعت بن گئی تھی اور وہ علم مناظرہ میں ایک خاص مقام کا حامل تھا، اس کے نشان دار اور نادر واقعات مدون کیے جا چکے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ بصرہ میں خراج کا ایک عامل اپنے کام سے ہٹا دیا گیا تھا ابو خلیفہ بھی محکمہ قضاء سے ہٹا ہوا تھا پس عامل نے ابو خلیفہ کی طرف آدمی بھیجا کہ آج مبرمان نحوی جو ابو العباس المبرد کا ساتھی ہے، فلاں نہر اور باغ میں میری ملاقات کرے گا، پس وہ سویرے سویرے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آ گئے اور اُسے بھی ان کے ساتھ حاضر ہونے کو کہا وہ وہیں خوش طبعی کرتے ہوئے بیٹھ گئے انہوں نے اپنے ظاہری لباس تبدیل کیے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں وہ بصرہ کی ایک نہر پہ آ گئے اور اس کے ایک باغ کو انہوں نے پسند کیا، وہ وہاں آکر کنارے کی طرف چلے گئے اور نہر کے کنارے ایک کھجور کے نیچے بیٹھ گئے، اور جو کھانا وہ اپنے ساتھ اٹھا کر لائے تھے اس نے اُسے ان کے سامنے رکھا یہ وہ دن تھے جن میں کھجوریں تازہ پھل دیتی ہیں اور وہ اُسے لکڑی کے صندوقوں میں بند کر کے خرما بنا لیتے ہیں ان دنوں باغات، کھجوروں میں کام کرنے والوں کسانوں سے بھرے ہوئے ہیں جب وہ کھانا کھا چکے تو ایک آدمی نے اس بات سے بے خوف ہو کر کہ جن کسانوں کا ہم نے ذکر کیا ہے ان میں سے کوئی آدمی اُسے پہچان لے گا، ابو خلیفہ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق کچھ بتائیے یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا ـــــ اس آیت میں جو واؤ آتی ہے اعراب کے لحاظ سے اس کا کیا مقام ہے ابو خلیفہ نے کہا یہ رفع کے مقام میں ہے اور "قوا" یہ مردوں کی ایک جماعت کے لیے امر ہے اس نے کہا آپ ایک مرد یا دو مردوں کے لیے کیا کہیں گے، اس نے جواب دیا ایک مرد کے لیے "ق" اور دو مردوں کے لیے "قیا" اور جماعت کے لیے "قوا" اس نے کہا آپ ایک عورت دو عورتوں اور عورتوں کی جماعت کے لیے کیا کہیں گے، اس نے جواب دیا ایک عورت کے لیے "قی" دو کے لیے "قیا" اور جماعت کے لیے "قین" اس نے کہا

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ جلدی سے بتائیں کہ ایک مرد، دو مردوں اور ان کی جماعت کے لیے اور ایک عورت اور دو عورتوں اور ان کی جماعت کے لیے کیا کہیں گے، ابوخلیفہ نے جلدی سے کہا قِ، قیا، قوا، قِی، قیا، قین، ان کے قریب ہی ایک کسانوں کی جماعت تھی جب انہوں نے یہ بات سُنی تو انہیں یہ بات گراں گزری اور کہنے لگے اسے زندیقو! تم قرآن کریم کو مرغیوں کی طرح پڑھتے ہو اور ان پر حملہ کر دیا انہیں تھپیڑ مارے، ابوخلیفہ اور اس کے ساتھیوں نے کافی جدوجہد کے بعد ان کے ہاتھوں سے نجات پائی۔

ہم نے ابوخلیفہ کے نادر واقعات کو اور اس کی اس گفتگو کو جو اس نے اپنی خچر سے اس وقت کی جب اس نے اُسے گرا دیا تھا اور اس کی اس گفتگو کو جو اس نے اپنے گھر میں چور کے داخل ہونے پر کی تھی اپنی کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے۔

ابوخلیفہ کی وفات ۳۰۵ھ میں بصرہ میں ہوئی۔

ابن الشیخ، آمد میں

المعتضد ربیع الاوّل ۲۸۶ھ کو آمد آیا، یہ احمد بن عیسٰی بن الشیخ عبدالرزاق کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے وہاں اس کا بیٹا محمد بن احمد بن عیسٰی بن عبدالرزاق قلعہ بند تھا، المعتضد نے قلعہ کے اردگرد اپنی فوجوں کو پھیلا دیا اور اس کا محاصرہ کر لیا، علقمہ بن عبدالرزاق بیان کرتا ہے کہ ہمیں رواحہ بن عیسٰی بن عبدالملک نے شعبہ بن شہاب یشکری سے بتایا وہ کہتا تھا کہ المعتضد نے مجھے محمد بن احمد بن عیسٰی بن الشیخ کی طرف حجت قائم کرنے کے لیے بھیجا، جب میں اس کی طرف گیا تو ام الشریف کو بھی خبر پہنچ گئی اس نے مجھے اطلاع دی اور کہا اے ابن شہاب تو نے امیر المومنین کو کس حال میں چھوڑا ہے میں نے جواب دیا خدا کی قسم! میں نے اُسے خوش باش بادشاہ، عادل حکمران، نیکی کا حکم دینے والا، بھلائی کے کام کرنے والا، اہل باطل پر غالب اور حق کی اطاعت کرنے والا چھوڑا ہے، اُسے اللہ کی راہ میں ملامت گر کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں، تو اس عورت نے کہا خدا کی قسم وہ اس کا اہل اور مستحق ہے اور وہ ایسا کیوں نہ ہوتا وہ خدا کے ملک پر اس کا دراز کیا ہوا سایہ اور اس کے بندوں پر امانت دار خلیفہ ہے اس نے اس کے ذریعہ اپنے دین کو عزت دی ہے اور اس کے ذریعے اپنی سنت کو زندہ کیا اور اپنی شریعت کو ثبات بخشا ہے پھر وہ مجھے کہنے لگی تو نے ہمارے صاحب کو کیسا پایا ہے یعنی اس کے بھتیجے محمد بن احمد کو، میں نے جواب دیا میں نے ایک نوعمر اور حیرت میں ڈال دینے

والے جوان کو دیکھا ہے اس پر بے وقوفوں نے غلبہ پالیا ہے وہ ان کی آراء سے قوت حاصل کرتا ہے اور ان کی باتوں کو خاموشی سے سُنتا ہے اور وہ اس سے جھوٹی باتیں کرتے ہیں اور اُسے شرمندہ کرواتے ہیں، اس عورت نے مجھے کہا، کیا تو اس کی طرف خط لے کر جائے گا، میں نے کہا شاید ہم اس گرہ کو کھول دیں جو بے وقوفوں نے باندھ دی ہے، میں نے کہا ہاں تو اس عورت نے اُسے ایک بہت اچھا خط لکھا جس میں بہت نصیحتیں اور خیر خواہی کی باتیں لکھیں اور اس کے آخر میں یہ اشعار لکھے ؎

"ماں کی خیر خواہانہ باتوں پر توجہ کر، جس کا دل خوف اور تجھ پر رحم کی وجہ سے دردمند ہے اور سچ بات کہہ، اور میری باتوں پر غور و فکر کر اور اگر تو نے غور کیا تو تجھے میری باتوں میں بھلائی ملے گی، اور ان لوگوں پر بھروسہ نہ کر جن کے دلوں میں کینے ہیں جو دشمنی اور حسد کو برانگیختہ کرتے ہیں، وہ ذئبیوں کی طرح اپنے گھروں میں چھپے بیٹھے ہیں اور جب وہ امن میں آجاتے ہیں تو تو اُنہیں شیروں کی طرح پائے گا اور تو اس کی دوا کر، اور دوا کرنا ممکن ہے اور تیرے طبیب نے تیری طرف ہاتھ بڑھایا ہے خلیفہ جس بات سے راضی ہوتا ہے اُسے راضی کرے اور اس سے اہل، مال اور اولاد کو روک نہ رکھ، اور لشکر کے بھائی کو واپس لا تاکہ وہ بُرائی کے مقابلہ میں تیرا مددگار ہو اور اس کی مصیبت پر کسی کو خوش نہ کر۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ میں خط لے کر محمد بن احمد کی طرف گیا اس نے خط پڑھ کر میری طرف پھینک دیا پھر کہنے لگا اے لشکر کے بھائی حکومتیں عورتوں کی آراء سے نہیں چلائی جاتیں اور نہ ان کی عقلوں سے حکومت چلائی جاسکتی ہے، اپنے صاحب کی طرف واپس چلے جائیے میں نے واپس آکر امیر المومنین کو اس کے حق و صدق کے متعلق اطلاع دی تو اس نے پوچھا اُم الشریف کا خط کہاں ہے، میں نے اُسے خط دکھایا، جب وہ خط اس کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ اس کی عقل اور اشعار سے بہت متعجب ہوا پھر کہنے لگا، میں چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگوں کی موجودگی میں اس کی سفارش کروں، پس جب آمد فتح ہوا تو محمد بن احمد کو امان مل گئی اور جب جنگ شدت اختیار کر گئی تو امیر المومنین نے میری طرف پیغام بھیجا اور کہا اے شعلہ بن شہاب، کیا ام الشریف کے متعلق تمہیں کچھ علم ہے میں نے عرض کیا یا امیر المومنین خدا کی قسم مجھے

کچھ علم نہیں، امیر المومنین نے کہا اس خادم کے ساتھ چلے جاؤ تو اُسے عورتوں میں موجود پائے گا، وہ بیان کرتا ہے کہ میں گیا پس جب اُس نے مجھے دیکھا تو اپنے چہرے سے نقاب اُٹھا دیا اور کہنے لگی سے

"زمانے کی گردشوں اور مصائب اور سرکشی نے پردہ اُٹھا دیا ہے اور ہم میں سے جو شخص بہادر اور شجاع تھا اُسے اس نے عزیز ہونے کے بعد ذلیل کر دیا ہے میں نے خیر خواہی کی مگر میری بات مانی نہ گئی اور میں کتنی چیزوں سے محروم ہو گئی کہ وہ میری اطاعت کرے پس مقدر نے ہمارا ساتھ نہ دیا اور ہم متفرق ہو گئے اے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تو کسی روز ہماری پراگندگی کے بعد اجتماع کو بھی دیکھے گا۔"

پھر وہ رو پڑی اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارنے لگی پھر اس نے مجھے کہا اے ابن شہاب! خدا کی قسم میں نے جو دیکھنا تھا دیکھ لیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، میں نے اُسے کہا کہ امیر المومنین نے مجھے تیری طرف بھیجا ہے اور ان کی رائے تیرے بارے میں بہت اچھی ہے اس نے کہا، کیا تو اُن تک میرا یہ خط پہنچا دے گا، میں نے کہا ہاں، تو اس نے خلیفہ کی طرف یہ اشعار لکھے سے

"بطحا کے رہنے والے قریش کے خلیفوں کے بیٹے اور پسندیدہ امام اور خلیفہ سے کہہ دے کہ خرابی و فساد کے بعد اللہ تعالیٰ نے تیرے ذریعے ملک اور اہل ملک کی اصلاح کر دی ہے اور بسا اوقات ان کی اصلاح نہیں ہو سکتی، اور تیری وجہ سے عزت کا گنبد لڑکھڑا گیا ہے اگر اللہ تعالیٰ کے بعد تو نہ ہوتا تو وہ نہ لڑکھڑاتا اور تیرے رب نے تجھے وہ کچھ دکھا دیا ہے جو تو چاہتا ہے پس تو ناپسندیدہ چیزوں کو نہ دیکھے اور تو عفو و درگزر سے کام لے اے دنیا کی خوشی اور اس کے بادشاہوں کے ماحتا مجھ پر ظلم و ستم کرنے والوں کو اصلاح کرنے والے سمجھ لے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ میں خط لے کر امیر المومنین کے پاس چلا گیا جب اس کے سامنے یہ اشعار پیش کیے گئے تو وہ بہت متعجب ہوا اور اس نے حکم دیا کہ کپڑوں کے جامہ دان اور کچھ مال اس عورت کی طرف لے جایا جائے اور اس کے بھتیجے محمد بن احمد

کی طرف بھی اتنا ہی مال لے جایا جائے اور اس نے اس عورت کی وجہ سے بہت سے ان لوگوں کو معاف کر دیا جو بڑے بڑے جرائم کے باعث عقوبت کے مستحق ہو چکے تھے۔

رافع بن لیث کے ساتھ جنگ

المعتضد نے ۲۷۲ھ میں احمد بن عبدالعزیز بن ابی دُلف کی طرف رافع بن لیث سے جنگ کرنے کے متعلق لکھا، تو احمد بن عبدالعزیز رافع کی طرف چل پڑا اور ۲۳ ذوالقعدہ کو اسی سال رَے میں ان کی جنگ ہوئی جو کئی دن تک جاری رہی پھر رافع بن لیث کو شکست ہو گئی اور وہ بھاگ گیا اور ابن ابی دُلف کے ساتھی ان پر اور ان کی فوج پر غالب آ گئے بغداد میں یہ خبر اس سال ۱۲ ذوالحجہ کو پہنچی۔

محمد بن حسن بن سہل کا ایک طالبی کے لیے دعوت دینا

۲۸۰ھ کو بغداد میں ایک آدمی پکڑا گیا جو محمد بن حسن بن سہل کے نام سے معروف تھا اور فضل بن سہل ذوالریاستین کا بھتیجا تھا، اس کا لقب شمیلہ تھا اس کے ساتھ عبیداللہ بن المہتدی بھی تھا محمد بن سہل کی کئی تصنیفات معینہ کے حالات پر مشتمل ہیں۔ اور اس کی ایک تالیف علی بن محمد صاحب الزنج کے حالات پر مشتمل ہے جیسا کہ ہم پہلے اس کتاب میں اس کے حالات لکھ آئے ہیں، علوی کی فوج میں سے امان پانے والوں کی ایک جماعت نے اسے امیر مقرر کیا اور اُسے ایسے جرائد بھی ملے جن میں سے ان آدمیوں کے نام تھے جن سے آلِ ابی طالب کے ایک آدمی کی بیعت کی وجہ سے اس نے مواخذہ کیا تھا انہوں نے اس بات کا عزم کیا ہوا تھا کہ وہ اسی روز بغداد پر غلبہ حاصل کر کے المعتضد کو قتل کر دیں گے۔ انہیں المعتضد کے پاس لایا گیا تو جو لوگ محمد بن حسن کے ساتھ تھے انہوں نے اقرار کرنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے ہم کسی طالبی کو نہیں جانتے اور تو ہم پر اس کی بیعت کی وجہ سے گرفت کر رہا ہے حالانکہ ہم نے اُسے دیکھا بھی نہیں یہ محمد بن حسن ہمارے اور اس کے درمیان واسطہ تھا، پس انہیں اس کے حکم سے قتل کر دیا گیا اور اس نے شمیلہ کو اس اُمید پر باقی رکھا کہ وہ اُسے طالبی کے متعلق کچھ بتائے گا اور اس نے عبیداللہ بن المہتدی کو اس وجہ سے چھوڑ دیا کہ اُسے علم ہو گیا تھا کہ اس نے اس سے بیزاری کا اظہار کیا ہے پھر المعتضد باللہ نے محمد بن حسن سے ہر طرح سے پوچھا کہ وہ اس طالبی کے متعلق بتائے جس کی بیعت اس نے لوگوں سے لی ہے تو اس نے انکار کر دیا اور اس کے اور المعتضد کے درمیان طویل گفتگو ہیں

ہوئیں، اس نے المعتضد کو خطاب کرتے ہوئے کہا، اگر تو مجھے آگ پر بھی بھون دے تو جو کچھ تو مجھ سے سن چکا ہے اس سے زیادہ میں تجھے کچھ نہیں بتاؤں گا اور تو جس کی اطاعت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے میں اس کی اطاعت کا اقرار نہیں کرتا حالانکہ تو اس کی امامت کا اقراری ہے، تو نے جو کچھ کرنا ہے کرلے، تو المعتضد نے اُسے کہا، ہم تجھے وہ عذاب دیں گے جس کا تو نے ذکر کیا ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے ایک لوہے کی سلاخ بنا کر اس کی دُبر میں داخل کی اور مُنہ سے نکالی اور اس کے پہلوؤں میں آگ جلا کر اُسے اس میں کھڑا کر دیا گیا یہاں تک کہ وہ المعتضد کے سامنے مرگیا اور وہ اسے گالیاں دیتا اور بُرا بھلا کہتا تھا اور زیادہ مشہور بات یہ ہے کہ اُسے تین نیزوں کے درمیان رکھا گیا اور ان کی اطراف سے اُسے باندھ دیا گیا اور اس کی مُشکیں کس دی گئیں اور اُسے اس طرح آگ کے اُوپر رکھا گیا کہ آگ اس کو چھُو نہ سکے اور اُسے زندہ ہونے کی حالت میں اس کے اُوپر گھمایا گیا اور اُسے مرغ کی طرح بھونا گیا یہاں تک کہ اس کا جسم چیخ گیا اور پھر اُسے نکال کر غربی جانب دونوں پُلوں کے درمیان سولی پر لٹکا دیا گیا۔

بنی شیبان کی جنگ

اس سال المعتضد، بنی شیبان کے بدویوں کی تلاش میں نکلا، وہ بڑے سرکش اور فسادی تھے، اس نے جزیرہ اور الزاب کے پاس ان سے جنگ کی یہ ایک مشہور جگہ ہے جو وادیٔ ذئاب کے نام سے مشہور ہے، پس اس نے انہیں قتل کیا اور قید کیا اور ان کی اولاد کو موصل لے آیا۔

اسی سال ابوعبداللہ بن ابی الساج المراغہ نے آذربائیجان کے کچھ علاقے فتح کیے اور عبداللہ بن الحسین کو گرفتار کرلیا اور ان کے اموال کا صفایا کر دیا اور اس کے بعد اُسے ہلاک کر دیا۔

اور اسی سال احمد بن عبدالعزیز بن ابی دُلف کی وفات ہوئی۔

عمان کی فتح

اسی سال احمد بن ثور نے عمان کو فتح کیا وہ بحرین کے علاقے سے وہاں گیا اور اباضیہ کے سرفروشوں سے نبرد آزما ہوا، جن کی تعداد دو لاکھ کے قریب تھی اور ان کا امام صلت بن مالک تھا جو عمان کے علاقے بردی میں رہتا تھا، اس کو ان پر فتح حاصل ہوئی اور اس نے ان میں سے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا اور بہت سوں کے سر اُٹھا کر بغداد لے آیا جنہیں پُل پر نصب کر دیا گیا، المعتضد، الجزیرہ سے واپسی پر بغداد میں آیا اور اسی سال عمرو بن اللیث نیشاپور میں داخل ہوا۔

ابن ابی الساج کی بیٹی

اسی سال میں محمد بن ابی الساج کی بیٹی کو المعتضد کے غلام، بدر کی طرف لے جایا گیا، ہم نے کتاب الاوسط میں ابن ابی الساج کے حالات اور المعتضد کی موجودگی میں بدر کے ساتھ اس کی بیٹی کی شادی اور باب خراسان سے آذربائیجان کی طرف اس کے جانے کے حالات کو بیان کیا ہے

اسماعیل بن احمد کا ترکوں کے علاقے کی طرف جانا

اسی سال اسماعیل بن احمد ــــ اپنے بھائی نصر بن احمد کی وفات اور خراسان کی امارت پر اس کے قبضے کے بعد ــــ ترکوں کے علاقے کی طرف گیا اور اس نے ایک شہر کو جو دار الملک کے نام سے موسوم تھا فتح کر لیا اور بادشاہ کی بیوی خاتون کو قید کر لیا اور پندرہ ہزار ترکوں کو بھی قیدی بنا لیا، ان میں سے دس ہزار کو قتل کر دیا کہتے ہیں کہ اس بادشاہ کو طنکش کہتے تھے اور اس ملک میں جو شخص بھی بادشاہ بنتا تھا یہ نام اس کی علامت ہوتا تھا پس اُسے دو قوموں سے سمجھتا ہوں جو خد لجیہ کے نام سے مشہور ہیں اور قبل ازیں ہم اس کتاب میں ترکوں کے حالات اقوام اور اوطان کے متعلق بیان کر چکے ہیں اور اسی طرح اپنی پہلی کتابوں میں بھی ان کے حالات درج کر چکے ہیں۔

وصیف اور عمرو بن عبد العزیز کے درمیان جنگ

۲۸۱ھ میں بلاد جبل میں ابن ابی الساج کے خادم وصیف اور عمرو بن عبد العزیز کے درمیان جنگ ہوئی، اس کے حالات ہم اپنی پہلی کتابوں میں بیان کر چکے ہیں المعتضد اس سال جبل کی طرف چلا گیا کیونکہ اُسے بعض واقعات کی اطلاعات مل چکی تھیں، ان میں سے ایک واقعہ محمد بن زید علوی حسینی کا تھا جو بلاد طبرستان کا حکمران تھا پس اس نے اپنے بیٹے علی المکتفی کو رَی کا والی بنایا اور وہیں ٹھہرایا اور اس کے ساتھ قزوین، زنجان، ابہر، قم اور ہمذان کو بھی شامل کر دیا اور المعتضد بغداد واپس چلا آیا اور عمرو بن عبد العزیز کو اصبہان اور کرخ ابو دلف کا حاکم مقرر کر دیا۔

واقعات

اسی سال اس نے المکتفی سے اپنی جماعت کے لیے امان طلب کی اور بہت بڑی تعداد کو ساتھ لے کر المعتضد کی طرف گیا اور اسی سال ۳۳۲ھ میں طغج بن شبیب ابو الاخشید والیٔ مصر بہت ساری فوج کے ساتھ دمشق سے چلا اور طرسوس میں جنگ کرتا ہوا داخل ہو گیا اور ملوریا کو فتح کر لیا جو بلاد برغوث اور درب الراہب کے

قریب ہے۔

اور اسی سال المعتضد حمدان بن حمدون کی طرف گیا اور وہ الصوارہ نامی قلعہ میں قلعہ بند ہوگیا جو عین الزعفران کی طرف ہے اور اسحاق بن ایوب عنبری، المعتضد کی اطاعت میں آکر اس کی فوج میں شامل ہوگیا اور حسین بن حمدان بن حمدون اور اس کے ساتھیوں نے المعتضد سے امان طلب کی ہم حمدان بن حمدون کے واقعات، اس کے جودی پہاڑ پر چڑھنے، دریائے دجلہ کو عبور کرنے، اس کے نصرانی کاتب اور زرافت کو المعتضد کی فوج کے اسحاق بن ایوب کی طرف جانے اور اُسے المعتضد کے پاس لانے اور اس قلعہ کو المعتضد کے برباد کرنے کے واقعات کو بیان کر چکے ہیں، حمدان نے اس قلعہ پر بڑی دولت خرچ کی تھی اس کا نام حمدان بن حمدون بن حارث بن منصور بن لقمان تھا یہ ابو محمد حسن بن عبداللہ کا دادا ہے جو اس وقت ۳۳۲ھ میں ناصر الدولہ کے لقب سے ملقب ہے ــــ حسین بن حمدان نے ہارون الشاری کو تلاش کرنے اور اُسے گرفتار کرنے کے متعلق جو کچھ کیا وہ اس مقام کے بعد اس کتاب میں آئے گا۔

ابو الجیش خمارویہ کا قتل

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ۲۸۲ھ میں ابو الجیش خمارویہ بن احمد بن طولون کو دمشق میں ذوالقعدہ کے مہینے میں قتل کر دیا گیا، اس نے دامنِ کوہ میں دیر مروان کے نیچے ایک محل بنایا ہوا تھا، اس شب وہ اس میں شراب پی رہا تھا اور طغج بھی اس کے پاس موجود تھا اس کے قتل کی ذمہ داری اس کے خادموں میں سے ایک خادم نے لی ہوئی تھی اس نے انہیں کئی میل باہر لاکر قتل کر دیا اور صلیب دیا اور کچھ لوگوں کو تیروں سے مارا اور بعض کا گوشت رانوں اور سرینوں سے کاٹ دیا، جسے ابو الجیش کے حبشی غلاموں نے کھایا۔

دو خصّی

ہم سوڈانی، سعدی، رومی اور چینی خادموں کے حالات بیان کر چکے ہیں چینی بھی اپنے بہت سے بچوں کو رومیوں کی طرح خصّی کر دیتے ہیں اور دو خصی بھی تضاد کی وجہ سے متفق نہیں ہوتے، ہم نے ان کے عضو کے کاٹنے کے واقعات کو اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں بیان کیا ہے طبیعت اس موقع پر ان کے اندر جو کیفیت پیدا کر دیتی ہے جیسا کہ لوگ ان کے متعلق بیان کرتے ہیں اس کا بھی ذکر کیا ہے۔

المدائنی نے بیان کیا ہے کہ ایک روز حضرت معاویہ بن سفیان اپنی بیوی فاختہ

کے پاس آئے وہ بڑی دانش مند عورت تھی ـــــ ان کے ساتھ ایک خواجہ سرا بھی تھا، وہ برہنہ سر تھی، جب اس نے ان کے ساتھ خواجہ سرا کو دیکھا تو اپنا سر ڈھانک لیا امیر معاویہ نے اُسے کہا کہ یہ خصی ہے تو اس نے جواب دیا یا امیرالمومنین کیا اس کے مُثلہ نے اس کے لیے وہ چیزیں حلال کردی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام کی ہیں تو حضرت معاویہؓ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور سمجھ لیا کہ حق بات وہی ہے جو فاختہ نے کہی ہے ▪ اپنی بیوی کے پاس کوئی خادم نہیں لاتے خواہ وہ شیخ فانی ہی کیوں نہ ہوتا۔

اور لوگوں نے ان کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے مجبوب اور مسلوب کے درمیان فرق کیا ہے، وہ مرد، عورتوں کے ساتھ اور عورتیں مردوں کے ساتھ ہوتی ہیں اور یہ خلف ہے اور فاسد کلام ہے بلکہ وہ مرد ہی ہوتے ہیں اور جسم کے اعضاء میں سے کسی عضو کا نہ ہونا ان کو ان لوگوں کے ساتھ ملحق کرنا واجب نہیں کرتا جن کا انہوں نے ذکر کیا ہے اور نہ ہی ڈاڑھی کا نہ اُگنا ان کو وہ بنا دیتا ہے جو وہ بیان کرتے ہیں اور جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ وہ عورتوں سے بہت مشابہ ہوتے ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ کے فعل کی تبدیلی کے متعلق خبر دی ہے، کیونکہ اس نے انہیں مرد پیدا کیا ہے نہ عورتیں اور نر پیدا کیا ہے نہ مادہ اور جو ان کے اعیان کو بدل دے اور خدا کی پیدائش کو نابود کر دے کیا اس کا ان پر کوئی گناہ نہیں ؟ اور ہم نے خادموں کی بغلوں میں بدبو کے نہ ہونے کی علت اور فلاسفہ نے اس کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اسے اپنی گذشتہ کتب میں بیان کیا ہے کیونکہ خادم سُست ہوتا ہے اس لیے اس کی بغلوں میں بو نہیں ہوتی اور یہ خدام کی ایک خاصیت ہے۔

خمارویہ کے بیٹے کو مصر لے جانا

ابو الجیش کو ایک تابوت میں مصر لے جایا گیا یہ خبر مصر میں ہر ذوالحجہ کو اتوار کے روز پہنچی اور ذوالقعدہ کے کچھ دن ابھی باقی تھے کہ اس کے قتل کا واقعہ پیش آیا اور اس کے بیٹے جیش کی بیعت دوسرے دن سوموار کو ہوئی ـــــ ابو الجیش اپنے اسی بیٹے سے کنیت لیتا تھا، وہ ابو الجیش کو مصر لایا اور اُسے تابوت سے نکال کر چارپائی پر رکھا یہ کام باب مصر پر ہوا، اس کا بیٹا جیش جو امیر بن چکا تھا وہ اور دیگر امراء اور دوست باہر نکلے اور قاضی ابو عبداللہ محمد بن عبدۃ نے جو العبدانی کے نام سے مشہور ہے رات کو اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ابوالبشر دولابی، ابوعبداللہ بخاری سے بیان کرتا ہے ـــــ یہ اہل عراق کا شیخ تھا اور یہ آلِ طولون کے گھروں اور مقابر میں پڑھتا تھا ـــــ جو لوگ اس شب قبر کے پاس پڑھ رہے تھے یہ بھی ان لوگوں میں شامل تھا، ابوالجیش کو قبر میں اُتارنے کے لیے آگے کیا گیا اور ہم قراء سورہ دُخان پڑھ رہے تھے پس جب اُسے چارپائی سے اُتار کر قبر میں رکھا گیا تو ہم اس وقت سورۃ کے آخر میں اللہ تعالےٰ کے اس قول تک پہنچ چکے تھے۔

خذوه فاعتلوه الیٰ سواء الجحیم ۔ ثم صبوا فوق رأسه عذاب الحمیم ۔ ذق انک انت العزیز الکریم ۔

راوی بیان کرتا ہے کہ ہم نے اپنی آوازیں نیچی کر لیں اور ہمیں حاضرین سے حیا آنے لگی۔

المعتضد کی دانائی

المعتضد کی دانائی اور معاملات میں اس کی حیلہ بازی کے متعلق جو واقعات بیان کیے جاتے ہیں ان میں ایک واقعہ یہ ہے کہ اس نے بعض رسوم کے لیے بیت المال سے فوج کو دس توڑے دینے کا حکم دیا، وہ توڑے فوج میں تقسیم کرنے والے کے گھر لائے گئے اور اسی رات اس کے گھر میں نقب زنی ہو گئی اور دسیوں توڑے چوری ہو گئے، جب صبح ہوئی تو اس نے نقب کی طرف دیکھا اور مال نہ دیکھا تو اس نے پہرے داری کے ذمہ دار کو بُلایا، اُن دنوں پہرے داری کا انچارج مونس العجلی تھا، جب وہ آیا تو اس نے اُسے کہا کہ یہ مال بادشاہ اور فوج کا ہے اور جب تک تو اس مال کو یا نقب زنی کرنے والے کو نہ لائے اور اس سے مال نہ لے، تو امیرالمومنین تجھے اس کی چٹی ڈال دیں گے، اس نے اس کی تلاش میں بڑی کوشش کی اور اس چور کو تلاش کر لیا جس نے اس فعل کی جسارت کی تھی وہ اس کی مجلس میں گیا اور تو ابین اور پولیس کو حاضر کیا اور تو ابین مختلف قسم کے چوروں کے شیوخ تھے جو بڑی عمر کے ہو گئے تھے اور توبہ کر چکے تھے، جب یہ واقعہ ہوا تو انہیں پتہ چل گیا کہ یہ فعل کس کا ہے، انہوں نے اس کے متعلق بتا دیا اور بسا اوقات وہ جو چیز چوری کرتے اُسے آپس میں تقسیم کر لیتے تھے پس اس نے ان کے پاس جا کر انہیں ڈرایا دھمکایا اور اُن سے مطالبہ کیا اور لوگ راستوں، بازاروں بالاخانوں، بدکاری کے اڈوں، بسیار خوردں کی دوکانوں اور قمار خانوں میں بکھر گئے۔ اور انہوں نے ایک کمزور، نحیف و نزار، بوسیدہ لباس اور خستہ حال آدمی کو حاضر کیا اور

کہنے لگے میرے آقا! اس آدمی نے یہ فعل کیا ہے اور یہ غیر ملکی مسافر ہے اور سب لوگوں نے اس پر اتفاق کیا کہ یہی شخص نقب زنی کرنے والا اور مال چوری کرنے والا ہے، مونس العجلی نے اس کے پاس آکر اُسے کہا تیرا ستیا ناس ہو تیرے ساتھ کون تھا اور کس نے تیری مدد کی اور تیرے ساتھی کہاں ہیں؟ میرے خیال میں تو اکیلا دس توڑے ایک ہی رات میں اٹھا کر لے جانے کی طاقت نہیں رکھتا، تم دس آدمی تھے یا کم از کم پانچ، اگر مال اکٹھا پڑا ہے تو میرے سامنے اقرار کر اور اگر مال تقسیم کر لیا گیا ہے تو اُسے تیرے ساتھیوں کے ذمے ڈالا جائے گا، مگر وہ انکار کرتا رہا، پھر وہ اس سے نرمی کرنے لگا اور اس سے وعدے کرنے لگا کہ وہ اسے اس کا بدلہ دے گا اور روزینہ مقرر کرے گا اور اس کے انعام میں اضافہ کر دے گا اور مال کے اقرار کرنے اور اُسے واپس کرنے پر اس سے ہر قسم کے حُسنِ سلوک کا وعدہ کرنے لگا اور اُسے ہر بُرے سلوک کی دھمکی دینے لگا مگر وہ اپنے انکار پر قائم رہا تب وہ غصّے ہو گیا اور اس کے اقرار کرنے سے مایوس ہو گیا تو اُسے سزا دینے لگا اور اس سے پوچھنے لگا اس نے اس کی پُشت، گدی، سر، ٹانگوں کے نچلے حصّے ٹخنوں اور پٹھوں پر کوڑے، ہتھوڑے اور دُرّے سے مارا، یہاں تک کہ مارنے کے لیے کوئی جگہ باقی نہ رہی اور اس کی حالت یہ ہو گئی کہ وہ نہ بول سکتا تھا اور نہ اُسے ہوش تھا، مگر اُس نے کسی چیز کا اقرار نہ کیا، المعتضد کو یہ اطلاع ملی تو اُس نے فوج کے سالار کو بُلا کر کہا تو نے مال کے متعلق کیا کیا ہے تو اس نے اُسے سب حالات سے آگاہ کیا اس نے کہا تیرا ستیا ناس ہو تو ایک چور کو پکڑتا ہے جس نے بیت المال سے دس توڑے چرائے ہیں اور اُسے موت تک پہنچا دیتا ہے تا کہ آدمی ہلاک ہو جائے اور مال ضائع ہو جائے، پس مردوں کے سے حیلے کہاں ہیں؟ اس نے کہا امیر المومنین میں غیب نہیں جانتا اور جو کچھ میں نے اس کے معاملہ میں کیا ہے اس کے سوا میرے پاس کوئی حیلہ نہیں، اس نے کہا اس آدمی کو میرے پاس لاؤ، اس نے اُسے ایک جھول میں لپیٹ کر حاضر کیا اور المعتضد کے سامنے رکھ دیا اس وقت اُسے ہوش آچکا تھا، اس نے اس سے پوچھا تو اس نے انکار کیا، اس نے اُسے کہا اگر تو مر گیا تو تجھے یہ بات فائدہ نہ دے گی اور اگر تو اس مار سے بچ گیا تو میں تجھے اس مال تک پہنچنے کے لیے نہیں چھوڑوں گا، پس تجھے اپنی حالت کے درست ہونے تک امان اور ضمانت حاصل ہے مگر اس نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا

اس نے کہا میرے پاس طبیبوں کو لاؤ، طبیب حاضر ہوئے تو اس نے کہا اس آدمی کو لے جاکر اس کا نہایت اچھی طرح علاج کرو، اور اُسے مسلسل مرہم لگاتے رہو اور غذا بھی دو اور اس کا خیال بھی رکھو اور کوشش کرو کہ تم اسے بہت جلد تندرست کر دو، پس وہ اُسے اپنے ساتھ لے گئے اور اس نے اس مال کے بدلے اور مال نکالا اور اُسے فوج میں تقسیم کرنے کا حکم دے دیا، کہتے ہیں کہ وہ چند دنوں میں تندرست ہو گیا پھر انہوں نے پابندی کے ساتھ اُسے کھانا پینا آرام اور خوشبو بہم پہنچائی یہاں تک کہ وہ صحت مند ہو گیا، اس کا جسم مضبوط ہو گیا، اس کا رنگ کھل گیا اور اس کی جان میں جان آ گئی پھر المعتضد کے پاس اس کا ذکر کیا گیا تو اس نے اُسے حاضر کرنے کا حکم دیا، جب وہ اس کے سامنے آیا تو اس نے اس کا حال پوچھا تو اس نے ——— دُعا دی اور شکریہ ادا کیا اور کہنے لگا جب تک امیر المومنین کو اللہ زندہ رکھے گا میں خیریت سے رہوں گا، پھر اس نے اس سے مال کے متعلق پوچھا تو اس نے دوبارہ انکار کیا۔ تو المعتضد نے کہا تیرا ستیاناس ہو یا تو تو اکیلے نے سارا مال لیا ہے یا تجھے اس کا کچھ حصّہ ملا ہے اگر تو نے سارا مال لیا ہے تو تو اسے کھانے پینے اور لہو و لعب میں خرچ کرے گا اور میرا خیال ہے کہ تو اپنی موت سے پہلے اُسے خرچ نہیں کر سکے گا اور اگر تو مر گیا تو اس کا بوجھ تجھ پر ہو گا اور اگر تو نے اس کا کچھ حصّہ لیا ہے تو ہم تجھے اس کی اجازت دیتے ہیں پس تو ہمارے سامنے اس کا اقرار کر اور اپنے ساتھیوں کے ذمے بھی لگا، اگر تو نے اقرار نہ کیا تو میں تجھے قتل کر دوں گا، اور تیرے بعد مال کا باقی رہنا تجھے کچھ فائدہ نہ دے گا اور تیرے ساتھی بھی تیرے قتل کی پرواہ نہ کریں گے اور جب تو نے اقرار کر لیا تو میں تجھے دس ہزار درہم دوں گا اور اسی قدر مال میں تیرے لیے پل والوں سے لوں گا اور تجھے توابین میں سے لکھ لوں گا اور ہر ماہ تیرے لیے دس دینار مقرر کر دوں گا جو تیرے کھانے، پینے، پہننے اور خوشبو لگانے کے لیے کافی ہوں گے اور تو صاحب عزت ہو جائے گا اور قتل سے بھی بچ جائے گا اور گناہ سے بھی چھٹکارا حاصل کرے گا مگر اس نے انکار کر دیا، المعتضد نے اس سے حلف کا مطالبہ کیا تو اس نے حلف اُٹھا لیا اس نے قرآن شریف اس کے سامنے کیا تو اس نے اس پر حلف اُٹھا دیا، المعتضد نے کہا مجھے عنقریب مال کے متعلق پتہ چل جائے گا اور اگر مجھے اس قسم کے بعد اس مال کا پتہ چل گیا تو میں تجھے قتل کر دوں گا اور تجھ پر رحم نہیں کروں گا مگر اس نے انکار کر دیا، المعتضد نے

اُسے کہا اپنا ہاتھ میرے سر پہ رکھ کر میری زندگی کی قسم کھا تو اس نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر اس کی زندگی کی قسم کھائی کہ اس نے مال نہیں لیا اور وہ مظلوم ہے اور اس پہ اتہام لگایا گیا ہے اور توابین نے بھی اس سے برأت کی تو المعتضد نے اُسے کہا اگر تو نے جھوٹ بولا تو میں تجھے قتل کر دوں گا اور میں تیرے خون سے بَری ہوں گا اس نے کہا بہت اچھا پس اس نے تیس شیروں کو لانے کا حکم دیا جہاں سے وہ انہیں دیکھ سکے اور وہ اسے دیکھ سکیں اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ باری باری اس کے ساتھ رہیں تو اس پر ایسے دن آئے کہ وہ بیٹھا ہوتا نہ تکیہ لگاتا نہ ٹیک لگاتا، نہ لیٹتا اور نہ پہلو کے بل سوتا، اور جب کبھی کھٹکا کرتا اس کے جبڑے پہ بوری چڑھا دی جاتی اور اس کے سر پہ مارا جاتا یہاں تک کہ وہ کمزور ہو کر ہلاکت کے قریب پہنچ گیا تو اس نے اُسے حاضر کرنے کا حکم دیا اور اس سے دوبارہ وہی بات کر کے اُس سے حلف کا مطالبہ کیا اور بغیر ایمان کے کیا تو اس نے ایسا حلف اُٹھا کر جس قسم کا حلف اُس نے پہلے نہیں اُٹھایا تھا، کہا کہ اس نے مال نہیں لیا اور نہ اُسے مال لینے والے کے متعلق کچھ پتہ ہے، المعتضد نے حاضرین مجلس سے کہا، میرا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ شخص اس الزام سے بَری ہے اور جو کچھ یہ کہتا ہے دُرست ہے اور توابین نے اپنے ساتھی کو پہچان لیا ہے اور ہم اس آدمی کے گنہگار ہیں، اس نے المعتضد سے کہا کہ مجھے آزادی دے دی جائے تو اس نے اُسے آزاد کر دیا اس نے کھانے کا دسترخوان لانے کا حکم دیا اور ٹھنڈے مشروبات لائے گئے اور اس نے اُسے بیٹھنے اور کھانے پینے کا حکم دیا پس وہ کھانے پینے لگا اور وہ اُسے کھانے کی ترغیب دینے لگا اور بار بار اُسے کھانے پینے کو کہتا یہاں تک کہ کھانے پینے کی کوئی جگہ باقی نہ رہی پھر اس نے دُھونی اور خوشبو لگانے کا حکم دیا اور اُسے دُھونی دی گئی اور خوشبو لگائی گئی، پھر اس کے لیے پَروں سے بھرا ہوا ایک بچھونا لا کر بچھایا گیا پس جب وہ لیٹ گیا اور آرام کرنے لگا اور اونگھ گیا تو اس نے اُسے فوراً جگانے اور مضطرب کر دینے کا حکم دے دیا، پس اُسے اس کی جگہ سے اُٹھا کر اس کے سامنے بٹھا دیا گیا اور اس کی آنکھوں میں نیند تھی المعتضد نے اُسے کہا تو نے یہ کام کیسے کیا اور کیسے نقب لگائی اور تو کہاں سے نکلا، اور تو مال کہاں لے گیا اور تیرے ساتھ کون کون تھا اس نے جواب دیا میں اکیلا ہی تھا اور میں اس سوراخ سے باہر نکلا جس سے میں داخل ہوا تھا اور گھر کے بالمقابل ایک حمام تھا وہاں حمام کو گرم کرنے کے لیے کانٹوں کا ایک ڈھیر پڑا تھا

پس میں نے مال کو لیا اور ان کانٹوں، سرکنڈوں اور ردّی چیزوں کو اُٹھا کر ان کے نیچے رکھ کر ڈھانپ دیا اور وہ وہیں پڑا ہے، تو اس نے حکم دیا کہ اسے دوبارہ اس کے بستر پر لے جایا جائے پس انہوں نے اُسے واپس لے جا کر اُس کے اُوپر لٹا دیا پھر اس نے مال کو حاضر کرنے کا حکم دیا جو سارے کا سارا حاضر کر دیا گیا پھر اس نے مونس العجلی اور وزیر اور ہم نشینوں کو بُلایا اور مجلس کی ایک جانب مال کو دری کے نیچے چھپا دیا اور چور کو جگانے کا حکم دیا وہ کافی سو چکا تھا اور اس کی نیند پوری ہو چکی تھی معتضد نے سب کے سامنے پہلے کی طرح اپنی بات دہرائی تو اس نے انکار کر دیا پس اس نے دری اٹھانے کا حکم دیا اور اُسے کہا تیرا ستیاناس ہو، کیا یہ مال نہیں ہے؟ کیا تو نے اس اس طرح نہیں کیا، پس چور حیران رہ گیا پھر اس نے حکم دیا اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے گئے پھر اس نے ایک دھونکنی لانے کا حکم دیا جس سے اس کی دُبر میں ہوا بھری گئی اور اس کے کانوں، منہ اور ناک میں رُوئی ٹھونس دی گئی اور وہ اُسے ہوا بھرنے لگا اس کے ہاتھوں اور پاؤں کے بندھن کھول دیے اور اُسے ہاتھوں سے پکڑ لیا اور وہ بڑے سے پھُولے ہوئے مشکیزے کی طرح ہو گیا اور اس کے دیگر اعضاء سوُج گئے اور اس کا جسم بڑا ہو گیا اور اس کی آنکھیں بھر گئیں اور باہر نکل آئیں جب وہ پھٹنے کے قریب ہو گیا تو اس نے ایک طبیب کو حکم دیا کہ وہ ابروؤں سے اُوپر اس کی دو رگوں میں نشتر لگائے یہ دونوں رگیں پیشانی سے اُوپر تھیں پس ہوا خون کے ساتھ ان دونوں رگوں سے نکلنے لگی اور اس ہوا کی آواز بھی آتی تھی یہاں تک کہ وہ مر گیا یہ عذاب کا سب سے بڑا منظر تھا جو آج کے دن دیکھا گیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ توڑے سونے کے تھے اور ان کی تعداد اس سے زیادہ تھی جتنی ہم نے بیان کی ہے۔

ابن المغازلی ظریف

بغداد میں ایک عام آدمی راستے میں کھڑے ہو کر لوگوں کو عجیب و غریب واقعات اور ٹھٹھے مذاق کی باتیں سُنایا کرتا تھا یہ ابن المغازلی کے نام سے مشہور تھا ——— حد درجہ کا ماہر آدمی تھا جو شخص اُسے دیکھ لیتا یا اس کی بات سُن لیتا وہ ہنسے بغیر نہ رہ سکتا تھا ——— ابن المغازلی بیان کرتا ہے کہ میں ایک دن المعتضد کی خلافت کے زمانے میں باب الخاصہ پر کھڑے ہو کر لوگوں کو ہنسا رہا تھا اور عجیب و غریب واقعات سُنا رہا تھا تو میرے حلقے میں المعتضد کا ایک خدمت گار بھی آ گیا تو میں خدمتگاروں کی حکایات سنانے لگا، خادم میری حکایت سے بڑا متعجب ہوا اور میرے عجیب و غریب واقعات میں دلچسپی لینے لگا پھر وہ میرے پاس سے چلا گیا اور جلد ہی واپس آ کر میرا

ہاتھ پکڑ کر مجھے کہنے لگا کہ جب میں تیرے حلقے سے واپس گیا تو میں ــــــ امیر المومنین المعتضد کے سامنے تیری حکایت اور عجیب و غریب واقعات سنانے لگا اور ہنسنے لگا، امیر المومنین نے مجھے دیکھا تو میری حرکات کو نامناسب خیال کیا اور کہا تیرا ستیاناس ہو تجھے کیا ہو گیا ہے میں نے کہا امیر المومنین، دروازے پر ایک آدمی ہے جو ابن المغازلی کے نام سے مشہور ہے اور وہ لوگوں کو ہنسا رہا ہے اور نقلیں اُتار رہا ہے اور کسی اعرابی، ترکی، مکی، نجدی، نبطی، زنگی، سندھی اور خادم کی حکایت کو بیان کیے بغیر نہیں چھوڑتا اور اس کے ساتھ ایسے عجیب واقعات بیان کرتا ہے جن سے بیسر گم کردہ عورت تک کو ہنسا دیتا ہے اور حلیم آدمی کو اپنی طرف مائل کر لیتا ہے تو امیر المومنین نے تیرے حاضر کرنے کے حکم دیا ہے اور جو تجھے انعام ملے اس میں نصف میرا ہوگا، میں نے اُسے کہا تو نے قیمتی انعام میں طمع کی ہے اے میرے آقا! میں کمزور آدمی ہوں اور غریب بھی ہوں اور اللہ تعالےٰ نے مجھ پر تیرے ذریعے احسان کیا ہے پس کیا حرج ہے اگر تو اس انعام کا چھٹا یا چوتھا حصّہ لے لے، مگر اس نے نصف حصّہ لینے پر اصرار کیا تو میں نے بھی نصف پر قناعت کر لی اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے خلیفہ کے پاس پہنچا دیا، میں نے سلام کیا اور اس جگہ کھڑا ہو گیا جس جگہ پر مجھے کھڑا کیا گیا تھا، خلیفہ نے مجھے سلام کا جواب دیا، اس وقت وہ ایک خواب دیکھ رہا تھا جب وہ اس کا اکثر حصّہ دیکھ چکا تھا تو اس نے اُسے بند کر دیا اور میری طرف سر اُٹھا کر مجھے کہا تو ابن المغازلی ہے؟ میں نے جواب دیا ہاں، اس نے کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ تو حکایات بیان کرتا ہے اور ہنساتا ہے نیز تو عجیب و غریب حکایات اور ظریفانہ باتیں بیان کرتا ہے میں نے جواب دیا ہاں، امیر المومنین ضرورت، حیلے کا راستہ کھول دیتی ہے، میں اس کے ذریعے لوگوں کو اکٹھا کرتا ہوں اور ان کے بیان کرنے سے ان کے دلوں کے قریب ہوتا ہوں اور جو کچھ ان سے نیکی (امداد) کا خواہاں ہوتا ہوں اور جو کچھ ان سے حاصل کرتا ہوں اس سے زندگی بسر کرتا ہوں، امیر المومنین نے کہا جو فن تمہارے پاس ہے اُسے ظاہر کرو، اگر تو نے مجھے ہنسا دیا تو میں تجھے پانچ صد درہم دوں گا اور اگر میں نہ ہنسا تو میری طرف سے تجھ پر کوئی سرزنش نہ ہو گی، میں نے بے کسی سے کہا کہ میرے پاس صرف میری گردن ہی ہے اس پر جس قدر چاہیں تھپیڑ ماریں، اس نے کہا تو نے انصاف سے کام لیا ہے اگر میں ہنس پڑا تو میں جس چیز کا ضامن ہوں وہ تجھے ملے گی اور اگر میں نہ ہنسا تو میں تجھے چمڑے

کے یہ دس طمانچے ماروں گا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ بادشاہ معمولی اور ہلکی چیز سے تھپیڑ مارتا ہے پھر میں نے توجہ کی تو مکان کے ایک کونے میں نرم چمڑے کا ایک طمانچہ مجھے ملا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرا اندازہ اور گمان غلط نہیں نکلا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس طمانچے میں ہوا بھری ہوئی ہو، اگر میں نے اُسے ہنسا دیا تو فائدہ میں رہوں گا اور اگر میں اُسے نہ ہنسا سکا تو وہ ہوا بھرے ہوئے معمولی طمانچے سے مجھے دس تھپیڑ مارنے کا حکم دے گا، پھر میں نے عجیب و غریب واقعات اور نفیس حکایات، عبارت آرائی کے ساتھ بیان کرنی شروع کر دیں میں نے کسی اعرابی، نحوی، مخنث، قاضی، ازطی، نبطی، سندھی، زنگی، خادم، شاطر، عیار کی حکایت کو نہ چھوڑا، مگر اُسے بیان کر دیا یہاں تک کہ میرا سب اندوختہ ختم ہو گیا اور میرا سر دُکھنے لگا اور میں خاموش ہو گیا اور تھک کر ٹھنڈا ہو گیا، اس نے کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے بیان کرو، وہ اس وقت بڑا غضب ناک تھا نہ مسکراتا تھا نہ ہنستا تھا اور جو خادم اور غلام میرے پیچھے کھڑے ہو گئے تھے جب ہنسی نے انہیں پریشانی میں ڈال دیا تو ان کو چلے جانے کا حکم ملا وہ بھاگ گئے، میں نے کہا اے امیر المومنین خدا کی قسم جو کچھ میرے پاس تھا وہ ختم ہو چکا ہے اور میرا سر دُکھتا ہے اور میری گدی ران بھی جاتی رہی ہے، میں نے آپ جیسا آدمی کبھی نہیں دیکھا اور اب میرے پاس آپ نے ایک ہی عجیب و غریب بات چھوڑی ہے اس نے کہا اُسے بیان کرو، میں نے کہا اے امیر المومنین آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ مجھے دس تھپیڑ ماریں گے اور میں نے انہیں انعام کی جگہ سمجھا تھا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ انعام کو دُگنا کر دیں اور اس کے ساتھ دس تھپیڑ کا اضافہ کر دیں اس نے ہنسنا چاہا مگر رُک گیا پھر کہنے لگا ہم ایسا کریں گے اے غلام اس کا ہاتھ پکڑ لو، اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میں نے اپنی گدی لمبی کر دی تو مجھے چمڑے کے طمانچے سے ایک تھپیڑ مارا گیا اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ میری گدی پر کوئی قلعہ گر پڑا ہے، کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں گول سنگریزے ہیں گویا وہ جھانجھ ہے، مجھے اس سے دس تھپیڑ مارے گئے قریب تھا کہ میری گدی الگ ہو جاتی اور میری گردن ٹوٹ جاتی، میرے کان گونج اُٹھے اور میری آنکھ کی روشنی جاتی رہی جب میں دس تھپیڑ کھا چکا تو میں نے چیخ کر کہا اے میرے آقا ایک خیر خواہی کی بات کہنا چاہتا ہوں اُس نے تھپیڑ مارنے بند کر دیے حالانکہ وہ بیس تھپیڑ پورے کرنے کا عزم کیے ہوئے تھا کیونکہ میں نے اس سے اپنے انعام کو دُگنا

کرنے کی درخواست کی تھی ۔ اس نے پوچھا تمہاری خیر خواہانہ بات کیا ہے ، میں نے کہا اے میرے آقا ! دین میں امانت سے بہتر کوئی چیز نہیں اور خیانت سے بڑی کوئی چیز نہیں جو خادم مجھے آپ کے پاس لایا تھا میں نے اُسے ضمانت دی تھی کہ جو تھوڑا بہت انعام مجھے ملے گا اس کا نصف میں تجھے دوں گا اور امیر المومنین اطال اللہ بقاءہ نے اپنے فضل وکرم سے انعام کو دُگنا کر دیا ہے اور میں نصف وصول کر چکا ہوں اور باقی نصف آپ کے خادم کے لیے باقی رہ گیا ہے وہ اس قدر ہنسا کہ لیٹ گیا اور جو باتیں وہ مجھ سے پہلے سُن چکا تھا اس نے انہیں معمولی خیال کیا اور ان پر صبر و تحمل سے کام لیا پس وہ مسلسل اپنا ہاتھ مارتا رہا اپنے پاؤں زمین پر رگڑتا رہا اور اپنے پیٹ کی کھال کو پکڑتے رہا ، یہاں تک کہ اس کی ہنسی رُکی اور وہ اپنے آپ میں آیا تو اس نے کہا فلاں خادم کو میرے پاس لاؤ ، اُسے لایا گیا وہ لمبا تڑنگا آدمی تھا ۔ اس نے اُسے تھپیڑ مارنے کا حکم دیا اس نے کہا امیر المومنین میرا کیا قصور ہے اور میرا کون سا گناہ ہے تو میں نے اُسے کہا یہ میرا انعام ہے اور تو میرا حصے دار ہے میں نے نصف وصول کر لیا ہے اور تیرا حصہ باقی ہے ، جب تھپیڑ مارنے والے نے اُسے گدی کے بل لٹایا تو میں نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں نے تجھے کہا تھا کہ میں ایک کمزور اور غریب آدمی ہوں اور تیرے پاس اپنی غریبی اور حاجت کی شکایت بھی کی تھی اور میرے آقا میں نے اسے کہا تھا کہ نصف انعام نہ لے اس کا چھٹا یا چوتھا حصہ لے لے ، مگر یہ کہتا تھا کہ نصف ہی لوں گا اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ امیر المومنین اطال اللہ بقاءہ کا انعام تھپیڑ ہیں تو میں تجھے سارے ہی دے دیتا ۔ المعتضد خادم سے میری گفتگو اور ناراضگی پر دوبارہ ہنسا اور جب وہ اپنے تھپیڑ پورے وصول کر چکا اور امیر المومنین کی ہنسی بھی تھم گئی تو اس نے اپنے تکیے کے نیچے سے ایک تھیلی نکالی جس میں اس نے پانچ صد درہم گن کر رکھے ہوئے تھے پھر اس سے کہنے لگا جب کہ وہ واپسی کا ارادہ کیے ہوئے تھا ، ٹھہر جاؤ یہ میں نے تیرے لیے تیار کی ہوئی ہے پس میں نے تجھے زائد مال نہیں دیا جب تک تیرے لیے اس کا حصہ دار نہیں بُلا لیا اور شاید میں اُسے اس سے روک لیتا ، میں نے کہا اے امیر المومنین امانت کی بھلائی اور خیانت کی بُرائی کہاں ہے آپ سب مال اُسے دینا چاہتے ہیں تو اُسے اِس تھپیڑوں کے ساتھ اور دس تھپیڑ ماریے اور اُسے پانچ صد درہم دے دیجیے پس اس نے دراہم کو ہم میں تقسیم کر دیا اور ہم واپس لوٹ آئے ۔

ایک جماعت کی وفات ۲۸۲ھ میں قاضی اسماعیل بن اسحاق ، حارث بن امامہ اور ہلال بن

العلاء المرتی کی وفات ہوئی۔

ہارون الشاری کی جنگ

۲۸۳ھ میں المعتضد تکریت میں فروکش ہوا اور حسین بن حمدان دوستوں کے ساتھ ہارون الشاری سے جنگ کرنے کے لیے گیا، ان کے درمیان زبردست جنگ ہوئی اور حسین بن حمدان کو اس پر فتح حاصل ہوئی اور ہارون الشاری بغیر امان دیے قید کر کے المعتضد کے پاس لایا گیا اس کے ساتھ اس کا بھائی بھی تھا المعتضد بغداد میں آیا تو اس کے لیے خیمے نصب کیے گئے اور راستوں کو سجایا گیا المعتضد نے باب الشماسیہ پر اپنی فوج کو نہایت احسن طریق سے تیار کیا اور وہ بغداد میں قصر الحسنی میں چلے گئے پھر المعتضد نے حسین بن حمدان کو خلعتوں سے مشرف کیا اس کے گلے میں سونے کا ہار ڈالا اور اس کے ساتھی سواروں، رؤسا اور اہل و اصحاب کو بھی خلعتیں دیں اور لوگوں میں ان کے کارناموں کو عزت افزائی کے لیے مشہور کیا پھر اس نے الشاری کو حکم دیا اور اُسے ہاتھی پر سوار کرایا وہ دیباج کا جبّہ پہنے ہوئے تھا اس کے سر پر ریشم اور اُون کی طویل ٹوپی تھی اور اس کے پیچھے اس کا بھائی دو کوہانوں والے اُونٹ پر سوار تھا وہ بھی دیباج کا جبّہ اور ریشم اور اُون کی بنی ہوئی ٹوپی پہنے ہوئے تھا اس نے ان دونوں کو حسین بن حمدان اور اس کے ساتھیوں کے پیچھے روانہ کیا پھر المعتضد خود سیاہ قبا اور ٹوپی پہن کر گھوڑے پر سوار اس کے پیچھے پیچھے داخل ہوا، اس کی بائیں جانب اس کا بھائی عبداللہ بن الموفق، اس کے پیچھے اس کا غلام بدر، اور ابوالقاسم عبیداللہ بن سلیمان بن وہب وزیر اور اس کا بیٹا القاسم بن عبیداللہ تھے تو بالائی پل کی کرسی بیٹھ گئی وہ آدمیوں کی بھری ہوئی کشتی میں گر گیا اور ایک ہزار آدمی سمیت غرق ہو گیا۔ لوگوں کو دجلہ سے کنڈیوں اور غوطہ خوروں کے ذریعے نکالا گیا اور دونوں جانب سے بے شمار شور اُٹھا ابھی لوگ اسی حالت میں تھے کہ ایک غوطہ خور نے ایک بچے کو نکالا جس کے جسم پر سونے اور جواہرات کے قیمتی زیورات تھے ناظرین میں سے ایک بال سنوارے ہوئے شیخ نے اُسے دیکھا تو وہ اپنے چہرے پر طمانچے مارنے لگا یہاں تک کہ اس نے اپنی ناک کو لہولہان کر دیا پھر وہ خاک میں لیٹنے لگا اس نے بتایا کہ یہ اس کا بیٹا ہے اور وہ کہنے لگا اے میرے آقا! جب انہوں نے تجھے صحیح سالم نکال لیا اور مچھلیوں نے تجھے نہیں کھایا تو تو نہیں مرا، اور نہ ہی میرا حبیب مرا ہے، کاش ایک بار موت سے پہلے میں تیری دید سے اپنی دونوں آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا پھر وہ اُسے ایک گدھے پر سوار کرا کے لے گیا، لوگ

ابھی شیخ کے ایکشن پر غور کر رہے تھے کہ ایک مشہور تاجر جو الیار کے نام سے مشہور تھا اس خبر کو سن کر آیا اور اس کو یقین تھا کہ بچہ ابھی ان کے پاس ہی ہے اور اسے اس کے زیورات اور لباس کے متعلق بھی کوئی بے چینی نہ تھی، اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ اس بچے کو کفن دے اور اس پر نماز پڑھے اور اُسے دفن کر دے، لوگوں نے اُسے واقعہ کی اطلاع دی تو وہ اور اس کے ساتھی تاجر حیران رہ گئے اور انہوں نے اس کے متعلق دریافت کیا مگر تلاش کے باوجود اس کا کوئی نام و نشان نہ ملا اور اس پل پر آنے جانے والوں نے اس حیلہ باز شیخ کو پہچان لیا اور غرق ہونے والے کے باپ کو اس سے مایوس کر دیا اور بتایا کہ شیخ کے کاموں اور تدبیروں نے انہیں درماندہ اور ششدر کر دیا ہے اور وہ اپنے حیلے، خبث اور عقل مندی میں کمال کو پہنچا ہوا ہے، ایک روز وہ سویرے سویرے ایک بہت بڑے مشہور اور عادل سردار کے پاس آیا اپنے کندھے پر ایک خالی مٹکا اور کلہاڑا اور زنبیل اُٹھائے ہوئے تھا اور بوسیدہ کپڑوں میں کھڑا ہو گیا اور کسی سے بات نہ کرتا یہاں تک کہ اس نے ان دو کانوں پر کلہاڑا اچلا کر گرا دیا جو اس عادل سردار کے دروازے پر بنی ہوئی تھیں اور اینٹوں کو صاف کر کے الگ کرنے لگا، اس عادل سردار نے بھی دو کانوں کے گرانے کی بات کو سن لیا، اور وہ دیکھنے کے لیے باہر نکلا کیا دیکھتا ہے کہ شیخ ان دو کانوں کے گرانے میں لگا ہوا ہے جو اس کے گھر کے دروازے پر بنی ہوئی تھیں اس نے پوچھا اے بندۂ خدا تو کیا کر رہا ہے؟ اور تجھے ایسا کرنے کا کس نے حکم دیا ہے مگر شیخ اپنے کام میں مصروف رہا اور عادل سردار کی طرف متوجہ نہ ہوا اور نہ اس کے ساتھ بات کی ان دونوں کی باتوں کو سن کر پڑوسی اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے شیخ کا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک نے اُسے گھونسہ مارا اور دوسرے نے دھکا دیا تو وہ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا تمہارا ستیاناس ہو، تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم مجھ سے کیا چاہتے ہو، کیا تمہیں میرے ساتھ بے ہودگی کرتے ہوئے شرم نہیں آتی میں ایک بوڑھا آدمی ہوں، انہوں نے کہا ہمیں تیرے ساتھ بے ہودگی کرنے کی کیا ضرورت ہے، تیرا برا ہو تجھے ایسا کرنے کا کس نے حکم دیا ہے اس نے جواب دیا تمہارا برا ہو مجھے صاحب خانہ نے حکم دیا ہے، انہوں نے کہا صاحب خانہ تو یہ ہے جو تیرے ساتھ باتیں کر رہا ہے، اس نے کہا، قسم بخدا یہ وہ نہیں ہے پس جب انہوں نے اس کی گفتگو سنی اور اس کی سادگی کو دیکھا تو اس پر رحم کیا اور کہنے لگے کہ یہ مجنون اور فریب خوردہ آدمی ہے جسے اس عادل سردار کے کسی حاسد پڑوسی نے فریب

دیا ہے اور انہوں نے ہی اس شیخ کو اس فعل پر آمادہ کیا ہے، پس جب انہوں نے اس کو گرانے سے روکا تو وہ اس مشکے کی طرف چلا گیا جسے وہ اپنے ساتھ لایا تھا — اس نے اسے دروازے کی ایک جانب رکھا ہوا تھا — اس نے اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا گویا اس نے اس میں اپنے کپڑے چھپائے ہوئے ہیں، پس وہ چیخا اور رویا اور عادل سردار کو یقین ہو گیا کہ کسی حیلہ باز نے دھوکہ دے کر اس کے کپڑے لے لیے ہیں اس نے پوچھا تیری کیا چیز گم ہوئی ہے؟ اس نے جواب دیا ایک نئی قمیص جسے میں نے کل ہی خریدا تھا اور ایک گھر کی چادر اور ایک شلوار، پس سب کو اس پر رحم آگیا اور عادل سردار نے اُسے بُلا کر لباس دیا اور بہت سے دراہم بھی دیے اور پڑوسیوں نے بھی اُسے بہت سے دراہم دیے اور وہ مفت مال لوٹ کر واپس آگیا، یہ شیخ عقاب کے نام سے مشہور تھا اس کی کنیت ابوالباز تھی، اس کے بہت سے عجیب و غریب واقعات اور لطیف حیلے ہیں، یہی وہ شخص ہے جس نے متوکل کے ساتھ حیلہ بازی کی جب بختیشوع طبیب نے اس کی بیعت کی، کہ اگر وہ اس کے گھر سے تین راتوں میں وہ چیز چرا لے جسے وہ جانتا ہو گا تو وہ امیر المومنین کے خزانہ کی طرف سے دس ہزار دینار لے جائے اور اگر تین راتیں گذر جائیں اور وہ بات پوری نہ ہو جس کا ہم نے ذکر کیا ہے تو اُسے ایک معین جاگیر دی جائے گی جس کا ذکر اس نے بیعت کے وقت کیا تھا، پس اس شیخ کو عنفوان شباب میں متوکل کے پاس لایا گیا اور اس نے متوکل کو ضمانت دی کہ وہ بختیشوع کے گھر سے وہ چیز لے گا جسے وہ جانتا ہو گا اور بختیشوع ان راتوں میں اپنے گھر اور قلعے کا چوکیدار تھا پس اس حیلہ باز شیخ نے جو عقاب کے نام سے مشہور تھا ایسا لطیف حیلہ اختیار کیا کہ اس نے بختیشوع کو چرا لیا اور اُسے صندوق میں ڈال کر متوکل کے پاس لے آیا۔

دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ اس نے کہا کہ وہ عیسٰی بن مریم کا ایلچی ہے جو بختیشوع کی طرف ایک شمع لے کر نازل ہوا ہے جسے اس نے روشن کیا ہے اور اس نے اس رات کھانے میں بھنگ ڈال کر اس کے گھر کے چوکیداروں کو کھانا کھلا دیا اور ہم نے یہ واقعہ اپنی کتاب " اخبار الزمان " میں بیان کیا ہے یہ شیخ سلف و خلف کے تمام مکاروں اور حیلہ بازوں سے اپنی چالوں میں بڑھا ہوا تھا۔

کیمیاء سونے، چاندی اور جواہرات کی یعنی موتی وغیرہ سے کیمیاء بنانے اور اکسیر بنانے

جو فراد کے نام سے مشہور ہے اور پارہ کھڑا کرنے اور چاندی وغیرہ بنانے کے خواہش مندوں کے لیے کدو، مقناطیس، تقطیر، تکلیس، شکاری پرندوں، لکڑیوں اور پتھر کے کوئلے اور دھونکنیوں میں اس مفہوم کے عجیب و غریب واقعات اور حیلے ہیں جن کا ذکر اور دھوکے کی وجوہات اور حیلہ سازی کی کیفیت ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں بیان کی ہے اور اس بارے میں جن اشعار کا انہوں نے ذکر کیا ہے اور جو باتیں انہوں نے گذشتہ یونانیوں اور رومیوں کی طرف منسوب کی ہیں مثلاً ملکہ قلوپطرہ اور ماریہ کی طرف اور جو کچھ اس بارے میں خالد بن یزید بن معاویہ نے بیان کیا ہے کہ وہ اس کام کے کاریگروں کے نزدیک ان کے متقدمین میں سے ہے وہ اپنے ایک شعر میں کہتا ہے ؎

"ابرق کو چیتھڑے کے ساتھ پکڑے اور جو کچھ راستوں میں موجود ہے وہ بھی لے لے
اور ایک چیز بجلی کی مانند لے لے اور اُسے بغیر آگ کے مدبر کرے، پس اگر تو
اپنے مولیٰ سے محبت کرے تو تو مخلوق کا سردار بن جائے۔"

یعقوب بن اسحاق بن الصباح الکندی نے اس بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے اور اسے دو مقالے بنا دیا ہے جس میں اس نے طبیعت کے فعل کی انفرادیت کی وجہ سے لوگوں کے کام کی دشواری اور اس صنعت کے کاریگروں کے مکر و فریب کا ذکر کیا ہے، اس رسالے نے سونا، چاندی بنانے والوں کے دعووں کے ابطال کو واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ سونا وہی ہے جو کانوں سے نکلتا ہے اور اس رسالے نے، الکندی ابوبکر محمد بن زکریا رازی پر بھی نقض وارد کیا ہے جو المنصوری کا مصنف ہے جو اس نے طب کے متعلق لکھی ہے اور دس مقالوں پر مشتمل ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ الکندی کا قول فاسد ہے اور ابوبکر بن زکریا نے بھی اس بارے میں کتابیں لکھی ہیں اور اس نے اس صنعت کی ہر نوع کے متعلق یعنی معدنی پتھروں اور شعر اور دیگر اعمال کی کیفیت کے بارے میں الگ الگ کتاب لکھی ہے اور یہ ایک ایسا باب ہے جس میں لوگوں نے قارون وغیرہ کے فعل سے بھی تنازعہ کیا ہے، ہوس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں جو دماغ کو کند کر دیتی ہے اور آنکھوں کے نور کو لے جاتی ہے اور اُڑنے والے بخارات اور پھٹکری اور دیگر جمادات کی بُو سے رنگ کو متغیر کر دیتی ہے

ابن خمارویہ کی فوج اور اس کے ساتھی

شعبان ۲۸۳ھ میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان قیدیوں کو چھڑانے کے لیے

فدیہ دیا گیا، اس کا آغاز منگل کو ہوا اور اسی ماہ ابن خمارویہ بن احمد بن طولون کی فوج کی شام سے مصر کو روانگی ہوئی، اس کے بعد دمشق میں طغج اس کا مخالف ہو گیا۔

اسی سال جیش بن خمارویہ خاقان مفلحی اور بندقہ بن کمجور بن کنداج، فوج سے نکل کر وادی القریٰ کی طرف چلے گئے اور بغداد میں داخل ہو گئے المعتضد نے انہیں خلعت دیئے اسی سال مصر میں فتنہ و فساد اُٹھا اور علی بن احمد المارداني ابو محمد المارداني جو اس وقت گرفتار تھا ۳۳۲ھ میں مصر میں قتل ہو گیا، جیش بن خمارویہ بھی گرفتار ہوا، اور اس کی جگہ اس کے بھائی ہارون بن خمارویہ کو سالار لشکر مقرر کیا گیا وہ لوگ جیش پر ناراض تھے کہ اس نے اپنے غلام بنج کو جو طولونی کے نام سے مشہور تھا اور اس کے بھائی سلامت کو جو المومن کے نام سے مشہور تھا مقدم کیا ہوا تھا اس کے بھائی سلامت نے اس کے بعد خلفاء کی ایک جماعت کی مصاحبت پائی جس میں القاہر اور الراضی بھی شامل تھے اس وقت میں اُسے المتقی کے ساتھ دیکھ رہا ہوں یہ ۳۳۲ھ کی بات ہے۔

مقدام الرعینی کی وفات

۲۸ رمضان ۲۸۳ھ کو مصر میں ابو عمرو مقدام بن عمرو الرعینی کی وفات ہوئی، آپ جلیل القدر فقیہ اور حضرت امام مالک کے کبار اصحاب میں سے تھے اسی سال المعتضد نے یوسف بن یعقوب کو بغداد کے محکمہ قضا کا افسر مقرر کیا اور خلعت دیا اور اُسے شرقی جانب کا نمائندہ مقرر کیا۔

ابن الطیب سرخسی کی تلاش اور قتل

۲۸۳ھ میں المعتضد نے احمد بن الطیب بن مروان سرخسی کو جو یعقوب بن اسحاق الکندی کا ساتھی تھا، گرفتار کر لیا اور اپنے غلام بدر کے سپرد کر دیا اور اس کے گھر کی طرف ایک آدمی کو بھیجا جس نے اس کے گھر کا سب مال قبضہ میں کر لیا اور اس کی لڑکیوں کو مال نکالنے پر مقرر کیا یہاں تک کہ سارا مال نکال لیا اور وہاں سے جو سونا اور چاندی ملا اور جو آلات کی قیمت حاصل ہوئی اس کی مجموعی مالیت ایک لاکھ پچاس ہزار دینار تھی، ابن الطیب بغداد میں محتسب تھا، فلاسفروں میں اس کا مقام بہت بڑا ہے انواع فلسفہ اور فنونِ اخبار میں اس کی بہت اچھی تصنیفات ہیں۔ لوگوں نے اس کے قتل کی کیفیت میں اختلاف کیا ہے ہم نے اپنی کتاب الاوسط میں اس وجہ کو بیان کیا ہے جس کے باعث المعتضد نے اُسے قتل کیا تھا اور اس وجہ پر جو لے دے

کی گئی ہے اُسے بھی بیان کیا ہے لہٰذا اس کتاب میں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

رافع بن ہرثمہ

اس سال یہ خبر بھی آئی کہ عمرو بن لیث نے رافع بن ہرثمہ کو قتل کر دیا ہے ۲۸۴ھ کو بغداد میں رافع بن ہرثمہ کا سر لایا گیا پھر اُسے دن کا کچھ حصہ صلیب پر لٹکایا گیا بعد ازاں اُسے بادشاہ کے گھر واپس لوٹا دیا گیا۔

بغاوت

اس سال اہل بغداد نے بادشاہ کی اس وجہ سے بغاوت کر دی کہ اس کے سوڈانی خادم ان سے بدکلامی کرتے تھے اور اس طرح کی آوازیں دیتے کہ اے عقیق! پانی ڈال اور آٹا پھینک اور اے عاق اور اے لمبی پنڈلی والے، ہوا یوں کہ بادشاہ کے گھر کے خادموں نے اکٹھے ہو کر المعتضد سے گفتگو کی کہ انہیں گلی کوچوں اور راستوں میں عوام کے چھوٹے بڑے آدمیوں سے تکلیف پہنچتی ہے تو المعتضد نے عوام کی ایک جماعت کو کوڑوں سے مارنے کا حکم دیا جس کی وجہ سے عوام نے فتنہ و فساد برپا کر دیا۔

معتضد کے تعاقب میں پرچھائی

اس سال المعتضد کے گھر میں ایک شخص مختلف صورتوں میں ظاہر ہوا، کبھی وہ سفید ریش راہب کی صورت میں ظاہر ہوتا اور راہبوں کا لباس پہنے ہوتا اور کبھی وہ ایک سیاہ ریش خوب صورت جوان کی طرح ظاہر ہوتا اور کپڑے بھی دوسرے ہوتے۔ اور کبھی وہ تاجروں کے لباس میں سفید ریش بوڑھے کی طرح ظاہر ہوتا اور کبھی وہ اس شکل میں ظاہر ہوتا کہ اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تلوار ہوتی اور اس نے تلوار مار کر ایک خادم کو قتل کر دیا اور دروازے بند ہونے کی صورت میں بھی وہ گھر اور صحن وغیرہ میں آموجود ہوتا اور کبھی وہ اس کے گھر کی چھت پر ظاہر ہوتا، لوگوں میں اس کے متعلق بہت چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور عوام و خواص میں یہ بات مشہور ہو گئی ہر آدمی اُسے جس شکل میں دیکھتا اس کے مطابق بات کرتا، کچھ لوگ کہتے کہ ایک سرکش شیطان نے بادشاہ کا قصد کیا ہے اور وہ ظاہر ہو کر اُسے اذیت دیتا ہے کوئی کہتا کہ ایک مومن جن المعتضد کو بُرے کاموں اور خونریزی سے روکنے کے لیے ظاہر ہوا ہے اور کوئی کہتا کہ یہ اس کا کوئی خادم ہے جو اس کی کسی لونڈی پر عاشق ہو گیا ہے اور اس نے بعض خاص بوٹیوں سے حکمت کے ذریعے ایسی چیز حاصل کر لی ہے جسے وہ اپنے منہ میں رکھتا ہے تو آنکھ سے نظر نہیں آسکتا، یہ سب باتیں ظن و تخمین سے تھیں، المعتضد نے منتر پڑھنے والوں کو بُلایا اس کا اضطراب بڑھ گیا اور وہ وحشت محسوس کرنے لگا، اس نے اپنے خادموں اور لونڈیوں

کی ایک جماعت کو قتل کر دیا اور ایک جماعت کو مارا اور قید کر دیا ہم نے ان سب واقعات کو اور المقتدر کی ماں کے فتنہ و فساد کے واقعہ کو اور جس وجہ سے المعتضد نے اسے قید کیا تھا اور اس کی ناک کاٹنے اور حلیہ بگاڑنے کا ارادہ کیا تھا، اپنی کتاب اخبار الزمان میں بیان کیا ہے اور اس قسم کے واقعہ کے متعلق افلاطون سے جو کچھ بیان کیا گیا ہے اسے بھی درج کیا ہے۔

اور اس سال یہ خبر بھی آئی کہ ابو اللیث الحارث بن عبد العزیز بن ابی دلف نے جنگ میں اپنے آپ کو اپنی تلوار سے قتل کر دیا ہے یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ اس کی تلوار اس کے کندھے پر سونتی ہوئی تھی اس کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گرا تو اس کی تلوار نے اس کا کام تمام کر دیا، تو عیسیٰ النوشری اس کا سر لے کر بغداد چلا گیا۔

یوم اجفر

۲۸۵ھ میں صالح بن مدرک طائی نے نبہان اور سنبس وغیرہ طائیوں کے ساتھ الحاج اور جیٔ الکبیر پر حملہ کیا اور جیٔ کی صالح اور اس کے ساتھی طائیوں کے ساتھ ایک مقام پر زبردست جنگ ہوئی جو لقاع الاجفر کے نام سے مشہور ہے، الحاج پریشان ہو گیا اور انہیں تلوار نے سزا دی وہ پیاسا مر گیا اور ان دونوں نے الحاج کے بہت سے آدمی قتل کر دیے اور جیٔ کو بھی بہت سی چوٹیں آئیں، اس دن سے عرب یہ رجز پڑھنے لگے ؎

"لوگوں نے اجفر کے دن کی طرح کا کوئی دن نہیں دیکھا، لوگ مرے پڑے تھے اور قبریں کھودی جا رہی تھیں۔"

اور اس نے لوگوں سے دو ہزار دینار کے قریب لیے۔

ابراہیم بن محمد الحربی الفقیہ کی وفات

۲۸۵ھ میں فقیہ اور محدث ابو اسحاق ابراہیم بن محمد کی غربی جانب میں وفات ہو گئی اس وقت ان کی عمر پچاسی سال تھی ان کی وفات ۲۳ ذوالحجہ کو سوموار کے روز ہوئی انہیں باب الانبار کے پاس شارع الکبش والاسد میں دفن کیا گیا آپ بڑے راست باز عالم، فصیح، سخی، پاکباز، زاہد، عابد اور درویش آدمی تھے باوجود زہد و عبادت کے بڑے ہنس مکھ، ظریف الطبع اور فرمانبردار قسم کے آدمی تھے ان میں تکبر اور غرور کا نام و نشان نہ تھا بسا اوقات آپ اپنے دوستوں سے ایسا مزاح بھی کرتے جو ان سے بہت بھلا اور دوسروں سے بڑا محسوس ہوتا آپ اپنے وقت میں اہل بغداد کے شیخ، ظریف، درویش

زاہد اور حدیث میں ان کے قابلِ اعتماد آدمی تھے آپ اہل عراق کے لیے فقہ بیان کرتے تھے اور جمعہ کے روز غربی جامع مسجد میں ان کی مجلس ہوا کرتی تھی۔

ابو اسحٰق ابراہیم بن جابر نے ہمیں بتایا وہ کہتا ہے کہ میں جمعہ کے روز ابراہیم الحربی کے حلقہ میں بیٹھا کرتا تھا ہمارے پاس دو نوجوان آیا کرتے تھے جو شکل وصورت اور لباس کے لحاظ سے نہایت حسین وجمیل تھے وہ کرخی تاجروں کے بیٹے تھے ان کا لباس ایک ہی ہوتا تھا گویا وہ یک جان دو قالب تھے، اگر وہ کھڑے ہوتے تو اکٹھے کھڑے ہوتے اور اگر وہ بیٹھتے تو اکٹھے بیٹھتے پس ایک جمعہ کو ان میں سے ایک نوجوان حاضر ہوا جس کے چہرے پر زردی نمایاں تھی اور آنکھوں میں شکستگی تھی، پس میں نے سمجھ لیا کہ دوسرے نوجوان کا غائب ہونا کسی علت کے باعث ہے جس کی وجہ سے حاضر ہونے والے کو شکستگی لاحق ہے جب دوسرا جمعہ آیا تو جو نوجوان غائب تھا وہ حاضر ہو گیا اور جو پہلے جمعہ کو حاضر تھا وہ غائب ہو گیا اور زردی اور شکستگی اس کے رنگ اور کام میں نمایاں تھی پس میں سمجھ گیا کہ یہ ان دونوں کے درمیان ہونے والی جُدائی اور اس اُلفت کی وجہ سے ہے جو ان دونوں کو اکٹھا کرنے والی ہے پس وہ ہر جمعہ کو حلقہ درس میں آنے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت کرتے رہے اور جو ان دونوں میں سے حلقہ درس میں پہلے آجاتا وہ نہ بیٹھتا پس جو کچھ پہلے میرے دل میں گذرا تھا میں نے اُسے دُرست خیال کیا، ایک جمعہ کو ان دونوں میں سے ایک حاضر تھا وہ ہمارے پاس بیٹھ گیا اور دُوسرے نے آکر حلقہ درس میں جھانکا کیا دیکھتا ہے کہ اس کا ساتھی اس سے پہلے آیا ہوا ہے کیا دیکھتا ہوں کہ بعد میں آنے والے کے آنسوؤں نے اس کا گلا گھونٹ رکھا ہے یہ بات اس کی آنکھوں کے پپوٹوں کے اندر سے واضح ہو رہی تھی، کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے بائیں ہاتھ میں چھوٹے چھوٹے رقعے لکھے ہوئے ہیں اس نے ان رقعوں میں سے ایک رقعہ اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا اور اُسے حلقہ کے درمیان پھینک دیا اور لوگوں کے درمیان سے شرمندہ ہو کر تیزی کے ساتھ گذر گیا میں اُسے دیکھ رہا تھا، اور حلقہ میں بیٹھے ہوئے دیگر لوگ بھی اُسے دیکھ رہے تھے اور میرے دائیں پہلو میں ابو عبداللہ علی بن حسین بن حوثرہ بیٹھا ہوا تھا جو عنفوان شباب اور نوعمری کے دَور میں تھا وہ رُقعہ ابراہیم الحربی کے سامنے گرا، انہوں نے اُسے کھول کر پڑھا، اس رُقعہ میں لکھا تھا کہ اس کے مریض ساتھی کے لیے دُعا کی جائے اور حاضرین ان کی دُعا پہ آمین کہیں، جب انہوں نے رُقعہ پڑھا تو وہ اس میں غور وفکر کرنے لگے، کیونکہ انہوں نے رُقعہ پھینکنے والے کو دیکھ لیا

تھا پھر آپ نے فرمایا اے اللہ ان دونوں کے درمیان اتفاق پیدا کر دے اور ان دونوں کے دلوں میں اُلفت پیدا کر دے اور اس بات کو اپنے قرب کا ذریعہ بنا دے اور لوگوں نے ان کی دُعا پر آمین کہی جیسا کہ وہاں کا دستور تھا پھر آپ نے اپنے انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی سے اُسے لپیٹا اور میری طرف پھینکا، میں نے اُسے غور سے دیکھا میں اُسے اس لیے دیکھ رہا تھا کہ اُسے پھینکنے والا دیکھ لے، اس میں لکھا تھا ؎

"اللہ تعالیٰ اس بندے کو معاف کرے جس نے اُن دو دوستوں کے لیے دُعا کر کے ان کی مدد کی جو ہمیشہ محبت پر قائم تھے یہاں تک کہ کسی چغل خور نے ان کی چغلی کی تو وہ اپنے عہد سے روگرداں ہو گئے۔"

وہ رقعہ میرے پاس تھا جب دوسرا جمعہ آیا تو وہ دونوں اکٹھے آئے اور زردی اور شکستگی ان کے چہروں سے زائل ہو چکی تھی، میں نے ابن حوثرہ سے کہا میں سمجھتا ہوں کہ ان کے لیے جو دُعا کی گئی تھی وہ قبول ہو گئی ہے اور شیخ کی دُعا انشاء اللہ پوری ہو گی، جب میں اس سال حج کے لیے گیا تو میں نے ان دونوں کو منیٰ اور عرفات کے درمیان اکٹھے احرام باندھے دیکھا اور میں دونوں کو ادھیڑ عمر تک آپس میں مالوف دیکھتا رہا میں نے ان کو کرخ میں دیباج والوں کی صف یا کسی اور صف میں بھی دیکھا تھا۔

قاضی ابراہیم بن جابر

مسعودی بیان کرتا ہے کہ میں نے یہ واقعہ قاضی ابراہیم بن جابر سے اس کے قاضی بننے سے پہلے سُنا، ان دنوں وہ بغداد میں فقر کی تکالیف برداشت کر رہا تھا اور اپنے خالق کی رضا حاصل کرتا تھا اور فقر کو تونگری پر ترجیح دیتا تھا چند یوم بعد میں اُسے حلب میں ملا جو قنسرین کے علاقے اور ارضِ شام کے عواصم میں ہے یہ ۳۰۹ھ کا واقعہ ہے میں نے اُسے جس حال میں دیکھا تھا وہ اس سے بالکل مختلف تھا اور جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے وہ قاضی بنا بیٹھا تھا اور فقر پر تونگری کو ترجیح دیتا تھا، میں نے اُسے کہا اے قاضی، تو جوری کے والی سے حکایت بیان کیا کرتا تھا کہ اس نے تجھے کہا تھا کہ فقراء اور اغنیاء کی منازل کے درمیان مجھے خیالات نے آلیا تو میں نے خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے مجھے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے اغنیاء کا فقراء کی تواضع کرنا کیا ہی اچھی بات ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے فقراء کو اغنیاء سے معزز سمجھنا اس سے بھی اچھی با

ہے تو اس نے مجھے کہا کہ مخلوق تدبیر کے ماتحت ہے وہ اپنے تمام تصرفات میں اس کے حکام سے الگ نہیں ہو سکتے جیسا کہ ہم نے اس کے فقر کا حال بیان کیا ہے ہیں اس کے متعلق سُنا کرتا تھا کہ وہ فقر کی حالت میں دنیا کا لالچ کرنے والوں کی بہت مذمت کیا کرتا تھا اور اس بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایات بیان کیا کرتا تھا ——— وہ کہتا تھا کہ حضرت علی رضؓ نے فرمایا ہے کہ

"اے ابن آدم اس دن کا غم نہ کر جو ابھی تیرے اس دن پر نہیں آیا جس میں تو ہے اور اگر وہ تیری وجہ سے ہے تو اللہ تعالےٰ اس میں تیرا رزق لے آئے گا اور یاد رکھ کہ تو ہرگز اپنی خوراک سے بڑھ کر کچھ بھی نہ کما سکے گا، سوائے اس کے کہ تو اس میں کسی دوسرے کے لیے جمع کرنے والا ہو ——— اس کے بعد وہ تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو گیا اور مجھے بتایا گیا کہ اس نے اپنی بیوی کے لیے چالیس تستری اور قصبی اور ان سے ملتے جلتے کپڑے ایک ہی قینچی سے کاٹے اور یوسرو کے لیے بہت سامال پیچھے چھوڑ گیا۔ یعنی وہ خود مال دار ہو کر مرا۔"

المبرد کی وفات ۲۸ ذوالحجہ سوموار کی شب کو ۲۸۵ھ میں ابوالعباس محمد بن یزید نحوی کی وفات ہوئی جو المبرد کے نام سے مشہور تھا، اس کی عمر اناسی سال تھی بغداد کی غربی جانب باب الکوفہ کے قبرستان میں اسے دفن کیا گیا۔

محمد بن یونس ۲۸۶ھ میں ۱۵ جمادی الآخرۃ کو جمعرات کے روز محمد بن یونس کوفی محدث کی وفات ہوئی ان کی کنیت ابوالعباس تھی اور عمر ایک سو چھ سال تھی، انہیں بھی غربی جانب باب الکوفہ کے قبرستان میں دفن کیا گیا، آپ بڑے عالی الاسناد تھے۔

ابوسعید الجنابی اسی سال بصرہ میں ابوسعید الجنابی اور اس کے ساتھیوں کے بصرہ میں داخل ہونے کے خوف سے بڑی گھبراہٹ پیدا ہوئی اور الواثقی ——— احمد بن محمد ——— نے جو بصرہ میں اس سے برسرِ پیکار تھا المعتضد کی طرف گھبراہٹ کے بارے میں لکھا تو اس نے چودہ ہزار دینار بصرہ کی فصیلوں کے لیے دیے، پس وہ فصیلیں بنیں اور بصرہ محفوظ ہو گیا۔

ابوالاغر اور بدّو اسی سال ابوالاغر خلیفہ بن مبارک سلمی، فید مکہ کی جانب مکہ جاتے ہوئے

صالح بن مدرک طائی کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوگیا بدو، صالح کو ابوالاغر کے ہاتھ سے چھڑانے کے لیے اکٹھے ہوگئے پس اس نے ان سے جنگ کی اور ان کے سردار جحش بن ذیال اور اس کی ساتھی جماعت کو قتل کر دیا اور اس کا سر قبضہ میں کر لیا جب صالح بن مدرک کو جحش بن ذیال کے قتل ہونے کی اطلاع ملی تو وہ ابوالاغر کے ہاتھ سے رہائی حاصل کرنے سے مایوس ہوگیا اور جب وہ ایک منزل پر اُترا جو منزل القرشی کے نام سے مشہور تھی تو ان کے پاس غلام کھانا لے کر آیا تو اس نے اس سے چھری لے کر خودکشی کر لی ابوالاغر نے اس کا سر بھی قبضہ میں کر لیا اور اُسے مدینہ میں جاکر ظاہر کیا، پس حاجیوں نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی واپسی پر ابوالاغر کو بڑی جنگ پیش آئی، کہ وہ اور نحریہ اور ان دونوں کے علاوہ حاجیوں کے قافلوں کے اُمراء، بدروں کے ساتھ لڑے اور بدّو، طے اور اس کے حلیفوں میں سے اکٹھے ہوئے تھے ان کے پیادہ تین ہزار اور سوار بھی اسی قدر تھے، ان کے درمیان تین دن جنگ رہی یہ جنگ معدان قرشی اور حاجر کے درمیان ہوئی، پھر بدو شکست کھا گئے اور لوگ محفوظ ہوگئے، صالح بن مدرک کو پکڑنے کے لیے ابوالاغر کے ساتھ سعید بن عبد الاعلیٰ بھی شامل تھا۔

ابوالاغر بغداد میں داخل ہوا تو اس کے آگے آگے صالح، جحش اور صالح کے غلام اسود کے سر اور چار قیدی تھے جو صالح بن مدرک کے عم زاد تھے، اس روز بادشاہ نے ابوالاغر کو خلعت دیا اور سونے کا ایک ہار بھی دیا اور غربی جانب پُل پر سروں کو نصب کر دیا اور قیدیوں کو زمین دوز قید خانے میں داخل کر دیا۔

واقعات

اس سال اسحاق بن ایوب العبیدی فوت ہوگیا ■■ دیار ربیعہ میں برسرِ پیکار تھا اور اسی سال عباس بن عمر الغنوی بصرہ کی طرف گیا تاکہ وہ بحرین میں قرامطہ کے ساتھ جنگ کرے اس سال اسماعیل بن احمد اور بلخ کے حکمران عمرو بن اللیث کے درمیان جنگ ہوئی اور عمرو قید ہوگیا، ہم نے اس کی اسیری کی کیفیت کو کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے۔

رجب ۲۸۷ھ میں عباس بن عمرو بصرہ سے ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ ھجر کی طرف گیا اس کے ساتھ بہت سے رضاکار بھی تھے اس کی اور ابوسعید الجنابی کی مڈبھیڑ ہوئی اور ان کے درمیان جنگیں ہوئیں جن میں عباس کے ساتھی شکست کھا گئے اور ریت اور پیاس سے مرجانے والوں کے علاوہ اس کے ساتھیوں میں سے سات سو آدمیوں کو باندھ کر

قتل کر دیا گیا اور قیدی بنا لیا گیا، سورج نے ان کے جسموں کو جلا دیا، پھر اس کے بعد ابوسعید نے عباس بن عمرو پر احسان کر کے اُسے چھوڑ دیا اور وہ المعتضد کے پاس چلا گیا، اُس نے اُسے خلعت دیا، اس کے بعد ابوسعید نے لمبے محاصرے کے بعد ہجر شہر کو فتح کیا، ہم نے اپنی کتاب الاوسط میں ان جنگوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس سبب کو بھی بیان کیا ہے جس کی وجہ سے ابوسعید نے عباس بن عمرو الغنوی کو آزاد کیا تھا اور عباس بن عمرو کا بحرین کے لوگوں کے ساتھ جو معاملہ تھا اور وہ اس کی قوم سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا جو اس کے ساتھ رشتہ تھا اُسے بھی ہم نے بیان کیا ہے۔

علوی داعی

۲۸۷ھ میں علوی داعی دیلم وغیرہ کی بہت سی فوجوں کے ساتھ طبرستان سے جرجان کی طرف گیا اور اس کا مقابلہ اسماعیل بن احمد کی فوج سے ہوا جو اہل حبش سے تیار کی گئی تھی جس کا سالار محمد بن ہارون تھا، اس قسم کی جنگ اور دونوں فریقوں کا صابر اس زمانے میں نہیں دیکھا گیا پس اس نے حبشیوں پر فتح پائی جب محمد بن ہارون نے دیلمیوں کی ثابت قدمی کو دیکھا تو اُس نے ایک چال چلی مگر وہ ان کی صفوں کو درہم برہم نہ کر سکا اور بھاگ گیا دیلمیوں نے دوڑ کر ان کی صفیں درہم برہم کر دیں تو حبشی ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کو تلوار کی دھار پر رکھ لیا ان میں سے بہت سے آدمی مارے گئے اور داعی کو بھی چوٹیں آئیں جب اس کے اصحاب نے اپنی صفوں کو غنیمت کے حاصل کرنے میں درہم برہم کر لیا اور اس کی طرف توجہ نہ دی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ثابت قدم رہا جو اس کی مدد کو کھڑے ہو گئے تھے تو فوجوں نے ان پر حملہ کر دیا اور جنگ ختم ہو گئی اور زخموں سے خون بہنے لگا اس کا بیٹا زید بن محمد بن زید وغیرہ قید ہو گئے، محمد الداعی چند روز زندہ رہا جنگ میں جو اُسے زخم آئے تھے ان کی وجہ سے فوت ہو گیا اُسے باب جرجان میں دفن کیا گیا اور اس کی قبر کی آج تک تعظیم کی جاتی ہے۔

ہم نے اپنی کتاب اخبار الزمان میں طبرستان وغیرہ میں اس کے حالات، اسیرت اور بکر بن عبدالعزیز بن ابی دلف کے حالات جب وہ امان طلب کر کے اس کے پاس آیا تھا بیان کیے ہیں اسی طرح ہم نے یحییٰ بن حسین الحسنی الرسی کے حالات بیان کیے ہیں جو یمن میں تھا اور اُسے اور ابوسعد بن لیعفر کو یمن میں قرامطہ کے ساتھ جنگوں میں جو کامیابیاں حاصل ہوئیں انہیں بھی بیان کیا ہے۔ اور علی بن فضل صاحب المذنجیرہ کے ساتھ ان کا جو معاملہ تھا، اس کے

حالات اور اس کی وفات کی خبر کو بھی بیان کیا ہے اور شیخ لاعہ صاحب قلعہ تحل اور اس کے بیٹے کے جو حالات اس وقت یعنی ۳۳۲ھ تک ہیں انہیں بھی بیان کیا ہے ـــــ اور یحییٰ بن حسین الرسی کے شہر صعدۃ میں جو بلاد یمن میں ہے اُترنے اور اس کے بیٹے ابوالقاسم اور اس کے پوتے سے اس وقت تک کے حالات لکھے ہیں اور ہم اس کتاب میں ان واقعات و حالات اور سیرو تفصص کی جھلک جنہیں ہم اپنی پہلی کتب میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں محض واقفیت کروانے والے کے لیے پیش کر رہے ہیں۔

المعتضد اور وصیف خادم

۲۸۸ھ میں المعتضد وصیف خادم کی تلاش میں شامی سرحد میں داخل ہوا اور رشیق کے ساتھ جو غزامی کے نام سے مشہور ہے خط و کتابت کی۔ خادم کے جرنیلوں میں سے وصیف البکتمری اور دوسرے جرنیلوں اور ساتھیوں نے المعتضد سے امان طلب کر لی جب وصیف کے اکثر ساتھی پکڑ لیے گئے تو اس نے رومی علاقے کی طرف جانے اور راستوں میں اُلجھنے کا ارادہ کیا مگر المعتضد نہایت تیزی کے ساتھ بغداد سے آیا اور اس نے اپنے حالات کو بھی پوشیدہ رکھا، وصیف کے شدید احتیاط کرنے اور اس کے حالات کی تفتیش کرنے کے باوجود اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا یہاں تک کہ المعتضد فرات کو عبور کر کے شام کی طرف چلا گیا لیکن المعتضد شامی سرحد کے درمیان میں پہنچا تو اس نے اپنی عام فوج کو کنیسۃ السوداء میں چھوڑا اور جرنیلوں کو وصیف کی تلاش میں بھیج دیا۔ وہ اس کی تلاش میں پندرہ میل تک چلے گئے یہاں تک کہ ہراول دستے کے سواروں نے انہیں آلیا، ان میں خاقان مفلحی اور وصیف جلدی جلدی چل رہے تھے اور ان کی جماعت کے دوسرے جرنیل بھی ساتھ تھے پس وصیف نے ان کے ساتھ درب الجب کے مقام پر جنگ کی، جب المعتضد نے دیکھا کہ وصیف کے ساتھی اسے چھوڑ گئے ہیں اور اس کی جمعیت پریشان ہو گئی ہے تو اُسے قید کر کے المعتضد کے پاس لایا گیا اور اس نے اُسے مونس خادم کے سپرد کر دیا اور اس کے تمام ساتھیوں کو سوائے ان کے جو شامی سرحد وغیرہ سے اس کے ساتھ مل گئے تھے، امان دے دی۔ المعتضد نے جنگی کشتیاں جلا دیں اور اس نے طرسوس سے امام الجامع ابواسحاق کو اور شامی سرحد کے شہر اذنہ کے حکمران ابوعمیر عدی بن احمد بن عبدالباقی اور بحری فوج کے دوسرے سرداروں جیسے البغیل اور اس کے بیٹے کو ساتھ لیا۔ بغداد آنے کے لیے، صفر ۲۸۸ھ کو بحری سفر شروع ہوا جعفر بن المعتضد یعنی المقتدر اور بدر الکبیر اور دوسری فوج بھی کشتیوں پر سوار ہو کر آئی، راستوں کو

سجایا گیا ان کے آگے وصیف دو کوہانوں والے اونٹ پر سوار تھا، وہ دیباج کا جُبّہ اور ٹوپی پہنے ہوئے تھا اور دوسرے اونٹ پر اس کے پیچھے البغیل تھا اور البغیل کے پیچھے ایک اور اونٹ پر اس کا لڑکا تھا اور البغیل کے بیٹے کے پیچھے ایک اور اونٹ پر ایک شامی آدمی تھا جو ابن المھندس کے نام سے مشہور تھا اور انہوں نے سُرخ اور زرد ریشم کے جُبّے پہنے ہوئے تھے اور ان کے سروں پر ٹوپیاں تھیں اور خاقان مفلحی اور دیگر جرنیلوں کو جنہوں نے وصیف خادم کے قیدی ہونے کے دن بہادری دکھائی تھی، ہار اور کنگن ڈالے گئے، المعتضد نے وصیف خادم کو مارنے سے باز رہنا چاہا اور اس قسم کے بہادر، دلیر، جرأت مند اور صاحب تدبیر انسان کی موت پر افسوس کیا، پھر کہنے لگا اس خادم کی طبیعت میں یہ بات ہے کہ اس پر کوئی سرداری نہ کرے بلکہ وہ خود سرداری کرے، اُسے گرفتار کرنے اور لوہے سے جکڑ دینے کے بعد اس نے اس کی طرف آدمی بھیج کر پوچھا، کیا تیری کوئی خواہش ہے اس نے جواب دیا ہاں، میں پھولوں کا ایک گلدستہ سونگھنا چاہتا ہوں اور گذشتہ بادشاہوں کی سیرت کی کتابوں کو دیکھنا چاہتا ہوں جب ایلچی نے آکر المعتضد کو بتایا کہ وہ یہ چیزیں طلب کرتا ہے تو اس نے حکم دیا کہ جو چیزیں وہ طلب کرتا ہے مہیا کر دی جائیں، المعتضد نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ دیکھے کہ وہ کس کس فعل کو دیکھتا ہے تو اُسے بتایا گیا کہ وہ بادشاہوں کی سیرت اور ان کی جنگوں اور تکالیف کو ہی دیکھتا رہا اور دیگر کتب کو اس نے نہیں دیکھا تو المعتضد نے متعجب ہو کر کہا کہ وہ اپنی موت کو معمولی بات خیال کرتا ہے۔

ابن ابی الساج کی وفات

اسی سال ابوعبیداللہ محمد بن ابی الساج کی آذربائیجان میں وفات ہوئی اس کے بعد اس کے اصحاب اور غلاموں میں پھوٹ پڑ گئی، ان میں سے کچھ تو اس کے بھائی یوسف بن ابی الساج سے آملے اور کچھ اس کے بیٹے یوسف کے ساتھ جا ملے۔

بشر بن موسیٰ محدث

اور ۲۸۸ھ میں ابوعلی بشر بن موسیٰ بن صالح بن صبیح بن عمیر محدث کی وفات ہوئی ان کی عمر ۸۰ سال تھی انہیں باب التین کے قبرستان میں غربی جانب دفن کیا گیا۔

عمرو بن اللیث

اسی سال جمادی الاولیٰ میں عمرو بن اللیث کو بغداد میں داخل کیا گیا جسے عبداللہ بن فتح بادشاہ کا ایلچی لے کر آیا عمرو کی مشہوری کی

گئی اور اُسے دو کوہانوں والے اُونٹ پر سوار کروایا گیا .. دیباج کا جُبّہ پہنے ہوئے تھا اور اس لے فوج میں اپنے پیچھے بدر اور وزیر قاسم بن عبیداللہ کو اپنا جانشین بنایا، اُسے الثریا میں لایا گیا تو المعتضد نے اُسے دیکھا پھر غلہ جات لائے گئے اس وقت طاہر بن محمد بن محمد بن عمرو بن اللیث نے عمرو کی خوش قسمتی پر برافروختہ ہو کر فوج کے ملازموں میں جوشش پیدا کر دیا اور وہ اُسے اہواز کے علاقے میں جا ملے اور ایران کی حدود سے نکل گئے صورتِ حال خراب ہو گئی تو المعتضد نے عبداللہ بن فتح اور اشناس کو اسماعیل بن احمد کی طرف تحائف دے کر بھیجا جن میں ایک سو دیباج کی بے آستین قمیص جو سونے کے تاروں سے بُنی گئی تھیں اور تین لاکھ دینا تھے تاکہ وہ انہیں اپنے اصحاب میں تقسیم کر دے اور انہیں بلاد سجستان میں طاہر بن محمد بن عمرو بن اللیث کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیج دے اور اس نے عبداللہ بن فتح کو حکم دیا کہ وہ بلاد جبل کے جن علاقوں سے گزرے وہاں سے دس لاکھ درہم کا خراج بھی لے جائے اور انہیں تین لاکھ دینار میں شامل کر لے، المعتضد کا غلام بدر اس سال اپنی فوج کے ساتھ ایران کی طرف گیا اور شیراز میں فروکش ہوا اور اس نے ملازموں کو شہر سے نکال دیا۔

وصیف خادم کی وفات

یکم محرم ۲۸۹ھ کو منگل کے روز، وصیف خادم کی وفات ہوئی اس کے بدن کو سر کے بغیر پُل پر صلیب دیا گیا۔ خادموں نے المعتضد سے کہا کہ وہ اس کی شرم گاہ کو چھپا دیتے ہیں تو اس نے انہیں اس بات کی اجازت دے دی، پس اُسے کپڑے پہنائے گئے اور ان پر نیا کپڑا لپیٹا گیا اور ناف سے گھٹنوں تک سلائی کر دی گئی اور اس کے بدن پر ایلوا اور دیگر جسم کے اجزا کو سکیڑنے والے طلا مَلے گئے اور اُسے صلیب دے کر پل پر کھڑا کر دیا گیا جو المقتدر کی خلافت کے زمانے یعنی ۳۰۰ھ تک خراب نہ ہوا۔

اس سال فوج اور عوام نے فتنہ و فساد برپا کر دیا اور عوام نے آپس میں مزاح کرتے ہوئے وصیف کے پاس جا کر اُسے لکڑی سے نیچے گرا دیا اور کہنے لگے کہ لمبا زمانہ ہمارے پڑوس میں رہنے اور ہمارے متعلق برداشت سے کام لینے کی وجہ سے استاذ ابوعلی وصیف خادم کا ہم پر یہ حق ہے کہ ہم اُسے صلیب سے اتاریں اور وہ اس لکڑی پر بوسیدہ نہیں ہو گا پس انہوں نے ایک آدمی کی چادر میں اُسے لپیٹا اور اُسے اپنے کندھوں پر اُٹھا لیا وہ تقریباً ایک لاکھ آدمی تھے جو اس کے اردگرد رقص کرتے، گانے اور

چیختے تھے اور استاذ کہتے تھے جب وہ اُکتا گئے تو انہوں نے اُسے دریائے دجلہ میں پھینک دیا اس روز دجلہ میں ان کے کچھ آدمی بھی غرق ہو گئے کیونکہ وہ تیر کر پانی میں اس کے پیچھے گئے تھے پس پانی کے بہاؤ میں بہت سے آدمی ڈوب گئے۔

ابوالفوارس القرمطی

اسی سال کوفہ کی جانب سے قرامطہ کی ایک جماعت آئی جن میں ایک آدمی ابوالفوارس کے نام سے مشہور تھا وہ اُونٹوں پہ آئے تھے، المعتضد نے ابوالفوارس کے متعلق حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد اُسے قتل کیا جائے اور اُسے وصیف خادم کے پہلو میں صلیب دیا گیا پھر اُسے کناٗس کی جانب جو غربی جانب سے یاسریہ کے قریب ہے لے جایا گیا اور وہاں پر قرامطہ کے ساتھ صلیب دیا گیا ابوالفوارس کے قتل کے متعلق اہل بغداد میں بہت سی افواہیں اُڑی ہوئی تھیں اور وہ یہ کہ جب اُسے قتل کرنے کے لیے پیش کیا گیا تو عوام نے یہ بات مشہور کر دی کہ اس نے ان لوگوں سے جو اس کے قتل کے موقع پر موجود تھے کہا کہ یہ میری پگڑی ہے میں چالیس دن کے بعد واپس آجاؤں گا اور عوام ہر روز اس کی لکڑی کے نیچے جمع ہوتے اور دنوں کو گنتے اور باہم رستوں میں لڑتے جھگڑتے اور بحث ومباحثہ کرتے جب چالیس دن پورے ہو گئے تو ان کا شور بڑھ گیا اور وہ اکٹھے ہوئے، کوئی کہتا یہ اس کا جسم ہے کوئی کہتا کہ وہ چلا گیا ہے اور بادشاہ نے اس کی جگہ کسی دوسرے آدمی کو صلیب دیا ہے تاکہ لوگ فتنہ میں پڑیں پس لوگوں میں اس بارے میں بہت جھگڑا ہونے لگا یہاں تک کہ انہیں منتشر ہونے کا حکم دیا گیا تب کہیں وہ جھگڑے اور گفتگو سے باز آئے۔

المعتضد اور طالبی

بلاد طبرستان سے محمد بن زید کا مال آیا تاکہ اُسے پوشیدہ طور پر آل ابی طالب میں تقسیم کر دیا جائے، المعتضد کو اس بارے میں بتایا گیا تو اس نے اس آدمی کو بُلایا جو مال کو ان کی طرف لاتا تھا اور مال کے اخفاء پر اظہار ناراضگی کیا اور اسے ظاہر کرنے کا حکم دیا اور آل ابی طالب کو قریب کیا، جس کا باعث قرب نسب تھا ابوالحسن محمد بن علی الوراق انطاکی فقیہ نے جو انطاکیہ میں ابن الغنوی کے نام سے مشہور ہے نے ہمیں بتایا کہ مجھے محمد بن یحییٰ بن ابی عباد نے بتایا وہ بیان کرتا ہے کہ المعتضد باللہ نے خواب دیکھا جب کہ وہ اپنے باپ کے قید خانے میں تھا کہ ایک بزرگ دجلہ پہ بیٹھا ہوا ہے جو دجلہ کے پانی کی طرف اپنے ہاتھ کو بڑھاتا ہے تو وہ پانی اس کے ہاتھ میں

آجاتا ہے اور دجلہ خشک ہو جاتا ہے پھر وہ اُسے اپنے ہاتھ سے دجلہ میں پھینکتا ہے تو دجلہ پہلے کی طرح بھرپور ہو جاتا ہے میں نے اس شخص کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ علی بن ابی طالب ہیں تو میں اُٹھ کر ان کے پاس گیا اور انہیں سلام کہا تو انہوں نے کہا اسے احمد یہ معاملہ تیرے ساتھ ہونے والا ہے پس تو میرے بیٹوں سے نہ اُلجھ اور نہ انہیں تکلیف دے تو میں نے کہا امیر المومنین میں سمع واطاعت کروں گا۔

لوگوں نے خراج روکنے کی وجہ سے غم کیا، المعتضد نے ان پر انعام واکرام کیا اور اس بارے میں شعراء نے بہت کچھ کہا، یحییٰ بن علی المنجم نے اس بارے میں بہت اچھا کہا ہے ؎

"اے خالص شرف کو زندہ کرنے والے اور بے آباد ملک کو نئے سرے سے آباد کرنے والے اور اضطراب کے بعد ہم میں دین کے رکن کو دوبارہ قائم کرنے والے تو بادشاہوں سے نمایاں طور پر آگے بڑھ گیا ہے۔ جیسے نمایاں دُودھ دینے والا جانور دُودھ دینے میں آگے بڑھ جاتا ہے پس تو نیروز سے سعادت مندی حاصل کر تو نے اس میں شکر کے ساتھ ثواب کو اکٹھا کر دیا ہے اور تو اس چیز کی تاخیر میں آگے بڑھ گیا ہے جو انہوں نے صواب کے لیے پیش کی ہے"۔

نیز وہ کہتا ہے :۔

"تیرے نیروز کا دن ایک ہی ہے جو پیچھے نہیں ہو سکتا اور وہ ہمیشہ جون کی گیارہ تاریخ کو آتا ہے۔"

قطر الندیٰ کا المعتضد سے ملاپ

قطر الندیٰ بنت خمارویہ، ابن الجصاص کے ساتھ ذوالحجہ ۲۸۱ھ میں بغداد پہنچی اس بارے میں علی بن عباس رومی کہتا ہے ؎

"اے سید العرب جسے یمن و برکت کے ساتھ سیدۃ العجم دُلہن بنا کر بھیجی گئی ہے اس سے سعادت مند ہو جیسے وہ تجھ سے سعادت مند ہوئی ہے اور وہ ان باتوں میں کامیاب ہوئی ہے جو مقاصد اور ہمتوں سے بلند ہیں، چاشت کے سورج کو دُلہن بنا کر تاریکیوں کے چاند کی طرف

بھیجا گیا ہے اور ان دونوں کے ذریعہ دنیا سے تاریکیاں چھٹ گئی ہیں۔"

جب عمرو بن اللیث دو کوہانوں والے اونٹ پر سوار ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے عتیق کی عیدگاہ سے بغداد میں داخل ہوا تو اسے المعتضد کے پاس ان تحائف کے ساتھ پہنچایا گیا جو اس نے اپنی اسیری سے قبل پیش کیے تھے اس بارے میں حسن بن محمد بن فہم کہتا ہے ؎

"کیا تو نے زمانے کی گردشوں کو نہیں دیکھا جو کبھی مشکل اور کبھی آسان ہو جاتی ہیں اور تیرے لیے الصفار شرافت اور عزت کے لحاظ سے کافی ہے جو صبح و شام فوجوں کا امیر بن کر جاتا ہے، اس نے ان کو اونٹ دیے اور یہ نہ جانا کہ وہ ان سے ایک اونٹ پر قیدی بنا کر لے جایا جا رہا ہے۔"

اس بارے میں محمد بن بسام کہتا ہے ؎

"اے دنیا سے فریب خوردہ، کیا تو نے عمرو کو آتے ہوئے نہیں دیکھا جسے حکومت کے بعد زبردستی دو کوہانوں والے اونٹ پر سوار کروایا گیا تھا اور وہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر آہستہ اور بلند آواز سے دعائیں کر رہا تھا کہ وہ اسے قتل ہونے سے بچائے اور وہ کچھ نہ کرے۔"

اور جب وہ ظاہر ہوا تو محمد بن ہارون نے، محمد بن زید علوی کو قتل کر دیا جس پر المعتضد نے ناراضگی، غم اور افسوس کا اظہار کیا۔

بزرگ لوگوں کی ایک جماعت کی وفات

المعتضد کے زمانے میں نصر بن احمد جو ماوراء النہر بلخ کا حکمران تھا ۲۸۹ھ میں فوت ہو گیا اور اس کا بھائی اسماعیل بن احمد حکمران بنا۔

"اخبار بغداد" کے مصنف احمد بن ابی طاہر الکاتب کی وفات ۲۸۰ھ میں ہوئی، قاضی احمد بن محمد محدث کی وفات بھی اسی سال ہوئی، ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی الدنیا القرشی جو المکتفی باللہ کا مربی تھا اس کی وفات محرم ۲۸۱ھ میں ہوئی اس نے زہد کے متعلق کئی کتابیں لکھی ہیں، ۲۸۲ھ میں قاضی و محدث ابو سہل محمد بن احمد الرازی کی وفات ہوئی ہم ان لوگوں کی وفات کا ذکر اس لیے کر رہے ہیں کہ یہ لوگ تاریخ کا حصہ ہیں اور لوگوں نے ان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کا علم حاصل کیا ہے۔

عبید اللہ بن شریک محدث کی وفات ۲۸۵ھ میں بغداد میں ہوئی اور اسی سال بکر بن عبد العزیز بن ابی دلف طبرستان میں فوت ہوا، محمد بن حسین الجنید کی وفات بھی اسی سال میں ہوئی ۲۸۸ھ میں ابو علی بشر بن موسےٰ بن صالح بن شیخ بن عمیرۃ البغدادی فوت ہوا اور اس کے باپ ابو محمد موسیٰ بن صالح بن شیخ بن عمیرۃ الاسدی کی وفات ۲۵۷ھ میں المعتمد کی خلافت میں ہوئی، اس کی عمر نوے سال سے اوپر تھی اور اس کے بیٹے کی وفات ننانوے سال کی عمر میں ہوئی، اسی سال میں ابو المثنیٰ معاذ بن المثنیٰ بن معاذ العنبری کی وفات ہوئی۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم نے مشہور فقہاء، محدثین اور دیگر اہل الرائے اور ادیبوں کا ذکر اپنی دو کتابوں "اخبار الزمان" اور "الاوسط" میں کیا ہے اور اس کتاب میں ہم یہ جھلک گذشتہ باتوں کی طرف اشارہ کے طور پر کر رہے ہیں۔

المعتضد کی وفات

المعتضد کی وفات ۲۲ ربیع الآخر ۲۸۹ھ کو بغداد میں اس کے محل الحسنی میں سوموار کی رات کو چار ساعت گزرنے پر ہوئی بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کی وفات اس زہر کے سبب ہوئی جو اسماعیل بن بلبل نے اپنے قتل سے پہلے اُسے دیا تھا وہ اس کے جسم میں سرایت کرتا رہا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا جسم وصیف خادم کی تلاش میں گھومنے کی وجہ سے ڈھیلا پڑ گیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی ایک لونڈی نے اُسے ایک رومال میں زہر دے دیا تھا جس سے وہ پسینہ صاف کرتا تھا ان کے علاوہ بھی کئی باتیں بیان کی گئی ہیں جن کے بیان کرنے سے ہم نے اعراض کیا ہے اور اس نے وصیت کی کہ اُسے محمد بن عبد اللہ بن طاہر کے گھر میں مغربی جانب اس گھر میں دفن کیا جائے جو دار الرخام کے نام سے مشہور ہے پس جب اُسے غش آیا اور اُسے موت کا حادثہ پیش آگیا اور لوگوں نے اس کی وفات میں شک کیا تو طبیب نے اس کے ایک عضو کو چھوا تو اس نے اسے محسوس کیا، اس وقت موت کی غشی میں تھا اس نے اسے بُرا محسوس کیا اور اُسے لات ماری اور اس کا دل نہایت تیزی سے دھڑک رہا تھا، کہتے ہیں کہ طبیب اس لات سے مر گیا تھا اور المعتضد بھی اسی وقت فوت ہو گیا، اور اس نے اپنی حالت کے متعلق شور سنا تو دونوں آنکھیں کھول دیں اور اپنے دونوں ہاتھوں سے بات سمجھنے والے کی طرح اشارہ کیا تو مونس خادم نے اُسے کہا اے میرے آقا! قاسم بن عبید اللہ کے پاس غلاموں نے شور و غل کیا ہے اور ہم نے انہیں عطیات دیے

ہیں تو اس نے تیوری چڑھائی اور موت کی بے ہوشی میں بھی اس کی اس قدر ہیبت تھی کہ قریب تھا کہ جماعت کی جان نکل جاتی، اور اُسے محمد بن عبداللہ بن طاہر کے گھر لا کر دفن کر دیا گیا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم نے المعتضد کے جن حالات، جنگوں، سفروں اور کارناموں کا ذکر کیا ہے ان کے علاوہ بھی ——— اس کے بہت سے واقعات موجود ہیں، ہم نے اس کے مشہور اور روشن کارناموں کو اپنی کتابوں اخبار الزمان اور الاوسط میں بیان کیا ہے۔

باب ہشتم

المکتفی باللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات المکتفی باللہ ـــــ علی بن احمد المعتضد کی بیعت، بغداد میں اس روز ہوئی جس روز اس کے باپ المعتضد کی وفات ہوئی۔ یہ واقعہ ۲۲ ربیع الآخر ۲۸۹ھ کو سوموار کے روز ہوا، اس کے لیے قاسم بن عبید اللہ نے بیعت لی، المکتفی ان دنوں رقہ میں تھا المکتفی اس وقت بیس سال سے زیادہ عمر کا تھا اور ابو محمد کنیت کرتا تھا، المکتفی باللہ ۳ جمادی الاولی ۲۸۹ھ کو سوموار کے روز رقہ سے بغداد پہنچا۔ وہ شام کے وقت بغداد میں داخل ہوا اور دجلہ کے کنارے قصر الحسنی میں فروکش ہوا اور اس کی وفات ۱۳ ذوالقعدہ ۲۹۵ھ کو اتوار کے روز ہوئی، اس وقت اس کی عمر اکتیس سال تین ماہ تھی اس کی خلافت چھ سال سات ماہ بائیس روز رہی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ چھ سال چھ ماہ سولہ دن رہی کیونکہ لوگوں کا ان کی تاریخوں کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دور کی ایک جھلک

خلفاء میں علی کا نام اس وقت یعنی ۳۳۲ھ تک المتقی باللہ کی خلافت سے لے کر جس کا نام علی تھا، سوائے علی بن ابی طالب کے اور کسی خلیفہ کا نام علی نہیں ہوا۔

ظلم سے لی ہوئی چیزوں کی واپسی جس روز المکتفی باللہ قصر الحسنی میں فروکش

ہوا یہ اس روز کی بات ہے جب وہ بغداد میں آیا تھا، تو اس نے قاسم بن عبید اللہ کو خلعت دیا اور دوسرے کسی جرنیل کو خلعت نہ دیا اور زمین دوز قید خانوں کو جنہیں المعتضد نے لوگوں کو عذاب دینے کے لیے بنایا ہوا تھا، گرا دیا اور ان میں محبوس قیدیوں کو چھوڑ دیا اور ان گھروں کو جنہیں المعتضد نے زمین دوز جگہ میں بنایا ہوا تھا ان کے مالکوں کو واپس کر دیا اور ان میں اموال تقسیم کیے تو رعیت کے دل اس کی طرف مائل ہو گئے اور اس وجہ سے اس کے بہت سے داعی بن گئے۔

ایک جماعت کا اس پر غالب آنا

قاسم بن عبید اللہ اور فاتک اس کے غلام اس پر غالب آ گئے اور قاسم بن عبید اللہ کی وفات کے بعد اس کا وزیر عباس بن حسن اور فاتک اس پر غالب آ گئے اور قاسم بن عبید اللہ محمد بن غالب اصبہانی پر ٹوٹ پڑا جو دیوان الرسائل کا انچارج تھا اور بڑا صاحب علم و معرفت تھا اور محمد بن بشار اور ابن منارہ پر بھی کسی بات کی وجہ سے ٹوٹ پڑا جو اُسے ان کے متعلق پہنچی تھی اور انہیں پابجولاں کر دیا اور بصرہ لے گیا، کہتے ہیں کہ وہ راستے میں غرق ہو گئے تھے اور اس وقت تک ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا، اور علی بن بسام اس کے متعلق کہتا ہے ؎

"ہم نے تجھے مسلمانوں کے قتل کے بارے میں معذور سمجھا اور ہم نے کہا یہ اہل مذہب کی عداوت کی وجہ سے ہے پس اس مناری کا کیا گناہ ہے اور تم دونوں کا دین ہمیشہ سے ایک ہے۔"

بدر پر اس کا ٹوٹ پڑنا

اس وقت سے پہلے قاسم بن عبید اللہ اور بدر کے درمیان حالات کچھ ٹھیک ہو چکے تھے پس جب المکتفی خلیفہ بنا تو قاسم نے اُسے بدر کے خلاف اُکسایا اور اس نے جرنیلوں کی ایک جماعت کو بھی بدر سے منحرف کر دیا، وہ سب کے سب بادشاہ کے پاس گئے اور بدر واسط کی طرف چلا گیا، قاسم نے المکتفی کو دریائے دیال کی طرف نکال دیا پس اس نے وہاں پڑاؤ ڈال دیا اور وہ ہر وقت المکتفی کے دل میں بدر کے خلاف باتیں ڈالتا اور اس کے خلاف اُکساتا رہا، قاسم نے قاضی ابو حازم کو بلایا جو بڑا صاحب علم و درایت تھا اور اُسے امیر المومنین کی جانب سے بدر کی طرف جانے کا حکم دیا کہ وہ اس کے لیے امان کا پروانہ لے جائے اور اُسے اپنے ساتھ لے آئے اور امیر المومنین کی جانب سے، جو وہ چاہتا ہے اس کی ضمانت

دے دے تو ابو حازم نے کہا، میں امیرالمومنین کی جانب سے وہ بات نہیں پہنچا سکتا جو میں نے ان سے نہیں سُنی، جب اس نے انکار کیا تو اس نے قاضی ابو عمر محمد بن یوسف کو بُلایا اور اُسے بدر کی طرف ایک کشتی میں بھیجا، اور اس نے اُسے المکتفی کی طرف سے امان اور عہد و پیمان دیے اور یہ ضمانت بھی دی کہ وہ اُسے اس وقت اپنے ہاتھ سے چھوڑے گا جب امیرالمومنین کو دیکھ لے گا، پس اس نے اپنی فوج کو چھوڑا اور اس کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر اُوپر کو چلا یا جب وہ مدائن اور السیب کی جانب پہنچے تو اُسے خادموں کی ایک پارٹی ملی جس نے کشتی کا گھیراؤ کر لیا اور ابو عمرو اس سے الگ ہو کر ایک تیز رفتار کشتی میں سوار ہو گیا اور بدر نے کنارے کے قریب آ کر ان سے پوچھا کہ وہ دو رکعت نماز پڑھنا چاہتا ہے، یہ ۶ رمضان ۲۸۹ھ زوال سے قبل جمعہ کے دن کا واقعہ ہے۔ تو انہوں نے اُسے نماز پڑھنے کی مہلت دے دی جب وہ دوسری رکعت میں تھا تو اس کی گردن کاٹ دی اور اس کا سر لے جا کر المکتفی کی خدمت میں پیش کر دیا جب المکتفی کے سامنے سر رکھا گیا تو اس نے سجدہ کیا اور کہا، اب میں زندگی کا مزا اور خلافت کی لذت کو چکھوں گا المکتفی ۸ رمضان کو اتوار کے روز بغداد میں داخل ہوا، محمد بن یوسف قاضی نے المکتفی کی جانب سے جو عہد و پیمان دیے ان کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے ؎

"شہر منصور کے قاضی سے کہہ دے تو نے امیر کے سر کا لینا کس وجہ سے جائز قرار دیا ہے، تو نے اُسے عہد و پیمان دیے اور امان دی، تیری وہ قسمیں کہاں ہیں جن کے متعلق خدا گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹی ہیں اور تیری وہ تین طلاقوں کی تاکید کہاں ہے جن میں تخییر کی نیت نہیں ہوتی، اور تیری دونوں ہتھیلیاں، اس کی دونوں ہتھیلیوں سے جُدا نہیں ہوں گی جب تک تو تخت کے مالک کو نہ دیکھے گا اے بے حیاء اور اُمت کے سب سے بڑے جھوٹے اور جھوٹی گواہی دینے والے یہ قاضیوں کا کام نہیں ہے اور نہ ہی اس قسم کے کام، دلیر حکمران کرتے ہیں، جسے تُو نے رمضان میں قتل کیا ہے وہ سجدہ تکبیر کے بعد رکوع کرتا ہوا چلا گیا ہے اور تُو نے جمعہ کے روشن دن میں اور بہترین مہینے میں کیسا بڑا گناہ کیا ہے پس تو منکر نکیر کے بعد حاکم عادل کے لیے جواب تیار کر لے، اور اے بنی یوسف بن یعقوب اہلِ بغداد تمہارے بارے میں دھوکے میں ہیں، اللہ تعالیٰ تمہاری جمعیت کو پریشان کر دے اور مجھے وزیر کی ذلت کے بعد تمہاری ذلت دکھائے، اور تم سب ابو حازم

پر قربان ہو جاؤ جو تمام امور میں راست رو ہے۔"

بدر کا مقام

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ بدر، آزاد آدمی تھا، اور بدر بن خیر، متوکل کے غلاموں میں سے تھا بدر الموفق کے غلام ناشی کی خدمت میں تھا جو اس کا رکاب دار تھا پھر اس نے المعتضد کے ساتھ رابطہ پیدا کر لیا اور اس کے دل میں جگہ بنا لی، الموفق کے زمانے میں یہ اس کے سامنے بہت ہلکا آدمی تھا، المعتضد کا ایک غلام فاتک نام تھا اور وہ اس کے غلاموں میں سب سے فائق تھا پس وہ اس کے دل سے دُور ہو گیا اور اس کا مرتبہ کم ہو گیا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ المعتضد اپنی کسی لونڈی سے ناراض ہوا اور اس کے بیچنے کا حکم دے دیا پس جس نے اُسے خریدا فاتک نے اُسے خفیہ طور پر بتا دیا جب المعتضد تک یہ بات پہنچی تو اس نے اسے اپنے دل سے دُور کر دیا اور بدر کی بات بن گئی اور اس کا مرتبہ بلند ہو گیا، یہاں تک وہ المعتضد سے اپنی ضروریات طلب کرتا اور شعراء بدر کی مدح کو المعتضد کی مدح کے ساتھ ملا کر بیان کرتے اور اسی طرح جو شخص منظوم کلام کے علاوہ اس سے مخاطبت کرتا وہ بھی ایسے ہی کرتا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ابوبکر محمد بن یحییٰ الصولی نے جو لغداد میں المعتضد کا شطرنج کھیلنے کا ساتھی تھا مجھے بتایا کہ میرا ایک وعدہ المعتضد کے ذمے تھا، اس میں کامیاب ہونے پر میں نے ایک قصیدہ تیار کیا جس کے پہلے حصے میں میں نے بدر کا ذکر کیا ہے ؎

"اے مزاح سے قطع تعلق کرنے والے، کیا محبت کی جزا یہ ہے کہ منہ موڑ کر ملا جائے امیر المومنین المعتضد کے لیے سخاوت کا ایک سمندر ہے جس سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا اور ابوالنجم کا جو نہر قصد کرتی ہے وہ اسے سمندر کی طرف واپس کر دیتا ہے عید الفطر گذر گئی ہے اور عید الاضحیٰ آگئی ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ وہ وعدہ قریب آجائے جو دُور چلا گیا تھا، اور وعدے کے متعلق میرا تقاضا اس لیے نہیں کہ مجھے اعتماد نہیں رہا، بلکہ وہ تو ہاتھ میں ہی ہے مگر دل اُسے جلدی لینا چاہتا ہے اور سخی آدمی خواہ دے یا وعدہ کرے ایک ہی بات ہے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ ہنس پڑا اور اس نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اُسے پورا کرنے کا حکم دیا۔

ہمیں محمد بن الندیم ۔ نے بغداد میں بتایا کہ میں نے المعتضد کو کہتے سنا کہ میں تھوڑی بخشش کو ناپسند کرتا ہوں اور اگر میرے لیے تمام دنیا کے اموال جمع ہو جائیں تو میں خیال کرتا ہوں کہ دنیا میری سخاوت کے لیے پوری نہیں ہو گی اور لوگوں کا خیال ہے کہ میں بخیل ہوں، وہ نہیں جانتے کہ میں نے اپنے اور ان کے درمیان ابوالنجم کو مقرر کیا ہے وہ جانتا ہے کہ وہ ایک دن میں کس قدر روپیہ خرچ کرتا ہے اگر میں بخیل ہوتا تو میں اُسے یہ اجازت نہ دیتا۔

ہمیں ابوالحسن علی بن محمد الفقیہ الوراق انطاکی نے انطاکیہ میں بتایا کہ مجھے ابراہیم بن محمد الکاتب نے یحییٰ بن علی المنجم الندیم سے بتایا کہ میں ایک روز المعتضد کے سامنے بیٹھا تھا اور وہ تیوری چڑھائے ہوئے تھا کہ بدر آ گیا جب اس نے اُسے دُور سے دیکھا تو ہنس پڑا اور مجھے کہنے لگا اے یحییٰ یہ شعر کس شاعر نے کہا ہے کہ ؎

"اور اس کے چہرے میں ایک وجیہہ سفارشی موجود ہے وہ جب بھی سفارش
کرے اس کی برائی کو دلوں سے دُور کر دیتا ہے۔"

میں نے کہا یہ حکم بن قنبرہ مازنی بصری کا شعر ہے تو اس نے کہا، اُس کا کیا کہنا اس نے مجھے یہ شعر سنایا تو میں نے اُسے یہ اشعار سنائے ؎

"اور میری طرف سے اس شخص پر ہلاکت ہو جس نے نیند کو اڑا دیا اور وہ سو نہ
سکا اور میرا دل اس کے دردوں کی وجہ سے زیادہ دردمند ہو گیا۔ گویا اس کے
پہلوؤں میں سورج، حسن کے باعث چمک رہا ہے یا اس کے بٹنوں سے چاند طلوع
ہو رہا ہے وہ جس سے محبت کرتا ہے اس کی طرف منہ کیے ہوئے ہے اگرچہ
اس کے گناہ بہت ہیں لیکن وہ جو کرتا ہے اس میں معذور ہے اور اس کے چہرے
میں ایک وجیہہ سفارشی موجود ہے وہ جب بھی سفارش کرے اس کی بُرائی کو
دلوں سے دُور کر دیتا ہے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ اس کا یہ قول کہ "أو البدر من ازداره طلعا" احمد بن یحییٰ العراف الکوفی سے ماخوذ ہے وہ کہتا ہے ؎

"وہ ظاہر ہوا گویا اس کے بٹنوں سے چاند طلوع ہوا ہے اور اس کی انگلیاں
شیفتگی سے پیشانی کے پسینے سے کستوری گراتی ہیں۔"

شام میں قرامطہ کا ظہور ۲۸۹ھ میں شام میں قرامطہ کا ظہور ہوا اور طغج اور مصری فوجوں

کے ساتھ جنگوں کی وجہ سے اس کی خبر مشہور ہو گئی اور ہم اپنی گذشتہ کتب میں اس کا ذکر کر چکے ہیں المکتفی نے رقہ کی طرف جا کر قرامطہ پر ۲۹۱ھ میں جو گرفت کی ہے اور اسی طرح مورخین نے ابن مہرویہ اور ۲۹۴ھ میں الحاج کے ساتھ اس کی جنگ کا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ وہ قتل ہو کر بغداد میں لایا گیا، اس کا بھی ذکر کیا ہے۔

عہد شکنی و التمام کا فدیہ مسعودی بیان کرتا ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اور رومیوں کے فدیہ دینے کے بعد ذوالقعدہ ۲۹۲ھ میں لامس مقام پر عہد شکنی کا فدیہ ہوا، اس کے بعد پھر رومیوں نے عہد شکنی کی اور لامس مقام پر رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان شوال ۲۹۵ھ میں التمام کا مکمل فدیہ ہوا اور سب فدیہ دینے والوں کا امیر رستم تھا جو شامی سرحدوں پر تھا۔ ۲۸۳ھ میں ابن طغان کے فدیہ میں جن مسلمانوں کا فدیہ دیا گیا جیسا کہ ہم قبل ازیں اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں، ان کی تعداد دو ہزار چار سو پچانوے نفوس تھی جن میں مرد اور عورتیں بھی شامل ہیں اور التمام کے فدیہ میں، جن لوگوں کا فدیہ دیا گیا ان کی تعداد دو ہزار آٹھ سو بیالیس تھی۔

حکومت کا خزانہ المکتفی فوت ہوا تو اس نے بیت المال میں آٹھ لاکھ دینار کا سونا اور پچیس لاکھ درہم کی چاندی چھوڑی۔ نیز نو ہزار چوپائے، خچر اور گھوڑے چھوڑے، باوجودیکہ وہ بڑا بخیل آدمی تھا۔

ابوالحسن احمد بن یحییٰ المنجم نے جو ابن الندیم کے نام سے مشہور ہے، ہمیں بتایا جو بڑا صاحب نظر و بحث اور اہل توحید و عدل میں سے اور سرکردہ آدمی تھا کہ اس کے بھائی علی بن یحییٰ کے متعلق ابو ہفان کہتا ہے ۔

"زمانے کے موسم بہار کے لیے سال میں ایک وقت مقرر ہے اور ابن یحییٰ ہر وقت موسم بہار ہے وہ ایک ایسا آدمی ہے جس کے پاس اچھے کام لٹے جاتے ہیں اور وہ انہیں عمر بھر خریدتا ہے اور ہم بیچتے ہیں۔"

اس کا مقررہ روزینہ راوی بیان کرتا ہے کہ المکتفی باللہ کا مقررہ روزینہ دس قسم کا کھانا ہر جمعہ کو یک سالہ بکری کا بچہ اور تین پیالے حلوہ ہوتا تھا حلوہ اس کے پاس بار بار لایا جاتا تھا اس نے اپنے دسترخوان پر اپنے ایک خادم کو مقرر کیا ہوا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ جو روٹی بچ جائے وہ اسے شمار کیا کرے پس جو روٹیاں ٹوٹ

جاتیں وہ انہیں ثرید کے لیے الگ کر لیتا اور جو صحیح ہوتیں وہ دوسرے روز اس کے دستر خوان پہ لائی جاتیں اسی طرح خوشگوار چیزوں اور حلوے کو اس کے دستر خوان پر لایا جاتا تھا۔

جاگیرداروں کی جاگیریں لوٹ لیں

اس نے حکم دیا کہ الشماسیہ کی جانب قطربل کے بالمقابل اس کے لیے ایک محل تعمیر کیا جائے اس طرح اس نے ان اطراف سے بہت سی جاگیریں اور کھیت بلاقیمت ان کے مالکوں سے حاصل کر لیے تو بہت سے لوگ اس کے خلاف دعائیں کرنے لگے ابھی وہ اس عمارت کو مکمل نہ کر پایا تھا کہ مر گیا اور اس کا یہ فعل اپنے باپ المعتضد کے فعل کے مشابہ تھا جو اس نے زمین دوز قید خانے تعمیر کرنے کے سلسلے میں کیا تھا۔

اس کا سنگ دل وزیر

اس کا وزیر قاسم بن عبید اللہ نہایت پُر ہیبت، جرأت مند اور خونریز آدمی تھا اس کے خوف اور رعب کی وجہ سے کوئی چھوٹا اور بڑا آدمی اس کے ساتھ رہنے میں اپنے لیے کوئی بہتری نہیں سمجھتا تھا۔

وزیر کی وفات

اس کی وفات ۱۰ ربیع الاول ۲۹۱ھ کو بدھ کی شام کو تیس سال سے کچھ اوپر عمر میں ہوئی، اس کے متعلق ایک ادیب کہتا ہے اور میرے خیال میں وہ عبد اللہ بن حسن بن سعد ہے ۔

"جس شام کو وزیر فوت ہوا ہم نے اس شام کو شراب پی اور اے لوگو! ہم اس کے تیسرے روز بھی پئیں گے اللہ تعالیٰ ان ہڈیوں کو برکت نہ دے اور نہ ہی اس کے وارث کو برکت دے۔"

عبد الواحد بن الموفق کا قتل

جن لوگوں کو قاسم بن عبید اللہ نے قتل کیا تھا ان میں عبد الواحد بن الموفق بھی شامل تھا، وہ مونس الفحل کے پاس قید تھا اس نے المکتفی کے زمانے میں آدمی بھیج کر اس کا سر منگوایا المعتضد اس کی بڑی عزت کرتا تھا اور اس کی جانب شدید میلان رکھتا تھا عبد الواحد کو خلافت یا ریاست کا خیال نہ تھا بلکہ وہ نوعمروں کے ساتھ کھیلنے میں دلچسپی رکھتا تھا، المکتفی کو اس کے متعلق اطلاع دی گئی کہ اس نے اپنے کئی خاص غلاموں سے مراسلت کی ہے، پس المکتفی نے ایک آدمی کو مقرر کر دیا کہ وہ اس کے حالات پہ نظر رکھے اور یہ کہ وہ شراب پی کر کیا کچھ کہتا ہے، تو اس آدمی نے سنا کہ وہ خوشی میں آ کر العتابی کے یہ شعر پڑھتا ہے ۔

" دولت کو چھوڑ دینے پر باہلیہ مجھے ملامت کرتی ہے حالانکہ زمانے نے قدیم
اور جدید مال کو تباہ کر دیا ہے وہ اپنے ارد گرد عورتوں کو جلدی جلدی چلتے اور
ان کے گھوڑوں کے گلوں میں گانیاں پڑی ہوئی دیکھتی ہے کیا تجھے یہ بات
خوش کرتی ہے کہ میں جعفر اور یحییٰ بن خالد جیسی حکومت حاصل کروں اور
امیر المومنین نے مجھے تنگ کر دیا ہے اور میں انہیں کاٹنے والی تلواروں سے
تنگ کرنے والا ہوں، مجھے چھوڑ دے تاکہ میری موت مطمئن ہو کر میرے
پاس آئے اور میں ان گھاٹوں کے خوف کو برداشت نہ کروں اور پسندیدہ
امور کالے سانپوں کے پیٹوں میں امانت ہوتے ہیں اور جو بلند درجات کی
طرف چڑھتا ہے وہ ہلاک اور سازشوں کا شکار ہو جاتا ہے۔"

اُس کے ایک ندیم نے جب کہ وہ شراب کے نشہ میں تھا، اُسے کہا، اے میرے آقا یزید بن مہلب نے جو تصور پیش کیا ہے آپ اُس کے کہاں تک مصداق ہیں؟

" میں زندگی کی چاہت میں پیچھے ہٹا تو میں نے اپنے لیے آگے بڑھنے جیسی
کوئی زندگی نہ پائی۔"

تو عبدالواحد نے اُسے کہا بس کر، تو بھی نشانے سے رُک گیا ہے اور ابن مہلب نے بھی غلطی کی ہے اور اس شعر کے کہنے والے نے بھی غلطی کی ہے، ابو فرعون تمیمی نے درست کہا ہے، ندیم نے کہا اس نے کیا کہا ہے تو اس نے کہا ؎

" مجھے جنگ میں کسی چیز کا دھیان نہیں ہوتا ہاں مجھے یہ خوف ہوتا ہے کہ
میرا ٹھیکرا ٹوٹ جائے گا اور اگر میں بازار سے اس جیسا ٹھیکرا خریدنے
والا ہوتا تو جنگ میں آگے بڑھنے کی پروا نہ کرتا۔"

جب یہ بات المکتفی تک پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگا کہ میں نے قاسم سے کہا تھا کہ میرا چچا عبدالواحد ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن کی ہمت خلافت تک رسائی رکھتی ہو اس کی ہمت اپنی فرج اور پیٹ، کسی امرد سے معانقے، کتے، مینڈھے اور مُرغ لڑانے تک ہی ہے، میرے چچا کو آزاد کر دو، لیکن قاسم کا عبدالواحد سے ویسا ہی سلوک رہا، یہاں تک کہ اُسے قتل کر دیا گیا۔

جب قاسم مر گیا اور المکتفی کو یہ معلوم ہوا کہ اس نے عبدالواحد کو قتل کیا ہے

تو اس نے قاسم کی قبر اُکھاڑنے اور اُسے کوڑے مارنے اور اُسے آگ سے جلانے کا ارادہ کیا۔

بعض لوگ اس کے علاوہ کچھ اور باتیں بھی بیان کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ابن الرومی کا قتل

جن لوگوں کو قاسم بن عبید اللہ نے خشکنانجہ میں زہر دے کر ہلاک کیا ان میں علی بن عباس بن جریج الرومی بھی شامل ہے اس کی پیدائش اور وفات بغداد میں ہوئی، یہ قصیر و طویل نظموں میں اچھے اچھے شعراء کے مفہوم میں بہت اچھا تصرف کر لیا کرتا تھا، اس کا شعری سرمایہ بہت کم ہے، اس کے بہترین اشعار میں سے یہ دو شعر بھی ہیں ؎

"میں نے زمانے کو دیکھا ہے کہ وہ زخمی کرتا ہے پھر ہمدردی کرتا ہے اور اس کا معاوضہ دیتا ہے یا تسلی دیتا ہے یا بھلا دیتا ہے، میرا نفس کسی چیز کے گم جانے پر بے صبری کے اظہار سے انکار کرتا ہے میری جان کو، اپنی جان کے کھو جانے کا غم ہی کافی ہے۔"

اس نے یونانی فلاسفروں اور ماہر متقدمین کے مفہوم کو بیان کرتے ہوئے، صاعد بن مخلد کے قصیدے میں یہ ایک عجیب بات کہی ہے کہ ؎

"تو اُسے دنیا کے زوال کی بات کیوں بتاتا ہے اور بچہ پیدا ہوتے وقت روتا ہی ہے اور اس کا رونا دنیا کی وجہ سے نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس جگہ سے زیادہ وسیع اور فراخ ہوتی ہے جس میں وہ ہوتا ہے۔"

اور اس نے ماہر متقدمین مناطقہ کی ترتیب کے موافق نہایت لطیف اور دقیق مفہوم کو بیان کیا ہے ؎

"جب تو کسی مبہم چیز کا دفاع کرے گا تو یہ بات محقق مد مقابل کے مددگاروں کو کم کر دے گی اور سننے والوں کی عقلیں اس سے تنگ پڑ جائیں گی اور مدقق آدمی کے مقابلہ میں واضح بات کرنے والے کے حق میں فیصلہ دے دیا جائے گا۔"

اس نے قناعت کا وصف بیان کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

"اور جب تو کسی دن خواہش کو جھٹلانا چاہے تو جو چاہے کھا وہ تجھے کڑوی اور میٹھی چیز سے روک دے گی، اور جس سے چاہے وطی کر،

وہ خلوت میں تجھے حسین عورت سے بچالے گی اور ان چیزوں کے حصول نے تجھے کتنی ہی چیزیں بھلادی ہیں جو تو حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

میرا باپ تیرے یوسفی چہرے پہ قربان ہو، اے وہ شخص جو عشق کے معاملہ میں مجھے کافی ہوگیا ہے بلکہ کفایت سے بھی بڑھ گیا ہے، اس کے چہرے میں گلاب اور نرگس پایا جاتا ہے اور گرمی سردی کا یہ اجتماع بڑا عجیب ہے۔"

رازقی انگور کے متعلق کہتا ہے ؎

"اور رازقی انگور باریک کر ہے گویا وہ شیشے کا خزانہ ہے اور چھونے میں ریشم سے بھی زیادہ نرم ہے اور اس کی خوشبو، جوری گلاب کے عرق کی طرح ہے، اگر وہ زمانے میں باقی رہتا تو لوگ اُسے خوب صورت عورتوں کے لیے آویزۂ گوش بناتے۔"

قاسم بن عبیداللہ وزیر اور ابوالحسن علی بن سلیمان اخفش نحوی اور ابواسحاق زجاج نحوی کے ساتھ ابن الرومی کے بہت اچھے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

ابن الرومی پر خلط سوداء کا غلبہ تھا۔ وہ بڑا حریص تھا، اور ابوسہل اسماعیل بن علی نوبختی وغیرہ جو آلِ نوبخت میں سے تھا، کے ساتھ اس کے اس قسم کے واقعات موجود ہیں۔

عظیم لوگوں کی ایک جماعت کی وفات

۲۰ر جمادی الآخرۃ ۲۹۰ھ کو ہفتہ کے روز عبداللہ بن احمد بن حنبل کی وفات ہوئی، اور ۲۲ر جمادی الاولیٰ ۲۹۱ھ کو ہفتہ کی شب ابوالعباس احمد بن یحییٰ کی وفات ہوئی یہ ثعلب کے نام سے مشہور تھے انہیں باب الشام کے قبرستان میں ایک حجرہ میں دفن کیا گیا جو انہی کے لیے خریدا گیا تھا انہوں نے اپنے پیچھے اکیس ہزار درہم اور دو ہزار دینار چھوڑے اور شارع باب الشام میں تین ہزار دینار کا غلبہ بھی چھوڑا۔

ثعلب کے حالات

احمد بن یحییٰ اپنی نوعمری کے زمانے سے لے کر بڑھاپے تک علماء کے ہاں بیٹھ رہا اور اپنے فن کا امام بن گیا، اس نے اپنے پیچھے اپنی پوتی کے سوا، کوئی وارث نہیں چھوڑا، پس اس کا مال اُسے دیا گیا۔

وہ اور محمد المبرد دونوں خاتم الادبار تھے، ایک شاعر نے انہیں محدثین میں شمار کیا ہے ؎

اے علم کے جویا، انجان نہ بن، اور مبرد یا ثعلب کے دامن میں پناہ لے تو ان دونوں کے پاس دنیا کا علم پائے گا اور خارشتی اونٹ کی طرح نہ بن اور مشرق و مغرب میں مخلوقات کے سبھی علوم ان دونوں میں آکر اکٹھے ہوگئے ہیں۔

محمد بن یزید المبرد، احمد بن یحیٰی کے ساتھ مناظرہ کرنے کا بہت خواہاں تھا مگر احمد بن یحیٰی ایسا کرنے سے رکتا تھا۔

ہمیں ابوالقاسم جعفر بن حمدان موصلی فقیہ نے بتایا ——— اور وہ ان دونوں کا دوست تھا کہ میں نے ابوعبداللہ دینوری سے جو ثعلب کا داماد تھا، کہا کہ احمد بن یحیٰی، مبرد کے ساتھ مناظرہ کرنے سے کیوں انکار کرتا ہے تو اس نے مجھے کہا کہ ابوالعباس محمد بن یزید، اچھا بیان کرنے والا، شیریں زبان، فصیح اللسان اور واضح البیان ہے اور احمد بن یحیٰی معلمین کے طریق پہ بات کرتا ہے پس جب یہ کسی محفل میں اکٹھے ہوں گے تو حقیقت کو جانے بغیر فیصلہ بظاہر اس کے حق میں ہو جائے گا۔

ابوبکر القاسم بن بشار انباری نحوی نے ہمیں بتایا کہ ابوعبداللہ دینوری، ابوالعباس المبرد کے پاس آکر اسے سیبویہ عمرو بن عثمان بن قنبر کی کتاب سنایا کرتا تھا اور ثعلب اسے اس معاملہ میں ملامت کیا کرتا تھا مگر وہ باز نہیں آتا تھا۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ احمد بن یحیٰی ثعلب کی وفات ۲۹۲ھ میں ہوئی تھی۔

علماء کی ایک جماعت کی وفات

۲۹۱ھ میں قاضی محمد بن محمد الجذوعی کی وفات ہوئی اس کے واقعات بڑے عجیب ہیں ہم نے کتاب الاوسط میں اس کے حالات، عجیب واقعات اور اس کے مقام کو بیان کیا ہے، رجمادی الآخرہ ۲۹۲ھ کو جمعرات کے روز ابوحازم عبدالعزیز بن عبدالحمید قاضی کی بغداد میں وفات ہوئی، ان کی عمر نوے سال سے اوپر تھی۔

واقعات

اسی سال ابن الخلیجی مصر پر غالب آگیا اور اسی سال بڑی آگ لگی اور اس نے باب الطاق میں تین سو سے زائد دکانوں کو جلا دیا۔

۲۹۳ھ میں ابن الخلیجی مصر پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا اور بغداد آیا اس کی بڑی شہرت ہوئی اور جو بیس آدمی اس کے اصحاب میں سے اس کے آگے آگے تھے جن میں صندل المزاحمی حبشی خادم بھی تھا یہ واقعہ ۱۵ رمضان ۲۹۳ھ کا ہے۔

واقعات

۱۹ر شعبان ۲۹۴ھ کو جمعرات کے روز ابو موسیٰ بن ہارون بن عبد اللہ بن مروان بزاز محدث کی بغداد میں وفات ہوئی، جو الحمال کے نام سے مشہور تھا اور ابو عمران کنیت کرتا تھا، اس کی عمر اسیؒ سال سے اُوپر تھی انہیں باب حرب کے قبرستان میں، احمد بن حنبلؒ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

اور ہم قبل ازیں اس کتاب میں ان شیوخ کی وفات کے متعلق اپنا عذر بیان کر آئے ہیں کیونکہ لوگوں کی اغراض مختلف ہیں اور ان کے فوائد بھی الگ الگ ہیں اور بسا اوقات اس کتاب میں ایسے آدمی کی وفات کا ذکر کر دیتے ہیں جس کے ذکر کرنے کی کوئی غرض نہیں ہوتی غرض صرف ان شیوخ کی وفات کی اطلاع ہوتی ہے۔ محرم ۲۹۲ھ میں ابو مسلم ابراہیم بن عبد اللہ الکجی البصری محدث کی وفات ہوئی، ان کی عمر بانوے سال تھی آپ ۲۰۰ھ میں رمضان کے مہینے میں پیدا ہوئے تھے۔

ابو العباس احمد بن یحییٰ ثعلب، ابو مسلم کی عمر (بانوے سال) میں وفات پا گئے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے ان کی تاریخ وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے، ابو العباس احمد بن یحییٰ کو گراں گوشی (بہرے پن) کا مرض ہو گیا تھا اور ان کی موت سے پہلے اس میں بہت اضافہ ہو گیا تھا یہاں تک کہ آدمی رقعہ لکھ کر ان سے بات دریافت کرتا تھا۔

قطائف[1] کی تعریف

محمد بن یحییٰ الصولی الشطرنجی نے ہمیں بتایا کہ ہم ایک روز المکتفی کے سامنے کھانا کھا رہے تھے کہ ہمارے سامنے قطائف رکھا گیا جو نہایت ہی خوب صورت اور لطیف تھا اور روٹی بھی بڑی نرم اور شاندار تھی، پس المکتفی نے کہا کہ کیا شعراء نے اس کی بھی تعریف کی ہے؟ تو یحییٰ بن علی نے کہا ہاں، احمد بن یحییٰ اس کے متعلق کہتا ہے ؎

"آٹے کو بادام اور عمدہ شہد سے میمنے کی طرح بھرا گیا ہے اور وہ اخروٹ کے تیل میں دریا کی موج کی طرح تیرتا ہے، جب وہ میرے پیٹ میں پڑا تو میں ایسے خوش ہو گیا جیسے عباس کامیابی کے قریب آنے سے خوش ہوتا ہے"

---

[1] قطائف ایک کھانے کا نام ہے جو آٹے میں پانی ملا کر بنایا جاتا ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے اُسے ابن الرومی کا یہ قول سُنایا کہ

قطائف کے بعد لطائف آئے

تو اس نے کہا کہ یہ شعر ابتداء میں ہونا چاہیے پھر اس نے مجھے شروع سے شعر سُنائے

تو میں نے اُسے ابن الرومی کے یہ شعر سُنائے ؎

" قیمت اور رنگ کے لحاظ سے زرد دیناری حلوہ تجھے ایک لڑکے نے دیا ہے وہ اتنا بڑا ہے کہ قریب ہے کہ وہ بطیخ بن جائے اور بکھر جائے اور اس کی کھال پھٹ جائے، اور کم دُودھ دینے والی اونٹنی اپنی بارش کی سخاوت کرنے لگی اور بادام کی رگری اس میں کھانڈ کی طرح ہے اور وہاں کا بادل کیا خوب ہے کہ اس کی بارش خوب برستی ہے اور وہاں کی زمین کیا اچھی ہے جس پر بارش ہوتی رہتی ہے اور اس کے دستر خوان کی خوب صورتی اور تیل کا کیا کہنا جس کا اگلا حصہ پگھلنے کی وجہ سے جوش مارتا ہے، ہم اس کی جلد کو، اس کے گوشت سے چھیلتے رہے یوں معلوم ہوتا تھا کہ سونا، چاندی سے الگ کیا جارہا ہے اور اس سے پہلے ثرید لائے گئے جو باغ کی طرح تھے، اور ایسے ہی ثرید واپس لے جائے گئے اور سب کو نرم روٹیوں کو سفیدی سے خوبصورت بنایا گیا تھا اور قطائف کے بعد لطائف آئے جن سے تالو اور حلق خوش ہوئے اور چہرے مسکرا پڑے اور ان پر تیل کے ساتھ آنکھوں کے آنسو گرتے تھے۔"

المکتفی نے ان اشعار کی تحسین کی اور مجھے اشارہ کیا کہ میں انہیں اس کے لیے لکھ لوں پس میں نے انہیں اس کے لیے لکھ لیا۔

بادامی حلوے کی تعریف

محمد بن یحییٰ الصولی بیان کرتا ہے کہ اس واقعہ کے تقریباً ایک ماہ بعد ہم نے مکتفی کے ساتھ کھانا کھایا تو بادام کا حلوہ لایا گیا، اس نے کہا ابن الرومی نے بادام کے حلوے کی بھی تعریف کی ہے میں نے جواب دیا، ہاں، اس نے کہا مجھے سناؤ، تو میں نے اُسے یہ اشعار سُنائے ؎

" مجھے تیری طرف سے بادامی حلوے کا پیغام نہیں ملا، جب وہ سامنے آتا ہے تو میں بہت تعجب کرتا ہوں یا وہ مجھے تعجب میں ڈال دیتا ہے، خواہشات

نے اپنے دروازے بند نہیں کیے مگر اس کے دونوں کناروں نے چھپنے سے انکار کر دیا اور اگر وہ کسی چٹان میں داخل ہونا چاہے تو خوشبو اس کے لیے راستہ آسان کر دیتی ہے اور وہ اپنے پیالے میں ایک پھونک سے گھومنے لگتا ہے اس کے اندر کا منظر اس کے ظاہر سے دیکھ جو بہت اچھا اور شیریں ہے جو اپنی تھوڑی مقدار میں محسن کے احسان کی طرح ہے اور بڑا اشتہا آور اور خوش کن ہے اور اندر سے خوب بھرپور ہے اور اس کی جلد بادِ صبا سے بھی زیادہ پتلی ہے گویا اس کی چادر اس کپڑے سے کاٹی گئی ہے جس کا خیمہ لگا ہے وہ اپنے اجزاء کی نرمی کی وجہ سے ٹڈی کے پروں میں شریک ہو گیا ہے اور اگر اس کی رُوئی سے دانتوں کی تصویر بنائی تو وہ بہت خوب صورت ہو، ہر سفید چیز کے لیے نوجوان اپنی ہتھیلی کو سواری بنانا چاہتا ہے اس میں نیلا تیل پڑا ہوا ہے اور سیاہی مائل چھپا ہوا ہے اور وہ نیلے، سیاہ رنگ کے مشابہ ہے اور وہ اُسے بادام کی چاشنی دی گئی ہے وہ کڑوا نہیں ہے اور اُسے چکھنے والا کسی دوسرے مزے کو چکھنے سے انکار کرتا ہے اور کھانڈ چکھنے والے نے اس کی کھانڈ چکھی ہے اور سب سے بہترین کھانڈ اس میں ڈالی ہے پس جب اُسے آنکھ دیکھتی ہے تو دھندلا جاتی ہے اور جب ڈاڑھ اس کے اُوپر آتی ہے تو اُچٹ جاتی ہے۔"

المکتفی نے ان اشعار کو یاد کر لیا اور وہ انہیں گاتا رہتا تھا۔

المکتفی کے اشعار المکتفی کے اپنے اشعار جنہیں وہ پسند کرتا تھا۔

"میں ایک لونڈی سے محبت کرتا ہوں جب وہ ظاہر ہوتی ہے تو وہ سورج بلکہ سُورج سے بھی زیادہ خوب صورت ہے وہ حُسن کے انتہائی مقام پر ہے اس کا دیکھنا میری خوش نصیبی ہے اور اس کا میری آنکھوں سے اوجھل ہونا میری بدبختی ہے۔"

اسی طرح ایک جگہ کہتا ہے ؎

"نفس جو چاہتا تھا اس نے اُسے حاصل کر لیا۔ ہے اس لیے اُسے شفا حاصل ہو گئی ہے زندگی دی۔ ہے جو تو گزار رہا۔ ہے یا گزار چکا ہے اور جو کوئی عاشق کو

ملامت کرتا ہے جب وہ پرسکون ہو جاتا ہے تو وہ خاموش ہو جاتا ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"کون شخص ہے جو اس تکلیف کو سمجھے جس سے میں دوچار ہوں اور وہ عشق و محبت کو پہچانے۔ وہ ہمیشہ میرا غلام رہا اور میرے محبت کرنے نے مجھے اس کا غلام بنا دیا۔ مجھے غلامی سے آزاد کر لیکن میں اس کی محبت سے آزاد ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔"

شراب و شباب

ابو عبداللہ ابراہیم بن محمد بن عرفہ نحوی نے جو لفظویہ کے نام سے مشہور ہے، ہمیں بتایا کہ ہمیں ابو محمد عبداللہ بن حمدون نے بتایا کہ ہم ایک روز المکتفی کے سامنے شراب کی قسموں پر گفتگو کر رہے تھے تو اس نے کہا کہ تم میں سے کسی کو شراب و شباب کے متعلق کوئی شعر یاد ہے تو میں نے اُسے ابن الرومی کے یہ شعر سنائے ؎

"جب تو اس کے دانے اور شیرے کی اچھی طرح تحقیق کرے پھر تو اُسے خوب بھگوئے اور بنائے اور پھر اُسے دیر تک برتن میں بند رکھے تو تو اس سے بابلی شراب پیئے گا۔"

المکتفی نے کہا اللہ اس کا بُرا کرے یہ کس قدر حرص بڑھانے والا ہے اس نے آج مجھے شراب و شباب کا شوق دلا دیا ہے۔

ہرلیسہ کا واقعہ

راوی کہتا ہے کہ کھانا لایا گیا تو ہمارے سامنے ہرلیسہ کا ایک بہت بڑا برتن رکھا گیا جس کے درمیان میں ایک موٹی طشتری کی طرح مُرغ کی چربی تھی پس میں ہنس پڑا اور میرے دل میں ہارون الرشید کا واقعہ گذرا جو ابان قاری کے ساتھ اُسے پیش آیا تھا، پس المکتفی نے مجھے دیکھ کر کہا اے ابو عبداللہ یہ ہنسی کیسی ہے میں نے کہا امیر المومنین ہرلیسہ اور مُرغ کی چربی کے متعلق آپ کے دادا ہارون الرشید کا ایک واقعہ یاد آ گیا ہے اس نے کہا وہ کیا ہے میں نے کہا امیر المومنین العتبی اور المدائنی نے بیان کیا ہے کہ ابان قاری نے ہارون الرشید کے ساتھ کھانا کھایا تو وہ عجیب سا ہرلیسہ لائے جس کے وسط میں مرغ کی چربی کی اس جیسی ایک طشتری بنی ہوئی تھی، ابان کہتا ہے کہ میں اس چربی کا بڑا مشتاق ہوا اور میں نے ہارون الرشید کی تعظیم کے

پیش نظر اس بات کو بُرا خیال کیا کہ میں ہاتھ بڑھا کر اس میں ڈبو دوں، وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے اس میں اپنی انگلی سے تھوڑا سا شگاف کیا تو چربی میری طرف آگئی، ہارون الرشید نے کہا اسے ابان أخرقتھا لتغرق اھلھا تو نے اس میں یہ شگاف اس لیے کیا ہے کہ اس کے اہل کو غرق کر دے تو ابان نے کہا یا امیرالمومنین نہیں ولکن سقناہ لبلد میت بلکہ ہم اسے ہانک کر بے آباد شہر کی طرف لے چلے ہیں تو ہارون الرشید اس قدر ہنسا کہ اس نے اپنا سینہ پکڑ لیا۔

ابو مضر بن اغلب کی طرف سے تحفہ

سنہ ۲۹۵ھ میں زیادۃ اللہ بن عبداللہ کی طرف سے جو ابو مضر کنیت کرتا تھا، بغداد میں تحفہ آیا، یہ تحفہ دو سو سیاہ اور سفید خادموں اور ایک سو پچاس لونڈیوں اور ایک سو عربی گھوڑوں اور دیگر نفیس چیزوں پر مشتمل تھا۔

آلِ اغلب افریقہ میں

سنہ ۱۸۴ھ میں ہارون الرشید رقہ گیا۔ تو اس نے ارضِ مغرب میں افریقہ کی حکومت ابراہیم بن اغلب کو دی پس آلِ اغلب ہمیشہ ہی افریقہ کے امراء رہے یہاں تک کہ زیادۃ اللہ بن عبداللہ نے انہیں سنہ ۲۹۶ھ میں وہاں سے نکال دیا اور بعض کہتے ہیں کہ سنہ ۲۹۵ھ میں نکال دیا، اُسے مغرب سے ابو عبداللہ محتسب داعی نے نکالا جو کتامہ اور بربر وغیرہ میں ظاہر ہوا پس اس نے مغرب کے حکمران عبید اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دی، ہم اس کتاب میں پہلے بیان کر چکے ہیں کہ منصور نے اغلب بن سعدی کو مغرب کی حکومت دی تھی۔

المکتفی کی بیماری

راوی بیان کرتا ہے کہ المکتفی کی جگر کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو اس نے قاضی محمد بن یوسف اور عبداللہ بن علی ابی الشوارب کو بُلایا اور ان دونوں کو اپنے بھائی جعفر کی ولیعہدی کی وصیت پر گواہ بنایا، ہم اس کی وفات کا ذکر اس کتاب میں پہلے بیان کر چکے ہیں اس لیے اس جگہ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ المکتفی کے واقعات بہت اچھے ہیں، اس کے زمانے میں مصر میں ابن الخلنجی اور شام میں قرمطی اور الحاج یہ ذکرویہ کے خروج وغیرہ کے جو واقعات اس کی خلافت میں ہوئے ہیں ہم نے ان سب کا ذکر اپنی دو کتابوں اخبار الزمان اور الاوسط میں کیا ہے، جن کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

باب نہم

المقتدر باللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات

جس روز المکتفی باللہ کی وفات ہوئی اُسی روز یعنی ۱۳ ذو القعدہ ۲۹۵ھ کو اتوار کے روز المقتدر باللہ جعفر بن احمد کی بیعت ہوئی، اس کی کنیت ابوالفضل تھی اس کی ماں اُم ولد تھی جسے شغب کہتے تھے، اسی طرح المکتفی کی ماں بھی اُم ولد تھی جسے ظلوم کہا جاتا تھا، بعض لوگوں نے اس کے علاوہ کوئی اور نام بھی بتایا ہے جس روز المقتدر کی بیعت ہوئی اس کی عمر تیرہ سال تھی، اسے ۲۷ شوال ۳۲۰ھ کو بدھ کے روز نمازِ عصر کے بعد بغداد میں قتل کر دیا گیا، اس کی خلافت چوبیس سال گیارہ ماہ اور سولہ دن رہی اور اس کی عمر اڑتیس سال پندرہ دن ہوئی، ہم نے اس کی عمر کے اندازے کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اس کے علاوہ بھی اس بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دور کی ایک جھلک

اس کے وزیر کا قتل

جب المقتدر کی بیعت ہوئی تو اس کی وزارت عباس بن حسن کے پاس تھی یہاں تک کہ حسین بن حمدان اور وصیف بن سوارتکین اور ان کے دوسرے دوستوں نے عباس بن حسن پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا اور اس کے ساتھ ہی فاتک کو بھی قتل کر دیا، یہ ۱۹ ربیع الاوّل ۲۹۶ھ اتوار کے روز کا واقعہ لوگوں میں مشہور ہو گیا جس کا ہم نے اپنی کتاب الاوسط اور المقتدر باللہ کے دیگر حالات

میں کیا ہے۔

المقتدر کی سیرت پر تصنیفات لوگوں کی ایک جماعت نے المقتدر باللہ کے حالات دیگر خلفاء کے ساتھ اکٹھے بھی لکھے ہیں اور الگ بھی، اور حکومت کے حالات کے متعلق یہ کام لبذا، کے حالات کے ساتھ کیا گیا ہے، ابوعبداللہ بن عبدوس جہشیاری نے، المقتدر کے حالات کے متعلق ہزاروں اوراق لکھے ہیں مجھے ان میں سے تھوڑے سے اجزا ملے ہیں۔

اور مجھے کئی اہل درایت نے بتایا ہے کہ ابن عبدوس نے المقتدر کے حالات پر ایک ہزار اوراق لکھے تھے مگر ہم ان میں سے ہر ایک کے حالات کی ایک جھلک پیش کریں گے اور ان کے سب حالات سے جامع چیزوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کے پڑھنے یاد کرنے اور ان کے لکھنے کی حوصلہ افزائی ہو۔

عبداللہ بن المعتز عبداللہ بن المعتز ادیب، بلیغ، بلاتکلف شعر کہنے والا پُر گو، شعر گوئی پہ قدرت رکھنے والا، آسان الفاظ استعمال کرنے والا نفیس طبیعت اور مفہوم کو اچھے اچھے پیرائے میں بیان کرتا تھا، وہ کہتا ہے ؎

"ملامت گر عورتیں کہتی ہیں کہ محبوبہ کے بارے میں صبر سے کام لے اور اپنے
دل کے شعلے کو بھول جانے سے بجھا دے بھلا مجھ سے یہ کیسے ہو سکتا ہے
جب کہ اچانک اس کا بوسہ لے لینا دشمن کی ہنسی سے بھی زیادہ لذیذ ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"اس کی پلکیں کمزور ہیں اور دل پتھر ہے گویا اس کی نگاہیں اس کے فعل
سے معذرت کرتی ہیں۔"

پھر کہتا ہے ؎

"جہالت جاتی رہی اور ناراضگی ختم ہو گئی اور بڑھاپا ظاہر ہو گیا اور
خضاب ذلیل ہو گیا اور میں اپنے بڑھاپے میں، اپنے آپ سے بغض
رکھتا ہوں پس وہ اُبھرے ہوئے پستانوں والی خوب صورت عورت
مجھ سے کیسے محبت کر سکتی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"زمانے کی دو حالتیں بڑی عجیب ہیں اور اس کی مصیبت بھی عجیب ہے کہ میں اس سے اس کی طرف جاتا ہوں کتنے ہی دن ہیں جن میں مَیں رویا اور جب دوسری حالت میں ہوا تو ان دنوں پر رویا۔"

ابو الحسن علی بن محمد بن الفرات وزیر کے متعلق کہتا ہے ؎

"اے ابو الحسن تو نے زمین میں میرے پاؤں جما دیے ہیں اور سخت مشکلات میں میری مدد کی ہے اور تو نے مجھے ایک مضبوط زرہ پہنائی ہے میں نے زمانے کی گردشوں کو پکار کر کہا ہے کہ کیا تم میں سے کوئی میرے مقابلے پر آ سکتی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"انسان پر سب سے بڑا وقت وہ ہوتا ہے جب اُسے اپنے آپ کو ایسے شخص پر فدا کرنا پڑے جس پر احسان کا کوئی اثر نہ ہو وہ شخص احسان کو کیسے پا سکتا ہے جس کے پاس طلب احسان کے لیے جھگڑا کرنے والا دل ہی نہ ہو۔"

پھر کہتا ہے ؎

"اگر میں چاہوں تو ساقی دوبارہ مجھے جام دے دے اور صبح نے رات میں منہ کھول دیا ہے پس میں نے خیال کیا کہ تاریکی اور صبح نے اپنے دھاگے کو ایسی چادر پر پھیلا دیا ہے جو ستاروں سے منقش ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"جب ستارہ غائب ہو جاتا ہے تو میں روتا ہوں کہ میں نے ایک دوست کو کھو دیا ہے یا مجھے دوست کی تکلیف پہنچی ہے پس اگر رات کی آنکھ سے ستارے نکلتے ہیں تو میں بھی اس کے لیے اپنی آنکھوں سے ستارے نکالتا ہوں۔"

عبید اللہ بن سلیمان کے متعلق کیا خوب کہتا ہے ؎

"اور آل سلیمان بن وہب کے مجھ پر احسانات ہیں، انہوں نے زمانے کو سکھا دیا ہے کہ وہ مجھ سے کیسے نیکی کرے اور انہوں نے میرے والد کے کپڑوں سے خون کو دھو دیا ہے۔"

اور المعتصم کی وفات پہ کہتا ہے ؎

"جو اس کا حق پورا کر چکے سو کر چکے پھر انہوں نے ایک ایسے امام کو آگے کیا جو اُن کے سامنے مخلوق کی امامت کراتا ہے اور لوگوں نے خشوع کے ساتھ اس کے لیے رحمت کی دُعا کی یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ لوگ صفیں باندھ کر اُسے سلام کہنے کے لیے کھڑے ہیں۔"

المعتضد باللہ کے فصد کروانے کے متعلق کہتا ہے ؎

"اے وہ خون جو امام کے ہاتھ سے بہہ پڑا ہے تو عنبر اور مسلسل بارش سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے جب تو بہہ کر ہاتھ دھونے والے برتن میں آیا تو ہم نے خیال کیا کہ یہ کسی عاشق کی آنکھ کے آنسو ہیں اور طبیب نے چاقو کی دھار اسلام کی جان میں پیوست کی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"حاسدوں کے حسد پہ صبر کر، تیرا صبر ان کو قتل کر دے گا، اگر آگ کو کھانے کو کوئی چیز نہ ملے تو وہ اپنے آپ کو ہی کھانا شروع کر دیتی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"ہمارے درمیان شراب لے کر وہ ہرنی گھوم رہی ہے جو ہمارے دلوں اور آنکھوں پر حکمران ہے قریب ہے کہ جب وہ ظاہر ہو تو آنکھوں کی نگاہ اس کے رخسار سے شرمندگی کا خون بہا دے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"وہ ایک ہرنی ہے جو اپنی صورت پر نازاں ہے اس کی آنکھوں کے دیکھنے میں کوتاہی کرنا بے کار بات ہے گویا اس کی کنپٹی کی سوئی رُک گئی ہے جب وہ اس کے رخسار کی آگ کے قریب ہوئی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"جب اس کا منہ اس کے رخسار سے گلاب کا پھول توڑتا ہے تو اس کے نیچے شرمندگی سے ایک اور پھول بن جاتا ہے۔"

محمد بن داؤد اصفہانی کی وفات

محمد بن داؤد اصفہانی کی وفات ابوبکر محمد بن داؤد بن علی بن خلف الاصفہانی کی وفات

۲۹۶ھ میں ہوئی، اس کا مقام ادب اور لغت اور مذاہب کے جاننے میں بہت بلند تھا وہ مذاہب کے اغراض کو بہت قریب سے جاننے والا تھا وہ فقہ کا منفرد اور یگانہ عالم تھا اس نے اپنی جوانی کے آغاز اور اس کے کمل ہونے سے پہلے الزہرہ کے نام سے ایک کتاب لکھی پھر اس کی سوچ پختہ ہوگئی اور قوت مرتب ہوگئی اور اس نے فقہ میں کئی کتابیں لکھیں جیسے" الوصول الی معرفۃ الاصول" کتاب الانذاد" کتاب الاعذار و الایجاز، اس کی مشہور کتاب انتصار علی محمد بن جریر و عبداللہ بن شرشیر و عیسیٰ بن ابراہیم الضریر ہے۔

اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس نے اپنے عنفوان شباب میں بہت اچھا لکھا ہے اور اسے اپنی کتاب" الزہرۃ" میں درج کیا ہے جسے اس نے اپنے زمانے کے ایک آدمی کی طرف منسوب کیا ہے، وہ اپنے دوسرے منظوم و منثور کلام میں بھی بہت اچھا لکھنے والا ہے وہ کہتا ہے ؎

"جدائی کے خوف سے میرے جگر میں سوزش ہے قریب ہے کہ میرا دل افسوس سے پھٹ جائے، وہ جدائی کے وقوع سے ڈرتا ہے اور جمعیت اکٹھا کرنے والی ہے، اور وہ ایسی آنکھ سے روتا ہے جس کے آنسو تیزی سے بہتے ہیں کاش کہ وہ اس چیز سے خورسند ہوتا جو واقع ہونے والی ہے، جیسے کہ وہ متوقع چیز سے غمگین ہے، تو اس کا بیمار ہونا اور صحت مند ہونا برابر ہوتا، لیکن جدائی کا جلدی ہونا زیادہ مصیبت والا اور دردمند کرنے والا ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"اے محبوب کے الوداع ہونے سے، اکٹھے ہونے کی خوشی تک فائدہ حاصل کر، اور میں نے وصل و ہجر اور بلندی و پستی کی بہت سی حالتوں کا تجربہ کیا ہے، اور میں نے موتوں سے بھی زیادہ کتنے ہی کڑوے پیالے پیے ہیں مگر میرا دل ان سے تنگ نہیں ہوا، لیکن میں نے اس فراق سے زیادہ تلخ چیز کوئی نہیں دیکھی جس میں الوداع نہیں کیا جاتا اور اللہ تعالیٰ کی شان تمام تعلقات سے بلند ہے اور تعلقات خواہ کس قدر طویل ہوں آخر انقطاع کی طرف لوٹ آتے ہیں۔"

پھر کہتا ہے ؎

"اس عاشق میں کوئی بھلائی نہیں جو اپنے عشق کو باتوں میں تو چھپاتا ہے اور عشق اس کی آہوں سے نمایاں ہو جاتا ہے، وہ اپنے عشق کو چھپاتا ہے حالانکہ وہ کسی ایک آدمی سے بھی پوشیدہ نہیں یہاں تک کہ قافلے، سواروں اور حدی خوان سے بھی پوشیدہ نہیں۔"

علی بن بسام کی وفات

۳۰۲ھ میں المقتدر باللہ کی خلافت میں علی بن محمد بن نصر بن منصور بن بسام کی وفات ہوئی وہ بڑا خوش بیان شاعر اور بلا تکلف ہجو گو تھا اس کی ہجو گوئی سے کوئی امیر، وزیر اور چھوٹا اور بڑا آدمی نہیں بچا، اس نے اپنے باپ، بھائیوں اور دیگر اہل خانہ کی بھی ہجو کی ہے وہ اپنے باپ محمد بن نصر کے متعلق کہتا ہے ؎

"ابو جعفر نے ایک گھر بنایا ہے اور اُسے چونا گچ کیا ہے اور اس قسم کے آدمی بہترین آدمی، بہترین گھروں کے بنانے والے ہوتے ہیں اس گھر کے اندر بھوک اور اس کے باہر ذلت ہے اور اس کے پہلوؤں میں تنگی اور تکلیف ہے گھر کی دیواروں کو چونا گچ کر دینے سے کچھ فائدہ نہیں جب اس کے اندر روٹی اور پانی نہیں۔"

پھر کہتا ہے ؎

"فرض کر لے کہ تجھے بیس گدھوں جتنی عمر دی گئی ہے، کیا تو سمجھتا ہے کہ میں مروں گا اور تو باقی رہے گا پس اگر میں تیرے زمانے کے بعد ایک دن بھی زندہ رہا تو میں تیرے گریبان کو چاک کر دوں گا۔"

پھر کہتا ہے ؎

"وہ بھوک کو طب سمجھتا ہے اور وہ بچانا اور بچنا بھی ہے اور تو اس کے گھر میں بھوکا رہنے کے سوا کچھ نہیں پائے گا، اس کا خیال ہے کہ سخاوت کرنے میں غربت حاصل ہوتی ہے اور احسان لینے میں کوئی سعادت نہیں وہ دُنیا سے امن میں آگیا ہے اور اس کی گردشوں سے نہیں ڈرتا اور یہ نہیں جانتا کہ آدمی مصائب کا شکار ہے۔"

ابوالحسن محمد بن علی الفقیہ الوراق انطاکی نے مجھے انطاکیہ میں سنایا کہ علی بن محمد بن بسام الموفق، وزیر ابوالصقر اسماعیل بن بلبل، امیر بغداد الطائی صاعد کے بھائی عبدون نصرانی، ابوالعباس بن بسطام، المقتدر باللہ کے وزیر حامد بن عباس اور امیر کوفہ، اسحاق بن عمران کی ہجو کرتا تھا۔

"کیا الموفق اللہ تعالیٰ کی مدد کی اُمید رکھتا ہے حالانکہ اس نے لوگوں کے معاملات ادنیٰ لوگوں کے سپرد کیے ہوئے ہیں، اور اس سے قبل بندوں کے معاملات تیرے باپ کی زندگی کی قسم زناکاروں کے سپرد تھے، اگر وہ راضی ہو تو وہ راضی ہوتے ہیں جیسے انگور کی بیل کے اوپر انگور کی بیل ہوتی ہے، اور ابن بلبل وزیر کہلاتا ہے حالانکہ گذشتہ زمانوں میں بھی وزیر نہیں تھا، اور طے کا چکی پیسنے والا اور فرات اور زرقامیہ کا سقہ پلوں کا حاکم بن بیٹھا ہے، اور عبدون مسلمانوں میں حکمرانی کرتا ہے حالانکہ اس قسم کے لوگوں سے ٹیکس لیا جاتا ہے، اور بسطام کا بھینگا، مشیر بن گیا ہے، حالانکہ وہ برزاطیہ میں کھڈی بُنتا تھا، اور اگر حامد کا معاملہ میرے سپرد ہوتا تو میں اُسے ایک راویہ دے دیتا، اور میں اُسے ذلیل کر کے شہر کے اناروں کی خرید و فروخت کی طرف واپس لوٹاتا، اور اسحاق بن عمران کو امیر کہا جاتا ہے یہ کتنی بڑی مصیبت ہے۔ پس یہ خلافت اپنی گری ہوئی چھت پر کھڑی ہے، تو زمانے کو کمینے لوگوں کو اللہ کی لعنت اور دوزخ کے لیے چھوڑ دے اے میرے رب رذیل لوگ سوار ہو گئے ہیں حالانکہ میری ٹانگیں ان کی ٹانگوں سے بلند ہیں، پس اگر تو ہم سے ان جیسا سلوک کرنا چاہتا ہے تو ٹھیک ورنہ زناکاروں کی اولاد کو چلتا کر۔"

اس نے اپنے اشعار میں اس دور کے تمام رؤسا کو اکٹھا کر دیا ہے، ابواسحاق زجاج نحوی جو المبرد کا ساتھی ہے، نے ابن بسام کے المعتضد کے متعلق شعر سنائے جب اس نے اپنے بیٹے جعفر المقتدر کا ختنہ کیا تھا۔

"لوگ ختنہ سے واپس لوٹ گئے ہیں اور وہ بھوک کی وجہ سے بیٹیاں مانگتے تھے میں نے کہا تم اس بات پر تعجب نہ کرو، یتیموں کا ختنہ اسی طرح کا ہوتا ہے۔"

اور المعتضد کے متعلق کہتا ہے ؎

" جس بات کی ہم اُمید رکھتے ہیں اُسے کب تک نہ دیکھیں گے اور ہم جھوٹی اُمید سے الگ ہوں گے، اگر لوگوں نے تیرا نام معتضد رکھا ہے تو مجھے یقین ہے کہ عنقریب تیرا کانٹا نکال دیا جائے گا۔"

وزیر عباس بن حسن اور ابن عمرویہ الخراسانی امیر بغداد کے متعلق کہتا ہے ؎

" اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جس نے عباس کو وزارت اور ابن عمرویہ کو بغداد کی امارت دی ہے اور وزیر نے غفلت میں مٹی سے چہرے کو سکیڑ لیا ہے اور اس کی گدی میں دو کوہانیں ہیں اور اس کا سر کھیرے کی طرح ہے اور وہ قدیم سے جھوٹ اور عیاری کی وجہ سے مشہور ہے اور عجمی امیر گدھے کی طرح ہے جو گدھی کا بچہ ہے اور اس کو انتظامات کا انچارج بنانے سے اسلام ہم سے کوچ کر گیا ہے۔"

اس نے مجھے ابوالحسن جحظہ برمکی مغنی کے متعلق یہ شعر سنائے ؎

جحظہ کا مجھ پر احسان ہے جس کا شکریہ میں محشر تک کرتا رہوں گا، اور جب اس نے مجھے اپنے ترکی گھوڑے کا منہ دکھایا تو اس نے مجھے اپنے بُرے چہرے سے بچا لیا"

وہ اپنے باپ محمد بن نصر بن منصور بن بسام کے متعلق کہتا ہے ؎

" وہ حلوہ ہے جو اپنے نشے سے سمٹ گیا ہے اور پتھر کی ہانڈی ہے جس میں چنڈول پکائے جاتے ہیں ایک ایسے جوان کے پاس جو حاتم سے بھی زیادہ سخی ہے اور وہ انگیٹھی پہ دو ہانڈیاں پکاتا ہے اور ایسا وہ ہر روز نہیں کرتا۔ بلکہ وہ خلافِ مرضی دعوت میں ایسا کرتا ہے اور کھیل کود اور قباحت والے اور گھبراہٹ والے دن اور لذتوں اور خوشی والے دن میں روٹی کھانے والے سے کہتا ہے کہ اس پیٹ کا بیڑا ہو یہ کتنا بڑا ہے۔"

نیز اپنے باپ کے متعلق کہتا ہے ؎

" ابوجعفر کی روٹی طباشیر ہے جس میں کڑوی چیزیں اور بوٹیاں پائی جاتی ہیں اور اس میں پیٹ، سینے اور بواسیر کی ہر تکلیف کی دوا ہے اور ایک

پیالہ ہے جو چھوٹی شیشی کی طرح ہے جس کے اردگرد سے نظریں پھسل جاتی ہیں اور جس چیز کے حصول کی تو اس کے ہاتھ سے اُمید رکھتا ہے اس کے متعلق تقدیر جاری ہی نہیں ہوئی۔"

پھر کہتا ہے ؎

"میں نے اُسے ہدیہ دینے کے لیے ایک گدھا بھیجا لیکن مجھے یہ علم نہ تھا کہ گدھا ہمارا داماد بن جائے گا پس اس نے مجھے وہ بھیجا تاکہ ہم اس کی سواری کرنے میں برابر ہو جائیں پس وہ اس کے پیٹ پر سوار ہو جاتا اور میں اس کی پشت پر سوار ہو جاتا۔"

رؤساء کی ایک جماعت کے متعلق کہتا ہے ؎

"رؤساء سے کہہ دو اور اُن سے بھی جن کے عطیات کی اُمید رکھی جاتی ہے کہ اگر تم نے مجھے کاموں میں مشغول رکھا تو میں انہیں شغل بنا لوں گا ورنہ تمہاری عزتوں کے ساتھ شغل کروں گا۔"

پھر کہتا ہے ؎

"مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تجھے ہمیشہ ہی اپنے رزق کی وجہ سے ناراض دیکھتا ہوں، تو جس کا مستحق ہے اس کی طرف واپس چلا جا کیونکہ تیری خوراک تیرے حق سے زیادہ ہے۔"

عبیداللہ بن سلیمان وزیر کے متعلق کہتا ہے ؎

"عبیداللہ کے لیے لوٹنے کی کوئی جگہ نہیں اور نہ ہی اُسے عقل اور راست روی حاصل ہے مجھے زندگی کی طرف لوٹایا گیا تو میں اس سے واپس آگیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ انہیں لوٹایا جائے گا تو وہ دوبارہ پلٹ آئیں گے۔"

قاسم بن عبیداللہ بن سلیمان کے متعلق کہتا ہے ؎

"جسے سلطان کی حکومت دی گئی ہے اُسے کہہ دے کہ کمال کے وقت زوال ہوتا ہے اور میں نے کتنے وزیروں کو صاحبِ عظمت دیکھا ہے پھر وہ ذلت اور رسوائی کے مقام تک پہنچ گئے۔"

عبیداللہ بن سلیمان کے متعلق کہتا ہے ؎

"اے نفس! بندر کے زمانے میں بندروں کو سجدہ کرنا ضروری ہے اے ابن وہب
تیرے لیے ہوا چلی ہے پس تو اس کے ٹھہرنے کے لیے تیاری کر۔"

اسماعیل بن بلبل وزیر کے متعلق کہتا ہے ؎

"ابو الصقر کی حکومت وعدہ خلافی میں اس جیسی ہے جیسے بدلی بارش کی اُمید دلا کر
چھٹ جاتی ہے۔"

عباس بن حسن وزیر کے متعلق کہتا ہے ؎

"تمام مخلوق کے بوجھ وزیر نے اُٹھا لیے ہیں جو اعلانیہ دُنیا پر ظلم کرتا ہے کیا تو
نے پہلے لوگوں کے اسباب کو نہیں دیکھا کہ ان پر گردشِ زمانہ کیسی کیسی مصیبتیں لائی۔"

صاعد بن مخلد وزیر کے متعلق کہتا ہے ؎

"ہم نے دنیا کے حصول کے لیے بندروں کو سجدہ کیا مگر اُسے بندروں نے اکٹھا
کر لیا پس ہم نے جو کچھ کیا اس کے بدلہ میں ہمارے پوروں کو سوائے ذلت
کے سجدوں کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔"

عباس بن حسن وزیر کے متعلق کہتا ہے ؎

"تو نے دجلہ کے کنارے ایک نشست گاہ بنائی ہے اور تو اس فعل کے
باعث گذشتہ لوگوں پر فخر کرتا ہے پس تو خوش نہ ہو ہم نے ایسی کئی عمارتیں
دیکھی ہیں کہ ابھی وہ مکمل نہ ہوئی تھیں کہ ان کے بنانے والے چل بسے۔"

علی بن محمد بن الفرات وزیر کے متعلق کہتا ہے ؎

"میں کئی ماہ وزیر کے لیے ٹھہرا رہا اور ان مہینوں کو شمار کرتا رہا مگر اُس نے گذشتہ
حقوق بھی مجھے نہ دیے اور نہ ہی وہ میری کوئی رعایت کرتا ہے اور نہ ہی میں
ٹھہرنے سے شرمندہ ہوتا اور بُرا مناتا ہوں۔"

ابو جعفر محمد بن جعفر الغربلی کے متعلق کہتا ہے ؎

"میں نے ابو جعفر سے سوال کیا تو اس نے کہا میرا ہاتھ تیرا مطالبہ پورا کرنے
سے قاصر ہے تو میں نے اُسے کہا کہ تو جلد ہی ایسا ہو جائے گا جیسا تو نے
بیان کیا ہے۔"

اس کے متعلق مزید کہتا ہے کہ ؎

"اس کی ڈاڑھی گھنی ہے جسے بوُ نے تکلیف دہ بنا دیا ہے اور اس کا چہرہ بگڑا ہوا اور ملعون ہے جب وہ واضح بات نہ کر سکا اور مجنون کی طرح بکواس کرنے لگا تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں سچ فرمایا ہے کہ وہ ذلیل[1] ہے اور واضح طور پر بات بھی نہیں کر پاتا۔"

اس نے مرزبان سے ایک جانور کا مطالبہ کیا تو اس نے اسے منع کر دیا اس کے متعلق کہتا ہے۔

"تو نے مجھے ایک دوغلا ہلاک ہونے والا جانور دینے سے بخل کیا ہے پس میں جب تک زندہ ہوں تو مجھے اس کا مطالبہ کرتا پائے گا اور اگر تو نے اُسے محفوظ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے محفوظ کی ہوئی چیز پیدا نہیں کی حالانکہ تو اس پر سوار ہوتا ہے۔"

اور اس کے متعلق کیا خوب کہتا ہے کہ ؎

"جس ضرورت کا میں خواہاں ہوں اس کے لیے وہ میرا ضامن بنا اور جب میں نے وعدے کا تقاضا کیا تو اس نے تیوری چڑھائی اور شیریں بن بیٹھا اور اس نے مصروفیت اور ملاقات کا عذر بنایا اور اگر کام کی مصروفیت نہ ہوتی تو وہ مشغول نہ تھا۔"

علی بن بسام کے اس مفہوم کے بہت سے اشعار ہیں ہم نے ان میں سے بعض کا ذکر پر اکتفا کیا ہے جن میں سے اکثر اسی کتاب میں درج ہیں اور اس کا ذکر ہم پہلی کتب میں بھی کر آئے ہیں۔

ابو محمد بن نصر بن منصور بڑا خوش باش بامروت صاحب ثروت، خوش لباس اور عمارات کا دلدادہ تھا۔

ابو عبداللہ قمی بیان کرتا ہے کہ میں ایک دن سخت سردی میں اس کے ہاں بغداد میں گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک وسیع گنبد میں بیٹھا ہوا ہے جسے سُرخ ارمنی مٹی سے لیپ کیا گیا ہے اور وہ چمک رہا ہے، میں نے اندازہ لگایا کہ گنبد میں ضرب بیس ہاتھ ہوگا اور اس کے وسط

---

[1] آیت کریمہ ہے "مھین ولا یکاد یبین۔"

میں انگیٹھی ہے جو دو حلقوں پر مشتمل ہے جب اُسے اکٹھا کر کے کھڑا کر دیا جاتا ہے تو اس کی مقدار دس ضرب دس ہاتھ بن جاتی ہے وہ انگیٹھی جنڈ کے انگاروں سے نزاں پر چکی ہے اس پر سُرخ دیباج بچھایا ہوا ہے، اس نے مجھے اپنے قریب بٹھا لیا، قریب تھا کہ میں بھڑک اُٹھتا اُس نے مجھے گلاب کے عرق کا ایک جام دیا جس میں کافور ملا ہوا تھا۔ میں نے اس سے اپنے چہرے کو دھویا پھر میں نے دیکھا کہ اس نے پانی طلب کیا ہے، پس وہ پانی لائے تو میں نے اس میں برف پڑی ہوئی دیکھی پس مجھے وہاں ٹھہرنے کی گنجائش نہ تھی میرا اور اس کا رابطہ منقطع ہوگیا پھر میں اس کے ہاں سے نکل کر برسنے والے اولوں کی طرف گیا، تو اس نے مجھے کہا کہ جو شخص اس گھر سے نکلنا چاہتا ہے یہ گھر اس کے مناسب حال نہیں۔

محمد بن نصر کا کھانا

راوی بیان کرتا ہے کہ میں ایک دن اس کے ہاں گیا وہ اپنے گھر میں نشست گاہ کے علاوہ دوسری جگہ بیٹھا ہوا تھا وہ تالاب کے آگے ایک چبوترہ پر بیٹھ کر وہاں سے باغ ہرنوں کی رکھت اور کبوتروں کے کابک وغیرہ کو دیکھ رہا تھا میں نے کہا اے ابوجعفر، خدا کی قسم تو جنت میں بیٹھا ہوا ہے اُس نے جواب دیا کہ تیرے لیے مناسب نہیں کہ تو صبح کا کھانا کھائے بغیر جنت سے باہر جائے، جونہی میں بیٹھا اور میری وجہ سے مجلس جم گئی تو ایک سیاہ و سفید دسترخوان لایا گیا جس سے خوبصورت دسترخوان میں نے نہیں دیکھا تھا اس کے وسط میں ایک زنگ دار جام تھا جس کے پہلوؤں پر سُرخ سونا لپیٹا ہوا تھا وہ گلاب کے عرق سے بھرا ہوا تھا اور مُرغ کے سینے سے بھر بنے ہوئے گرجے کی طرح تہ بہ تہ تھا۔ دسترخوان پر طشتریاں بھی تھیں جن میں انواع و اقسام کے سالن اور نمکین چیزیں تھیں پھر ہمارے پاس گرم گرم سموسے اور بعد ازاں بادام کے جام لائے گئے اور دسترخوان اُٹھا دیا گیا اور ہم جلدی سے اُٹھ کر پردے کی جگہ پر چلے گئے تو اس نے ہمارے سامنے ایک سفید چینی کا ٹب پیش کیا جس میں بنفشہ اور ایک پھول دار نبات بھری ہوئی تھی اور ایک اور اس جیسا ہی ٹب تھا جس میں شامی سیب تھے ہمارے اندازے کے مطابق وہ ایک ہزار سیب تھے، میں نے اس سے لطیف اور شاندار کھانا نہیں دیکھا، پس اس نے مجھے کہا یہ صبح کے کھانے کا حق ہے، میں آج تک اس دن کی مزے دار چیزوں کو بھلا نہیں سکا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم نے محمد بن نصر کے متعلق یہ واقعہ اس لیے بیان کیا ہے

تاکہ معلوم ہو جائے کہ اُس کے بیٹے علی بن محمد نے اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ خلاف واقعہ ہے اس کی زبان سے کوئی آدمی محفوظ نہیں رہا ، اس کے واقعات اور ہجویہ اشعار کو ہم نے تفصیل کے ساتھ اپنی پہلی کتابوں میں لکھا ہے اور اس نے جو کچھ قاسم بن عبید اللہ کے متعلق کہا ہے کہ جب وہ المعتضد کے پاس گیا تو وہ شطرنج کھیل رہا تھا تو اس نے علی بن بسام کے قول سے مثال بیان کی کہ

" اس کی زندگی اس کی موت کی طرح ہے پس یہ مصائب سے خالی نہیں۔"

جب اُس نے اپنا سر اُٹھا کر قاسم کی طرف دیکھا تو وہ جھینپ گیا ، اس نے کہا اے قاسم ابن بسام کی زبان کو اپنے سے روک لے تو قاسم جلدی سے اس کی زبان کاٹنے کو نکلا ، یہاں تک کہ المعتضد نے اُسے کہا کہ میں نے تو یہ بات شغل کے طور پر کہی ہے اور اُسے کوئی گزند نہ پہنچایا تو قاسم نے اُسے ڈاک اور جند قنسرین میں پُل اور ارضِ شام کے عواصم پر افسر مقرر کر دیا۔ اس نے اسد بن جہور کاتب اور دیگر کاتبوں کی بھی ہجو کہی ہے ، کہتا ہے

"زمانے کا بُرا ہو وہ عجیب باتوں کو سامنے لاتا ہے اور اس نے دانائی اور آداب کے نشانات کو مٹا دیا ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ اسد بن جہور ، جلیل القدر وقائع نگاروں سے تشبہ اختیار کرنے لگا ہے اور وہ ایسے لوگوں کو لایا ہے اگر میں ان میں اپنا ہاتھ پھیلاؤں تو میں انہیں دوبارہ کاتبوں کی طرف لوٹا دوں۔

المقتدر کے وزراء

جب عباس بن حسن قتل ہو گیا تو المقتدر نے ۱۹ ذوالحجہ ۲۹۶ھ کو بدھ کے روز علی بن محمد بن موسیٰ الفرات کو اپنا وزیر بنایا ، اس کی وزارت تین سال نو ماہ اور چند دن رہی پھر وہ اس سے ناراض ہو گیا ، اور اس نے اسی روز ، جس روز وہ علی بن محمد بن موسیٰ بن الفرات سے ناراض ہوا تھا ، محمد بن عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو وزیر بنایا اور اس کو خلعت دیا اور اس کے سوا ، کسی اور آدمی کو خلعت نہ دیا اور محرم ۳۰۱ھ میں سوموار کے روز اُسے گرفتار کر لیا۔

اور اس نے وزیر علی بن عیسیٰ بن داؤد بن الجراح کو ۱۱ محرم ۳۰۱ھ کو منگل کے روز خلعت دیا اور ۸ ذوالحجہ ۳۰۴ھ کو سوموار کے روز اُسے گرفتار کر لیا۔

پھر علی بن محمد بن الفرات کو دوبارہ وزیر بنایا اور ۸ ذوالحجہ ۳۰۴ھ کو سوموار کے روز

اُسے خلعت دیا اور ۲۶ر جمادی الاولیٰ ۳۰۶ھ کو جمعرات کے روز اُسے گرفتار کر لیا اور وزیر حامد بن عباس کو ۱۱ر جمادی الآخرہ ۳۰۶ھ کو منگل کے روز خلعت دیا اور دوسرے دن بدھ کے روز علی بن عیسےٰ کو وزارت میں لے کر تمام امور اس کے سپرد کر دیئے اور حامد بن عباس کو گرفتار کر لیا، اور اس نے تیسری بار علی بن محمد بن الفرات کو اپنا وزیر بنایا اور اس وزارت میں اس کا لڑکا محسن بن علی سب امور کا کرتا دھرتا تھا، پس اس نے وقائع نگاروں کی ایک جماعت کو ہلاک کر دیا پھر اُسے اور اس کے لڑکے کو گرفتار کر لیا گیا جیسا کہ ہم اس کتاب کے شروع میں بیان کر چکے ہیں۔

المقتدر نے عبد اللہ بن محمد بن عبید اللہ خاقانی کو اپنا وزیر بنایا پھر اس کے بعد احمد بن عبید اللہ الخصیبی کو وزیر بنایا، پھر علی بن عیسیٰ کو دوبارہ وزیر بنایا، پھر ابو علی محمد بن علی بن مقلہ کو وزیر بنایا پھر اس کے بعد سلیمان بن حسن بن مخلد کو وزیر بنایا پھر اس کے بعد عبید اللہ بن محمد کلوازی کو وزیر بنایا، پھر اس کے بعد حسین بن قاسم بن عبید اللہ بن سلیمان بن وہب کو وزیر بنایا جو رقہ میں قتل ہوا پھر اس کے بعد اس نے فضل بن جعفر بن موسےٰ بن الفرات کو وزیر بنایا۔

المقتدر کا قتل

۲۷ر شوال ۳۲۰ھ کو بدھ کے روز، بعد نمازِ عصر بغداد میں المقتدر باللہ کو قتل کر دیا گیا، اس کا قتل اس جنگ میں ہوا جو اس کے اور مونس خادم کے درمیان باب شماسیہ پر مشرقی جانب ہو رہی تھی، المقتدر کو عوام نے دفن کیا اور ان دنوں اس کا وزیر ابو الفتح فضل بن جعفر بن موسےٰ بن الفرات تھا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ بیان کیا گیا کہ جب المقتدر سوار ہو کر اس جنگ کی طرف گیا جس میں وہ قتل ہو گیا، فضل بن جعفر نے اس کی جنم پتری لی تو المقتدر نے اُسے کہا، کیا وقت ہے؟ اس نے جواب دیا زوال کا وقت ہے تو المقتدر چیں بر جبیں ہوا اور اس نے جنگ میں نہ جانے کا ارادہ کر لیا، یہاں تک کہ مونس کے سواروں نے اُسے دیکھ لیا اور یہ زوال کا آخری وقت تھا۔

بنو عباس کا چھٹا خلیفہ

بنو عباس کا ہر چھٹا خلیفہ، خلافت سے دست بردار ہوا اور قتل ہوا ہے ایک چھٹا خلیفہ محمد بن ہارون تھا جسے خلافت سے اُتار دیا گیا، دوسرا چھٹا خلیفہ المستعین تھا اور تیسرا چھٹا خلیفہ المقتدر باللہ تھا۔

المقتدر کے دور کی جنگوں، ابن ابی الساج، مونس اور سلیمان بن الحسن الجنابی کے واقعات بہت شان دار ہیں۔ جو کچھ اس نے ۳۱۷ھ میں مکہ میں کیا اور جو کچھ مشرق و

مغرب میں ہوا ، ان سب واقعات کو ہم نے تفصیل کے ساتھ "اخبار الزمان" میں اور اجمال کے ساتھ الاوسط میں بیان کیا ہے اور ہم نے اس کتاب میں ان کی ایک جھلک پیش کی ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے اُمید کرتا ہوں کہ وہ ہماری عمر کو دراز کرے گا تو ہم اس کتاب کے بعد ایک اور کتاب لکھیں گے جس میں ہم کئی قسم کے اچھے اچھے واقعات بغیر کسی تصنیفی ترتیب کے لائیں گے جیسا کہ حالات و واقعات کا تقاضا ہوگا اور ہم اس کے بعد اس کا ترجمہ ایک کتاب وصل المجالس بجوامع الاخبار و مخلط الآداب میں کریں گے جو ہماری گذشتہ اور آئندہ کتابوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہوگی۔

موسیٰ بن اسحاق الفصاری کی وفات

۲۹۷ھ میں موسیٰ بن اسحاق الفصاری کی وفات ہوئی جو المقتدر کی خلافت میں قاضی تھا ، فقیہ محمد بن ابی شیبہ کوفی بھی اسی سال میں فوت ہوئے اور شرقی جانب دفن ہوئے یہ دونوں حدیث و آثار کے بہت بڑے عالم تھے۔

بیت الحرام کی غرقابی

بغداد میں یہ خبر آئی کہ بیت الحرام کے چاروں ارکان غرق ہوگئے ہیں یہاں تک کہ طواف کی جگہ بھی ڈوب گئی ہے اور چاہِ زمزم کا پانی بہہ پڑا ہے اس قسم کی غرقابی کا واقعہ لوگوں نے گذشتہ زمانوں میں نہیں دیکھا تھا۔

وفات

اسی سال رمضان میں قاضی یوسف بن یعقوب بن اسماعیل بن حماد کی بغداد میں وفات ہوئی ، ان کی عمر پچانوے سال تھی ، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سال فقیہ محمد بن داؤد بن علی بن خلف اصبہانی کی وفات ہوئی ، ہم ان کا ذکر پہلے کر آئے ہیں ان کی وفات ۲۹۶ھ میں ہوئی اور ہم نے اس بارے میں جو اختلاف ہے اُسے بھی بیان کیا ہے۔

شوال ۲۹۷ھ میں ابن ابی عوف البروری کی وفات ہوئی جنھوں نے بغداد کو ٹھیک ٹھاک کروایا تھا ، ان کی عمر اسّی سال سے اُوپر تھی ، انہیں غربی جانب دفن کیا گیا ہم ان لوگوں کا ذکر اس لیے کر رہے ہیں کہ اہل علم اور اصحاب الآثار کو ان لوگوں کی وفات کا علم ہونا ضروری ہے۔

اسی سال محدث ابوالعباس احمد بن مسروق چور اسی سال کی عمر میں فوت ہوئے

اور غربی جانب باب آلِ حرب میں دفن ہوئے۔

ہم قبل ازیں اس کتاب میں آلِ ابی طالب میں سے بنی اُمیہ اور بنو عباس کے زمانے میں ظہور کرنے والوں کا ذکر اپنی گزشتہ کتب میں کرچکے ہیں اور ان کے قتل ہونے اور جنگ کرنے کا بھی ذکر کرچکے ہیں۔

مصر میں ایک طالبی کا ظہور

مصر کی سرزمین میں احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب کا ظہور ہوا، تو اُسے احمد بن طولون نے قتل کردیا، اس کے واقعات ہم اپنی گزشتہ کتب میں بیان کرچکے ہیں اور ہم آلِ ابی طالب میں سے ظہور کرنے والوں کے کچھ واقعات کا تذکرہ اس لیے کر رہے ہیں کہ ہم نے اپنے اوپر یہ شرط لگائی ہے کہ ہم امیر المومنین کی شہادت سے لے کر اس وقت تک جب تک ہماری یہ کتاب اختتام کو پہنچے گی ان کے حالات و واقعات اور قتل وغیرہ کا ذکر کرتے رہیں گے۔

الرسی کی وفات

یمن کے علاقے میں صعدہ شہر میں سکونت اختیار کرلینے کے بعد یحییٰ بن حسین الحسنی الرسی ۲۷۸ھ میں وفات پا گیا اس کے بعد اس کا بیٹا حسن بن یحییٰ اس کا قائم مقام بن کر کھڑا ہوا۔

ابن الرضا کا ظہور

محسن بن جعفر بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد، جو ابن الرضا کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے ۳۰۰ھ میں دمشق کے مضافات میں ظہور کیا، ان کی ابوالعباس احمد بن کیغلغ کے ساتھ جنگ ہوئی اور انہیں باندھ کر قتل کردیا گیا، بعض کہتے ہیں کہ جنگ میں مارے گئے تھے اور ان کا سر بغداد لاکر نئے پل پہ غربی جانب لٹکا دیا گیا تھا۔

اطروش علوی کا ظہور

بلادِ طبرستان اور دیلم میں اطروش کا ظہور ہوا۔ ان کا نام حسن بن علی ہے۔ اُنہوں نے وہاں سے مسودۃ کو نکال دیا یہ بڑے فہیم اور مذاہب کے بارے میں بڑی واقفیت رکھنے والے تھے، یہ دیلم میں کئی سال مقیم رہے وہاں کے لوگ مجوسی تھے، ان میں جاہل بھی تھے اور اسی طرح دوسرے لوگ بھی تھے آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تو انہوں نے آپ کی بات کو قبول کرلیا اور اسلام لے آئے ان کے بالمقابل مسلمانوں کی سرحدیں تھیں جیسے قزوین وغیرہ

آپ نے دیلم میں کئی مساجد بنائیں اور دیلم کے متعلق بہت سے انساب کے ماہرین کا خیال ہے کہ وہ باسل بن ضنبہ بن اُدد کی اولاد میں سے ہیں اور یہ لوگ بنی تمیم میں سے ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اطروش، طبرستان میں یکم محرم ۳۰۱ھ کو داخل ہوا اور اسی روز بحرین کا حاکم بصرہ میں آیا اور اس کے امیر نے طمسک المفلحی کو قتل کر دیا! ہم نے اطروش علوی اور اس کے بزرگوں، بیٹوں کے حالات اور ابو محمد حسن بن قاسم الحسنی داعی اور طبرستان پر اس کے قبضہ کرنے اور قتل ہونے اور دیلم کے حالات اپنی کتاب اخبار الزمان میں بیان کیے ہیں۔

اہل علم حضرات کی وفات

۳۰۶ھ میں قاضی ابو العباس احمد بن عمر بن شریح کی وفات ہوئی۔ ابو جعفر محمد بن جریر طبری فقیہ کی وفات بغداد میں ۳۱۰ھ کو ہوئی اور قاضی ابو اسحاق ابراہیم بن جابر حلب میں فوت ہوا الیث کو جو الصفار کا بھتیجا ہے اُسے بغداد میں ہاتھی پر ۲۹۷ھ میں لایا گیا اس کے آگے اور اس کے ارد گرد فوج تھی وہ بہت مشہور آدمی تھا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ لیث کو بغداد میں ۲۹۸ھ کو لایا گیا۔ اور ۲۹۸ھ میں ہی ابو بکر محمد بن سلیمان مروزی محدث اور جاحظ کے ساتھی کی بغداد میں وفات ہوئی بعض کہتے ہیں کہ اس کی وفات ۲۹۸ھ میں ہوئی۔

واقعات

اسی سال رومی بیڑے کا افسر فارس جنگ کرتا ہوا ساحلِ شام تک آ گیا اور اس نے طویل جنگ کے بعد حصن القبہ کو فتح کر لیا اور مسلمانوں کا کوئی مددگار نہ رہا، اس نے لاذقیہ شہر کو بھی فتح کر لیا اور بہت سے لوگوں کو قید کر لیا اور کوفہ میں بغدادی رطل کے برابر اولے پڑے اور تاریک آندھی چلی یہ ماہ رمضان کا واقعہ ہے۔ بہت سی عمارتیں اور مکان گر گئے اور ایک عظیم زلزلہ آیا جس سے بہت سے لوگ مر گئے یہ واقعہ ۲۹۹ھ میں کوفہ میں ہوا، اسی سال مصر میں بڑا زلزلہ آیا اور دُمدار ستارہ طلوع ہوا، اسی سال جزیرہ، قبرص میں دمنانہ نے جو رومی سمندر میں جنگ کا انچارج تھا، مسلمانوں سے جنگ کی اور انہوں نے صدرِ اسلام کے عہد کو توڑ دیا وہ عہد یہ تھا کہ رومی مسلمانوں کے خلاف اور مسلمان رومیوں کے خلاف مدد نہیں دیں گے اور اس کا نصف خراج مسلمانوں کا ہوگا اور نصف رومیوں کا، دمنانہ اس جزیرہ میں چار ماہ ٹھہرا رہا اور لوگوں کو قیدی بناتا اور جلاتا رہا اور ان مقامات کو فتح کرتا رہا جن میں مسلمانوں نے پناہ لی ہوئی تھی، قبل ازیں ہم اس کتاب میں اس جزیرہ کے حالات، سمندروں اور دریاؤں کے حالات میں بیان کر آئے ہیں جن کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

ابن ناجیہ کی موت

۳۰۱ھ میں عبداللہ بن ناجیہ محدث کی بغداد میں وفات ہوئی۔ ان کی پیدائش ۲۱۲ھ میں ہوئی۔

ابن الجصاص

۳۰۲ھ میں بغداد میں علی بن الجصاص الجوہری کو گرفتار کر لیا گیا صحیح روایت یہ ہے کہ اس کا جو سونا، چاندی، جواہر، کپڑے اور غلہ وغیرہ قبضہ میں کیا گیا اس کی قیمت پانچ لاکھ پندرہ ہزار دینار تھی۔

قاسم بن حسن بن الاشیب کی وفات

اسی سال ۲۸ جمادی الاولیٰ کو سوموار کے دن قاسم بن حسن بن الاشیب ـــــ جن کی کیفیت ابو محمد تھی، وفات پاگئے آپ کبار علماء اور محدثین میں سے تھے۔ اور غربی جانب میں شارع الحمالین میں دفن ہوئے۔ آپ کے جنازے پر قاضی محمد بن یوسف قاضی ابو جعفر احمد بن اسحاق بن بہلول اور دیگر فقہاء، اکابر اور معتبر آدمی اور ارباب حکومت حاضر ہوئے ان کا نام ابو ابی عمران موسیٰ بن قاسم بن الحسن تھا۔ آپ ابن الاشیب کے نام سے مشہور تھے آپ اس وقت کے شافعی فقہاء میں سے بہت بڑے فقیہ تھے۔

مصر پر بربریوں کی غارت گری

۳۰۲ھ میں مغرب سے ایک فوج آئی اہل مصر میں سے جو بادشاہ کے ساتھی تھے ان کی مصر میں ان کے ساتھ بہت جنگیں ہوئیں اور اس میں بہت سے لوگ قتل ہوئے بربریوں کے سرداروں میں سے ایک آدمی نے جو ابو جبرہ کے نام سے مشہور تھا بادشاہ سے امان طلب کی اور بغداد چلا گیا، بادشاہ نے اُسے خلعت دیا۔

ابن ابی الساج

۳۰۲ھ میں یوسف بن ابی الساج کو بغداد لایا گیا وہ دو کوہانوں والے اونٹ پر سوار تھا اور دیباج کا جُبّہ پہنے ہوئے تھا جسے عمرو بن لیث اور وصیف خادم نے پہنا تھا اس کے سر پر پھولوں اور گھونگھروں والی ایک طویل ٹوپی تھی، اس کے اردگرد فوج اور اس کے پیچھے مونس خادم دیگر اصحاب شمشیر ارباب حکومت کے ساتھ چل رہا تھا۔ ہم اس جنگ کے حالات کو جس میں ابن ابی الساج کا مونس خادم اردبیل کی جانب قید ہو گیا تھا بیان کر آئے ہیں نیز اس جنگ میں جو اُمراء جیسے ابو الہیجا عبداللہ بن حمدان، علی بن حسان، ابو الفضل المروی، احمد بن علی، صعلوک وغیرہ اُمراء اور سردار اس کے ساتھ تھے وہ بھی قید ہو گئے تھے، ہم نے ابن ابی الساج کے ساتھ المقتدر کے تخلیہ کرنے

اور اس کے دیارِ ربیعہ و مضر سے نکلنے اور بلاد آذربائیجان اور آرمینیا کے مضافات میں جانے اور اس کے غلام سبک پر اس کے غالب آجانے اور اُسے چھوڑنے اور ابن ابی الساج کے دیگر واقعات، اس کے واسط کی طرف جانے پھر اس کے کوفہ جانے اور ابو طاہر سلیمان بن حسن الجنابی کے ساتھ جنگ کرنے اور اُسے قید کرنے اور انبار اور ہیت کی جانب ابن ابی الساج کے غلام بلیق اور نظیف کو دیکھ کر اُسے قتل کرنے کا ذکر کر آئے ہیں، اس جنگ میں بلیق اور نظیف کو جو شکست ہوئی اور ہیت میں قرمطی کے جانے اور فروکش ہونے وغیرہ کے جو واقعات ۳۱۵ھ میں ہوئے ہم اپنی گذشتہ کتب میں بیان کر آئے ہیں، اسی طرح ہم نے مونس خادم اور اس کے ساتھ بادشاہ کے جو دوست تھے، انہوں نے مغرب کے حکمران کے ساتھ مصر میں جو جنگ کی اس کا بھی ہم نے ذکر کیا ہے یہ ۳۰۹ھ کا واقعہ ہے۔

باب دہم

القاہر باللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات القاہر محمد بن احمد المعتضد باللہ کی بیعت ۲۸ شوال ۳۲۰ھ کو جمعرات کے روز ہوئی پھر وہ ۵ جمادی الاولیٰ ۳۲۲ھ کو بدھ کے روز خلافت سے دستبردار ہوگیا، اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی، اس کی خلافت ایک سال چھ ماہ چھ دن رہی، اس کی کنیت ابو منصور تھی اور اس کی ماں اُم ولد تھی۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دَور کی ایک جھلک

اس کے وزراء القاہر نے ابو علی محمد بن علی بن مقلہ کو ۳۲۱ھ میں وزیر بنایا پھر اُسے معزول کر دیا اس کے بعد ابو جعفر محمد بن قاسم بن عبید اللہ بن سلیمان کو وزیر بنایا پھر اُسے بھی معزول کر دیا، پھر ابو العباس احمد بن عبید اللہ الخصیبی کو وزیر بنایا۔

اس کے اخلاق اس کے اخلاق کا اس کی متلون مزاجی کی وجہ سے پتہ نہیں چلتا وہ بڑا بہادر اور اپنے دشمنوں پر بڑی سخت گرفت کرنے والا تھا، اس نے ارباب حکومت کی ایک جماعت کو تباہ کر دیا جن میں مونس خادم، بلیق اور علی بن بلیق شامل تھے پس لوگ اس سے ڈر گئے اور اس کے غلبہ سے خائف ہوگئے، اس نے ایک بڑا برچھا بنایا جسے وہ اپنے گھر میں چلتے وقت اپنے ہاتھ میں اُٹھائے رکھتا اور بیٹھنے کی حالت میں اُسے اپنے سامنے پھینک دیتا اور جسے وہ قتل کرنا چاہتا اُسے اس برچھے سے مارتا۔ اس طرح اس نے ان لوگوں کو

جو پہلے خلفاء پر حملہ کر دیتے تھے، حملہ کرنے سے روک دیا، وہ اپنے فیصلے پر بہت کم قائم رہنے والا تھا۔ اس کے حملے سے خوف کھایا جاتا تھا اس کے اس فعل نے اُسے یہاں تک پہنچا دیا کہ اس کے خلاف اس کے گھر میں سازش کی گئی اور اُسے گرفتار کر لیا گیا اور ابن طاہر کے گھر کی غربی جانب اس کے جیتے جی اس کی دونوں آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی، ہم تک اس کے متعلق جو اطلاع پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ الراضی باللہ نے اس کے حالات چھپا دیئے اور اور اس کا ذکر اٹھا دیا، جب ابراہیم المتقی باللہ کی بیعت ہوئی تو القاہر ایک کوٹھی میں قید پایا گیا، اُس نے اُسے ابن طاہر کے گھر لانے کا حکم دیا اور جیسے کہ ہم نے بیان کیا ہے اُسے اس وقت تک وہاں قید رکھا گیا۔

خراسانی مؤرخ کا القاہر باللہ کے سامنے عباسی خلفاء کے حالات بیان کرنا

محمد بن علی العبدی خراسانی مؤرخ نے بیان کیا کہ القاہر اس سے بہت مانوس تھا وہ بیان کرتا ہے کہ ایک روز القاہر نے مجھ سے خلوت میں کہا مجھے سچ سچ بتانا ورنہ ـــــ اور اس نے برچھے کی طرف اشارہ کیا ـــــ خدا کی قسم میں نے اس کے اور اپنے درمیان موت کو دیکھا اور کہا امیر المومنین میں آپ سے سچ سچ کہوں گا اس نے مجھے تین بار کہا، دیکھو! میں نے کہا امیر المومنین بہت اچھا، اس نے کہا، میں جس چیز کے متعلق تجھ سے پوچھوں اس کے متعلق مجھ سے کچھ نہ چھپانا اور نہ واقعہ کو خوبصورتی سے بیان کرنا اور نہ مسجع کلام کرنا اور نہ کسی چیز کو اس سے حذف کرنا میں نے کہا امیر المومنین بہت اچھا۔ اس نے کہا تو ابو العباس سفاح سے لے کر اس کے پیچھے تک کے تمام خلفائے بنو عباس کے اخلاق و عادات سے واقف ہے میں نے کہا امیر المومنین اگر میرے لیے جان کی امان ہو تو بیان کروں اس نے کہا تجھے جان کی امان ہے۔

سفاح کے اوصاف

محمد بن علی مؤرخ بیان کرتا ہے، میں نے کہا کہ سفاح خونریزی میں بہت جلد باز تھا اس کے کارندوں نے مشرق و مغرب میں اس کے فعل کی پیروی کی اور اس کی سیرت پر چلے جیسے محمد بن اشعث مغرب میں، صالح بن علی، مصر میں، اور خازم بن خزیمہ اور حمید بن قحطبہ وغیرہ اس کے ساتھ تھے وہ سخاوت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا اور مال کو بخشنے والا تھا اور ہم نے جن کارندوں کا ذکر کیا ہے اور جو اس کے زمانے میں تھے وہ بھی اس کی اقتداء کرتے ہوئے اس کے

راستہ پر چلے۔

منصور کے اوصاف

اس نے کہا مجھے منصور کے متعلق بتاؤ، میں نے کہا، امیرالمومنین سچ بتاؤں اس نے کہا ہاں سچ بتاؤ، میں نے کہا خدا کی قسم یہ پہلا شخص تھا جس نے عباس بن عبدالمطلب اور آل ابی طالب کے درمیان جدائی ڈالی حالانکہ اس سے پہلے ان کا معاملہ ایک ہی تھا اور یہ پہلا خلیفہ تھا جس نے نجومیوں کو اپنا مقرب بنایا اور نجوم کے احکام پر عمل کیا اس کے پاس نوبخت مجوسی منجم تھا جو اس کے ہاتھ پر اسلام لایا وہ ان نوبختیوں کا باپ ہے اور ابراہیم الفزاری منجم تھا جس نے نجوم کے متعلق قصیدہ لکھا ہے اور دیگر علوم نجوم اور ہیئت فلک کے بارے میں بھی لکھا ہے، علی بن عیسیٰ اسطرلابی منجم بھی تھا، یہ پہلا خلیفہ ہے جس کے لیے عجمی زبانوں سے کتابیں عربی میں ترجمہ کی گئیں۔ جن میں کلیلہ دمنہ اور کتاب السند والهند بھی ہے اور ارسطالیس کی فلسفیانہ کتابیں بھی ترجمہ کی گئیں، بطلیموس کی کتاب مجسطی کا بھی اس کے لیے ترجمہ کیا گیا اور کتاب "الارتماطیقی" اور کتاب "اقلیدس" اور دیگر قدیم یونانی، رومی، پہلوی، فارسی اور سریانی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا اور وہ کتابیں لوگوں میں شائع کی گئیں اور انہوں نے وہ علوم حاصل کیے اس کے زمانے میں محمد بن اسحاق نے کتاب "المغازی والسیر" اور اخبار المبتدا لکھی اور اس سے پہلے کوئی مجموعہ اور تصنیف نہ تھی اور یہ پہلا خلیفہ تھا جس نے اپنے غلاموں کو، عامل مقرر کیا اور اپنی مہمات میں لگایا اور انہیں عربوں پر مقدم کیا، اور اس کی اولاد میں سے جو لوگ خلیفہ بنے انہوں نے اس کی پیروی کی، پس عرب گر گئے اور تباہ ہو گئے اور ان کی ساکھ جاتی رہی، خلافت اس کے پاس آئی اس نے علوم اور مذاہب کو پڑھا اور آراء کی ریاضت کی اور مذاہب اور کتب حدیث سے واقفیت حاصل کی، اس کے زمانے میں لوگوں کی روایات کی کثرت ہو گئی اور علوم کی وسعت نمایاں ہو گئی۔

مہدی کے اوصاف

القاہر نے کہا تو نے بہت وضاحت اور خوبی سے بیان کیا ہے، مجھے مہدی کے متعلق بتاؤ اس کے اخلاق کیسے تھے؟

میں نے کہا وہ بڑا سخی تھا لوگ اس کے زمانے میں اس کے طریق پہ چلے اور ان کی مساعی میں وسعت پیدا ہو گئی، وہ سوار ہوتے وقت اپنے ساتھ دنانیر اور دراہم کے

توڑے رکھتا تھا اور جو اُس سے مانگتا تھا اُسے دیتا تھا اور اگر وہ خاموش رہتا تو وہ اس کے سامنے سے ہٹ جاتا اور اس نے اپنے زمانے میں دین سے انحراف کرنے والوں اور مداہنت کرنے والوں کو خوب قتل کیا کیونکہ وہ اس کے زمانے میں ظاہر ہوئے تھے اور اس کی خلافت میں اپنے اعتقادات کا اعلان و اظہار کیا تھا، کیونکہ مانی اور ابن دیصان کی کتابیں پھیل گئی تھیں اور وہ ابن المقفع وغیرہ کی نقل کردہ عبارات سے تعویذ کرتے تھے۔ یہ کتابیں فارسی اور پہلوی سے عربی میں ترجمہ ہوئی تھیں اور اس بارے میں جو کتابیں ابن ابی العرجاء، حماد عجرد، یحییٰ بن زیاد، مطیع بن ایاس وغیرہ نے لکھیں، وہ مانی، دیصانی اور مرقیونی مذاہب کی تائید کرتی تھیں، جس کی وجہ سے زندیق بکثرت ہوگئے اور ان کی آراء لوگوں میں پھیل گئیں، مہدی پہلا خلیفہ تھا جس نے منطقی متکلمین کو ملحدین کے رد میں کتابیں لکھنے کا حکم دیا اور انہوں نے معاندین پر براہین کو قائم کیا اور ملحدین کے شبہات کا ازالہ کر دیا اور شک کرنے والوں کے سامنے حق کو واضح کیا اور اس نے مسجد الحرام اور مسجد نبوی کی تعمیر کو شروع کیا جو آج تک اسی طرح چلی آتی ہیں اور اس نے بیت المقدس کو بھی تعمیر کروایا جسے زلزلوں نے منہدم کر دیا تھا۔

ہادی کے اوصاف

القاہر نے کہا، باوجودیکہ ہادی کا زمانہ بہت قلیل تھا مجھے ہادی کے اخلاق و عادات کے متعلق بتاؤ کہ وہ کیسے تھے؟ میں نے کہا، وہ بڑا جابر آدمی تھا وہ پہلا شخص تھا جس کے آگے آگے جوان، شمشیر ہائے برّاں، لوہے کے ڈنڈے اور تنی ہوئی کمانیں لے کر چلتے تھے، اس کے کارندے بھی اسی کے طریقہ پر چلے اس کے دَور میں ہتھیاروں کی فراوانی ہوگئی۔ القاہر نے کہا تو نے بہت اچھا بیان کیا ہے اور اپنی بات کے بیان کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ مجھے ہارون الرشید کے متعلق بتاؤ کہ اس کا طریق کار کیا تھا؟

ہارون الرشید کے اوصاف

میں نے کہا، وہ ہمیشہ حج کرتا تھا اور جنگوں کے درپے رہتا تھا مکہ کے راستے میں محل، تالاب، کنوئیں اور حوض بناتا رہتا تھا، اس نے منیٰ اور عرفات اور مدینہ میں بھی ان چیزوں کو بنایا پس لوگوں پر اس کا احسان ہمہ گیر تھا اس کے ساتھ اس نے عدل بھی کیا پھر اس نے سرحدیں بنائیں اور شہر بسائے اور ان میں قلعے بنائے جیسے طرسوس، اذنہ، عمر المصیصہ، مرعش، جنگی عمارتوں کو مضبوط بنایا اس کے علاوہ راستوں میں سرائیں اور فوجی چوکیاں بنائیں اور اس کے کارندوں

نے بھی اس کی پیروی کی اور اس کے راستے پر چلے اور اس کی بیعت اس کے کاموں کی اقتداء کرتے ہوئے اور اس کی امامت پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے نقش قدم پر چلی پس اس نے باطل کا قلع قمع کیا اور حق کو نمایاں کیا اور مناروں کو روشن کیا اور دیگر اقوام سے فوقیت لے گیا اور اس کے زمانے میں عملاً سب لوگوں سے بہتر اُم جعفر زبیدہ بنت جعفر بن منصور تھی کیونکہ اس نے مکہ کے راستے میں سرائیں بنوائیں اور مکہ میں حوض، تالاب اور کنوئیں بنوائے اس وقت تک مکہ کے مشہور راستے میں اس کی بنوائی ہوئی چیزیں موجود ہیں اور اس نے شامی سرحد اور طرطوس میں بھی فی سبیل اللہ سرائیں بنوائیں اور انہیں وقف کر دیا اس کے دور میں برامکہ کے کارنامے اور سخاوت مشہور ہوئی، ہارون الرشید پہلا خلیفہ تھا جو میدان میں اکی اور گیند بلا کھیلا اور اس کھیل کے ماہرین کو مقرب بنایا اور لوگوں نے اس فعل کو اپنا لیا نیز خلفائے بنو عباس میں سے یہ پہلا شخص تھا جو شطرنج اور نرد کھیلا اور بڑے کھلاڑیوں کو مقدم کیا اور ان کے وظائف مقرر کیے، پس لوگ اس کے زمانے کو خوشحالی اور بکثرت سرسبزی اور فراخی کے باعث دُلہن کا زمانہ کہتے ہیں نیز اس کے بہت سے ایسے اوصاف بھی ہیں جو تعریف سے بڑھ کر ہیں۔ القاہر نے کہا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تو نے اُم جعفر کے کارناموں کی تفصیل میں کوتاہی سے کام لیا ہے ایسا کیوں ہے؟ میں نے کہا امیر المومنین اختصار کی خاطر ایسا کیا ہے؟

اُم جعفر زبیدہ بنت جعفر بن منصور کے اوصاف

راوی بیان کرتا ہے کہ اس نے برچھا لے کر اُسے ہلایا تو مجھے اس کے کنارے میں موت نظر آئی پھر اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں چمک آگئی تو میں نے تابعداری اختیار کرتے ہوئے کہا یہ ملک الموت ہے اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میری روح قبض کرے گا پس اس نے برچھے کو میری طرف جھکایا تو میں اس سے ڈر گیا پھر اس نے برچھے کو واپس کیا وہ مجھ سے چوک گیا تو اس نے کہا تیرا ستیاناس ہو تیری آنکھوں نے نفرت کی ہے اور تو زندگی سے ملول ہو گیا ہے؟ میں نے کہا امیر المومنین کیا بات ہے؟ اس نے کہا مجھے اُم جعفر کے مزید حالات بتاؤ میں نے جواب دیا امیر المومنین بہت اچھا، زبیدہ کے حسنِ سیرت میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ اس نے سنجیدگی اور مذاق میں بھی اپنے آپ کو کسی دوسرے پر نمایاں نہیں کیا اس کے سنجیدہ اور شان دار کاموں میں ایسے کام بھی ہیں جن کی مثال اسلام میں نہیں پائی جاتی جیسے کہ اس نے ایک چشمے کو کھودا جو حجاز میں "عین المشاش" کے نام سے مشہور ہے، اس نے اسے

کھودا اور اس کے پانی کے لیے اس نے ہر نشیب و فراز اور میدان اور پہاڑ اور سخت زمین میں راستہ بنایا یہاں تک وہ بارہ میل سے نکال کر اُسے مکہ لے آئی اور اس کام پر اس کے اخراجات کا اندازہ ایک کروڑ سات لاکھ دینار ہے اس سے پہلے میں نے حجاز میں جن حوضوں، سراؤں، تالابوں، کنوؤں اور سرحدوں کا ذکر کیا ہے ان پر وقت کے علاوہ اس کے ہزاروں دینار خرچ ہوئے اور جو کچھ اس نے غریبوں کی بھلائی کے لیے کیا وہ اس سے الگ ہے۔

دوسری وجہ —— جس کے باعث بادشاہ اپنے کارناموں پر فخر کرتے ہیں اور ان سے اپنے زمانے میں خوشحال رہتے ہیں اور اپنی حکومتوں کو بچاتے ہیں اور وہ باتیں ان کی سیرت اور کارناموں میں لکھی جاتی ہیں —— وہ یہ کہ زبیدہ پہلی عورت ہے کہ جس نے سونے اور چاندی سے ایک آلہ بنایا جس میں جواہرات ٹنکے ہوئے تھے اور اس نے اس پر اعلیٰ درجہ کے نقش بنوائے یہاں تک کہ وہ کپڑا نقش و نگار کے باعث پچاس ہزار دینار تک پہنچ گیا اور یہ پہلی عورت ہے جس نے خادموں اور لونڈیوں میں سے سانڈنی سوار جو اپنی ضروریات کے لیے خطوط لے جاتے تھے اور یہ پہلی عورت ہے جس نے چاندی، آبنوس اور صندل کے گنبد بنوائے اور ان کی کنڈیاں سونے اور چاندی سے بنوائیں جن پر نقش و نگار ہوتا تھا اور ان پر سمور، دیباج اور سرخ، سبز، پیلا اور نیلا ریشم چڑھا ہوتا تھا اور اس نے جواہر سے مرصع موزے بنائے اور عنبر کی موم بتی بنائی، لوگ اپنے دیگر کاموں میں اُم جعفر سے مشابہت کرنے لگے، اور اے امیر المومنین جب حکومت اس کے بیٹے تک پہنچی تو اس نے خادموں کو مقدم کیا اور ان کو ترجیح دی اور ان کے مراتب کو بلند کیا جیسا کہ کوثر وغیرہ جو اس کے خادموں میں سے تھا پس جب اُم جعفر نے دیکھا کہ اُسے خادموں سے بڑا شغف اور اشتغال ہے تو اس نے خوبرو اور دراز قد لونڈیوں کو لے کر ان کے سروں پر عمامے باندھے اور ان کے لیے پیشانیوں کے بال اور کنپٹیوں کے بال اور گدیاں بنوائیں اور انہیں قبائیں، چادریں اور پیٹیاں پہنائیں پس وہ ناز و ادا کے ساتھ اپنے سرین نمایاں کیے ہوئے چلیں تو اس نے انہیں اس کی طرف بھجوایا وہ اس کے سامنے گئیں تو اس نے انہیں اچھا خیال کیا اور انہوں نے اس کے دل کو اپنی طرف مائل کیا اور اس نے انہیں عوام و خواص کے سامنے نکالا اور عوام و خواص نے بھی بال کٹی لونڈیاں بنائیں اور انہیں قبائیں اور پیٹیاں پہنائیں اور ان کا نام غلامیات رکھا۔

جب القاہر نے یہ صفت سُنی تو وہ بہت خوش ہوا، اور بلند آواز سے پکارا، اے

غلام! غلامیات کے وصف پر ایک جام لاؤ، پس اس کے پاس جلدی سے بہت سی لونڈیاں آ گئیں جو ایک ہی قد کی تھیں، اس نے انہیں غلام خیال کیا جو چادروں، قباؤں، پیشانی کے بالوں گدڑیوں اور سونے اور چاندی کی پیٹیوں سے آراستہ تھیں، اس نے جام کو اپنے ہاتھ میں لیا اور میں جام کے جوہر اور شراب کی خوش نمائی اور اس کی چمک اور ان لونڈیوں کے حسن اور اس کے سامنے پڑے ہوئے برچھے کو دیکھنے لگا۔ اس نے جلدی سے پی کر کہا، اسے لے جاؤ۔

مامون کے اوصاف

میں نے کہا امیر المومنین بہت اچھا پھر اس کے بعد حکومت مامون کے پاس آئی وہ اپنی حکومت کے آغاز میں ــــ جب اس پر فضل بن سہل کا غلبہ تھا ــــ نجوم کے احکام اور قضایا میں غور و فکر کیا کرتا تھا اور ان کے بموجب کام کرتا تھا اور ساسانیوں کے گذشتہ بادشاہوں اردشیر بن بابک وغیرہ کے طریق پر چلتا تھا۔ اور قدیم کتب کے پڑھنے کی کوشش کرتا، ان کے درس و قراءت پر مواظبت کرتا اور ان میں گہری دلچسپی لیتا تھا، پس وہ ان کے فہم اور درایت میں ماہر ہو گیا اور جب فضل بن سہل ذوالریاستین مشہور ہو گیا اور عراق آیا تو وہ ان سب باتوں سے روگرداں ہو گیا اور توحید اور وعدہ و وعید کا پرچار کرنے لگا اور متکلمین سے مجلسیں کرنے لگا اور اس نے بہت سے سربرآوردہ منطقیوں اور مناظرہ کرنے والوں کو اپنا مقرب بنایا جیسے ابو الہذیل، ابو اسحاق ابراہیم سیار النظام وغیرہ جن سے وہ موافقت بھی رکھتا تھا اور مخالفت بھی، وہ فقہاء اور اہل معرفت ادباء سے بھی پابندی کے ساتھ مجلس کرتا تھا اور انہیں شہروں سے بلا کر ان کے وظائف مقرر کر دیتا تھا پس لوگ بھی بحث و نظر میں دلچسپی لینے لگے اور انہوں نے بھی مباحثہ و مجادلہ کرنا سیکھ لیا اور ہر فریق نے اپنے اپنے مذہب کی تائید میں کتابیں لکھیں جن سے ہر فریق اپنی تائید میں قول لاتا وہ لوگوں سے بہت زیادہ عفو کرنے والا، بہت برداشت کرنے والا، اچھی طاقت والا، سخاوت کرنے والا، عطیات دینے والا اور حماقت سے دُور رہنے والا تھا اس کے وزراء اور اصحاب بھی اسی کے راستہ پر چلنے والے تھے۔

المعتصم کے اوصاف

اے امیر المومنین پھر المعتصم بھی اپنے بھائی مامون کے مذہب پر چلا اور اس پر شہسواری اور عجمی بادشاہوں سے تشبہ اختیار کرنے اور ٹوپیاں پہننے کی محبت غالب آ گئی لوگوں نے بھی اس کی اقتداء میں ٹوپیاں پہننا شروع کر دیں۔

توان کا نام المعتصمیات رکھ دیا گیا اس کی نوازشات لوگوں پر عام تھیں اور اس کے زمانے میں راستے پُر امن تھے اور وہ سب لوگوں سے حسنِ سلوک کرتا تھا۔

الواثق کے اوصاف

ہارون بن محمد الواثق بھی اپنے باپ اور چچا کے طریق پر چلا مخالف کو سزا دی اور لوگوں کو آزمایا۔ اس کی نیکی بہت تھی اور اس نے دیگر شہروں کے قاضیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ مخالف کی شہادت کو قبول نہ کریں وہ بہت بسیار خور کثیر العطایا، آسانی سے بات مان جانے والا اور اپنی رعیت کا محبوب تھا۔

المتوکل کے اوصاف

امیر المومنین پھر متوکل، اعتقادیں، مامون، معتصم اور واثق کا مخالف تھا اس نے آراء میں جدل و مناظرہ کرنے سے روک دیا اور اس پر سزائیں دیں اور تقلید کا حکم دیا، حدیث کی روایت کو نمایاں کیا۔ پس اس کا زمانہ اچھا رہا اور حکومت منظم رہی اور اس کی سلطنت ہمیشہ قائم رہی اسے امیر المومنین اس کے علاوہ بھی اس کے اخلاق مشہور و معروف ہیں۔

القاہر نے کہا میں نے تیری باتوں کو سُنا ہے اور تو نے جن لوگوں کے حالات بیان کیے ہیں مجھے یوں معلوم ہو رہا ہے کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں، مجھے تیری باتیں سُن کر خوشی ہوئی ہے تو نے سیاست کے دروازے کھول دیے ہیں اور سرداری کرنے کے طریق بتائے ہیں پھر اس نے مجھے جلد انعام دینے کا حکم دیا پھر مجھے کہنے لگا جب تو کھڑا ہونا چاہے کھڑا ہو جانا، میں کھڑا ہوا تو وہ میرے پیچھے اپنا برچھا لے کر کھڑا ہو گیا، خدا کی قسم مجھے خیال گزرا کہ وہ مجھے پیچھے سے برچھا مار دے گا پھر وہ خادموں کے گھر کی طرف مڑ گیا اور ابھی تھوڑے سے ہی دن گزرنے تھے کہ وہ واقعہ ہو گیا جو سب کو معلوم ہے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ یہ شخص جس نے مجھے یہ بات بتائی ہے اس کے بہت اچھے واقعات ہیں اور وہ زندہ ہے اور آج تک (یعنی ۳۳۲ھ تک) اُسے مقررہ وظیفہ مل رہا ہے۔ یہ شخص بادشاہوں کا مداح، رؤسا کا ہم نشین، حسنِ فہم و رائے سے آراستہ ہے

ابن درید کی وفات

القاہر باللہ کی خلافت میں ۳۲۱ھ میں ابوبکر محمد بن حسن بن درید کی بغداد میں وفات ہوئی یہ ہمارے زمانے کے ان لوگوں میں سے تھے جو شعر میں بڑے ماہر اور لغت میں منتہی تھے۔ لغت میں خلیل بن احمد کا قائمقام تھے۔ لغت میں ایسی اشیاء لائے ہیں جو متقدمین کی کتب میں موجود نہیں اور وہ ہر طرز

کے شعر کہہ سکتا تھا، کبھی فصیح شعر کہتا اور کبھی دل کو نرم کرنے والے شعر کہتا اس کے اشعار اشمار سے باہر ہیں اس نے بہت اچھے اشعار کہے ہیں اس کا وہ قصیدہ مقصورہ بھی ہے جو اس نے الشاہ بن میکال کی مدح میں لکھا ہے، کہتے ہیں کہ اس نے اکثر مقصور الفاظ کو اس میں بیان کر دیا ہے اور اس کا پہلا بند یہ ہے ؎

"یا تو میرے سر کو دیکھ جس کا رنگ صبح کے کنارے کی طرح ہے جو تاریکی کے پلو کے نیچے ہے اور سفیدی اسیاہی اس طرح روشن ہے جیسے آگ جنڈ کے موٹے گٹھے میں روشن ہوتی ہے۔"

اور اس میں ایک شعر یہ ہے ؎

"اور جب رات اور دن دونوں کسی نئی چیز پر غالب ہو جاتے ہیں تو اُسے بوسیدگی کے قریب کر دیتے ہیں۔"

اور اسی قصیدے میں کہتا ہے ؎

جب مجھے کوئی موج مصیبت میں ڈال دے تو میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو کہتے ہیں کہ معاملہ سنگین ہو گیا ہے۔"

اور کہتا ہے ؎

"اور اگر میری پسلیوں کے درمیان کوئی آہ ٹھہر جائے تو وہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ہر چیز کو بھر دیتی ہے۔"

اس مقصورہ قصیدے میں بہت سے شعراء نے اس کا معارضہ کیا ہے جن میں ابوالقاسم علی بن محمد بن داؤد بن فہم تنوخی انطاکی بھی شامل ہے اور جو اس وقت تک (یعنی ۳۳۲ھ تک) بصرہ میں جملہ بریدیوں کے ساتھ رہتا ہے اس کے مقصورہ قصیدے کا پہلا بند جس میں وہ تنوخ اور اس کی قوم کی تعریف کرتا ہے جو قضاعہ میں سے تھی یہ ہے ؎

"اگر میں آخر تک نہ پہنچ چکا ہوتا تو میں عقل کی بات نہ مانتا اور جو شخص حد سے بڑھ گیا ہو وہ کس حد کا تقاضا کرتا ہے، اور اگر تو نے کوتاہی کی ہے تو میں خون آلود دل سے کوتاہی نہیں کروں گا جس کو گڑیوں کی نگاہیں خون آلود کر دیتی ہیں اور وہ آنکھ اگر چشم پوشی کرنے والوں کو دیکھ لے تو بند ہو جائے اور اس کی پلکوں میں جنڈ کے انگارے ہوں۔"

وہ اسی قصیدے میں کہتا ہے ؎

" اور کتنی ہی ہرنیاں ہیں جن کی حفاظت ان کی نگاہیں کرتی ہیں جو دلوں میں تلوار کی دھار سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ گھس جانے والی ہیں، اور وہ اس حرف سے زیادہ تیز ہیں جو جر کی طرف جانے والا ہے اور اس محبت سے بھی زیادہ تیز ہیں جو روح میں گھس کر اُسے پُر کر دیتی ہے۔ اور قضاعہ بن مالک بن حمیر کے بعد ترقی کرنے والوں کے لیے ترقی کی کوئی جگہ نہیں رہی ،

مقصورہ قصیدہ کہنے میں ابو المقاتل نصر بن نصیر الحلوانی سبقت لے گیا ہے یہ قصیدہ اس نے محمد بن زید الداعی الحسنی کے متعلق طبرستان میں کہا تھا ؎

" اے میرے دو دوستو ان ٹیلوں پر کھڑے ہو کر ان سے پوچھو کہ تمہاری وہ گڑیائیں کہاں ہیں، وہ کدھر گئی ہیں جنہوں نے اپنے گھروں میں اقامت اختیار کی تھی اُن سے مدد مانگو تاکہ وہ سوزش سے شفا دیں۔"

ابن ورقاء کا بھی ایک مقصورہ قصیدہ ہے وہ کہتا ہے ؎

" تو جو چاہے کہہ وہ نیل گائے ہے وہ تیزہ ہے اور جواہرات گڑیوں کے پہلوؤں پر رہتے ہیں۔"

ابن درید کی موت کے بعد، ابو عبداللہ المفجع کی وفات ہوئی وہ کاتب، شاعر اور نادر الفاظ کے متعلق بڑی بصیرت رکھنے والا تھا وہ باہلی معری کا ساتھی تھا جو ابن درید سے مخالفت رکھتا تھا، المفجع نے اس کے متعلق کیا خوب کہا ہے ؎

" دل آستین کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے لیکن اس کے درسے ایک دو وادیوں کے کنارے ہیں اس کا خیال آہستگی سے میری سواری کے پاس آیا اور وہ دونوں رسیوں سمیت چڑتی ہوئی میری آنکھوں کے سامنے سے بھاگ گئی۔

ہم نے القاہر باللہ کے مختصر مدتِ خلافت کے باوجود اس کے واقعات کتاب الاوسط میں درج کیے ہیں، جنہیں یہاں ذکر کرنا عبث ہے۔

باب یازدہم

الراضی باللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات الراضی باللہ محمد بن جعفر المقتدر کی بیعت ۶ رجمادی الاولیٰ ۳۲۲ھ کو جمعرات کے روز ہوئی اس کی کنیت ابوالعباس تھی اس نے ۱۰ ربیع الاول ۳۲۹ھ تک خلافت کی اور بغداد میں طبعی موت مرا، اس کی خلافت چھ سال گیارہ ماہ تین دن رہی، اس کی ماں بھی اُم ولد تھی جسے ظلوم کہا جاتا تھا۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دور کی ایک جھلک

اس کے وزراء الراضی باللہ نے ابوعلی محمد بن علی بن مقلہ کو وزیر بنایا، پھر ابوعلی عبدالرحمٰن بن عیسیٰ بن داؤد بن الجراح کو وزیر بنایا، پھر ابوجعفر محمد بن قاسم کرخی کو وزیر بنایا، پھر ابوالفتح فضل بن جعفر بن الفرات کو وزیر بنایا اور پھر ابوعبدالرحمٰن بن محمد البریدی کو وزیر بنایا۔

الراضی کے اشعار الراضی، زیرک ادیب اور شاعر تھا، اس کے مختلف مفاہیم میں بہت اچھے شعر موجود ہیں اگرچہ وہ ابن المعتز کے مقابلہ کا نہیں وہ ملاقات کے وقت اپنا اور اپنے معشوق کا حال بیان کرتا ہوا کہتا ہے ؎

"جب میری نگاہ نے اسے غور سے دیکھا تو میرا چہرہ زرد ہو گیا اور شرمندگی

سے اس کا چہرہ سرخ ہوگیا یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کے رخسار میں جو خون ہے وہ میرے چہرے سے اُدھر منتقل ہوگیا ہے۔

اور اس کے بہترین اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

"اے رات کے رب اس کی ملاقات کا وقت قریب آگیا ہے رات مجھے چھپاتی ہے اور میرے مونس اس کے بٹن ہیں، وہ سرو قد ہے اور اس کا چہرہ چراغ کی طرح روشن ہے، اس نے میرے لیے اپنا زنار قربان کر دیا ہے وہ بڑی مغرور ہے اور اس کے رخسار پر سرخی نمایاں ہے، وہ گل انار کی سرخی کے ساتھ ناز و ادا سے چلتی ہے، کون سے ٹیلے نے اس کے ازار کو اکٹھا کر رکھا ہے اور کونسی ٹہنی اس کے بٹنوں کو اپنے اندر لیے ہوئے ہیں، جب شراب کے جام طلب کرتی ہے تو اس کی اطاعت کی جاتی ہے اس کی دوشیزگی نے اُسے متکبر بنا دیا ہے۔"

ابوبکر الصولی الراضی کے بہت سے اشعار بیان کرتا تھا اور اس کے حُسنِ اخلاق، اچھے حالات، علوم و فنون ادب میں اس کی محنت، متقدمین کے علوم میں اس کی نظر، اہلِ درایت اور فلسفیوں کے بحرِ علم میں اس کے غوطہ زن ہونے کا ذکر کرتا تھا۔

ابوبکر الصولی کے محاسن

الصولی بیان کرتا ہے کہ الراضی نے ثریا میں ایک دفعہ سیر کرتے ہوئے ایک خوب صورت باغ اور خوشنما پھول کو دیکھا تو ایک ندیم سے کہا کیا تم نے اس سے اچھا باغ دیکھا ہے، اس نے اس کی مدح و توصیف کی اور یہ کہ دُنیا کی خوب صورتی میں سے کوئی چیز اس سے لگا نہیں کھا سکتی، تو اس نے کہا کہ الصولی شطرنج کھیلتا ہے اور خدا کی قسم یہ اس پھول سے اچھا ہے اور تم سب کی تعریف سے بھی اچھا ہے۔

الصولی بیان کرتا ہے کہ جب میں شروع شروع میں المکتفی کے پاس آیا تو اُسے بتایا گیا کہ یہ بہت اچھا شطرنج کھیلتا ہے۔ اس وقت اس کے ہاں الماوردی بہت اچھا کھلاڑی تھا اور اس کے دل میں جاگزین تھا اور وہ بھی اس کے کھیل سے بہت حیران تھا، پس یہ دونوں المکتفی کے سامنے شطرنج کھیلے المکتفی نے الماوردی کے متعلق اچھی رائے دی اور اس کی عزت افزائی کی یہاں تک کہ اس نے الصولی کو پہلے

مرحلے میں انگشت بدنداں کر دیا جب ان دونوں کے درمیان مسلسل کھیل ہونے لگا تو الصولی اس پر ایسا غالب آیا کہ وہ اس سے بازی لے ہی نہیں سکتا تھا جب المکتفی کو اس کے اچھے کھیل کا پتہ چل گیا تو اس نے ماوردی کی محبت اور نصرت سے منہ پھیر لیا اور اُسے کہا کہ تیرے گلاب کا عرق بول بن گیا ہے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ اب ہم شطرنج اور اس کے بارے میں جو کچھ کہا گیا چھوڑتے ہیں اور اس سے قبل اس کتاب میں ہم نے ہند کے واقعات اور شطرنج اور نرد کی کھیل کے اصول کے ذکر میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور اجرام سماویہ اور اجرام علویہ کے ساتھ اس کے تعلق کو بھی بیان کیا ہے ا اب ہم ان چند باتوں کا ذکر کریں گے جو اس کتاب میں اس سے قبل بیان نہیں کی گئیں۔

خلیل بن احمد

عمرو بن بحر الجاحظ نے اپنی کتاب "تفضیل صنعۃ الکلام" میں بیان کیا ہے یہ ایک رسالہ ہے جو الہاشمیہ کے نام سے مشہور ہے) کہ خلیل بن احمد) نحو اور عروض کا بڑا محسن ہے، اس نے سُروں کی موزونیت اور آوازوں کی تراکیب کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے، حالانکہ اس نے کبھی تار نہیں بجایا اور نہ کبھی اپنے ہاتھ سے چھڑی کو چھوا ہے اور نہ ہی گلوکاروں کا بکثرت مشاہدہ کیا ہے، اس نے علم کلام میں بھی ایک کتاب لکھی ہے اگر روئے زمین کے تمام بلغاء اس میں خطاء اور تعقید کی جستجو کریں تو وہ ناکام رہیں اور اور اگر کوئی طاقت ور آدمی اپنی طاقت کو ہذیان میں لگا دے تو وہ اس کی مثل نہ لا سکے، جاحظ کہتا ہے کہ اگر میں نے کتاب کو نحیف وکمزور نہ قرار دیا ہوتا اور رسالہ کو سنجیدگی کی حد سے نکال کر بے ہودگی تک نہ لایا ہوتا تو میں اس کی کتاب کے آغاز میں توحید اور عدل کے بارے میں اس کی باتوں کو بیان کرتا، راوی بیان کرتا ہے کہ وہ اس سے راضی نہ ہوا یہاں تک کہ اس نے شطرنج کا ارادہ کر لیا، پس اس بات نے دہشت کو مزید بھاری کر دیا اور شطرنج کھیلنے والوں کے پاس بیٹھنے والوں نے اس سے اٹھکیلیاں شروع کر دیں اور پھر اُسے دھکے دے مارا۔

آلات شطرنج کی قسمیں

سلف وخلف نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ اپنی ہیئت کے اختلاف کے باوجود شطرنج کے آلات چھ شکلوں کے ہیں جو کسی دوسرے کھیل میں موجود نہیں، پہلا آلہ چوکور ہے جو بہت مشہور ہے وہ آٹھ گھر ہیں اور ہند کے قدیم باشندوں کی طرف منسوب ہیں پھر ایک مستطیل آلہ ہے۔ اس کے سولہ

میں سے چار گھر ہیں، دونوں جانب سے چار صفوں میں نمونے گاڑے جاتے ہیں، یہاں تک کہ چوپائے دو صفوں میں ہو جاتے ہیں اور شکاری پرندے اس کے آگے دو صفوں میں ہوتے ہیں اور ان کی چال پہلی صورتوں کے نمونے پر ہوتی ہے اور چوکور آلہ —— یہ دس ضرب دس میں ہوتا ہے —— اس کے نمونے میں زیادتی دو ٹکڑوں میں ہوتی ہے جنہیں تنک کہتے ہیں ان کی چال شاہ کی چال ہوتی ہے مگر وہ مارتے بھی ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں پھر ایک گول آلہ ہوتا ہے جو رومیوں کی طرف منسوب ہے پھر ایک گول نجومی آلہ ہوتا ہے جسے فلکیہ کہتے ہیں اور اس کے گھر افلاک کے برجوں کی طرح بارہ ہوتے ہیں جو نصف نصف تقسیم ہوتے ہیں اور ان میں مختلف رنگوں کے سات نمونے ہوتے ہیں جو پانچ ستاروں، سورج اور چاند اور ان کے رنگوں پر ہوتے ہیں۔

قبل ازیں ہند کے حالات میں اجسام سماوی کے ساتھ ان کے اتصال کی کیفیت اور اشخاص علویہ کے ساتھ ان کے عشق کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے بیان کر آئے ہیں اور یہ کہ فلک کی حرکت، اس چیز کے عشق کی وجہ سے ہے جو اس کے اوپر ہے اور نفس کے عالم عقل سے اتر کر عالم حس کی طرف آنے کے متعلق ان کا قول ہے کہ وہ یادداشت کے بعد بھول گیا ہے اور جاننے کے بعد ناآشنا ہو گیا ہے اور اس کے علاوہ بھی وہ کچھ بکواس کرتے ہیں جس سے اس کا علم ان کے نزدیک شطرنج کے مہروں سے جا ملتا ہے، پھر ایک اور آلہ ہے جسے جوارحیہ کہتے ہیں جو ہمارے اس زمانے میں ظاہر ہوا ہے اور یہ آٹھ کے مقابل سات گھر ہیں اس کے نمونے بارہ ہیں اور وہ ہر جہت میں چھ چھ ہوتے ہیں اور چھ میں سے ہر ایک کو انسان کے اعضاء کے نام دیے گئے ہیں جن سے تمیز کرنا، بولنا، سننا، دیکھنا، پکڑنا اور دوڑنا ہے اور یہ دوسرے حواس ہیں اور مشترک حاسہ قلب ہے۔

ہندوستانیوں، یونانیوں، ایرانیوں اور رومیوں وغیرہ نے جو شطرنج کھیلتے ہیں انہوں نے اس کی صورتوں اور مہروں اور اس کے اصولوں اور اس کی وجوہ علل اور عجیب و غریب باتوں اور قوائم اور مفردات اور مہروں کے متعلق خوش کن باتیں تصنیف کی ہیں۔ شطرنج کے کھلاڑیوں نے ہنسی مذاق اور حیران کن نادر باتوں کو اس پر متعین کیا ہے اور ان میں سے بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ باتیں لوگوں کو اس کے کھیلنے اور اس کے متعلق صحیح افکار قائم کرنے پر اُبھارتی ہیں اور یہ اس رجز کے مشابہ ہے جسے جنگجو، جنگ کے وقت

اور حدی خوان، تھک جانے کے وقت اور ڈول ڈالنے والا پانی نکالتے وقت پڑھتا ہے اور یہ کھلاڑی کے لیے تیاری کے مترادف ہے جیسے رجز پڑھنا جانباز کے لیے تیاری کا باعث ہوتا ہے۔

بعض کھلاڑیوں نے اس کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں ان میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

"شطرنج کے مہرے اپنے وقت میں انگارے کے بھڑکنے سے بھی زیادہ گرم ہوتے ہیں اور کتنے ہی کمزور کھلاڑی ہیں جن کے لیے یہ مہرے مدد کا باعث بن جاتے ہیں!"

ایک شاعر نے اس کھیل کی حد درجہ تعریف کرتے ہوئے کہا ہے ؎

"چمڑے کی سرخ چوکور بساط دو دوستوں کے درمیان پڑی ہے جو بڑے کریم ہیں ان دونوں نے جنگ کا ذکر کیا ــــ تو دونوں نے ان کے مثل بنائے بغیر اس کے کہ وہ دونوں خون بہائیں، اور وہ ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں اور جنگ کی آنکھ نہیں سوتی، پس سواروں کی طرف دیکھ جو دونوں فوجوں کی پہچان کے ساتھ بغیر علم و طبل کے گھس آتے ہیں۔"

شطرنج کی تعریف میں بڑا مبالغہ کیا گیا ہے اور اس پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

ابوالحسن بن ابی بغل کاتب جو بڑا وقائع نگار اور عامل تھا شطرنج کے بارے میں واقفیت رکھنے اور کھیلنے میں بڑا اشہور تھا، کہتا ہے ؎

"نوجوان نے شطرنج نصب کیا ہے تاکہ وہ ان عواقب کو دیکھے جس تک جاہل کی آنکھ نہیں پہنچ سکتی اور اس نے دوسرے دن باتوں کے نتائج کو دکھا دیا جو سنجیدہ آدمی کی نگاہ میں مذاق کرنے والا تھا، پس اس نے بادشاہ کو عطیہ دیا ہے کیونکہ اس نے شطرنج کے ذریعے اسے بتایا ہے کہ کیسے ہلاکتوں سے بچا جاتا ہے اور اس کے مہروں کو اِدھر اُدھر چلانا ایسے ہی ہے جیسے نیزوں اور گھوڑوں کو چلایا جاتا ہے۔"

نرد کے متعلق کچھ باتیں

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم نرد اور اس کے اوصاف کے بارے میں اس سے پہلے اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں کہ اُسے کیسے رکھا جاتا ہے اور اس کھیل کا موجد کون ہے اور ہند کے حالات بیان کرتے ہوئے ہم نے اس کے متعلق جو اختلاف پایا جاتا ہے اُسے بھی بیان کیا ہے، نرد کے ماہرین کے نزدیک اس کھیل کی کئی قسمیں ہیں اور اس کی ترتیب و تنصیب کے

کئی طریقے ہیں، ہاں گھروں کی تعداد ایک ہی ہے اس میں کچھ کمی بیشی نہیں جیسا کہ اس کے اصولوں اور علم کے متعلق ہم پہلے بیان کر آئے ہیں اور اس میں دو نگینے محکم ہیں اور ان دونوں سے کھیلنے والا اگرچہ مختار نہیں اور نہ ہی ان دونوں نگینوں کے حکم سے خارج ہے اور ان دونوں کا پورا کرنا اس بات کا محتاج ہے کہ اس کا لے جانا درست ہو اور اس کا سابق صحیح الحساب ہو اور اس کی ترتیب اچھی ہو۔

نرد کھیل اور تعریف اور دونوں نگینوں کے مضبوط کرنے اور کھلاڑیوں کو اسے پورا کرنے کے بارے میں لوگوں نے بہت اشعار کہے ہیں اور اسکے مکمل معانی کو بیان کرتے ہوئے اس میں غرق ہی ہو گئے ہیں ان میں سے ایک شاعر کہتا ہے ؎

"نرد میں کوئی بھلائی نہیں اور جب اس کا کھلاڑی ہارنے والا ہو تو اُسے ذہن کی تیزی کچھ کام نہیں دیتی، وہ تجھے اس کے دونوں نگینوں کے افعال ان کے حکم سے دکھائے گا وہ ایک حال میں دونوں مخالف ہوتے ہیں خوش بخت بھی اور منحوس بھی، پس تو اس میں کسی اہل ادب کو نہیں دیکھے گا کہ چاند اُسے چھوڑ رہا ہے مگر جب وہ مظلوم ہو۔"

ابوالفتح محمود بن الحسین السندی بن شاہک الکاتب جو کشاجم کے نام سے مشہور ہے بڑا صاحب علم ذمعرفت و روایت و ادب تھا، اس نے نرد کے مشہور کھلاڑی اپنے ایک دوست کو نرد کی مذمت کرتے ہوئے لکھا ؎

"اے نرد پر فخر کرنے والے، میں نے تیرے چاند کو حاصل کرنے کے لیے بڑی جدوجہد کی ہے تیرے ساتھ دونوں نگینے کیوں نہیں موافقت کرتے مگر عقل مند کو ظن جھٹلاتا ہے اور وہ محرومی کی شدت سے روتا ہے اور جب حکم سے فیصلہ آتا ہے تو اس کے فیصلہ سے دونوں مدمقابل انحراف نہیں کرسکتے اور میری زندگی کی قسم، میں پہلا انسان نہیں جس نے تمنائیں کی ہوں اور پوری نہ ہوئی ہوں۔"

اسی طرح ابوالفتح نے مجھے ابونواس کے یہ شعر سنائے ؎

"وہ امر کی مامور ہے اور امر کے خلاف کام کرتی ہے اور وہ اس بارے میں ہدایت اور گمراہی کی متبع نہیں۔ جب تو کہتا ہے کہ نہ کر، تو وہ بات

نہیں مانتی اور جو وہ کہتی ہے میں کرتا ہوں، پس میں اس کا غلام ہوگیا ہوں"۔

اور ہم اس کتاب میں اس سے پہلے ہندوستان کے بادشاہوں کے باب میں کسی کا یہ قول نرد اور دو نگینوں کے متعلق درج کر آئے ہیں کہ یہ کمائی کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں اور یہ عقل اور حیلے سے حاصل نہیں کی جا سکتی، کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اردشیر بن بابک نے یہ کھیل کھیلا تھا اور اہل دنیا کو بتایا کہ دنیا بدل جانے والی چیز ہے اور مہینوں کی تعداد کے مطابق اس کے بارہ گھر بنائے اور مہینوں کے دنوں کی تعداد کے مطابق اس کے تیس گٹے بنائے اور دو نگینے قسمت کے بنائے کہ وہ اہل دنیا کے ساتھ کھیلتی ہے اس کے دیگر حالات ہم اپنی اس کتاب میں اور پہلی کتابوں میں بیان کر آئے ہیں۔

اور بعض اہل نظر مسلمانوں نے بیان کیا ہے کہ شطرنج کا بنانے والا جو کچھ کرتا تھا اس کے کرنے کی طاقت رکھتا تھا اور با انصاف تھا اور نرد کا بنانے والا مجبور تھا پس اس کے کھیلنے سے واضح ہوگیا کہ اس میں اس کی کوئی کاریگری نہیں بلکہ اس میں قضا و قدر کے مطابق تصرف ہوتا ہے۔

الراضی کی وسعت معلومات کے متعلق العروضی کی گواہی

العروضی ـــــ جو الراضی اور دوسرے خلفاء اور ان کے بیٹوں کا اتالیق رہا ـــــ بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک دن الراضی کو قتیبہ بن مسلم باہلی کے کبر اور دیگر پسندیدہ اور ناپسندیدہ خصائل کے متعلق بتایا جو روسا میں پائے جاتے ہیں تو اس نے ان باتوں کو اپنے بچپن اور نوعمری ہی میں لکھ لیا میں نے اُسے دیکھا کہ وہ مواظبت و مداومت کے ساتھ سبق لیتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی نشست میں پختگی حاصل کر لی اس وقت میں نے اُسے اس قدر خوش دیکھا کہ ایسا خوش میں نے اُسے کبھی نہیں دیکھا تھا، پھر اس نے مجھے آکر کہا شاید زمانہ مجھے اس مقام تک پہنچا دے کہ میں ان خصائل سے شائستگی حاصل کروں اور ان آداب کو بجالاؤں، کہتے ہیں کہ قتیبہ بن مسلم جب حجاج کی طرف سے خراسان کا والی تھا اور ترکوں سے جنگ کر رہا تھا تو اُسے کہا گیا کہ کاش تو اپنے اصحاب میں سے فلاں آدمی کو لشکر کا سالار بنا کر بعض بادشاہوں سے جنگ کے لیے بھیجتا تو اس نے جواب دیا کہ وہ آدمی بڑا متکبر ہے اور تکبر کی زیادتی کی وجہ سے اس کے غرور میں اضافہ ہوگیا ہے اور جو شخص اپنی رائے پر مغرور ہو وہ قائم مقام سے مشورہ نہیں کرتا اور نہ خیر خواہ سے۔

اور جو غرور پہ اترائے اور اپنے آپ کو ترجیح دینے پہ فخر کرے، وہ کارنامہ کرنے سے دور اور رسوائی کے قریب ہوتا ہے اور جماعت کے ساتھ غلطی کرنا، الگ رہ کر درست کام کرنے سے بہتر ہے اور جو شخص دشمن پہ تکبر کرتا ہے وہ اُسے حقیر سمجھتا ہے اور جب وہ اُسے حقیر سمجھے گا تو اس کے معاملے میں سہل انگاری کرے گا اور جو شخص دشمن کے معاملے میں سہل انگاری کرے اور اپنی طاقت پر بھروسہ کرے اور اپنی تیاری پر خوش ہو تو اس کا بچاؤ کم ہو جاتا ہے اور جس کا بچاؤ کم ہو جائے اس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں اور میں نے جس بڑے آدمی کو بھی اپنے ساتھ جنگ کرنے والے پہ تکبر کرتے دیکھا ہے اُسے مصیبت زدہ شکست خوردہ اور رسوا ہی دیکھا ہے خدا کی قسم اُسے گھوڑے سے زیادہ سُننے والا، عقاب سے زیادہ دیکھنے والا بھٹ تیتر سے زیادہ راہنمائی کرنے والا، کوے سے زیادہ محتاط، شیر سے زیادہ دلیر، چیتے سے زیادہ حملہ آور، اونٹ سے زیادہ کینہ توز، لومڑ سے زیادہ مکار مُرغ سے زیادہ سخی، ہرن سے زیادہ بخیل سارس سے زیادہ حفاظت کرنے والا، کُتے سے زیادہ نگہبانی کرنے والا، گوہ سے زیادہ صابر اور چیونٹی سے زیادہ جمع کرنے والا ہونا چاہیے، کیونکہ نفس، ضرورت کے مطابق ہی توجہ کرتا ہے اور خوف کے مطابق ہی تحفظ اختیار کرتا ہے اور اسباب کے مطابق ہی لالچ کرتا ہے اور زمانے بھر کا یہ مقولہ ہے کہ مغرور کی کوئی رائے نہیں ہوتی اور نہ متکبر کا کوئی دوست ہوتا ہے اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس سے محبت کی جائے وہ خود محبت کرے۔

معاویہ اور قیس بن سعد

العروضی بیان کرتا ہے کہ ایک روز ہم نے اصحاب علم و معرفت کی موجودگی میں الراضی کے بچپن میں گزشتہ لوگوں کے حالات و واقعات پر گفتگو کی تو بات یہاں تک پہنچی کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے پاس شاہ روم کی طرف سے ایک خط آیا کہ وہ اس کے پاس اس آدمی کی شلوار بھیجیں جو ان کے پاس سب سے زیادہ جسیم ہے تو حضرت معاویہ نے کہا کہ میں تو قیس بن سعد کے سوا، کسی کو نہیں جانتا، اور آپ نے قیس سے کہا کہ جب تو گھر واپس جائے تو اپنی شلوار میرے پاس بھجوا دینا، اس نے شلوار اتار کر پھینک دی تو حضرت معاویہ نے کہا تو نے اسے اپنے گھر سے کیوں نہیں بھیجا تو قیس نے کہا ؎

"میں نے وفود کی موجودگی میں اس خیال کے پیش نظر ایسا کیا ہے کہ لوگوں

کو پتہ چل جائے کہ یہ قیس کی شلوار ہے اور وہ یہ نہ کہیں کہ قیس تو موجود نہیں تھا اور یہ عاد کی شلوار ہے جسے ثمود نے بڑھا دیا ہے۔"

تو حاضرین مجلس میں سے ایک آدمی نے کہا کہ بنی غسان کے ایک بادشاہ جبلہ بن ایہم کا طول بارہ ہاتھ تھا اور جب وہ سوار ہوتا تو اس کے پاؤں زمین پہ گھسٹتے جاتے تو الراضی باللہ نے اُسے کہا کہ قیس بن سعد جب سوار ہوتا تھا تو اس کے پاؤں زمین پہ لکیریں ڈالتے جاتے تھے اور جب وہ لوگوں کے درمیان چلتا تو لوگ خیال کرتے کہ وہ سوار ہے اور میرے دادا علی بن عبداللہ بن عباس طویل و جمیل آدمی تھے اور لوگ ان کے طول سے متعجب ہوتے تھے اور وہ کہا کرتے تھے کہ میں عبداللہ بن عباسؓ کے کندھے تک اور عبداللہ میرے دادا عباسؓ کے کندھے تک تھے اور عباس بن عبدالمطلب جب بیت اللہ کا طواف کرتے تو وہ سفید خیمے کی طرح دکھائی دیتے، العروضی بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم حاضرین اس کی صغرسنی کے باوجود اس کی ان باتوں سے حیران رہ گئے۔

کیکم پرندہ

پھر ہم ممالک کے عجائبات اور ہر قطعہ زمین کے خاص نباتات، حیوانات، جمادات اور جواہرات کی اقسام پہ گفتگو کرنے لگے تو حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے مجھے کہا کہ دنیا میں سب سے عجیب چیز وہ پرندہ ہے جو طبرستان کے علاقے میں دریاؤں کے کنارے پہ باز کی مانند پایا جاتا ہے اہل طبرستان اُسے کیکم کہتے ہیں یہ اس کی آواز کا نام ہے اور وہ سال میں صرف موسم بہار میں بولتا ہے تو اس کے پاس چڑیاں اور چھوٹے چھوٹے پرندے جو پانی وغیرہ میں ہوتے ہیں جمع ہو جاتے ہیں تو وہ دن کے پہلے حصے میں چہچہاتا ہے اور دن کے آخر میں جو پرندے اس کے قریب ہوتے ہیں ان میں سے کسی کو پکڑ کر کھا جاتا ہے وہ موسم بہار کے ختم ہونے تک ہر روز اسی طرح کرتا ہے اور جب موسم بہار ختم ہو جاتا ہے تو پرندے اس پہ ٹوٹ پڑتے ہیں اور اکٹھے ہو کر اُسے مارتے رہتے ہیں اور وہ ان سے بھاگتا پھرتا ہے اور دوسرے موسم بہار کے آنے تک اس کی آواز سنائی نہیں دیتی، وہ منقش پرندہ ہے اور اس کی دونوں آنکھیں بڑی خوب صورت ہوتی ہیں، راوی بیان کرتا ہے کہ علی بن زید طبیب طبری، مؤلف فردوس الحکمۃ نے بیان کیا کہ یہ پرندہ بہت کم نظر آتا ہے اور نہ ہی کبھی زمین پہ اس کے دونوں پاؤں اکٹھے دیکھے گئے ہیں بلکہ وہ زمین پہ ایک ہی پاؤں سے چلتا ہے اور ایک

حالت میں دونوں پاؤں اکٹھے زمین پر نہیں رکھتا ، جاحظ نے بیان کیا ہے کہ یہ پرندہ دنیا کے عجائبات میں سے ایک عجوبہ ہے اور یہ کہ وہ زمین پر دونوں پاؤں سے نہیں چلتا بلکہ اس خوف سے ایک پاؤں پر چلتا ہے کہ وہ کہیں زمین میں نہ دھنس جائے ، راوی بیان کرتا ہے کہ دوسرا عجوبہ ایک کیڑا ہے جو ایک مثقال سے تین مثقال تک ہوتا ہے وہ رات کو شمع کی مانند روشن ہوتا ہے اور دن کو اڑتا ہے ، اس کے بازو سبز اور نرم ہوتے ہیں لیکن اس کے بازو دو نہیں ہوتے ، اس کی غذا مٹی ہے جس سے وہ اس خوف کے پیشِ نظر سیر نہیں ہوتا کہ وہ ختم ہو جائے گی اور وہ بھوک سے مر جائے گا اور اس میں بہت سے فوائد اور خواص پائے جاتے ہیں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ تیسرا عجوبہ پرندے اور کیڑے سے بھی عجیب تر ہے جو قتل ہونے کے لیے اونگھ جاتا ہے ۔ حاضرین مجلس نے اس واقعہ کی تحسین کی تو ابوالعباس الراضی نے پہلا واقعہ بیان کرنے والے سے معارضہ کرتے ہوئے کہا کہ عمرو بن جاحظ نے بیان کیا ہے کہ دنیا میں تین بڑے عجوبے ہیں ، اُلو جو دن کو اس خوف سے نہیں نکلتا کہ اس کے حسن و جمال کو نظر لگ جائے گی اس نے از خود ہی یہ تصور کر لیا ہے کہ وہ سب حیوانات سے خوبصورت ہے اس لیے وہ رات کو باہر نکلتا ہے اور دوسرا عجوبہ سارس ہے جو اپنے دونوں پاؤں زمین پر نہیں رکھتا بلکہ ایک پاؤں رکھتا ہے اور جب وہ ایک پاؤں سے چلتا ہے تو اس پر بھی پورا اعتماد نہیں رکھتا اور اس خوف سے آہستگی کے ساتھ چلتا ہے کہ زمین اس کے بوجھ سے نیچے سے دھنس جائے گی اور تیسرا عجوبہ وہ پرندہ ہے کہ جب نہر میں شگاف ہو جاتا ہے تو وہ پانی ٹوٹنے کی جگہ پر اس خوف کی وجہ سے بیٹھ جاتا ہے کہ زمین سے پانی ختم ہو جائے گا اور وہ پیاسا مر جائے گا ، یہ پرندہ مالک الحزین کے نام سے مشہور ہے اور سارس کی مانند ہے العروضی بیان کرتا ہے کہ تمام حاضرین منتشر ہو گئے اور وہ سب کے سب الراضی کے بارے میں متعجب تھے کہ وہ بچپن اور صغر سنی کے باوجود اس طرح کی باتیں کیسے کرتا ہے حالانکہ حاضرین میں اہل الرائے ، اصحاب معرفت اور عمر رسیدہ لوگ بھی موجود تھے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم اپنی گزشتہ کتب میں ، زمین اور سمندروں کے عجائبات کے متعلق بیان کر چکے ہیں کہ ان میں عمارات ، حیوان ، جماد ، مائع اور گھاس کے کیا کیا عجائبات ہوتے ہیں اس لیے ان کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ، ہم صرف الراضی کے حالات اور اس کے بچپن کے واقعات اور جو کچھ اس کے اتالیق نے اس کے متعلق بیان کیا ہے

اسے بیان کریں گے ہم نے اس کے واقعات کو مرتب کیا ہے، اس کا ذکر ہماری اس کتاب میں ہوگا۔

الراضی کا العروضی سے وعدہ کہ اگر وہ اُسے ہنسا دے گا تو اُسے انعام ملے گا۔

العروضی نے ہمیں بتایا کہ میں نے سردی کی ایک ٹھنڈی رات کو الراضی سے گفتگو کی، میں نے اُسے بیقرار و بے چین پایا تو میں نے کہا امیر المومنین! میں آپ میں ایک ایسی بات دیکھ رہا ہوں جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی اور ایک ایسی تنگ دلی دیکھ رہا ہوں جس سے میں آشنا نہیں تو اس نے کہا اس بات کو چھوڑو اور مجھے کوئی ایسی بات سناؤ کہ اگر تم نے اس بات سے میرے غم کو دُور کر دیا تو جو کچھ میرے اُوپر یا نیچے ہے وہ تمہارا ہوا لیکن شرط یہ ہے کہ تو میرے غم کو ہنسی کے ذریعہ دُور کرے، میں نے کہا امیر المومنین بنی ہاشم میں سے ایک آدمی اپنے عم زاد کے پاس مدینہ گیا اس کے پاس ایک سال تک ٹھہرا رہا اور کوئی آرام نہ پایا جب ایک سال کے بعد اس نے کوفہ کی طرف واپس جانے کا ارادہ کیا تو اس کے عم زاد نے اُسے چند دن مزید قیام کرنے کی قسم دی پس وہ اس کے پاس ٹھہر گیا، اس آدمی کے پاس دو گلوکارہ لونڈیاں تھیں اس نے ان دونوں سے کہا، کیا تم نے میرے عم زاد کو اور اس کی دانائی کو نہیں دیکھا کہ وہ ہمارے ہاں ایک سال تک ٹھہرا ہے مگر پاخانہ نہیں گیا، ان دونوں نے اُسے کہا کہ ہمیں اس کے لیے کوئی چیز تیار کرنی ہے، جس کی وجہ سے اُسے پاخانہ گئے بغیر چارہ ہی نہ ہوگا اس نے کہا کہ یہ تمہارا کام ہے۔ پس ان دونوں نے آک کی لکڑی لی اور اُسے کوٹا وہ مسہل ہوتی ہے اور اس کی شراب میں ڈال دیا جب ان دونوں کے شراب پینے کا وقت آیا تو انہوں نے اس کے آگے یہ مسہل رکھ دیا اور اپنے آقا کو اس کے علاوہ دوسری چیز پلا دی جب شراب اس کے حواس پر اثر انداز ہوئی تو آقا بناوٹی طور پر سو گیا اور نوجوان کے پیٹ میں بل پڑنے لگے تو اس نے ساتھ والی گلوکارہ لونڈی سے کہا، محترمہ! بیت الخلاء کہاں ہے اس کی سہیلی نے اُسے کہا یہ تجھے کیا کہتا ہے کہ یہ گانا سناؤ کہ ؎

"آلِ فاطمہ سے گھر خالی ہو گئے ہیں اور مکان گھر والوں سے خالی پڑے ہیں۔"

پس اس نے اُسے گانا سنایا تو اس نوجوان نے کہا کہ یہ کوفہ کی معلوم ہوتی ہیں مگر یہ دونوں میری بات نہیں سمجھیں، پھر اس نے دوسری گلوکارہ کی طرف

متوجہ ہو کر کہا اللہ تجھے عزت دے وضو کی جگہ کہاں ہے تو اُسے اس کی سہیلی
نے کہا یہ تجھے کیا کہتا ہے اس نے کہا یہ تجھے کہتا ہے کہ یہ گانا سناؤ ؎
"کہ نماز کے لیے وضو کر اور پانچ نمازیں پڑھ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا اعلان کر۔"

اس نے اسے یہ گیت سُنایا تو اس نے کہا یہ حجازی معلوم ہوتی ہیں مگر یہ دونوں میری بات نہیں سمجھیں پھر اس نے دوسری کی طرف متوجہ ہو کر کہا خاتون! بیت الخلاء کہاں ہے؟ تو اس کی سہیلی نے اُسے کہا یہ تجھے کیا کہتا ہے اس نے کہا یہ تجھے کہتا ہے کہ یہ گیت سناؤ ؎

"کہ چغل خوروں نے مجھے ہر جانب سے گھیر لیا ہے اور اگر ایک چغل خور
بھی ہوتا تو وہی مجھے کافی تھا۔"

اس نے یہ گیت سُنایا تو اس نے کہا یہ یمانی معلوم ہوتی ہیں مگر یہ دونوں میری بات نہیں سمجھیں پھر اس نے دوسری کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ راحت گاہ (بیت الخلاء) کہاں ہے تو اس کی سہیلی نے اُسے کہا اس نے تجھے کیا کہا ہے اس نے کہا یہ تجھے کہتا ہے کہ یہ گانا سناؤ ؎

"اس نے خوش طبعی اور مزاح کو چھوڑ دیا ہے اور عشق سے دشمنی کر کے
راحت حاصل کر لی ہے۔"

اس نے اسے یہ گانا سُنا دیا اور آقا سونے کے بہانے یہ سب کچھ سُن رہا تھا جب اس کی حالت سخت خراب ہو گئی تو وہ کہنے لگا ؎

"مجھے اسہال نے گھیر رکھا ہے اور بار بار کے گانوں نے تنگ کر دیا
ہے پس جب میرا صبر جواب دے گیا تو میں نے زانیہ عورتوں کے
چہرے پر بیٹ کر دی۔"

پھر اس نے شلوار اُتار کر ان دونوں پر پاخانہ پھر دیا اور انہیں دیکھنے والوں کے لیے ایک نشان بنا دیا اس کے بعد آقا بیدار ہوا تو اس نے اپنی دونوں لونڈیوں کی حالت دیکھ کر کہا اے میرے بھائی! تجھے اس فعل پر کس نے آمادہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا، اے فاعلہ کے بیٹے تیرے پاس لونڈیاں ہیں وہ باہر نکلنے کے راستے کو جانتی ہیں اور مجھے نہیں بتاتیں پس میں نے ان کی جزا یہی سمجھی ہے پھر وہ وہاں سے چلا گیا، راوی

بیان کرتا ہے کہ الراضی کھلکھلا کر ہنسا اور اس کے اوپر نیچے جو کچھ بھی تھا اس نے میرے سپرد کر دیا ان سب چیزوں کی قیمت ایک ہزار دینار کے قریب تھی۔

مامون کا سبز اور پھر سیاہ لباس پہننا

الصولی بیان کرتا ہے کہ الراضی نے مجھے کہا کہ مامون کے سبز لباس پہننے اور اور سیاہ لباس کو عزت دینے کا سبب کیا تھا پھر اس کے بعد اس نے سیاہ لباس پہن لیا۔

میں نے جواب دیا کہ اس کے متعلق ہمیں محمد بن زکریا الغلابی نے بتایا کہ ہم سے یعقوب ابن جعفر بن سلیمان نے بیان کیا وہ کہتا تھا کہ جب مامون بغداد آیا تو ہاشمی اکٹھے ہو کر زینب بنت سلیمان بن علی کے پاس گئے، وہ عباس کے بیٹوں میں سے سب سے زیادہ قریب النسب اور سن رسیدہ تھیں انہوں نے اُسے کہا کہ سبز لباس کے تبدیل کرنے کے متعلق تم مامون سے بات کرو تو اس نے انہیں کہا کہ میں اس بات کی ذمہ داری لیتی ہوں کہ میں اس سے اس بارے میں بات کروں گی اور اس نے مامون کے پاس آکر اُسے کہا امیر المومنین آپ اولاد علی بن ابی طالب سے حسنِ سلوک کرتے ہیں اور آپ گذشتہ آباء کی سنت کو چھوڑنے بغیر ان کے ساتھ ہم سے زیادہ اچھا سلوک کر سکتے ہیں پس آپ اپنے سبز لباس کو خیرباد کہہ دیجیے اور کسی کو اس میں طمع نہ دلائیے۔

مامون نے اُسے کہا اچھی! مجھ سے کسی نے اس مؤثر انداز میں گفتگو نہیں کی جیسے آپ نے کی ہے، میرا مقصد اس لباس سے وہ نہیں جو آپ نے خیال کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو حضرت ابوبکر رضؓ کو امارت ملی اور آپ جانتی ہی ہیں کہ وہ اہلبیت سے کیا سلوک کرتے تھے پھر حضرت عمر رضؓ کو امارت ملی تو وہ انہیں کے نقشِ قدم پر چلے پھر حضرت عثمانؓ کو امارت ملی تو انہوں نے بنو اُمیہ پر توجہ دی اور دوسروں سے اعراض کیا، پھر حضرت علی رضؓ کو امارت ملی مگر وہ اس طرح صاف نہ تھی جیسے دوسروں کی تھی بلکہ اس میں میل کچیل ملی ہوئی تھی، اس کے باوجود انہوں نے عبداللہ بن عباس کو یمن کا اور قثم کو بحرین کا والی بنایا اور ان میں سے کسی ایک آدمی کو چھوڑے بغیر ہر ایک کو حکمران بنایا پس یہ امارت ہماری گردنوں میں رہی یہاں تک کہ میں نے ان کی اولاد کو بدلہ دیا اور اس کے بعد وہی ہوگا جو تم لوگ چاہو گے پھر وہ سیاہ لباس پہننے لگا۔

امیر المومنین مامون کے کچھ اشعار ہیں جو اس واقعہ کے مفہوم سے مشابہت رکھتے

ہیں جیسے میں نے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے ؎

" مجھے ابوالحسن کے وصی کے شکریہ پر ملامت کی جاتی ہے اور میرے نزدیک یہ بات اس زمانے کے عجائبات میں سے ہے، پہلا اور بہترین خلیفہ وہ ہے جس نے خفیہ اور اعلانیہ طور پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی، اور اگر وہ نہ ہوتا تو ہاشم کے لیے امارت نہ ہوتی اور دن اسی طرح گزرتے جاتے پس اس نے بنو عباس کو امارت دی اور دوسروں کو مختص نہ کیا اور جو اسے چھوڑے گا وہ عزت اور احسان کا زیادہ مستحق ہوگا۔ پس عبداللہ نے بصرہ میں ہدایت کو واضح کیا اور عبیداللہ نے یمن میں سخاوت کے دریا بہا دیے، اور اس نے خلافت کے کاموں کو ان کے درمیان تقسیم کر دیا پس میں اس شکریے کا ہمیشہ پابند رہا ہوں۔"

القاہر اور الراضی کے درمیان معاملہ

القاہر نے اپنے قتل کے وقت اپنے بہت سے اموال، مونس، بلیق اور اپنے بیٹے علی وغیرہ کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا تھا، اس نے اموال کو چھپا دیا جب اُسے گرفتار کر کے اس کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی اور الراضی کو خلافت ملی تو اس نے القاہر سے اموال کا مطالبہ کیا گیا تو اس نے کہا کہ میرے پاس ان اموال میں سے کچھ بھی نہیں ہے تو اُسے انواع واقسام کے عذاب اور تکالیف دی گئیں مگر وہ نہ مانا تو الراضی نے اُسے پکڑ کر اپنے قریب کیا اور اس کے ساتھ اس کی طویل نشستیں ہوئیں اس نے اس کا اکرام کیا اور اُسے اس کے عام حقوق، عمر کا حق اور خلافت میں مقدم ہونے کا حق بھی دیا اور اس سے مہربانی سے پیش آیا اور اس سے غایت درجہ حسنِ سلوک کیا، ایک قلعے میں القاہر کا ایک باغ تھا جو ایک جریب کے قریب تھا اس نے اس میں نارنگیاں کاشت کی تھیں جو اس کے پاس بصرہ، عمان اور ہندوستان سے لائی گئی تھیں اور ان کے درخت آپس میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے اور ان کے پھل ستاروں کی طرح تھے جن میں سے کچھ سرخ اور کچھ زرد تھے ان کے درمیان کئی قسم کے پھول دار پودے تھے اور اس کے ساتھ اس نے صحن میں کئی قسم کے پرندے رکھے ہوئے تھے جیسے قمریاں، سیاہ چڑیاں اور طوطے اور چھوٹی مڈیاں وغیرہ جو اس کے پاس مختلف ملکوں اور شہروں سے لائے گئے تھے وہ باغ حد درجہ خوب صورت تھا۔

القاہر وہاں جا کر بہت شراب پیتا اور نشست کرتا تھا، پس جب الراضی کو خلافت ملی تو اس کا شغف بھی اس جگہ سے بڑھ گیا اور وہ ہمیشہ وہاں جا کر بیٹھتا اور شراب پیتا پھر الراضی نے القاہر کو نہایت نرمی سے بتایا کہ لوگ اس سے مال مانگ رہے ہیں اور اس کو اس کی بہت ضرورت ہے مگر اس نے اموال کے متعلق کوئی بات نہ مانی اور اُسے کہا کہ جب حکومت اسی کی ہے تو جو کچھ اس کے پاس ہے اس سے اس کو مدد دے وہ اس کی اسکیم پر چلے گا اور ہر بات میں اس کی بات مانے گا اور اس نے مؤکد قسم کھا کر کہا کہ وہ اُسے قتل کرنے، نقصان پہنچانے نہ ہی اس کے بیٹوں میں سے کسی کو قتل کرنے کی کوشش کرے گا تو القاہر نے ہاں کرتے ہوئے اُسے بتایا کہ میرا مال صرف نارنگیوں کے باغ میں ہے الراضی باغ کی طرف گیا اور اس سے اس جگہ کے متعلق پوچھا اس نے کہا میری نظر بند ہو چکی ہے اب میں اس جگہ کو نہیں پہچانتا لیکن تو اس کے کھودنے کا حکم دے تو تجھے اس جگہ کا پتہ چل جائے گا، پس اس نے باغ کو کھودا اور ان درختوں، پودوں اور پھولوں کو اکھاڑ پھینکا، یہاں تک کہ باغ کی ہر جگہ کو کھود دیا مگر کچھ نہ ملا، تو الراضی نے اُسے کہا یہاں تو وہ چیز کوئی نہیں جو تو نے بتائی تھی پس جو کچھ تو نے کیا ہے اس پر تجھے کس بات نے آمادہ کیا تھا تو القاہر نے اُسے کہا کیا میرے پاس مال میں سے کوئی چیز ہے؟ مجھے تو اس جگہ پر تیرے بیٹھنے اور اس سے تیرے لطف اندوز ہونے کا افسوس ہوتا تھا اور یہ دُنیا میں میری لذت تھا پس مجھے افسوس ہوا کہ میرے بعد کوئی آدمی اس سے فائدہ حاصل کرے الراضی کو اس چالبازی پر افسوس ہوا جو اس نے اس باغ کے بارے میں اختیار کی اور اس کے قبول کرنے پر نادم ہوا اور اس نے القاہر کو دھتکار دیا پس وہ اپنی جان کے خوف سے اس کے قریب نہیں ہوتا تھا کہ وہ اس کے بعض رشتہ داروں کو قابو نہ کرے۔

الراضی کے اخلاق و عادات

الراضی خوشبو بہت استعمال کرتا تھا، خوبرو، سخی، فیاض، لوگوں کے حالات و واقعات کو بہت اچھے پیرائے میں بیان کرنے والا اور خود ان کے بہت قریب ہونے والا اور ان پر بخشش کرنے والا تھا اور روزانہ اس کا ہر ندیم انعام، خلعت اور خوشبو لیے بغیر گھر واپس نہ جاتا تھا اس کے کئی ندیم تھے جن میں محمد بن یحییٰ الصولی، اور ابن حمدون الندیم وغیرہ شامل تھے ہم نشینوں پر بکثرت انعامات کرنے کی وجہ سے اس پر غصہ کیا گیا تو اس نے کہا میں

امیر المومنین ابو العباس سفاح کے فعل کو اچھا سمجھتا ہوں کیونکہ اس میں اتنی خوبیاں تھیں کہ وہ کسی ایک آدمی میں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ اس کے ہاں جو ندیم، گلوکار، لونڈی آتی وہ تھوڑے بہت انعام یا پوشاک کے بغیر واپس نہ جاتی وہ محسن کا احسان کل پہ نہ اٹھا رکھتا اور کہتا اس انسان پہ تعجب ہے جو انسان کو خوش کرتا ہے پس وہ خوش تو جلدی ہو جاتا ہے اور جو اُسے خوش کرتا ہے اس کے بدلہ کو وعدہ پہ ٹال کر مؤخر کر دیتا ہے ابو العباس ہر شب یا دن کو اپنے شغل کے لیے بیٹھتا تھا اور اس کے پاس ہر آنے والا انسان خوش خوش واپس لوٹتا تھا اگرچہ ہمارے معاملات اس طرح کے نہیں جیسے ہمارے اسلاف کے تھے پھر بھی ہم اپنے ہم نشینوں بلکہ بھائیوں سے ہمدردی کرتے ہیں جو چیزیں بھی اس کے پاس آتی تھیں وہ انہیں اپنے ندیموں کو بخش دیتا تھا پھر بھی انہیں کافی خیال نہیں کرتا تھا اور اگر کوئی ندیم حاضر نہ ہو سکتا تو وہ اُسے مزید انعام دیتا اور خادموں میں سے اس کا وزیر راغب الخادم اور غلاموں میں سے ذکی اس کے بہت چہیتے تھے۔

الراضی باللہ اور بجکم ترکی

الراضی کا اتالیق ابو الحسن العروضی بیان کرتا ہے کہ میں ایک روز دجلہ کے کنارے بجکم ترکی کے گھر میں عید کے ایک بہت بڑے اجتماع سے گزرا تو میں نے وہاں ایک ایسی خوشی، سرور اور لہو و لعب دیکھی کہ اس سے پہلے میں نے اس جیسی خوشی نہیں دیکھی تھی پھر میں الراضی باللہ کے پاس آیا تو میں نے اُسے مغموم پایا میں اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اس نے مجھے کہا قریب ہو جا، میں قریب ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے ہاتھ میں ایک درہم اور دینار ہے اور دینار میں چند مثقال سونا ہے اور درہم میں بھی ایسے ہی ہے اور ان دونوں پر بجکم کی تصویر بنی ہوئی ہے اور وہ ہتھیار بند ہے اور اس کے اردگرد لکھا ہوا ہے کہ

"اس بات کو جان لے کہ عزت صرف امیر معظم، لوگوں کے سردار بجکم کے لیے ہے۔"

اور دوسری جانب بھی ایک ایسی ہی تصویر ہے وہ اپنی مجلس میں سر جھکائے بیٹھا ہے پس الراضی کہنے لگا کیا تو اس انسان کی کاریگری نہیں دیکھتا کہ اس کی ہمت اُسے کہاں تک لے جاتی ہے اور اس کا نفس اُسے کیا کچھ کہتا ہے؟ میں نے اُسے کچھ جواب نہ دیا اور میں گزشتہ خلفاء کی سیرتوں کو بیان کرنے لگا پھر میں نے اُسے کچھ جواب نہ دیا

اور میں گذشتہ خلفاء کی سیرتوں کو بیان کرنے لگا پھر میں نے اُسے ایرانی بادشاہوں کے حالات سُنائے اور جو کچھ انہیں اپنے اتباع سے تکالیف پہنچیں اور انہوں نے انہیں برداشت کیا اور اچھی طرح ملک کا انتظام کیا یہاں تک کہ ان کے حالات دُرست ہو گئے پس وہ اس غم کو بھول گیا جو اس کے دل کو لاحق ہو گیا تھا، پھر میں نے کہا امیرالمومنین کو کون سی بات مانع ہے کہ وہ اس وقت مامون کی طرح ہو جائیں وہ کہتا ہے ؎

"عید کے روز ایک پرانے خسروانی پیالے میں مشکوں کی پرانی شراب سے دونوں ندیموں کو صاف شراب دے کیونکہ اصل عید تو خسروانی عید ہے اور مجھے تمام کشمش والوں سے بچا کیونکہ کشمش والے کی شان میری شان کے خلاف ہے پس میں اسے پیتا ہوں اور اسے حرام خیال کرتا ہوں اور اپنے رب سے عفو کا خواہاں ہوں اور وہ اسے پیتا ہے اور حلال خیال کرتا ہے یہ بدبخت کی دو غلطیاں ہیں۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ خوش ہو گیا اور اس کی فیاض طبیعت نے اُسے اپنی گرفت میں لے لیا تو اس نے مجھے کہا تو نے درست کہا ہے آج جیسے دن میں خوشی کو خیرباد کہنا، عاجزی ہے اور اس نے ہم نشینوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور دجلہ کے کنارے تاج والی جگہ پر بیٹھ گیا پس میں نے اس دن سے زیادہ اُسے خوش نہیں دیکھا اور اس نے حاضر ہونے والے تمام ندیموں گلوکاروں اور کھیل کود کرنے والوں کو دنانیر، دراہم خلعتیں اور مختلف قسم کی خوشبوئیں دیں اور عجمی علاقوں سے اس کے پاس بجکم کے تحائف اور نفیس چیزیں آئیں پس اس روز وہ خود اور تمام حاضرین خوش ہو گئے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم الراضی کے دَور میں ہونے والے واقعات و حوادث کو مجمل اور مفصل طور پر اپنی کتاب اخبار الزمان میں بیان کر آئے ہیں اور گذشتہ قوموں اور ممالک سے جنہیں حوادثاتِ زمانہ نے تباہ کر دیا ہے ان کا حال بھی بیان کر آئے ہیں اور بجکم کے ساتھ اس کے بلادِ موصل اور دیارِ ربیعہ کی طرف جانے، اور بجکم اور ابو محمد حسن بن عبداللہ بن حمدان ناصر الدولہ کے درمیان جو کچھ ہوا اس کا حال بھی بیان کر آئے ہیں اور ہم نے اس کتاب میں اختصار کے ساتھ بیان کرنے کا ارادہ کیا ہے کیونکہ واقعات کو طول دینا دلوں کے لیے بوجھ اور کانوں کے لیے ملال کا باعث بن جاتا ہے اور واقعات کا کم بیان کرنا زیادہ بیان کرنے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

باب دوازدھم

المتقی للہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات

المتقی للہ ابو اسحاق ابراہیم بن المقتدر کی بیعت ۱۰ ربیع الاول ۳۲۹ھ کو ہوئی اس کی دست برداری ۳، صفر ۳۳۳ھ کو ہفتے کے روز ہوئی اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی تھی، اس کی خلافت تین سال گیارہ ماہ اور تیئیس دن رہی، اس کی ماں اُم ولد تھی۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دور کی ایک جھلک

اس کے وزراء

جب المتقی للہ کو خلافت ملی تو اس نے سلیمان بن حسن بن مخلد کو وزارت دی پھر ابو الحسن احمد بن محمد بن میمون کو وزیر بنایا۔ یہ خلافت سے قبل اس کا کاتب تھا پھر ابو اسحاق محمد بن احمد القرار یطی کو وزیر بنایا پھر ابو العباس احمد بن عبداللہ اصبہانی کو وزیر بنایا پھر ابو الحسن علی بن محمد بن فعلہ کو وزیر بنایا تاہم ابو الوفا توزون ترک حکومت پر غالب تھا۔

اس کے خلاف بغاوت

بصرہ میں بریدیوں کا معاملہ شدت اختیار کر گیا، انہوں نے جہازوں کو چلنے سے روک دیا ان کا لشکر بہت بڑا ہو گیا اور ان کے آدمی زیادہ ہو گئے اور انہوں نے دو لشکر بنا لیے ایک لشکر پانی میں کشتیوں، بجروں اور جہازوں پر تھا جن میں چھوٹے اور بڑے آدمی لڑتے تھے اور بری لشکر بھی بہت بڑا تھا

انہوں نے لوگوں کو چُنا اور قیمتی چیزوں کو خرچ کیا پس ان کے ساتھ بادشاہ کے غلام اور اردگرد رہنے والے لوگ آملے ۔ بادشاہ کی فوج نے جو ترکوں، دیلمیوں، جبلیوں اور قرامطہ کے ایک گروہ پر مشتمل تھی، مارچ کیا، یہ سب لوگ توزون کے ساتھ تھے اور توزون بجکم کے رفقاء اور خاص اصحاب میں شامل تھا، پس توزون، بریدیوں سے لڑنے کے لیے واسط کی طرف گیا اور انہوں نے واسط پر قبضہ کیا ہوا تھا پس ان کے درمیان جنگ ہوئی کبھی جنگ کا پانسہ اس طرف پلٹ جاتا کبھی اس طرف پلٹ جاتا اور المتقی للہ کا کوئی حکم نہ چلتا تھا، پس المتقی نے ابو محمد الحسن بن عبداللہ بن حمدان ناصر الدولہ اور اس کے بھائی ابوالحسن علی بن عبداللہ سیف الدولہ کو لکھا کہ وہ اس کی مدد کریں اور جن مصائب میں وہ گرفتار ہے اُن سے اُسے نجات دلائیں وہ ان دونوں کو حکومت اور ملکی انتظام سپرد کر دے گا اور اس سے قبل بھی وہ ان کی طرف گیا تھا توزون بھی ان ترکوں اور دیلمیوں میں شامل تھا جو ان سے مل گئے تھے یہ اس وقت کی بات ہے جب انہوں نے محمد بن رائق کو ۳۳۰ھ میں قتل کیا اور بغداد چلے گئے اور حکومت پر قبضہ کر لیا اور بریدیوں کے ساتھ جنگ کی تھی اور ان کی جنگوں کے دوران ابو محمد الحسن بن عبداللہ الحضرۃ سے موصل آیا اور اپنے بھائی ابوالحسن علی بن عبداللہ کے ساتھ مل گیا، خلاصہ کلام یہ کہ توزون اور حجیح ترکی نے اس کے خلاف سازش کی اور المتقی موصل چلا آیا مگر جب توزون کو یہ اطلاع ملی تو وہ بغداد لوٹ آیا اور بنی حمدان کے پاس گیا اور ان کی مڈبھیڑ عکبرا کے مقام پر ہوئی جنگ کا پانسہ کبھی ایک طرف پلٹ جاتا کبھی دوسری طرف، پھر توزون نے ان کو شکست دی اور بغداد واپس آ گیا پھر انہوں نے اسی طرح لوگوں کو اکٹھا کیا اور دوبارہ اس کے مقابلہ میں آئے پس اس نے انہیں چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ بغداد کے قریب آ گئے تو اس نے ان کے مقابلہ میں نکل کر کئی جنگوں کے بعد انہیں شکست دی اور ان کا تعاقب کرتا ہوا موصل میں جا داخل ہوا پھر بلد شہر کی طرف چلا گیا پس انہوں نے مال دے کر اس سے صلح کی پھر وہ بغداد چلا آیا اور اپنے ساتھی ترکوں، جبلیوں اور دیلمیوں کی مدد اور کمال تیاری اور گھوڑوں سے غالب آ گیا اور المتقی نصیبین کی طرف چلا گیا اور وہاں سے رقہ واپس آ کر وہیں فروکش ہو گیا یہ ۳۳۲ھ کا واقعہ ہے، ابھی رمضان کے چند دن باقی رہتے تھے اور اس نے اخشید محمد بن طغج حاکم مصر کو لکھا پس وہ رقہ کی طرف بہت سا مال لے کر آیا اور اسے غلام اور سامان تحفہ کے طور پر دیا اور اپنا ایک جرنیل بھی اسے دیا اور اس کی حالت

درست کر دی اور اس کے ساتھ جو لوگ تھے جیسے اس کا وزیر ابو الحسن علی بن محمد بن قعلہ اور قاضی القضاۃ احمد بن عبداللہ بن اسحاق الخرقی اور سلام الحاجب جو اخو نجح طولونی کے نام سے مشہور تھا اور سرداروں اور غلاموں کی ایک جماعت، ان سب کے ساتھ اس نے حسنِ سلوک کیا پھر اخشید محمد بن طغج رقہ اور جزیرہ اور دیارِ مضر کی طرف نہیں گیا اور المتقی، شامی جانب سے اپنے پڑاؤ میں آ گیا اور وہاں ان کے درمیان عہد و پیمان اور قسمیں ہوئیں۔

المتقی جب تک رقہ میں مقیم رہا ابو الحسن علی بن عبداللہ بن حمدان حران میں مقیم رہا اور جب اخشید قنسرین اور عواصم کی طرف روانہ ہوا تو ابو عبداللہ حسین بن سعید بن حمدان حلب اور حمص کے علاقے سے چل پڑا پس اس کی فوج منتشر ہو کر اس سے الگ ہو گئی اور ابو الحسن علی بن عبداللہ سے آملی۔

توزون کے خطوط متواتر المتقی کے پاس آنے لگے اور اس کے ایلچی بھی مسلسل آ کر اس سے الحضرۃ کی طرف واپس جانے کے متعلق پوچھنے لگے توزون نے موجود فقہاء، قضاۃ اور حاضرین کو گواہ بنا کہ یہ عہد و پیمان دئیے کہ وہ المتقی کی سمع و اطاعت کرے گا اور اس کے احکام کے مطابق چلے گا اور اس کی مخالفت کو ترک کر دے گا اور اس نے اپنے عہد و پیمان کے متعلق قضاۃ اور گواہوں کے خطوط بھی اُسے بھجوائے بنو حمدان نے المتقی کو نصیحت کی کہ وہ نہ جائے اور انہوں نے اسے توزون سے خوف زدہ کیا اور اپنے بارے میں احتیاط سے کام لینے کو کہا کیونکہ اُسے اپنی جان کا خطرہ ہے مگر اس نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور توزون کی باتوں پر اعتماد کر لیا، جب سے المتقی بنو حمدان کے پاس آیا تھا انہوں نے اس پر بے پناہ خرچ کیا تھا، جس کا شمار کرنا ہمارے لیے مشکل ہے اور اخشید، فرات سے مصر کی طرف واپس چلا گیا اور المتقی فرات چلا آیا تو اُسے توزون کا کاتب شیرزاد نہایت تپاک سے ملا۔ اور اس نے اس کی حفاظت کے لیے ترکوں کو مقرر کر دیا اور یہ چلتا چلتا نہر عیسےٰ میں جا داخل ہوا اور وہاں سے اپنی جاگیر پر چلا گیا جو اس نہر کے کنارے پر واقع ہے اور السندیۃ کے نام سے مشہور ہے، وہاں پر اسے توزون ملا اور اس کے سامنے پیدل چلا اور اُسے قسم کھا کر کہا کہ وہ سوار ہو جائے تو اس نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ یہ اُسے اس خیمے میں لے آیا جو اس نے اس کے لیے نہر عیسےٰ پر لگوایا ہوا تھا یہ بغداد سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے یہ وہاں ٹھہر گیا اور ایلچیوں کو طاہر کے گھر

بھیجا کہ وہ المستکفی کو لائیں جب المستکفی خیمے میں آیا تو اس نے المتقی کو گرفتار کر لیا اور جو کچھ اس کے پاس تھا لُوٹ لیا اور اس کے وزیر ابو الحسن علی بن محمد بن تعلہ اور اس کے قاضی احمد بن عبداللہ بن اسحاق کو بھی گرفتار کر لیا اور سب فوج کو لُوٹ لیا۔ اخشید نے اپنے جس جرنیل کو المتقی کے ساتھ لگایا ہوا تھا وہ اور اس کے ساتھی اپنے آقا کے پاس واپس لوٹ گئے اور اس نے المستکفی کو بلایا اور اس کی بیعت ہوئی اور المتقی کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی پس وہ چیخا اور اس کی چیخ کے ساتھ ہی عورتیں اور خدام بھی چیخ اُٹھے تو توزون نے خیمے کے اردگرد ڈھول بجانے کا حکم دے دیا جس سے خادموں کی چیخ و پکار سنائی نہ دیتی تھی وہ المتقی کو سلائی پھیر کر الحضرۃ لایا اور اس سے چادر، چھڑی اور انگوٹھی لے کر المستکفی باللہ کو دے دی القاہر کو یہ اطلاع ملی تو اس نے المستکفی باللہ پر تعریض کرتے ہوئے کہا، ہم دو ہو گئے ہیں اور ہمیں تیسرے کی ضرورت ہے۔

المتقی کو ایک مؤرخ کی تلاش

محمد بن عبداللہ دمشقی بیان کرتا ہے کہ جب المتقی رقہ میں آیا تو میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو اُس کے پاس آتے جاتے تھے طویل عرصہ اس کے ساتھ رہنے کی وجہ سے میں اس کے بہت قریب تھا ایک دن رقہ میں اس نے اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے فرات کی طرف دیکھتے ہوئے مجھے کہا کہ میرے لیے ایک مؤرخ کو تلاش کرو جو لوگوں کی جنگوں کے حالات کو یاد رکھتا ہو تاکہ میں اپنی خلوتوں میں اس کے ذریعہ اپنے غم کو دُور کر سکوں اور اس سے سکون حاصل کر سکوں۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے رقہ میں اس قسم کے آدمی کے متعلق دریافت کیا تو مجھے رقہ میں ایک ادھیڑ عمر آدمی کے متعلق بتایا گیا جو اپنے گھر سے باہر نہیں نکلتا تھا میں اس کے پاس گیا اور میں نے اُسے المتقی للہ کے پاس جانے کی رغبت دلائی تو وہ بادلِ نخواستہ میرے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا ہم المتقی باللہ کے پاس گئے اور میں نے اُسے بتایا کہ جس قسم کا آدمی آپ نے طلب کیا تھا اُسے میں لے آیا ہوں، وہ الگ ہوا تو اُس نے اُسے بلا کر اپنے قریب بٹھایا اور جس چیز کا وہ خواہاں تھا وہ اُسے اس کے پاس مل گئی وہ جب تک رقہ میں رہا وہ آدمی بھی اس کے ساتھ رہا اور جب وہاں سے چلا تو وہ بھی کشتی میں اس کے ساتھ تھا پس جب وہ نہر سعید کے دہانے پر پہنچے —— یہ رقہ اور رحبہ کے درمیان ہے —— تو ایک شب المتقی کو نیند نہ آئی اس نے اس آدمی سے کہا تجھے المبیضہ کے اشعار اور حالات سے کیا

کچھ یاد ہے ؟ پس وہ آدمی آل ابی طالب کے حالات بیان کرتا ہوا حسن بن زید اور ان کے بھائی محمد بن زید بن حسن اور بلاد طبرستان میں ان دونوں کے حالات تک پہنچا اور اس نے ان دونوں کے بہت سے محاسن بیان کیے اور یہ کہ اہل علم و ادب بھی ان کے پاس آتے تھے اور جو کچھ شعراء نے ان دونوں کے متعلق کہا تھا وہ بھی بیان کیا تو المتقی نے اُسے کہا کیا تجھے ابو المقاتل نصر بن نصیر حلوانی کے وہ شعر یاد ہیں جو اس نے محمد بن زید الحسنی الداعی کے متعلق کہے ہیں، اس نے جواب دیا امیرالمومنین مجھے وہ شعر تو یاد نہیں لیکن میرے ساتھ میرا ایک غلام ہے جس نے نوعمری میں ہی علم و ادب میں دلچسپی کی وجہ سے لوگوں کے وہ واقعات اور اشعار یاد کر لیے ہیں جو مجھے بھی یاد نہیں، المتقی نے کہا اُسے لاؤ، تو نے اس قسم کے آدمی کے حالات کو مجھ سے کیوں مخفی رکھا، اس کی موجودگی ہمارے اُنس میں اضافہ کرتی تو اس نے ایک دوسری کشتی سے غلام کو حاضر کیا، وہ اس کے سامنے کھڑا ہو گیا تو اس کے آقا نے اُسے کہا کیا تجھے وہ قصیدہ یاد ہے جو ابو المقاتل نے ابن زید کے بارے میں کہا ہے اس نے جواب دیا ہاں، المتقی نے کہا مجھے وہ قصیدہ سناؤ تو اس نے سنانا شروع کر دیا۔

داعی کے بارے میں ابو المقاتل کا قصیدہ

مجھے یہ نہ کہہ کہ تجھے ایک خوشخبری ہو، بلکہ کہہ کہ مجھے دو خوشخبریاں ہوں ایک الداعی کی روشن رُوئی کی اور دوسری عید کے دن کی، زندگی اور موت کے لیے اس کی دو ہتھیلیاں پیدا کی گئی ہیں اور اس کے اخلاق نے دل کی ماہیت کا احاطہ کر لیا ہے وہ صحرائی دَور کا موسم بہار ہے اور ابن زید زمانے کی گردنوں کا مالک ہے اور وہ سب کے لیے عطا و بخشش اور امان کا بوجھ اُٹھانے والا ہے وہ اکیلا ہی عمارات کو چونا گچ کرنے کے لیے کھڑا ہوا ہے اور اور اسی کے ذریعہ معانی کی اقسام مستنبط ہوئی ہیں وہ بلا عذر سخاوت میں اسراف کرنے والا ہے اور بغیر احسان کے بہت نیکی کرنے والا ہے، اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی ہے وہ سادات میں صحیح الاصل سید ہے اور وہ گھوڑوں کے ذکر سے بالا ہے، اس کے افکار ہر چیز میں پوشیدہ ہیں اور وہ ہر جگہ پر موجود رہے، جو کچھ زمانے سے غائب ہو چکا ہے وہ اُسے جانتا ہے اور سامنے آنے والے شخص میں جو کچھ پوشیدہ ہے وہ اُسے دیکھتا ہے، ہمارے الفاظ اس سے دُور رہتے ہیں اور وہ اوصاف کے لحاظ سے اذہان کے قریب ہے، اس کے الفاظ نے پوشیدہ باتوں کو ظاہر کر دیا ہے

اور ترجمانی سے زمانہ ہی اُسے کافی ہوگیا ہے، اور جو شخص اُسے کہتا ہے کہ مخلوق میں اس کا ثانی موجود ہے وہ کھلے طور پر اللہ تعالےٰ اور سورۃ فاتحہ کا منکر ہے، اور جب ذرہ اس پر فٹ ہو جاتی ہے تو اس کا دایاں ہاتھ یمانی تلوار کے ساتھ لوٹ آتا ہے، اس کے حملے نے موت پر رُعب طاری کر دیا ہے اور موت کو یقین ہوگیا ہے کہ موت فنا ہونے والی ہے، وہ دلیر آدمی کو ایسی نگاہوں سے دیکھتا ہے کہ وہ بزدل بن جاتا ہے۔ ملک الموت اُسے پکار کر کہتا ہے کہ میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں تو تلواروں اور نیزوں کے ساتھ کتنی جنگیں کرے گا مجھے طاقت سے زیادہ مکلف نہ کر اور مجھ سے نرمی سے پیش آ کر اللہ تعالےٰ نے تیرے ہاتھ میں باگیں دے دی ہیں۔ اے قطعی تقدیر کے ساجھی تو نے صیلم کے مقام پر کتنے ہی اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والوں کو دھنک کر رکھ دیا، اور تیرے لیے دو دن ہیں ایک لبنان کا دن اور ایک اُردن کا دن، تو نے اپنے وعدہ و وعید کو پورا کر دیا ہے اور تیرے احسانات نے دُنیا کو گھیر لیا ہے۔ پس جب دایاں ہاتھ بخششوں سے سیراب کر دیتا ہے تو بایاں نیزے سے سیراب کرنے کا ارادہ کرتا ہے، ان دونوں نے جلدی جلدی نفع و نقصان پہنچانے میں کوشش کی اور یہ دونوں ہر حال میں سوکنیں ہیں، اور اس نے آفاق میں تاریخ ڈال دی ہے یہاں تک کہ تیرے سوا، دونوں ہونٹ نہیں ملتے، اور تیرے پاس روشن مدحیں آئیں اور انہوں نے تیرے کھلے دشمنوں پر حملہ کر دیا، اور تو کسی کتاب میں نہیں سما سکتا تیری شان ہر شان سے بلند ہے۔ اور تیرے احسانات کے بوجھ اس قدر بوجھل ہیں کہ ان کے اُٹھانے سے جن و انس عاجز ہیں، اور تیری مدح، وحی، زبور اور قرآن نے کی ہے، اے دین کے امام! امام الشعراء کی مدح کو قبول کر جس کے اشعار سب سے سبقت لے گئے ہیں اور رمل اوّل کو اس شخص سے سُن جس نے بغیر آزمائش کے تکلیف کو دُور کر دیا ہے، اور اور اس قصیدے کے وزن میں چھ۔ فعہ فاعلاتن آتا ہے یہ دنیا کے لیے ایک گنبد ہے یہ اس وقت نمودار ہوتا ہے جب ہوا اس کے لیے ہاکی کی طرح ہو جاتی ہے، میں نے صنعتِ الفاظ میں چمک پیدا کر دی ہے جس سے ہر درگزر کرنے والا اور مجرم اُمید رکھتا ہے، اور تو طبیعت کے لحاظ سے جنت الخلد کے مشابہ ہے اور تیرے متعلق کہے گئے اشعار خوبصورت حوروں کی طرح ہیں۔ پس تو شعر کے لیے بقاء اور شکر رہنے دے یہ دونوں باقی رہنے والی چیزیں بہت اچھی ہیں، رضوی، ثبیر، شمام، ادام اور ابان کی چوٹیوں کی عمر تجھے نصیب ہو

اور جو کچھ میرے ضمیر میں ہے اس پہ خدا گواہ ہے پس تو میرے الفاظ کو دونوں کانوں سے سُن،
یہ نیکیاں ہیں جن میں برائیاں نہیں، اے دونوں کاتبو، الداعی کی مدح کو لکھ لو۔
جب کبھی وہ کوئی شعر پڑھتا المتقی اس کو دوبارہ پڑھنے کو کہتا پھر اس نے غلام کو بیٹھنے کا حکم دیا اور جس روز ابن شیرزاد کاتب کی اس سے ملاقات ہوئی اس نے اسے یہ شعر پڑھتے سُنا۔

"مجھے یہ نہ کہہ کہ تجھے ایک خوشخبری ہو بلکہ کہہ کہ مجھے دو خوشخبریاں ہوں۔"

اب غلام اس سے مانوس ہو چکا تھا اس نے کہا امیر المومنین

"ہمیشہ خوشخبری ہو پس کہہ کہ مجھے دو خوشخبریاں ہوں۔"

اس نے پہلے وہ قصیدہ سنایا تھا جس میں یہ ہے کہ "مجھے یہ نہ کہہ کہ تجھے ایک خوشخبری ہو اور دوسری بار اس طرح سُنایا کہ ہمیشہ خوشخبری ہو پس کہہ کہ مجھے دو خوشخبریاں ہوں" اور اس نے محمد بن زید الداعی کے ساتھ ابو المقاتل کے واقعات بھی بیان کیے پس خدا کی قسم المتقی ہمیشہ یہ کہتا رہا کہ "مجھے یہ نہ کہہ کہ تجھے ایک خوشخبری ہو۔" اور وہ اسے پسند کرتا تھا تو اُسے الرقی اور غلام نے کہا:۔

خدا کی قسم ہم نے امیر المومنین کے اس طرح شعر پڑھنے سے بدشگونی لی ہے تو جیسے ہم نے کہا تھا ویسے ہی ہوا۔

گھوڑوں کی صفات

محمد بن عبد اللہ دمشقی بیان کرتا ہے کہ جب ہم المتقی کے ساتھ رحبہ سے عانہ شہر کی طرف روانہ ہوئے تو اس نے الرقی اور اس کے غلام کو بلایا وہ دونوں اس سے باتیں کرنے لگے تو کئی قسم کے واقعات بیان ہوتے ہوئے بات گھوڑوں تک پہنچ گئی تو المتقی نے کہا تم دونوں میں سے کسی کو وہ بات یاد ہے جو سلیمان بن ربیعہ باہلی کی حضرت عمرؓ بن الخطاب سے ہوئی تھی تو غلام نے کہا امیر المومنین! ابو عمرو بن العلاء نے کہا کہ سلیمان بن ربیعہ باہلی گھوڑوں کی تحقیر کرتا تھا اور اسے حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانے میں لوگوں سے بیان کیا کرتا تھا پس عمرو بن معدی کرب ایک کمیت گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے پاس آیا تو اس نے اُسے حقیر سمجھا تو عمرو نے اس کے خلاف مدد طلب کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس کی شکایت کی تو سلیمان نے کہا کہ ایک چھوٹی دیواروں والا برتن لاؤ، آپ نے منگوایا تو اس نے اس میں پانی ڈالا پھر ایک اصیل گھوڑا لایا گیا جس کی اس نے تحقیر کی تھی وہ جلدی سے آیا اور اس نے اپنا سُم مارا اور اصیل گھوڑے کی طرح اپنی گردن لمبی کی پھر

ایک سُم کو تھوڑا سا دہرا کیا اور پانی پیا پس جب حضرت عمرؓ نے اپنی موجودگی میں یہ بات دیکھی تو فرمایا تو گھوڑوں کا سلیمان ہے۔

المنتقی کہنے لگا کہ اصمعی اور دیگر علمائے عرب نے گھوڑوں کی جو صفات بیان کی ہیں ان میں سے جو تمہیں یاد ہیں وہ بیان کرو تو المرتی کہنے لگا کہ الریاشی نے اصمعی سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب گھوڑے کی اگلی ٹانگیں لمبی ہوں اور پچھلی ٹانگیں چھوٹی ہوں لمبے ہاتھوں والا ہو اور چھوٹی پنڈلیوں والا ہو تو پیچھے نہیں رہ سکتا اور وہ کہتا ہے کہ جب گھوڑے کی دو چیزیں صحیح وسالم ہوں تو دوسرا کوئی عیب اُسے نقصان نہیں دے سکتا اس کی گردن اس کے کندھے میں گڑی ہوئی ہو اور اُس کا پچھلا حصّہ اس کی پشت میں گڑا ہوا ہو اور جب اُس کے سُم شان دار ہوں تو اس کا کیا کہنا اور ہمیں المبرد نے یہ شعر سُنائے ؎

"اور میں نے گھوڑوں کو دیکھا وہ میرے ہتھیار اُٹھائے ہوئے تھے اور حملہ آور بھیڑیے کی طرح تیار تھے وہ گھوڑا ایسا تھا جب میں اُسے سامنے سے دیکھتا تو وہ آنکھ کو یوں دکھائی دیتا جیسے وہ آگے سے کٹا ہوا تنا ہے اور جب میں اس کی چوڑائی میں ہوتا تو اس کی سب اطراف برابر ہو جاتیں گویا وہ پیٹھ پھیر کر سیدھا جا رہا ہے۔"

اے امیر المومنین! معاویہ بن مطر بن ددّاج نے پوچھا کہ کون سا گھوڑا بہتر اور پھرتیلا ہے تو اس نے کہا کہ جب تو اُسے آگے سے دیکھے تو کہے کہ وہ بھاگنے والا ہے اور جب پیچھے سے دیکھے تو کہے کہ بھرا ہوا ہے اور جب چوڑائی میں دیکھے تو کہے کہ مضبوط پسلیوں والا ہے، اس کا کوڑا اس کی لگام ہو اور اس کی خواہش اس کے آگے ہو، اس نے پوچھا کون سا نر کی گھوڑا بُرا ہے؟ اس نے کہا موٹی گردن والا، جسے بہت ہانکنا پڑے اور جب تو اُسے چھوڑے تو وہ کہے مجھے روک لے اور جب تو اُسے روک لے تو وہ کہے مجھے چھوڑ دے غلام کہنے لگا کسی نے گھوڑے کے اوصاف کے متعلق کیا خوب کہا ہے ؎

"جب کسی دن یہ کہا جائے کہ غارت گری کے لیے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ تو بہادر آدمی جس بہترین گھوڑے پر سوار ہوتا ہے وہ دراز قد، تیلی کوکھ والا، درمیانے جسم والا، پنڈلی کی مضبوط ہڈی والا، اصیل اصل والا، لمبے جبڑوں والا، بڑے پھیپھڑوں والا، پورے دماغ والا اور چہرے پر کم گوشت رکھنے والا ہوتا

ہے ، وہ اوپر کی طرف تیز دوڑتا ہے اور کبڑا ہو کر بڑی کوشش کرتا ہے ، انتہائی کوشش کرنے والا ، مضبوط ٹخنوں والا اور پلکیں جھپکنے والا ، سامنے کی طرف دوڑنے والا اور جب واپس مڑے تو غارت گر کے حملہ کی طرح ہو ، اپنی بناوٹ میں لمبا چوڑا وسیع اور سیدھ میں بہت کوشش کرنے والا ہو ، اس کا سینہ اور بازو ڈھیلے ہوں اور اس کی پسلیاں کشادہ ہوں پھر اس کی رانیں لمبی ہوں جو چھلانگ کے لیے کافی ہوتی ہیں پھر وہ کشادہ سوراخوں ، جلد اور ہونٹوں والا ہو اور اس کے سامنے کا نتھنا کھلا ہو اور چوڑی ٹانگوں والا ہو اور پہلو اور رانیں اور ماتھا چوڑا ہو ، تیز فہم اور تیز سننے والا ہو اور ننگا ، اور کونچ کے اعتبار سے باوقار ہو ، صاف جلد صاف آنکھ اور صاف سموں والا ہو اور چھوٹے کھروڑوں ، چھوٹی کمر اور چھوٹے ٹخنوں والا ہو اور اس کی دم کی ہڈی کی جگہ مضبوط ہو ، اور بہت تیز بھی اس کی کمر کو نہ جھکا سکے اور تنگ کے درمیان اس کے سموں کے اندر کے غدود مطمئن ہوں اور اس کا ہر جوڑ ، چوبیخ کی طرح ہو اور تن کر چلتا ہو اور میخ کی طرح زمین کو پھاڑتا ہو ، نرم ہو ، اور جھوم کر چلتا ہو اور باری باری آنے میں مورتوں ، جنوں ، ہرنوں یا اونٹنی کے اس بچے کی طرح ہو جس کا ابھی دودھ نہ چھڑایا گیا ہو ، اور جب دوڑ اسے دور لے جائے تو عقاب شکاری پرندے کی طرح جائے ۔"

گھوڑ دوڑ کے واقعات

جب دوسری رات ہوئی تو اس نے ان دونوں کو بلایا اور انہیں کہا کہ کل رات والی بات دوبارہ شروع کرو ، اور گھوڑوں کی دوڑوں اور ان کے مراتب کا ذکر شروع کرو ، غلام نے کہا امیر المومنین ! میں ایک جامع بات کرتا ہوں ، مجھے کلاب بن حمزہ عقیلی نے بتایا کہ عرب دس دس یا اس سے کم تعداد میں گھوڑوں کو دوڑ کے لیے چھوڑتے تھے اور نو بالنس ہوتے تھے اور احاطہ کی ہوئی جگہوں میں آٹھ گھوڑے داخل ہو سکتے تھے جن کے نام یہ ہیں :۔

سابق ۔ یعنی آگے نکل جانے والا اور اسے مجلی بھی کہتے ہیں ، ابو الہذام کلاب کہتا ہے کہ اس کا نام مجلی اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ اپنے ساتھی سے تیزی اور دوڑ میں نمایاں ہو جاتا ہے اور الفراء کہتا ہے کہ اس کو مجلی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنے ساتھی کے چہرے

کو واضح کر دیتا ہے اور دوسرے کو مصلی کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنا ہونٹ مجلی کے پٹھے پر رکھ دیتا ہے اور تیسرے کو مسلی کہتے ہیں کیونکہ وہ دوڑنے میں شریک ہوتا ہے اور عرب ہر چیز میں سے تین کو شمار کرتے تھے یا اسے اس وجہ سے مسلی کہتے ہیں کہ وہ دوڑنے کی وجہ سے اپنے ساتھی کو تسلی دیتا ہے اور چوتھے کو تالی کہتے ہیں کیونکہ وہ مسلی کے پیچھے ہوتا ہے اور پانچویں کو مرتاح کہتے ہیں اور یہ راحت سے مفتعل ہے کیونکہ ہتھیلی میں پانچ ہی انگلیاں ہوتی ہیں جب عرب پانچ کے عدد کی طرف اشارہ کریں تو جس ہاتھ سے وہ اشارہ کرتا ہے اسے کھول دیتا ہے اور اپنی پانچوں انگلیوں کو الگ الگ کر دیتا ہے اسی طرح وہ حساب کے بغیر بھی کرتے ہیں پھر وہ دس تک اسی طرح کرتے ہیں اور جو اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتا ہے وہ دونوں ہاتھ کھول دیتا ہے اور پانچ انگلیوں کو پانچ کے سامنے کر دیتا ہے اور جب پانچویں، پانچویں انگلی کے سامنے آتی ہے جو چھنگلی ہوتی ہے تو اسے مرتاح کہا جاتا ہے اور چھٹے کو حظی کہتے ہیں کیونکہ اس کا بھی حصہ ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھٹے کو اپنی چھڑی دی تھی اور یہ دوڑ کے گھوڑوں کی آخری سعادت ہے اور ساتویں کو عاطف کہتے ہیں کیونکہ وہ ایک خانے میں داخل ہو گیا ہے اور کچھ چیز لے کر واپس آیا ہے اور آٹھویں کو مؤمل کہتے ہیں کیونکہ اس کے دل اور نیک فال ہونے کے متعلق امید کی جاتی ہے جیسے مخلاۃ (جنگل) کو مغازۃ (کامیابی) اور لدیغ (ڈسا ہوا) کو سلیم (سلامتی والا) کہتے ہیں اور حبشی سے ابو البیضاء کا کنایہ کرتے ہیں اور اسی طرح ناکام ہونے والے کو بھی مؤمل کہتے ہیں اس لیے کہ اگرچہ وہ ناکام ہو چکا ہے پھر بھی امید رکھتا ہے کیونکہ وہ بعض سعادت مندوں کے قریب ہوتا ہے اور نویں کو لطیم کہتے ہیں اس لیے کہ اگر وہ ایک خانے کا ارادہ کرتا تو اس کے ورے سے اسے تھپیڑ پڑتا ہے، وہ ساتویں اور آٹھویں سے بڑے جرم والا ہے اور دسویں کو سکیت کہتے ہیں کیونکہ اس کے سوار پر عاجزی اور ذلت سوار ہوتی ہے اور وہ غم واندوہ کے باعث سکوت اختیار کر لیتا ہے، پس وہ سکیت کے گلے میں رسی ڈال دیتے تھے اور اس پر بندر کو سوار کرا دیتے تھے اور بندر کو ایک کوڑا دے دیتے تھے۔ وہ بندر اسے بھگاتا تھا تاکہ اس کے سوار کو عار دلائے، اس بارے میں ولید بن حصن کلبی کہتا ہے ؎

"کہ جب تو آگے نہ بڑھ سکے اور پیچھے رہ جائے اور جب تو رسی اور بندر کو

حاضر نہ کرے تو تو آگے بڑھنے والا ہی ہے اور اگر تو سکیت ہے پیچھے رہ گیا ہے
تو تو اپنے آقا کو تیروں سے ذلیل کروائے گا۔"

اس شعر میں شاعر نے تیروں کا جو ذکر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض ان میں سے یہ کاروائی بھی کرتے تھے کہ گھوڑے کو کھڑا کر کے پھر اُسے تیر مارتے تھے یہاں تک کہ وہ کمزور ہو جاتا تھا اور یہ کاروائی نعمان نے اپنے گھوڑے نہب کے ساتھ کی تھی اور کلاب بن حمزہ کہتا ہے کہ ہم اسلام اور جاہلیت میں محمد بن یزید بن مسلمہ بن عبدالملک بن مروان کے سوا کسی کو نہیں جانتے جس نے دوڑ کے دس گھوڑوں کے اسماء و صفات اور ان کے مراتب کا ذکر کیا ہو وہ الجزیرہ کی ایک بستی جو حصن مسلمہ کے نام سے مشہور ہے میں رہتا تھا جو بلخ کے صوبے اور دیار مضر کے ضلع رقہ میں ہے، حلبہ کو حلبہ اس لیے کہتے ہیں کہ ہر جگہ کے گھوڑے وہاں سمٹ آتے تھے۔

المتقی نے ان دونوں سے کہا کہ اس وقت جو کاروائی ہوئی ہے اُسے مدوّن کر لو پس وہ دونوں ہمیشہ اس کے ساتھ رہے اور وہ ان سے حسن سلوک کرتا رہا یہاں تک کہ وہ بات ہوئی جو مشہور ہو چکی ہے اب ہم اس جگہ المتقی کی خلافت کی بات کو ختم کرتے ہیں اور بعض ان لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جن کے اشعار لوگوں میں مشہور ہو چکے ہیں۔

ابوالنصر الخبزارزی

ان میں سے ایک ابوالقاسم نصر بن احمد الخبزارزی تھا جو اعلیٰ درجہ کا بدیہہ گو اور غزل کہنے میں مشہور تھا، اس کے اچھے اشعار میں سے چند اشعار یہ ہیں ؎

"عشق نے میرے جسم کو لاغر کر دیا ہے اور اس کے عوض میں مجھے وہ جسم دیا ہے جو عشق سے بنا ہوا ہے، اور عشق ہمیشہ میری فنا چاہتا رہا ہے اب میری نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ اگر میں عشق کو ختم کر دوں تو میں خود بھی ختم ہو جاؤں۔"

اور ابن لنکک کو عتاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ؎

"تو میری دوستی کی صداقت کو کیوں نہیں دیکھتا اور دوست، دوست کو کیوں نہیں بُلاتا، عقل مند آدمی، دوستی کے نشان سے راضی نہیں ہوتا جب تک وہ دوستی کے حقوق کی تحقیق نہ کرے۔ پس وہ کس سے حق

کی اُمید رکھے کہ اُسے بھائی کہہ کر پکارا جائے اور دوست یہ دوست بنا تا جائے اگر وہ غائب ہو جائے تو محافظ کے طور پر غائب ہو یا اُترے تو وہ خوش گپی کرنے والا ہو یا کہے کہ وہ سچا دوست تھا۔"

نیز کہتا ہے ؎

"اور جس کے دل میں عشق سما جائے قریب ہے کہ وہ غور کرے تو زندیق دکھائی دے۔"

نیز کہتا ہے ؎

"کیا میں تجھ پر عتاب کروں یا زمانے پر عتاب ، زمانے نے پہل کی ہے اور تو نے اس کی تکمیل کی ہے ہمارے قرب نے وعدوں کے باعث ہمارے میل جول کو ختم کر دیا ہے اور تو نے قطع تعلق کر لیا ہے اور تو متواتر قطع تعلقات کرتا ہے تو نے اس وقت محبت کیوں نہ کی جب زمانہ پراگندہ کر رہا تھا ، اور محبت رُوحوں کی ہوتی ہے نہ کہ جسموں کی۔"

نیز کہتا ہے ؎

"اے ابو عیسیٰ ممکن ہے کہ تمہیں دشمنی کرنے میں معذوری ہو اور تو بغیر علم کے ہی جانتا ہو ، جس شخص کے حالات اور اس کا دین اس سے غائب ہوں اور وہ دین امامت کو اوہام سے تعبیر کرے اس کی کیا بات ہے تو نے جو موتی مجھے دیے ہیں وہ لے لے ، پس موتی تیرے موتی ہیں اور دھاگا میرا دھاگا ہے اس کے معانی حکمت ہیں اور تو نے اپنے معانی سے مجھے فضیلت دی ہے اور کلام ، میرا کلام ہے۔"

اس کے غزلیہ اشعار بہت سے ہیں اور اس وقت ہمارے زمانے میں اکثر گانے اسی کے شعروں سے بنائے گئے ہیں اس کی موت کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ بریدی نے اُسے غرق کر دیا تھا کیونکہ اس نے اس کی ہجو کی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ وہ بصرہ سے بھاگ کر ہجر اور احساء چلا گیا تھا اور وہاں جا کر ابو طاہر بن سلیمان بن حسن حاکم بحرین سے مل گیا تھا۔

بجکم کا قتل : مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم نے المتقی کے حالات اور اس کے

زمانے میں ہونے والے واقعات وحادثات کا ذکر شرح وبسط سے کتاب الاوسط میں کیا ہے ہماری یہ کتاب اس کے بعد کی ہے اور اس کتاب میں ہم نے ان کے واقعات کی ایک جھلک پیش کی ہے کیونکہ ہم نے اپنے آپ پر ایجاز و اختصار سے کام لینے کی پابندی لگائی ہوئی ہے، اسی طرح ہم بجکم ترکی کے قتل کے واقعہ کو بھی بیان کر رہے ہیں اس کے قتل کا وقوعہ رجب ۳۲۹ھ میں ہوا وہ واسط کی طرف کرُدوں کے ساتھ برسرِ پیکار تھا اور کورتکین دیلمی، بجکم کی فوج پر غالب آ گیا تھا اور محمد بن رائق نے شام سے جا کر عکبرا میں کورتکین سے جنگ کی اور الحضرۃ میں داخل ہو گیا اور الحضرہ میں اس نے کورتکین سے جنگ کی اور کورتکین کو شکست دی۔ اور محمد بن رائق حکومت پر قابض ہو گیا اور الحضرہ میں بریدیوں کے ساتھ اس کا جو معاملہ ہوا اور المتقی کا وہاں سے محمد بن رائق موصلی کے ساتھ نکلنا وغیرہ ان سب واقعات کو ہم نے اخبار الزمان میں بیان کیا ہے اس لیے اس کتاب میں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ واللہ الموفق للصواب۔

باب سیزدھم

المستکفی باللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات
المستکفی باللہ، جس کا نام ابوالقاسم عبداللہ بن علی المکتفی ہے۔ کی بیعت ۳ر صفر ۳۳۳ھ کو ہفتہ کے روز ہوئی اور ۲۳ر شعبان ۳۳۴ھ کو خلافت سے دستبردار ہوگیا اس کا زمانہ خلافت ایک سال چار ماہ ہے اس کی ماں اُم ولد تھی۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دور کی ایک جھلک

ابتدائی حالات کا بیان
قبل ازیں ہم المتقی کی دست برداری کے حالات میں بیان کر آئے ہیں کہ پہلے پہل المستکفی کی بیعت نہر عیسیٰ پر ہوئی جو ماوردیا کے مضافات میں السندیہ بستی کے سامنے ہے اس وقت المتقی کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی تھی، اس کی بیعت ابوالوفا توزون اور دوسرے جرنیلوں اور ارباب حکومت نے کی جو وہاں پر موجود تھے اور اس دور کے قاضیوں نے بھی کی جن میں قاضی ابوالحسن محمد بن الحسین بن ابی الشوارب اور ہاشمیوں کی ایک جماعت بھی شامل تھی، پس اس نے انہیں اس دن مغرب اور عشاء کی نماز بھی پڑھائی اور وہاں سے چل کر یہ اتوار کے روز الشماسیہ پہنچا اور سوموار کے روز کشتی میں سوار ہوگیا اس کشتی کا نام غزال تھا، اس کے سر پہ ایک طویل ٹوپی تھی، کہتے ہیں کہ یہ اس کے باپ المکتفی باللہ کی ٹوپی تھی اس کے سر کے

کے پاس توزون ترکی، محمد بن محمد بن یحییٰ بن شیرزاد اور اس کے غلاموں کی ایک جماعت کھڑی تھی، المتقی کو اندھا کر کے اس کے سپرد کیا گیا اور احمد بن عبداللہ قاضی اُسے قابو کیے ہوئے تھا، اس کے بعد دیگر قاضیوں اور ہاشمیوں نے آ کر اس کی بیعت کی اور اس نے ابوالفرج محمد بن علی سامری کو کچھ مدت کے لیے وزیر بنایا پھر اس سے ناراض ہو گیا اور محمد بن شیرزاد کا عمل دخل بہت بڑھ گیا اس نے لوگوں کی کچہری لگا کر قاضیوں کے متعلق دریافت کیا اور الحضرة کے گواہوں کے معاملہ سے پردہ اٹھا تو ان میں سے بعض کو معزول کر دیا اور بعض کو جھوٹ سے توبہ کرنے کا حکم دیا ان میں سے بعض کی اُن باتوں کو قبول کر لیا جنہیں وہ خلافت سے قبل ہی جانتا تھا۔ پس قاضیوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور اس نے شرقی جانب کا محمد بن عیسیٰ المعروف ابن ابی موسیٰ کو اور غربی جانب کا محمد بن الحسن بن ابی الشوارب اموی حنفی کو قاضی بنایا تو عوام نے کہا کہ یہیں سے اس کی خلافت وحکومت کا خاتمہ ہو گیا اس کے اور فضل بن المقتدر جسے مطیع کہتے تھے، کے درمیان اس سے پہلے ابن طاہر کے گھر آپس میں ہمسائیگی تھی اور کبوتر بازی اور ان کے اُڑانے اور مینڈھوں اور مرغوں اور بٹیروں کے لڑانے کی وجہ سے عداوت تھی اسے شام میں النفخ کہتے تھے جب المستکفی کو نہر عیسےٰ پر بیعت لینے کے لیے لایا گیا تو مطیع اپنے گھر سے بھاگ گیا اور اس نے سمجھ لیا کہ یہ میرا خاتمہ کر دے گا جب المستکفی کی خلافت مستحکم ہو گئی تو اس نے مطیع کو طلب کیا مگر اُسے اس کے متعلق کچھ پتہ نہ چلا تو اس نے اس کے گھر کو گرا دیا اور اس کے باغ وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔

المستکفی اور توزون کا عطا کردہ غلام

ابوالحسن علی بن احمد بغدادی کاتب نے بیان کیا کہ جب المستکفی خلیفہ بنا تو توزون نے اُسے ایک ترکی غلام دیا جو اس کے سامنے کھڑا رہتا تھا اور المستکفی کا ایک غلام تھا جو اس کے اخلاق کا واقف تھا اور اس کی خدمت میں ہی پروان چڑھا تھا اور المستکفی کا میلان اپنے غلام کی طرف تھا اور توزون یہ چاہتا تھا کہ المستکفی میرے دیے ہوئے غلام کو مقدم کرے پس المستکفی توزون کی مرضی کے مطابق ترکی غلام کو اپنی ضروریات کے لیے بھیجتا مگر وہ اس کے غلام کا مقام نہ حاصل کر سکا۔

شامیوں کے ساتھ حجاج کے واقعات

راوی بیان کرتا ہے کہ ایک روز المستکفی نے محمد بن محمد بن یحییٰ بن شیرزاد کاتب کو کہا، کیا

توشامیوں کے ساتھ حجاج کے واقعہ کو جانتا ہے اس نے جواب دیا امیرالمومنین مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں تو المستکفی نے کہا کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف نے عراقیوں میں سے کچھ لوگ چنے اور ان کے پاس ضرورت کی اتنی اشیاء پائیں جو شامیوں میں سے مخصوص کیے ہوئے آدمیوں کے پاس نہ تھیں توشامیوں کو یہ بات گراں گزری اور انہوں نے اس بارے میں باتیں کیں، یہ باتیں حجاج تک بھی پہنچ گئیں تو وہ فریقین کی ایک جماعت کے ساتھ سوار ہو کر انہیں صحرا میں لے گیا تو انہیں دور سے اونٹوں کی ایک قطار نظر آئی اس نے ایک شامی کو بلا کر کہا کہ جاؤ جا کر معلوم کرو کہ یہ پرچھائیاں کیا ہیں اور ان کا حال اچھی طرح معلوم کرنا اس نے تھوڑی دیر کے بعد آکر بتایا کہ وہ اونٹ ہیں اس نے پوچھا کہ وہ لدے ہوئے ہیں یا نہیں، اس نے کہا مجھے معلوم نہیں لیکن میں دوبارہ جا کر معلوم کرتا ہوں حجاج نے اس کے پیچھے ایک عراقی آدمی بھی بھیج دیا اور اُسے بھی وہی حکم دیا جو شامی کو دیا تھا پس جب عراقی آدمی واپس آیا توشامی اور عراقی حجاج کے پاس بات سننے کے لیے آگئے، حجاج نے پوچھا وہ کیا چیز ہے اس نے جواب دیا، اونٹ، اس نے پوچھا کتنے ہیں اس نے جواب دیا تیس، اس نے پوچھا ان پر کیا لدا ہے؟ اس نے جواب دیا تیل، اس نے پوچھا وہ کہاں سے آئے ہیں اس نے جواب دیا فلاں جگہ سے، اس نے پوچھا وہ کہاں جارہے ہیں اس نے جواب دیا فلاں جگہ، اس نے پوچھا ان کا مالک کون ہے اس نے جواب دیا فلاں، تو اس نے شامیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا ؎

"مجھے عمرو کے متعلق ملامت کی جاتی ہے اگر وہ مرجائے یا دور ہو جائے
تو اے عمرو تیرے جتنا کوئی آدمی کم ہی کام کرے گا۔"

ابن شیرزاد کہنے لگا امیرالمومنین بعض اہل ادب نے اس مفہوم کا شعر کہا ہے ؎

"دو ایلچیوں میں بڑا ایلچی وہ ہے کہ جس کا بھیجنے والا اس کی واپسی کا محتاج ہو لیکن اس کا بھیجنا برابر ہی ہو، اسی طرح اہل علم نے ایک مثال کے بارے میں کہا ہے کہ ہر جاہل کے دو راستے ہوتے ہیں۔"

المستکفی نے کہا کہ بحتری نے ایلچی کی ذہانت کے متعلق کیا خوب کہا ہے کہ ؎

"امور کی تاریکی میں اس کی ذہانت آگ کے شعلے کی طرح ہوتی ہے۔"

شیرزاد کو پتہ چل گیا کہ المستکفی کا دل، توزون کے غلام سے بھر گیا ہے تو اس نے

توزون کو بتایا تو توزون نے اُسے المستکفی کی خدمت سے ہٹا لیا۔

شراب کے اوصاف کے متعلق گفتگو

ابواسحاق ابراہیم بن اسحٰق جو ابن الوکیل بغدادی کے نام سے مشہور ہے نے بیان کیا ہے کہ میرا باپ قدیم سے المکتفی کی خدمت میں تھا جب اس کے ساتھ وہ کچھ ہوا جو مشہور ہے تو میں اس کے بیٹے عبداللہ بن المکتفی کی خدمت میں چلا گیا اور جب اُسے خلافت ملی تو میں اس کے خاص الخاص لوگوں میں شامل تھا ایک روز میں نے اُسے اپنے ندیموں کی اس پارٹی کے ساتھ جو ابن طاہر کے گھر کی جانب سے اس کے پڑوسی تھے اور خلافت سے قبل وہ ان کے ساتھ راہ و رسم رکھتا تھا دیکھا کہ وہ آپس میں شراب اور اس کے اثرات اور جو کچھ لوگوں نے نظم و نثر میں اس کے متعلق کہا ہے، کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں، حاضرین میں سے ایک نے کہا امیر المومنین میں نے بعض متاخرین سے زیادہ کسی کو شراب کی بہتر توصیف کرتے نہیں پایا، ایک آدمی نے اپنی ایک کتاب میں شراب اور اس کے اثرات اور جو کچھ لوگوں نے نظم و نثر میں اس کے متعلق کہا ہے کہ دنیا میں شراب کے سوا ایک چیز بھی ایسی نہیں پائی جاتی جس نے اپنی چاروں ماؤں سے ان کی فضیلت اور ان کے بہترین خواص چھین لیے ہوں اس کا رنگ آگ کا رنگ ہے جو سب رنگوں سے خوب صورت ہے اور یہ ہوا کی طرح نرم ہے، جو چھونے والی چیزوں میں سے سب سے زیادہ نرم ہے اور پانی کی طرح شیریں ہے جو بہترین مزہ ہے اور زمین کی طرح ٹھنڈی ہے جو سب مشروبات سے لذیذ ہے اور وہ کہتا ہے کہ اگر یہ چاروں باتیں تمام ماکولات و مشروبات میں شامل ہوں تو پھر بھی وہ شراب پر غالب نہ آسکیں، میں نے جن صفات کا اوپر ذکر کیا ہے ان کو ایک شاعر نے اس طرح اکٹھا بیان کیا ہے ؎

"میں نے شراب کی طرح کوئی چیز نہیں دیکھی کہ جس نے ان چاروں چیزوں کو اپنے اندر جمع کر لیا ہو جن پر دُنیا کا دارومدار ہے، پانی کی شیرینی، ہوا کی نرمی، آگ کی گرمی اور مٹی کی ٹھنڈک۔"

ہم نے جس جگہ پر شراب کے اوصاف بیان کیے ہیں وہاں اُسے تمام دُنیا کی

چیزوں پر فضیلت دی ہے اور اس کی کئی لذتیں اور مدحیں بیان کی گئی ہیں جو کئی قسم کی خواہشات کو بھڑکاتی ہیں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ شراب کی چمک کو سُورج، چاند، ستارے آگ اور ہر نوری چیز سے مشابہت دی جاتی ہے اور اس کے رنگ کو دنیا کی ہر سُرخ اور زرد چیز جیسے یاقوت، عقیق، سونے اور دیگر نفیس جواہرات اور قیمتی زیورات سے تشبیہ دی جاسکتی ہے، راوی بیان کرتا ہے کہ پہلے لوگوں نے اسے ذبح کیے ہوئے جانور کے خُون اور پیٹ کے خون سے تشبیہ دی ہے دیگر لوگوں نے تیل اور لمبے سفید انگور وغیرہ سے تشبیہ دی ہے اور اسے جواہرات کے ساتھ تشبیہ دینا اس کی سب سے بہتر مدح ہے، راوی بیان کرتا ہے کہ اس کی صفائی کو ہر اس چیز سے تشبیہ دی جاسکتی ہے جس پر صنعاء کا نام بولا جاسکتا ہے بعض متقدمین شعراء نے اس کی صفائی کے متعلق کہا ہے ؎

"کہ یہ تجھے تنکے کو دکھا دے گی حالانکہ یہ خود تنکے کے آگے حائل ہوتی ہے۔"

یہ شراب کی تعریف میں سب سے بہترین بات ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ابونواس نے اس کی تعریف اور اس کے مزے، خوشبو، حُسن، رنگ اور دل پر اس کے اثرات اور اس کے آلات، ظروف، مٹکوں اور باہم شراب نوشی اور صبح و شام پینے کی اس قدر تعریف کی ہے کہ اگر اس کے اوصاف کی وسعت نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ اوصاف کا دروازہ بند ہو جاتا اس کے اوصاف کا شمار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان کی انتہاء تک پہنچا جاسکتا ہے۔ ابونواس اس کے نور کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

"گویا یہ اس کے ہاتھ میں سورج ہے اور اس کی ہتھیلی چاند ہے۔"

نیز کہتا ہے ؎

"جب شراب میں کوئی چیز ملائی گئی تو میں نے گھر میں وہی کام کیا جو صبح تاریکی میں کرتی ہے پس تاریکی میں چلنے والوں نے اس کے ذریعہ راہ پائی جیسے مسافر نشانی کے ذریعہ راہ پاتا ہے۔"

نیز کہتا ہے ؎

"رس کی بیٹی، صاف اور رقیق ہوئی اگر اسے رات پر ڈال دیا جائے تو ہر اندھیرا بھاگ جائے۔"

نیز کہتا ہے ؎

"جب شرابی اُسے غٹا غٹ پیتا ہے تو میں خیال کرتا ہوں کہ وہ تاریکی میں ستارے کو بوسہ دے رہا ہے، اور جس گھر میں یہ موجود ہو وہ گھر روشن ہوتا ہے اور جس گھر میں شراب نہ ہو وہ اندھیرا ہوتا ہے۔"

نیز کہتا ہے ؎

"اور اس کا پینے والا، پیاس میں اس کی روشنی کی زیادتی کی وجہ سے شعلے میں منہ لگاتا معلوم ہوتا ہے۔"

نیز کہتا ہے ؎

"میں نے اُسے کہا مجھ سے نرمی اختیار کر کیونکہ میں نے گھروں کے درمیان صبح دیکھ لی ہے تو اس نے مجھ سے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کیا تُو نے صبح دیکھی ہے، شراب کی روشنی کے سوا، کوئی صبح نہیں، اور وہ مٹکے کے پاس کھڑا ہوا اور ان کا منہ بند کر دیا تو رات رنگی ہوئی چادر کے ساتھ واپس آگئی۔"

نیز کہتا ہے ؎

"وہ کسی چیز کے ملانے سے پہلے سُرخ تھی اور زردی اس کے ورے تھی گویا اس سے پہلے تجھے سورج کی شعاع مل رہی تھی۔"

نیز کہتا ہے ؎

"گویا آگ کو اس کے خلاف اُکسایا گیا ہے کبھی وہ اس سے ڈرتی ہے اور کبھی خوف کھاتی ہے۔"

نیز کہتا ہے ؎

"وہ سُرخ رنگ کی ہے اگر پانی اس میں مکمل اس کی سُرخی میں کمی نہ کر دیتا تو وہ آنکھوں سے نور اچک لیتی۔"

نیز کہتا ہے ؎

"جب کبھی اس میں پانی ملایا جاتا ہے تو اس سے ایک شعاع پھوٹتی ہے جیسے چنوں سے شعلے نکلتے ہیں۔"

نیز کہتا ہے ؎

"اُسے مشکوں میں پرانا کیا گیا ہے یہاں تک کہ اس نے چاشت کے سورج کی
روشنی اور تاریکی کی ٹھنڈک حاصل کر لی۔"

نیز کہتا ہے ؎

"وہ میرے پاس سے شراب کو گزار کر لے گیا تو انتہائی بلندی تک اس کی
شعاع کو تنا ہوا دیکھے گا۔"

نیز کہتا ہے ؎

"اس نے مجھ سے چراغ مانگا تو میں نے کہا ٹھہر جا، تیرے اور میرے لیے
اس کی روشنی ہی چراغ ہے اس نے اس سے ایک گھونٹ گلاس میں ڈالا
تو وہ صبح تک ہمارے لیے صبح کا کام دیتا رہا۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ ابو نواس کے اس کے فن میں بہت سے اشعار ہیں جن میں اس نے اسے آگ سے تشبیہ دی ہے اور انوار کا ہم جنس قرار دیا ہے اور اسے تاریکیوں کو دور کرنے والی، رات کو دن اور تاریکیوں کو نور بنا دینے والی قرار دیا ہے یہ تعریف کرنے والے کی طرف سے حد درجہ کی تعریف ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ اس نے اس کے رنگ اور نور کی جو صفت بیان کی ہے اس سے بہتر تعریف نہیں ہو سکتی کیونکہ حسن کی تعریف میں نور کے بعد کوئی چیز نہیں، راوی بیان کرتا ہے کہ المستکفی کو اس تعریف سے بڑی خوشی اور سرور حاصل ہوا اور اس نے کہا تیرا ستیاناس ہو، اس تعریف سے میرا غم دور کر، اس نے کہا میرے آقا بہت اچھا۔

عبداللہ بن محمد الناشی بیان کرتا ہے کہ جب المستکفی کو خلافت ملی تو اس نے شراب ترک کر دی پس وہ مقررہ وقت پر دعوت سے نوشی دیتا اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جب المستکفی خلیفہ بنا تو اس نے فضل بن المقتدر کو طلب کیا کیونکہ ان کے درمیان عداوت تھی اور فضل بھاگ گیا تھا، بعض کہتے ہیں کہ وہ بھیس بدل کر احمد بن بویہ دیلمی کے پاس بھاگ گیا اور احمد نے اس سے حسن سلوک کیا اور اسے چھپائے رکھا پس جب توزون مر گیا اور دیلمی بغداد آیا اور ترک وہاں سے نکل گئے تو وہ ناصر الدولہ ابو محمد الحسن بن عبداللہ بن حمدان کے پاس گیا اور اس کے ساتھ اس کا عم زاد ابو عبداللہ بن ابو العلاء بھی گیا

اوراس کے اور بنی لوبہ دیلمی کے درمیان جنگ تھی جیسا کہ مشہور ہے اور دیلمی، غربی جانب آ گیا، اس کے ساتھ المستکفی اور مطیع بھی بغداد میں روپوش تھے، المستکفی کو اس کی بہت تلاش تھی، المستکفی نے اُسے غربی جانب عیسائیوں کے ایک گرجے میں آ تارا جو بدورنا کے نام سے مشہور تھا۔

ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق جو ابن الوکیل کے نام سے مشہور ہے، اس کے مقام و مرتبہ کے متعلق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں وہ بیان کرتا ہے کہ المستکفی، مطیع سے بہت ڈرتا تھا کہ وہ خلافت کو حاصل کرے گا اور وہ جو چاہے گا فیصلے کرے گا، اس بات سے وہ بہت تنگ پڑتا تھا، اور وہ بعض اوقات اپنے مالوف ندیموں سے اس کی شکایت بھی کرتا تھا اور وہ اس کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور مطیع کے معاملہ کو معمولی بات بتاتے تھے یہاں تک کہ اس نے ایک دن انہیں کہا، میں چاہتا ہوں کہ فلاں دن ہم اکٹھے ہو کر مختلف قسم کے کھانوں کے متعلق گفتگو کریں اور جو کچھ لوگوں نے منظوم کلام میں ان کھانوں کے متعلق کہا ہے اس کا بھی تذکرہ کریں پس انہوں نے آپس میں ایک دن طے کر لیا جب وہ اس دن اکٹھے ہوئے تو المستکفی نے آ کر کہا کہ تم میں سے ہر آدمی نے جو کچھ تیاری کی ہے اُسے پیش کرو، ان میں سے ایک نے کہا امیر المومنین مجھے ابن المعتز کے اشعار یاد ہیں جس میں وہ ایک ٹوکری کی تعریف کرتا ہے جس میں سالن کی پلیٹیں تھیں، اس نے کہا وہ اشعار پیش کرو۔

سالن کی ٹوکری کی تعریف

سبزیوں کی ٹوکریوں سے لطف اندوز ہو جس کے پہلوؤں میں پیالے قطار در قطار پڑے ہوئے ہیں اور اس میں کسی قسم کی پلیٹیں صف در صف پڑی ہیں جو سُرخ اور زرد رنگ کی ہیں اور ان میں مخالف رنگ کی کوئی پلیٹ نہیں اور وہ عقرقرحا کے سالن سے بھر پور ہیں اور اس میں سُرخ سالن بھی ہے جو بڑی پلیٹوں میں پڑا ہوا ہے اور اُسے چاشت کے سُورج نے رنگ دیا ہے پس وہ سورج کی روشنی سے خوشبو دار ہے۔

اس میں مرزنجوش کا سالن بھی ہے اور اس کے سامنے لونگ کا سالن بھی ہے اور اور دار چینی کا سالن بھی ہے اس کے رنگ اور مزے میں کوئی اس کا ہمسر نہیں گویا وہ خوشبو میں کستوری ہے اور وہ مزے اور خوشبو میں عطر کی حریف ہے اور جنگلی زعتر کی ایک پلیٹ ہے جس کا رنگ کستوری اور قادر (تلخ بوٹی کا نام ہے) کی طرح ہے اور لہسن کا سالن ہے جب میں نے اُسے دیکھا تو وہ عطر کی طرح تھا اور کھانے کا حکم دے رہا تھا

اور اس کا زیتون تاریکی کے اندھیرے کی طرح تھا اور اس کے ایک پہلو میں سرکہ ملا ہوا تھا اور اگر تو اس کے پیاز پر غور کرے تو اس چاندی کی طرح نظر آئے گا جس کے اندر آگ ہو اور گول شلجم جس کے ساتھ سرکہ ملا ہوا ہے اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے قطار میں رکھا ہوا ہے گویا سفید اور سُرخ شلجم دراہم کی طرح ہیں جن میں دینار صف در صف رکھے گئے ہیں جن سے ہر جانب ایک ستارہ فجر کی روشنی میں چمکتا اور دیکھتا ہے گویا وہ باغ کا پھول ہے جس کے سامنے شمس و قمر اور تاریکی اور نور ہے۔

نوادر کی ٹوکری کی تعریف

المستکفی کہنے لگا ایسی ہی ایک ٹوکری حاضر کرو، آج ہم وہی کھائیں گے جو تم نے بیان کیا ہے ایک دوسرے ہم نشین نے کہا امیر المومنین! محمود بن الحسین الکاتب جو کشاجم کے نام سے مشہور ہے، نوادر کی ایک ٹوکری کی تعریف میں کہتا ہے ؎

"ہم کب کھانے سے خوش ہوں گے، ٹوکری تو درست کر دی گئی ہے اور باورچی نے اُسے بہترین طریق سے مزین کر دیا ہے اور وہ اچھے اچھے کھانوں سے بھری ہوئی ہے اور ہم نے اس میں بکری کے یک سالہ بچے کو بھون کر رکھا ہے اور اس کی آنتوں کو باندھ دیا ہے اور ہم نے اس پر پودینہ اور سالن تہ بہ تہ لگایا ہے اور چوزوں کے سینے کے جوڑ اور بھنے ہوئے سموسے اور زیتون کے ایک طرف سُرخ انڈے اور اس کے وسط میں چربی سے لتھڑے ہوئے سالن جو بدہضمی والے شخص کو بھی بھوک اور اشتہاء پیدا کر دیتے ہیں اور لیموں، عنبر کے ساتھ ملا ہوا اور پنیر وسط میں پڑا ہوا اور موتیوں کی طرح کے گچھے جو خوب صورت عورتوں کے گلوبندوں میں چھپے ہوئے ہیں اور سرکہ جو ناک میں نکسیر لے آتا ہے اور غیر مزروعہ زمین کے بینگن جن پر تیرا دل فریفتہ ہو جائے اور بادام کا حلوہ جو گھی اور کھانڈ میں دبا ہوا ہے اور میرے پاس تیرے لیے کانچ کے برتن اور قمری جس نے وصل کا وعدہ کیا تھا اور جس کی نگاہوں میں درشتی اور الفاظ میں ملائمت تھی اور قمری تجھے سُر کے ساتھ اور بغیر سُر کے تجھے گیت سُناتی تھی اس غمگین شخص کے لیے کون ہے جو غمگین محبوبہ کے گھر سے دُور ہے، پس تیرا کیا عذر ہے کہ وہ اپنے نشے کی وجہ سے اپنی فطرت کو نہیں دیکھتا۔

ابن رومی کا وسط کی تعریف کرنا

المستکفی نے کہا تونے بھی اور اوصاف بیان کرنے والے نے بھی بہت اچھا کہا ہے پھر اس نے حکم دیا کہ جو کچھ وصف بیان کرنا ممکن ہے بیان کرو پھر کہنے لگا اس مفہوم کے کوئی اور اشعار ہوں تو پیش کرو تو ایک دوسرے آدمی نے کہا کہ ابن الرومی نے وسط کی تعریف کی ہے :-

"اے وہ شخص جو مجھ سے مجمع اللذات کے متعلق دریافت کر رہا ہے تونے سب سے بڑے نعت گو سے پوچھا ہے میرے پاس نقص سے پاک ایک قصہ ہے اے لذیذ کھانوں کے خواہاں تو مجھ سے میدے کی روٹی کے دو ٹکڑے لے ، ان جیسی چیز آنکھوں نے نہیں دیکھی ذرا ان کے چہرے سے پرت اٹھا اور جب وہ دونوں پر ہو جائیں تو ایک پر مرغی کے چوزوں اور کم دودھ دینے والی اونٹنی کے سالن ڈال اور ان پر بادام کی قطاریں بنا اور چوڑائی میں اخروٹ کی قطاریں لگا پھر زیتون کے ساتھ چھوہارے ملا اور اس پر سالن کے ساتھ پودینہ ڈال کر وہ ان کے درمیان دودھ کی طرح نظر آئے گویا وہ یمنی چادر کی طرح ہے اور اُبلے ہوئے انڈوں کا قصد کر ، اور درمیان میں ان کے درہم و دینار بنا - اور اس کے مقابلہ میں نمک کی معتدل سی لائن لگا اور پھر اس میں نظر گھما اس سے اُسے لطف آئے گا ۔ کبھی اس کے کنارے تجھے رہٹ کی طرح گول نظر آئیں گے اور کبھی جانور کی طرح گھومتے نظر آئیں گے اور کبھی بغیر بھوک کے چکی کی طرح جو تیرے دانتوں سے کاٹے گئے ہیں ، مجھے ان پر افسوس ہے کہ میں انہیں شیطان مردود کے لیے تیار کرنے کا ذمہ دار ہوں ۔"

سموسے کی تعریف

اور ایک دوسرے آدمی نے کہا اے امیر المومنین اسحاق بن ابراہیم نے سموسے کی تعریف میں کہا ہے سے

"اے وہ شخص جو مجھ سے بہترین کھانے کے متعلق پوچھتا ہے تونے اس کے متعلق سب سے زیادہ صاحب بصیرت شخص سے پوچھا ہے سُرخ لطیف گوشت کا ارادہ کر اور اُسے چربی کے ساتھ زیادہ نہ کوٹ ، اور اس پر گول پیاز ، سبز بند گوبھی ، لہسن ، دار چینی ، کف بھر دھنیا ، اس کے بعد لونگ ، ادرک ، سیاہ مرچ ، کف بھر زیرہ اور نمک ڈال کر اسے ہنڈیا میں ڈال دے اور پانی

ڈال کر اس پر ڈھکنا دے دے جب پانی ختم ہو جائے اور آگ اُسے خشک کر دے تو اُسے پتلی روٹی میں لپیٹ لے یا کچھ آٹا لے لے جو اچھی طرح نرم کیا گیا ہو پھر اُسے گول کر لے پھر اس کی اطراف کو پلٹا اور اس میں اچھا سا تیل ڈال کر اُسے اچھی طرح بھون اور اُسے اچھے سے پیالے میں رکھ اور اُسے رائی کے ساتھ کھا اور یہ جلد تیار ہو جانے والے کھانوں میں سب سے زیادہ لذیذ ہے۔"

ہلیون کی تعریف

ایک اور آدمی نے کہا امیر المومنین! محمود بن الحسین بن السندی کشاجم الکاتب نے ہلیون کی تعریف میں کہا ہے کہ

"ہمارے نیزوں کے اُوپر کے حصّہ میں جھکاؤ ہے اور ان کا جسم رسی کی طرح بٹا ہوا ہے اور وہ بہت خوب صورت اور بے گانٹھ ہیں ان کے سرے جسم میں پہنچ جاتے ہیں اور وہ تیروں کی طرح کھڑے ہیں ان کی برف ایسی سفیدی پر ریشم چڑھایا گیا ہے اور انہیں سُرخ رنگ پلایا گیا ہے جو دیکھتا ہے گویا اس کے ساتھ رخسار کی سُرخی ملی ہوئی ہے اور اس کی سُرخی میں نارض ہاتھ سے چٹکی بھری ہے پس اس کے ساتھ ہاتھ اور رخسار کی سُرخی مل گئی ہے گویا وہ کسی پیالے یا اولے کے اندر ہے اور وہ زرہ کی طرح تہ بہ تہ ہے جس طرح سونے کی بنی ہوئی چیز تہ بہ تہ ہوتی ہے گویا وہ ریشم کی منقش چادر بچھی ہوئی ہے کاش وہ ہمیشہ رہتی، اور وہ حسین عورتوں کی انگوٹھیوں کے لیے نگینے ہیں اور اس کے اردگرد مدوجزر گھومتی ہے اور وہ تیل کے جھاگ کا لباس پہنے ہوئے ہے اور وہ اس کے اُوپر سونے کے تسمے اور بٹی ہوئی چاندی کی طرح ہے اور اگر اسے کوئی روزہ دار دیکھ لے تو اس کی اشتہاء کی وجہ سے روزہ افطار کر دے اور سجدہ کرے۔"

چاول کی تعریف

جب وہ اس تعریف سے فارغ ہوا تو المستکفی نے اُسے کہا کہ اس وقت اور اس شہر میں اس کا ملنا مشکل ہے مگر ہم اخشید محمد ابن طغج کی طرف لکھتے ہیں کہ وہ دمشق سے ہمارے لیے گندم لائے پس اس وقت ہمیں اشعار سُنانا، ایک دوسرے آدمی نے کہا امیر المومنین محمد بن وزیر جو حافظ دمشقی کے نام سے

مشہور ہے اس نے چاول کی تعریف میں کہا ہے ؎

"چاول کا کیا کہنا جسے باورچی لایا ہے وہ آسمان کے وسط میں چاند کے حسن کی طرح ہے اس کی بناوٹ دوہری برف سے ہوئی ہے اور وہ ابتداء یا انداء کی صنعت معلوم ہوتی ہے وہ سفید پلیٹ میں سفید موتی کی طرح ہے، دیکھنے والوں کی آنکھیں اس کی روشنی سے حیران رہ جاتی ہیں وہ شام سے پہلے ہی تجھے چاند کی روشنی دکھا دے گا اور اس کے کناروں پر جو کھانڈ ڈالی گئی ہے ایک نور ہے جو روشنی کے اوپر مجسم ہو گیا ہے۔

ہرلیسہ کی تعریف

ایک اور آدمی نے کہا امیر المومنین! بعض متاخرین نے ہرلیسہ کے متعلق اشعار کہے ہیں ؎

"انسان جو چیزیں کھاتا ہے ان میں سے یہ سب سے زیادہ لذیذ ہے جب یہ اپریل کے مہینہ میں آئے، عورتیں بکری کے یک سالہ بچوں کا ہرلیسہ تیار کرتی ہیں ان کے ہاتھ بڑے صاف اور خوب صورت ہوتے ہیں جن میں پرندے اور جانور اکٹھے ہوتے ہیں اور ان کی ہنڈیوں میں سالن، گوشت، دنبے کی چکی، چربی، موٹی بطخیں، سفید گندم، مٹر اور بادام ہوتے ہیں جنہیں خوب باریک کیا ہوتا ہے اس کے بعد ان میں نمک اور خولنجاں ڈالی جاتی ہیں اور جب غلام انہیں اٹھائے ہوئے نکلتے ہیں تو ان کے دیکھنے سے رنگ شرما جاتے ہیں اور ان کے ساتھ پلیٹیں اور دسترخوان ہوتے ہیں اور ان کے اوپر گنبد کی طرح بانس کھڑا ہوتا ہے جیسے ایک چھت پکڑے ہوتی ہے جس کی گنبد نما دیواریں ہوتی ہیں اور اس کے ستون نہیں ہوتے، جنہیں بچوں کو کھلانے والے نے نمایاں کیا ہے اور ان کے شعلے سے آنکھیں تھک جاتی ہیں اور بھوکا اور سیر آدمی انہیں ترجیح دیتا ہے اور اسے گھر والے اور مہمان پسند کرتے ہیں، اس قسم کو دوسری قسموں پر فوقیت حاصل ہے اس سے ذہن اور دل صاف ہوتے ہیں اور جسموں کو اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے، اسے ساسان نے اپنے زمانے میں ایجاد کیا تھا اور اس نے کسریٰ انوشیروان کو حیرت میں ڈال دیا تھا اور جب اسے بھوکا آدمی دیکھتا ہے تو اسے بھوکوں کے ساتھ صبر نہیں ہوتا۔"

ترش دودھ کے پکے ہوئے کھانے کی تعریف

ایک اور آدمی نے کہا امیر المومنین بعض متاخرین نے ترش دودھ کے پکے ہوئے کھانے کی تعریف کی ہے کہ ؎

"کھانوں میں مضیرہ (ترش دودھ کا پکا ہوا کھانا) کا مقام امارت میں ماہ تمام کا سا ہے، دستر خوان پر اس کا آنا ایسا ہی ہے جیسے اندھیرے میں روشنی آجاتی ہے اس کی مثال اس چاند کی طرح ہے جو بادلوں کے درمیان سے لوگوں کے سامنے ظاہر ہوتا ہے، بھری ہوئی پلیٹ دیکھ کر لوگوں کو سخت گھبراہٹ ہوتی ہے جب کھانوں کے درمیان مضیرہ آیا تو اس نے ابوہریرہ کو بھی حیران کر دیا یہاں تک کہ وہ روزوں کی بجائے اس کی جستجو میں لگ گئے اور انہیں اس کے کھانے میں وہ لطف آیا کہ وہ جلدی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے امام کے ساتھ کھانے میں پہلوتہی کی اور مضیرہ، بیمار کو بیماری سے شفا دیتا ہے، اس کھانے کے آنے میں حرام کے سوا اور کوئی تعجب کی بات نہیں پس یہ لوگوں میں ایک لذیذ اور عجیب و غریب چیز ہے۔"

جوذابہ کی تعریف

ایک اور آدمی نے کہا امیر المومنین! محمود بن الحسین نے جوذابہ کی تعریف میں کہا ہے کہ ؎

"چاولوں سے بنایا ہوا جوذابہ عاشق کی طرح زرد رو ہوتا ہے اس کا رنگ عجیب اور ماہر باورچی کے ہاتھ میں چمکدار ہوتا ہے اور وہ سونے کے ڈلے کی طرح گلاب کی طرح سرخ ہوتا ہے اور اہوازی کھانڈ سے بنا ہوتا ہے اور اس کا مزہ نہاری کھانے والے سے بھی شیریں ہوتا ہے وہ چھونے میں نرم جھاگ کی طرح ہے اور اس کی خوشبو عنبر کی طرح ہے اور جب وہ پیالے میں نمایاں ہوتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اندھیرے میں ستارہ چمک رہا ہے وہ سرخ مہرہ ہے جس کی زردی، خوب صورت نرم اندام عورت کی گردن میں بہت شوخ لگتی ہے، یہ امن سے زیادہ شیریں ہے جو مومن کی طرف سے مضطرب کی طرف آیا ہے۔"

جوذابہ کی مزید تعریف

ایک اور آدمی نے کہا امیر المومنین! میرے پاس ایک محدث کا کلام ہے جس میں انہوں نے جوذابہ کی تعریف کی ہے سہ

"جوذابہ کا رنگ عقیق کی طرح ہے اور میرے نزدیک اس کا مزہ شراب کی طرح ہے یہ خالص کھانڈ اور پسے ہوئے خالص زعفران سے بنایا جاتا ہے اور اس میں مرغ کی چربی پڑتی ہے اس کا مزہ لذیذ اور رنگ خلوق کی طرح ہے (خلوق ایک خوشبو ہے جس کا جزو اعظم زعفران ہوتا ہے) اس کے اوپر قریب قریب کر کے موتی لگائے جاتے ہیں، اُسے برتن میں ایک پھونک اُلٹ پلٹ دیتی ہے اس کی شیرینی میں اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

قطائف[1] کی تعریف

جب بھوک شدید ہو جائے تو میرے پاس اپنے دوستوں کے لیے کتابوں کے بنڈلوں کی طرح قطائف پڑے ہوئے ہیں اور جب وہ ٹیلوں پر ابتداءً اُگتی ہے تو وہ شہد کے چھتے کی طرح سفید اور سوراخ دار ہوتی ہے وہ روغن بادام کی وجہ سے پینے کے قابل ہوتی ہے اور تر ہو کر اس میں تیرتی اور نیچے بیٹھ جاتی ہے اور اس میں عرق گلاب آتا جاتا ہے اور وہ اس پر بُلبلے کی طرح تہ بہ تہ ہوتا ہے اور جب اُسے کوئی عاشق دل انسان دیکھتا ہے تو وہ خوش ہو جاتا ہے کہ وہ کتابوں کی طرح ترتیب وار رکھا ہوا ہے اُسے لوٹ لینے سے دیکھنا زیادہ اچھا ہے اور ہر آدمی کو اسی چیز کی لذت آتی ہے جسے وہ پسند کرتا ہے۔

ابو نواس اور اطریخ کی تعریف

المستکفی اپنے بچپن کے معلم کی طرف متوجہ ہوا جو اُسے خوشی سے پڑھاتا تھا اور وہ بھی اس سے ہنستا تھا اور خوش ہوتا تھا، المستکفی نے اُسے کہا ان لوگوں نے جو اشعار ہمیں سنائے ہیں وہ آپ نے سُن لیے ہیں پس آپ بھی ہمیں اشعار سنایئے اس نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں ان لوگوں نے کیا کہا ہے اور کیا سُنایا ہے مگر میں کل گھومتا گھومتا چلا گیا تھا اور اطریخ لایا ہوں اور میں نے اس کے باغات بھی دیکھے ہیں پس مجھے ابو نواس کے وہ اشعار یاد آگئے جو اس نے اس کے متعلق کہے ہیں اور انہوں نے مجھے غمگین کر دیا اور میں خیالات

---

[1] ایک بوٹی جسے سالف العروس کہتے ہیں۔

میں کھو گیا، المستکفی نے کہا ابو نواس نے اس کی تعریف میں کیا کہا ہے تو اس نے کہا ہے
" اے ابن وہب تیری آنکھوں کی نیند بہت تھوڑی ہے اور عشق کی سوزش کی
وجہ سے تیرے دل میں آگ ہے اور اطریخ کے پاس میرا ٹھکانہ ہے اور جام
گردش میں آتے ہیں تو میرے لیے اس میں عبرت ہوتی ہے، ایک روز میں
اس کے پاس سے گزرا تھا تو میرا دل محبت کے باعث پھٹ گیا تھا اور
وہاں نرگس میرے غلام کو ٹھہرنے کے لیے آواز دے رہی تھی اور اس نے
معلوم کر لیا کہ ہمارے پاس شراب ہے اور تیتر نے گایا اور اس نے کھیل کود
کی احتیاج ظاہر کی اور اس نے اپنی کلیوں سے پھول عطا کیے پس ہم دیکھنے
والی آنکھوں کے باغات کی طرف لوٹ آئے جن میں سفیدی نہ تھی اور ان کی
پلکوں کی جگہ سفیدی اور آنکھ کی سیاہی کی جگہ زردی تھی ہم اس کے پاس
بیٹھے ہوئے تھے کہ گلاب نے ہمیں چیخ کر کہا اے داستان سراؤ! ہمارے
پاس وہ قہوہ ہے جس سے زمانہ غافل ہے اور اس میں مستی بھی پائی جاتی ہے
اور نرگس سے نگاہ ہٹائے بغیر ہم گلاب کے پھول کی طرف لوٹے تو نرگس نے
گلاب کے پھول کی کارروائی کو دیکھ کر کہا اے خوشبودار پھول" اور گلاب کے
پھول نے زردی کی دو فوجیں دیکھیں تو اس نے آواز دی تو اس کے پاس
گل انار آیا، اور لبنان کے سبب جوش میں آ گئے کیونکہ بدلہ لینے کے لیے
ان کی لڑائی سخت ہو گئی تھی اور خوشبودار پھول، چھوٹے بڑے لیموں کی
فوج لے کر جوش میں آ گیا اور میں نے زردی کی فوج میں بہار کو دیکھا اور
میرا دل اس کو سرخ دیکھ رہا تھا۔ یہ سب کچھ ان لوگوں کے رخساروں
کی سرخی کی وجہ سے تھا جنہوں نے ہمارے ساتھ زیادتی اور ظلم کیا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے المستکفی کو جب سے وہ سریر آرائے خلافت ہوا ہے اس
دن سے زیادہ خوش نہیں دیکھا اور اس نے تمام حاضر ہم نشینوں، گلوکاروں اور کھیل تماشہ
کرنے والوں کو انعامات دیے۔ پھر اس وقت جو سونا چاندی موجود تھا وہ اسے لایا،
خدا کی قسم اس کے بعد میں نے کسی دن اس کو اس جیسا نہیں دیکھا یہاں تک کہ احمد بن
بویہ نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی اور یہ اس طرح ہوا کہ جب

ابو محمد حسین بن عبداللہ بن حمدان ــــ یہ مشرقی جانب تھا اور اس کے ساتھ ترک بھی تھے ــــ

ــــــــ اور اس کے عم زاد حسین بن سعید بن حمدان اور احمد بن بویہ دیلمی اور المستکفی بھی اس کے ساتھ تھا، کے درمیان جنگ طویل ہوگئی تو دیلمی نے المستکفی پر اتہام لگایا کہ وہ بنی حمدان کو اس کے حالات اور اسرار سے آگاہ کرتا ہے اور اس سے قبل بھی کچھ باتیں اس کے دل میں تھیں پس اس نے المستکفی کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی اور المطیع کو حکمران بنا دیا اور دیلمی نے دیلمیوں کے ساتھ شب خون مارنے کی چال بھی چلی وہ انہیں رات کو اسلحہ اور بگلوں کے ساتھ کشتیوں میں سوار کر کے لے گیا اور مشرقی جانب جانے والے راستے پر انہیں بہت سی جگہوں پر اتار دیا اور بنی حمدان کے متعلق چال چلنے لگا وہ بلاد تکریت میں ترکوں کے ساتھ بہت سی جنگیں کرنے کے بعد موصل کی طرف چلے گئے اور احمد بن بویہ دیلمی کی حکومت مضبوط ہوگئی وہ شہر میں گھس گیا اور بند توڑ دیے جس طرح کہ ہمارے پاس باوجود دوری مکان اور بلاد مصر و شام میں رہنے، اور راستوں کی خرابی اور حالات کے انقطاع کے خبریں پہنچی ہیں۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ المستکفی کی خلافت کے قلیل عرصہ رہنے کی وجہ سے ہم تک المستکفی کے یہی حالات پہنچے ہیں۔ واللہ الموفق للصواب۔

باب چہاردہم

المطیع للہ کی خلافت کا بیان

اس کے ابتدائی مختصر حالات

المطیع للہ ـــ ابوالقاسم فضل بن جعفر المقتدر کی بیعت ۲۳ شعبان ۳۳۴ھ کو ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ اس کی بیعت اسی سال جمادی الاولیٰ میں ہوئی، ابن بویہ دیلمی حکومت پر غالب تھا۔ المطیع اس کے ہاتھ میں ایک کھلونا تھا، نہ اس کی خلافت تھی نہ وزارت، اور ابوجعفر محمد بن یحییٰ بن شیرزاد کاتب کے نام سے دیلمی کے حضور امورِ وزارت کو سرانجام دیتا تھا اُسے غربی جانب حسین بن عبداللہ بن حمدان کے امان طلب کرلے تک وزارت سے مخاطب نہیں کیا گیا وہ اس کے ساتھ ہی موصل کی جانب چلا گیا یہاں تک کہ اس نے اس پر اتہام لگایا کہ وہ ترکوں کو اس کے خلاف اُکسا رہا ہے پس اس نے اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی بعض کہتے ہیں کہ ابوالحسن علی بن محمد بن علی بن مقلہ دیلمی اور المطیع کے سامنے جمادی الاولیٰ ۳۳۶ھ تک کاتب کے نام سے نہ کہ وزیر کے نام سے خطوط پیش کرتا تھا، ہم گذشتہ خلفاء کی طرح المطیع کے تاریخی حالات کے بارے میں کوئی الگ باب قائم نہیں کر رہے کیونکہ ابھی تک اس کی خلافت قائم ہی نہیں ہوئی۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں اپنے آپ کو اس بات کا پابند کیا تھا کہ ہم آل ابی طالب کے مقاتل کا ذکر کریں گے۔ اور بنی اُمیہ اور بنی عباس کے زمانے میں ان میں سے جن لوگوں نے ظہور کیا اور قتل و ضرب اور حبس کے جو معاملات انہیں پیش آئے ان کا ذکر کریں گے اور پھر ہم امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے

قتل کے واقعہ سے لے کر ان کے وہ حالات بیان کریں گے جو ہم تک پہنچے ہیں اس سلسلہ میں ہمارے ذمے یہ بات رہ گئی ہے اس کا ذکر ہم اس جگہ پر اس شرط کو پورا کرنے کے لیے کر رہے ہیں۔

طولون کے عہد میں سرزمین مصر میں ایک طالبی کا ظہور

احمد بن عبد اللہ بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب نے صعید مصر میں ظہور کیا، اُسے احمد بن طولون نے ان واقعات کے بعد جن کا ذکر ہم گذشتہ کتب میں کر چکے ہیں ۲۷۰ھ میں قتل کر دیا۔

ابو عبد الرحمٰن عمری نے صعید مصر میں احمد بن طولون کے خلاف خروج کیا۔ یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔

محسن بن الرضا کا دمشق میں ظہور

محسن بن جعفر بن محمد بن علی بن موسےٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے ۳۰۰ھ میں مضافاتِ دمشق میں ظہور کیا اور امیر دمشق احمد بن کیغلغ کے ساتھ اس کی جنگیں ہوئیں اور اُسے باندھ کر قتل کر دیا گیا بعض کہتے ہیں کہ وہ جنگ میں مارا گیا، اور اس کا سر بغداد لاکر غربی جانب نئے پُل پر نصب کر دیا گیا۔

طبرستان میں اطروش کا ظہور

بلادِ طبرستان اور دیلم میں اطروش کا ظہور ہوا، اس کا نام حسن بن علی بن محمد بن علی بن حسن بن علی بن ابی طالب تھا اس نے ۳۰۱ھ میں وہاں سے مسودہ کو نکال دیا، وہ دیلم اور جبل میں کئی سال قیام پذیر رہا جو جاہلی اور مجوسی لوگ تھے، اطروش نے انہیں اللہ کی طرف دعوت دی۔ تو بہت سے لوگوں نے اس کی بات کو قبول کر کے اسلام قبول کر لیا، ہاں چند لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا جو بلادِ جبل و دیلم میں بلند پہاڑوں، قلعوں، وادیوں اور سخت جگہوں پر رہتے تھے وہ ابھی تک شرک پر قائم تھے اس نے ان کے علاقوں میں مسجدیں بنائیں اور ان کے مقابل میں مسلمانوں کی بلادِ طبرستان میں قزوین اور شالوس وغیرہ جیسی سرحدیں بھی تھیں، شہرِ شالوس میں ایک مضبوط قلعہ اور محل تھا جسے ایرانی بادشاہوں نے بنایا تھا جس میں دیلم کے بالمقابل فوجی چوکی کے جوان رہتے تھے، پھر وہ اسلام کے زمانے میں بھی اسی طرح رہا یہاں تک کہ اطروش نے اُسے گرا دیا، اطروش اور حسن بن

قاسم الحسنی الداعی کے درمیان بلادِ طبرستان میں جنگیں ہوئیں، کبھی اطروش کا اور کبھی حسن کا پلہ بھاری ہو جاتا، حسن بن قاسم الحسنی الداعی جبل اور دیلم سے بہت سی فوج لے کر ۳۱۷ھ میں رَے میں آیا اور اس کے ساتھ ماکان بن کاکی دیلمی بھی تھا جو دیلم کا مشہور جانباز اور سردار تھا پس نصر بن احمد بن اسماعیل بن احمد کی فوج نے رَے کے حکمران کو وہاں سے نکال دیا اور رَے پر اور اس کے ملحقہ علاقوں قزوین، زنجان، قم اور اُبہر وغیرہ پر بھی قابض ہو گیا، المقتدر نے خراسان کے حاکم نصر بن احمد بن اسماعیل بن احمد کو تنبیہ کرتے ہوئے اُسے لکھا کہ میں نے تجھے مال اور جان کا کفیل بنایا تھا اور تو نے رعیت کے معاملہ میں لاپروائی سے کام لیا ہے اور رعیت کو کمزور کر دیا ہے اور لاپروائی کی ہے یہاں تک کہ علاقے میں مبیضہ داخل ہو گئے ہیں اور اس نے اس کو، انہیں نکال باہر کرنے کا پابند کیا، پس حاکم خراسان نصر کی نگاہِ انتخاب، جبل کے ایک آدمی اسفار بن شیرویہ پر پڑی اس نے اس کے ساتھ ابن المحتاج کو دیلم سے جو امرائے خراسان میں سے تھا ایک کثیر فوج کے ساتھ داعی اور ماکان بن کاکی کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا، کیونکہ جبلیوں اور دیلمیوں کو ایک دوسرے سے بڑا کینہ ہے اور دونوں ایک دوسرے پر فخر کا اظہار کرتے ہیں پس اسفار بن شیرویہ الجبلی اپنی فوج کے ساتھ رَے کی حدود کی طرف گیا اور اسفار بن شیرویہ الجبلی اور ماکان بن کاکی دیلمی کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی اور ماکان بن کاکی کے اکثر اصحاب اور جرنیلوں مثلاً مشیز، تالجین، سلیمان بن شرکلۃ الاشکری، مرد الاشکری اور ہشونہ بن اومکر نے جبل کے جرنیلوں کی پناہ لے لی تو ماکان نے اپنے غلاموں کی تھوڑی سی نفری کے ساتھ ان پر سترہ حملے کیے، خراسانی فوجیں اور ان کے ساتھی ثابت قدم رہے اور ماکان بھاگ کر بلادِ طبرستان میں داخل ہو گیا داعی اور ماکان اپنے حامیوں سمیت شکست کھا گئے، پس خراسان، جبل، دیلم اور ترکوں کے سواروں نے اُسے آلیا ان میں اسفار بن شیرویہ بھی تھا، ماکان سواروں کی کثرت کی وجہ سے چلا گیا اور الداعی، آمل کے قریب جو بلادِ طبرستان کا ایک گاؤں ہے طاحونہ کی طرف چلا گیا، وہاں پر اس کے باقی ماندہ مددگار بھی اس سے الگ ہو گئے اور وہ وہاں قتل ہو گیا، ماکان، دیلم چلا گیا اور اسفار بن شیرویہ بلادِ طبرستان رَے، جرجان، قزوین، زنجان، ابہر، قم، ہمذان اور کرخ پر قابض ہو گیا اور اس نے حاکمِ خراسان کو دعوت دی اس کی پوزیشن مضبوط ہو گئی اور اس کی فوج بڑھ گئی اور تیاری بہت ہو گئی تو وہ متکبر اور سرکش ہو گیا وہ ملت اسلام کا پیروکار نہ تھا اس نے حاکم خراسان کی نافرمانی کی اور اس کا مخالف ہو گیا اور اس نے اپنے سر پر

تاج رکھنے اور رَے میں بادشاہ کے لیے سونے کا تخت قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ جن شہروں کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ ان پر قابض تھا اور سلطان اور حاکم خراسان سے جنگ کرتا تھا۔ پس المقتدر نے ہارون بن غریب کو اسی وقت قزوین کی طرف بھیجا اور اس کی اس کے ساتھ جنگیں ہوئیں اور ہارون کو شکست ہوئی اور اس کے ساتھیوں میں سے بہت سے لوگ مارے گئے یہ جنگ باب قزوین پر ہوئی اور اہل قزوین نے سلطان کے ساتھیوں کی مدد کی پس ان میں سے کئی آدمی مارے گئے اور ہارون کی شکست کے بعد دیلمیوں کے ساتھ ان کی کئی جنگیں ہوئیں اور اسفار بن شیرویہ بہت بڑی فوج کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوا اور اس نے اس قلعہ پر قبضہ کر لیا جو قزوین کے وسط میں ہے اور اُسے فارسی میں کشوین کہتے ہیں یہ شہر کا نہایت مضبوط قلعہ ہے جسے ایرانیوں نے دیلم کے بالمقابل سرحد پر بنایا تھا اور اُسے جوانوں سے بھر دیا تھا، کیونکہ دیلم اور جبل ـــ جب سے وہ آباد ہوئے ہیں ـــ کسی دین کے اطاعت گذار نہیں اور نہ کسی شریعت کے پابند ہیں پھر اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان ممالک پر فتح عطا کی اور قزوین کو دیلم وغیرہ کے لیے سرحد بنایا گیا پس رضاکاروں اور غازیوں نے قزوین کا قصد کیا اور وہاں آکر چھاؤنی ڈال لی اور جنگیں کیں وہاں سے وہ مختلف اطراف کی طرف گئے یہاں تک کہ حسن بن علی العلوی الداعی الاطروش کا معاملہ پیش آیا اور اس کے ہاتھ پر جبل اور دیلم کے بادشاہوں نے اسلام قبول کر لیا جیسا کہ ہم اس باب کے آغاز میں بیان کر آئے ہیں مگر اب ان کے مذاہب خراب ہو گئے ہیں ان کی آراء تبدیل ہو چکی ہیں ان کی اکثریت ملحد ہو چکی ہے۔ حالانکہ اس سے قبل دیلم کے بادشاہوں اور رؤساء کی ایک جماعت اسلام میں داخل ہوئی تھی جو آلِ ابی طالب سے ظہور کرنے والے اشخاص کی مدد کرتی تھی جیسے حسن اور محمد جو زید الحسینی کے بیٹے تھے ان کی انہوں نے مدد کی تھی، اسفار بن شیرویہ نے قزوین کو تباہ و برباد کر دیا کیونکہ وہاں کے باسیوں نے اس کے جوانوں کے خلاف، سلطان کے ساتھیوں کی مدد کی تھی اس کے دروازے اُکھیڑ دیے ان کو قیدی بنایا، بدکاری کی اور اس نے جامع مسجد میں مؤذن کو اذان دیتے سُنا تو اُسے وہاں سے سر کے بل گرانے کا حکم دیا اور مساجد کو تباہ کر دیا، نمازوں سے روک دیا پس لوگوں نے مشرق کے شہروں میں لوگوں سے مدد طلب کی، اس کا معاملہ بڑھ گیا اور حاکم خراسان اپنی فوج کے ساتھ، اسفار بن شیرویہ سے لڑنے کے لیے رَے گیا اس نے شہر بخارا سے جو اس وقت حاکم خراسان کا دارالسلطنت ہے، چل کر دریائے بلخ کو عبور کیا اور نیشاپور میں اُترا، اسفار بن شیرویہ بھی رَے آیا اس نے

اپنی فوجوں کو جمع کیا اور اطراف کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملایا اور حاکم خراسان سے جنگ کرنے کا عزم کیا تو اس کے وزیر مطرف جرجانی نے جسے رئیس کہتے تھے اُسے مشورہ دیا کہ وہ حاکم خراسان کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور اس سے مراسلت کر کے اُسے مال اور اقامت دعوت کا لالچ دے کیونکہ جنگ کے پانسے پلٹتے رہتے ہیں اور اس پر مال بھی خرچ ہوتا ہے اور اگر وہ اس بات کی طرف مائل ہو جائے جس کی تو اُسے دعوت دے تو فبہا، ورنہ جنگ تیرے سامنے ہے، کیونکہ تیرے ساتھ جو ترک اور خراسانی سوار ہیں اصل میں وہ اس کے آدمی ہیں اور تو نے حسنِ سلوک کے ساتھ ان پر قابو پایا ہے اور تو نہیں جانتا جب وہ اپنے آقا کے قریب ہوں گے تو اس کے ساتھ مل جائیں گے تو اس نے اس کی یہ بات قبول کر لی، اور اُسے اس سے خط و کتابت کرنے کا حکم دیا جب حاکم خراسان کے پاس خط پہنچے تو اس نے کسی بات کو قبول نہ کیا اور اس کے مقابلہ میں جانے کا عزم کیا تو اس کے وزیر نے اُسے مشورہ دیا کہ جو کچھ خرچ ہو چکا ہے وہ اس سے لے لو، اس نے مال دینے اور اقامت دعوت کی جو بات کہی ہے اُسے مان لو۔ کیونکہ جنگ کی لغزشوں کے متعلق کچھ کہا نہیں جا سکتا اور نہ ہی یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کا انجام کیا ہو گا، آدمی، مال اور آدمیوں سے طاقتور ہوتا ہے پس اگر وہ شکست کھا جائے تو یہ کوئی بڑی فتح نہیں ہو گی جب کہ آپ ایک آدمی کو، اپنے دشمن سے جنگ کے لیے مقرر کریں اور اس کے ساتھ اپنے غلام اور اپنی فوج بھی کر دیں اور وہ آپ کا مخالف ہو جائے خواہ وہ اللہ تعالےٰ کو ضامن دے کر تجھ سے پناہ مانگے تو بھی بات پائیدار نہ ہو گی تو حاکم خراسان نے اپنے اصحاب اور جرنیلوں میں سے اصحاب الرائے سے مشورہ کیا تو انہوں نے وزیر کی بات کی تصویب کی وہ ان کی بات کی طرف جھک گیا اور اس نے اسفار بن شیرویہ کی دریافت کردہ باتوں کا جواب دیا اور اموال کی ادائیگی کے بعد اس کی باتوں کو مان لینے کا وعدہ کیا جب اسفار بن شیرویہ کو اس کا خط ملا تو اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ جن اموال کے دینے کی اس نے شرط لگائی ہے وہ تو بہت زیادہ ہیں اور ان کو بیت المال سے نکالنے کی کوئی سبیل نہیں، پس ضروری ہے کہ ہم ان علاقوں پر ٹیکس لگا دیں تو اس کے وزیر نے اُسے کہا کہ بے وقت ٹیکس لگانے سے جاگیرداروں کو نقصان ہو گا اور ملک برباد ہو گا اور بہت سے جاگیرداروں کے لیے ان کے غلہ جات کے

حصول سے قبل جلا وطنی کا باعث ہو گا اسفار نے اُسے کہا پھر کیا کرنا چاہیے ۔ وزیر نے کہا کہ ٹیکس تو خاص طور پر بعض جاگیرداروں کے لیے ہوتا ہے اور یہاں ٹیکس جاگیرداروں، عام مسلمانوں اور اس ملک کے دیگر مذاہب کے پیروکاروں اور غیر ملکیوں کے لیے ہے یہ ٹیکس اتنا ہونا چاہیے کہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو بلکہ تھوڑی سی چیز دینے سے ان کا کام بن جائے آپ ہر راُس پر ایک دینار مقرر کر دیں اس طرح ہم نے جو مال دینے کا ذمہ لیا ہے وہ بھی پورا ہو جائے گا اور بہت سا مال بڑھ بھی جائے گا تو اسفار نے اسی کے مطابق اُسے حکم دے دیا پس اس نے بازار کے مسلمانوں اور ذمیوں کو لکھا اور ہوٹلوں اور سراؤں میں ٹھہرے ہوئے غیر ملکی تاجروں وغیرہ کو بھی لکھا اور اس نے رَے اور اس کے دیگر مضافات سے لوگوں کو دار الخراج میں جمع کیا اور ان سے اس جزیہ کا مطالبہ کیا۔ جس نے یہ ٹیکس ادا کر دیا تو اُسے مہر لگا کر اسی طرح چھوڑ دیا گیا جیسے ذمیوں کو دیگر شہروں میں جزیہ دینے پر چھوڑ دیا جاتا ہے مجھے اہل رَے اور دوسرے لوگوں کی ایک جماعت نے جو غیر ملکی تاجروں وغیرہ کی تھی بتایا —— میں ان دنوں اہواز اور ایران میں مقیم تھا —— کہ انہوں نے یہ جزیہ ادا کر دیا ہے اور پروانہ براُت لے لیا ہے پس اس ذریعہ سے بہت سے اموال اکٹھے ہو گئے جن میں سے شرط کے مطابق حاکم خراسان کو دیے گئے اور باقی ایک کروڑ سے زائد دینار بچے، بعض کہتے ہیں کہ رَے اور اس کے مضافات میں جو لوگ تھے ان کا ٹیکس ہی اس سے کئی گنا زیادہ تھا حاکم خراسان، بخارا کی طرف واپس آ گیا اور اسفار کا معاملہ خلافِ عہد بڑھ گیا اور اس نے اپنے اصحاب میں سے ایک آدمی کو، جو جبل میں فوج کا سالار تھا اور اُسے مرداویج بن زیاد کہتے تھے، دیلم کے ایک بادشاہ کی طرف بھیجا جو قزوین کے پاس تھا اور دیلم کے علاقے میں وہ طرم کا حکمران تھا اس کا نام ابن اسوار تھا جو سلار کے نام سے مشہور تھا جس کا بیٹا اس وقت آذربائیجان وغیرہ کا حاکم ہے، کہ وہ اس سے اسفار بن شیرویہ کے لیے بیعت اور اس کی اطاعت میں آنے کا عہد لے، مرداویج، سلار کے پاس گیا تو دونوں نے اسفار بن شیرویہ کی وجہ سے اسلام پر نازل ہونے والی مصیبت اور شہروں کی بربادی اور رعیت کے قتل اور آبادی اور امور کے عواقب میں غور و فکر چھوڑ دینے پر ایک دوسرے سے شکایت کی اور دونوں نے آپس میں عہد و پیمان کیے کہ وہ اسفار کے ساتھ جنگ کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے، اسفار اپنی فوج کے ساتھ قزوین کی طرف روانہ

ہو چکا تھا اور دیلم کے علاقے تخوم کے قریب پہنچ چکا تھا جو طرم کے علاقے میں ابن اسوار کی سلطنت میں شامل ہے ۔ ہاں پر وہ اپنے ساتھی مرداویج بن زیار کا منتظر تھا کہ اگر ابن اسوار نے اس کی اطاعت اختیار نہ کی اور اس کا ایلچی اس کی ناپسندیدہ خبر لے کر آیا تو وہ اس کے ملک کو روند دے گا یہ سلار علی بن وہسوذان کا ماموں تھا جو ابن حسان کے نام سے مشہور تھا اور دیلم کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا جسے ابن اسوار نے رُے میں قتل کر دیا تھا اس واقعہ کا بیان طوالت کا باعث ہوگا۔ جب مرداویج، اسفار کی فوج کے قریب پہنچا تو اس نے اس کے جرنیلوں سے مراسلت کی اور انہیں لکھا کہ اسفار پر حملہ کرنے میں میری مدد کرو، اور انہیں بتا دیا کہ سلار بھی اس کے خلاف ان کی مدد کرے گا۔ جرنیل اور اس کے دیگر ساتھی بھی اس کی حکومت سے نالاں تھے اور اس کی سیرت کو ناپسند کرتے تھے انہوں نے مرداویج کو جواب دیا جب وہ فوج کے قریب آیا تو اسفار بن شیرویہ کو بھی مصیبت کا احساس ہوگیا اور وہ سمجھ گیا کہ اس کے خلاف سازش کی گئی ہے اور یہ کہ اس کی بری سیرت کی وجہ سے اس کے ساتھیوں اور دیگر لوگوں میں سے اس کا کوئی مددگار نہیں پس وہ اپنے غلاموں کی ایک جماعت کے ساتھ بھاگ گیا پس مرداویج آیا اور فوج پر قابض ہوگیا اور اس نے خزائن اور اموال کو اکٹھا کر لیا اور اسفار کے وزیر مطرف جرجانی کو بلا کر اس سے اموال نکلوائے اور جرنیلوں اور جوانوں کی بیعت لی اور ان میں اموال، غلہ جات اور انعامات تقسیم کیے اور ان سے بہت حسنِ سلوک کیا جس جیسا سلوک انہوں نے کبھی اسفار سے دیکھا بھی نہ تھا، اسفار، طبرستان کے شہر ساریہ کی طرف چلا گیا مگر وہاں بھی اُسے کوئی پناہ گاہ نہ ملی اور وہ سرگرداں رہ گیا اور دیلم کے مضبوط قلعہ الموت میں واپس آگیا جہاں دیلم کے شیوخ میں سے ایک شیخ جو ابو موسیٰ کے نام سے مشہور تھا ۔ جوانوں کی ایک پارٹی کے ساتھ رہتا تھا اس کے سامنے اسفار بن شیرویہ کے ذخائر اور بہت سے خزانے اور اموال پڑے تھے جب مرداویج، فوج اور اموال پر قابض ہوگیا تو وہ قزوین سے کئی میل تک اس راستے کی تلاش میں آیا جس پر اسفار چلا تھا تاکہ وہ اس کے حالات معلوم کرے کہ وہ کس ملک میں گیا ہے اور کس قلعے میں پناہ گزین ہوا ہے، وہ اس قلعہ کی طرف گیا تو اس نے بعض وادیوں میں تھوڑے سے سواروں کو دیکھا پس اس کے ساتھی ان کے حالات معلوم کرنے کے لیے جلدی سے ان کی طرف گئے تو انہوں نے وہاں اسفار بن شیرویہ کو اپنے چند غلاموں میں قلعے کا قصد کرتے پایا تاکہ وہ وہاں سے اپنے اموال کو لے کر اور دیلم اور جبل کے جوانوں کو اکٹھا کر کے مرداویج بن زیار سے دوبارہ

جنگ کرے مگر مرداویج اس کے سر پہ پہنچ گیا۔ مرداویج اُسے دیکھتے ہی گھوڑے سے اُتر پڑا اور اس نے اسی وقت اُسے قتل کر دیا دیلم اور جبل کے لوگوں کو جب پتہ چلا کہ مرداویج اپنی فوج سے حسنِ سلوک کرتا ہے تو وہ اس کی طرف آ گئے دیگر شہروں سے بھی لوگ اس کے پاس آنے لگے یہاں تک کہ اس کی فوج کی تعداد بے حد بڑھ گئی اور اس کی حکومت مضبوط ہو گئی اور شہران کے لیے کافی نہ رہے اور نہ ہی ان کے اموال اس کے جوانوں کی ضرورت پوری کر سکے تو اس نے اپنے جرنیلوں کو قم، کرخ ابن ابی دلف، برج، ہمذان، ابہر اور زنجان میں پھیلا دیا اور اس نے ہمذان میں اپنے بھانجے کو اپنے جرنیلوں اور جوانوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ بھیجا، وہاں پر سلطان کی فوج بھی ابو عبداللہ محمد بن خلف دینوری سربانی کے ساتھ موجود تھی اور اس کے ساتھ ابوالہیجا عبداللہ بن حمدان کا غلام خفیف بھی سلطان کے جرنیلوں کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھا، جن کی دیلمیوں کے ساتھ متواتر جنگیں ہوتی رہتی تھیں اور اہل ہمذان نے سلطان کے ساتھیوں کی مدد کی اور مرداویج کے جوانوں میں سے چار ہزار دیلمی اور جبلی جوان قتل ہو گئے، مرداویج کا بھانجا بھی جو فوج کا سالار تھا اور ابو الکرادیس بن علی بن عیسےٰ الطلحی کے نام سے مشہور تھا، قتل ہو گیا وہ مرداویج کے سرکردہ سالاروں میں سے تھا اور دیلمی بری طرح شکست کھا کر مرداویج کے پاس بھاگ کر آ گئے پس جب اُسے بھانجے کے قتل کی اطلاع ملی اور اس کی بہن نے شور و غل کیا اور اس نے بچے کے مرنے کی وجہ سے بہن کی تکلیف کو دیکھا تو وہ رَے سے اپنی فوج کے ساتھ چلا اور ہمذان کے دروازے پر آ اُترا، یہ دروازہ باب اسد کے نام سے مشہور ہے، اس دروازے کو باب اسد اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جو راستہ رَے اور خراسان کے راستے کی طرف پہنچا تا ہے اس پہ ایک اُونچی جگہ پہ پتھر کا ایک شیر بنا ہوا ہے جو شیر سے بھی بڑا ہے بڑے بیل یا اُبھرے ہوئے پہاڑ کی طرح ہے گویا وہ ایک زندہ شیر ہے جب انسان اس کے قریب ہوتا ہے تو اُسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پتھر ہے جسے نہایت خوب صورت شکل میں ڈھالا گیا ہے یا شیر سے نہایت ملتا جلتا نمونہ بنایا گیا ہے اہل ہمذان اپنے اسلاف سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ سکندر بن فیلبس نے ہمذان جب بلادِ خراسان اور ہندوستان اور چین وغیرہ سے واپس لوٹا تو اس نے اس شیر کو شہر اور اس کی فصیلوں کے لیے طلسم بنا دیا جب یہ شیر اپنی جگہ سے اُکھڑ جائے گا اور ٹوٹ جائے گا تو شہر برباد ہو جائے گا اور اس کی فصیلیں گر جائیں گی اور اس میں خوفناک قتل و خونریزی ہوگی یہ دیلم اور جبل کا خیال ہے اہل ہمذان ان لوگوں کو جو فوجوں کے ساتھ یا ویسے وہاں سے

گذرتے تھے انہیں اس شہر کے اکھاڑنے یا اس کی چیز کو توڑنے سے منع کرتے تھے اور وہ اپنے عظیم الجثہ ہونے اور مضبوط پتھروں سے بنے ہوئے ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگوں کے سوا نہ ٹوٹ سکتا تھا، مرداویج کی وہ فوج جو اس نے اپنے بھانجے کے ساتھ ہمذان کی طرف بھیجی تھی وہ اس دروازے پر اُتری، اور سلطان کے ساتھ جنگ کرنے سے قبل اس صحرا میں پھیل گئی اس نے اس شیر کو اُلٹ پلٹ کر توڑ دیا تو وہ واقعہ رُونما ہوا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، دیلمی اس قصے کو بڑی شیفتگی سے بیان کرتے ہیں، جب مرداویج مارچ کرتا ہوا اس دروازے پر اُترا اس نے اپنے ساتھیوں کے قتل کے مقامات کو دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ اہل ہمذان نے اُس کے بھانجے کو قتل کر دیا ہے تو وہ سخت غضبناک ہوا اور اس کے اور اہل ہمذان کے درمیان رَن پڑا پھر لوگ بھاگ گئے اور سلطان کے اصحاب نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور وہاں سے چلتے بنے تو انہوں نے پہلے دن کم از کم چالیس ہزار ہتھیار اُٹھانے والوں کو قتل کیا اور تین دن تلوار اور آگ اور گرفتاری کا سلسلہ چلتا رہا پھر اس نے تیسرے دن تلوار روکنے کا حکم دے دیا اور بقیہ لوگوں کو امان دے دی، اور اعلان کیا کہ شہر کے شیوخ اور روپوش ہو جانے والے اس کے پاس آئیں، جب لوگوں نے یہ اعلان سُنا تو رہائی کی اُمید کی، پس شیوخ اور روپوش ہونے والوں میں سے جو لوگ اپنے متعلق وثوق رکھتے تھے وہ عیدگاہ کی طرف گئے اس کے پاس اس کا سزا دینے والا آ گیا جس کا نام سفطی تھا اس نے مرداویج سے پوچھا کہ ان کے متعلق کیا حکم ہے اس نے اُسے حکم دیا کہ ان کو دیلم اور جبل میں برچھوں اور خنجروں سمیت گھمایا جائے اور پھر اُن کا کام تمام کر دیا جائے تو انہیں دیلم کے آدمیوں نے گھمایا اور سب کا کام تمام کر کے انہیں گذشتہ لوگوں کے ساتھ ملا دیا، اور اس نے اپنے ایک جرنیل کو جو ابن علان قزوینی کے نام سے مشہور تھا اور خواجہ کے لقب سے پکارا جاتا تھا (اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل خراسان جب کسی شیخ کی تعظیم کرتے تو اس کا نام خواجہ رکھتے تھے) اپنی فوج کے ایک دستے کے ساتھ دینور کی طرف بھیجا اور ہمذان سے ایک جرنیل کو تین دن کے لیے بھیجا پس وہ تلوار لے کر گیا اور پہلے دن اس نے کم از کم سترہ ہزار سے پچیس ہزار تک آدمیوں کو قتل کیا، اس کے پاس دینور کے صوفیوں، زاہدوں اور روپوش ہو جانے والوں میں سے ایک آدمی ابن مشاد نامی بھی آیا اس نے اپنے ہاتھ میں قرآن کھول رکھا تھا، اس نے ابن علان خواجہ سے کہا اے شیخ اللہ سے ڈر اور ان مسلمانوں سے تلوار کو روک لے جن کا نہ کوئی گناہ ہے نہ جرم جس کی وجہ سے یہ سزا کے مستحق ہوں، پس اس نے اس کے ہاتھ سے قرآن لے

لینے کا حکم دیا اور اُسے اس کے منہ پر دے مارا پھر اس کے حکم سے اُسے قتل کر دیا گیا اس نے لوگوں کو قیدی بنایا اور مال وجان اور عزت کو مباح قرار دے دیا اور مرداویج کی فوجیں شجرتین کے مقام تک جو بلادِ جبل اور مضافاتِ حلوان (جو عراق کے پاس ہیں) کے درمیان نشیبی جگہ ہے اور بلاد طرز، مطامیر اور مرج القلعہ کے درمیان ہے، قتل کرتے اور قیدی بناتے ہوئے پہنچ گئیں اور اس نے اموال کو لوٹا پھر اس کی فوجیں واپس ہوئیں انہوں نے اموال لوٹے، آدمی قتل کیے اور بچوں اور غلاموں کو پکڑا اور انہیں قبضہ میں کر لیا، بلادِ دینور، قرماسین اور زبیدیہ سے اور جن شہروں کے نام ہم بیان کر چکے ہیں پچاس ہزار سے ایک لاکھ تک نوجوان لڑکیوں اور غلاموں کو قیدی بنایا، پس جب یہ تمام اموال اور غنائم مرداویج کو پہنچ گئے تو اس نے اپنے جرنیلوں کی ایک جماعت اپنی فوج کے دستے کے ساتھ اصبہان کی طرف بھیجی انہوں نے اصبہان پر قبضہ کر لیا اور ان کی مہمان نوازی ہوئی اور احمد بن عبدالعزیز بن ابی دلف العجلی کے محل ان کے لیے آباد کیے گئے اور باغات تیار کیے گئے اور مختلف قسم کے پھول لگائے گئے جیسا کہ آل عبدالعزیز کے لیے کیا جاتا تھا، پس مرداویج پچاس ہزار آدمیوں کے ساتھ اصبہان کی طرف گیا اور بعض کہتے ہیں کہ چالیس ہزار آدمیوں کے ساتھ گیا اس نے رَے، قم اور ہمذان میں اپنی اشیاء اور فوج کے دوسرے کاموں کو درست کیا اور اس نے اپنے جرنیلوں اور فوج میں سے ایک جماعت کو ابوالحسن محمد بن دہبان الفقیلی کے ساتھ بھیجا، اس شخص نے بعد میں سلطان سے امان لے لی تھی، پھر وہ محمد بن رائق کے پاس اس کے شام میں داخل ہونے اور اخشید محمد بن طغج سے جنگ کرنے سے قبل رقہ میں گیا جو بلادِ مضر میں ہے تو رافع قرمطی نے اس کے خلاف سازش کی وہ ابن الرائق کے جرنیلوں میں سے تھا یہاں تک کہ اس نے اس کے اور اس کی فوج کے درمیان تفریق کر دی اور اُسے فرات میں غرق کر دیا یہ رحبہ مالک بن طوق کی طرف ہے، ہم اس کے حالات اور اس کے متعلق سازش اور پانی میں مقید ہو کر رہنے کی مدت اور وہاں سے نکل کر قتل ہونے تک کے واقعات کو کتاب الاوسط حالات محمد بن رائق میں بیان کر چکے ہیں، ابن دہبان اپنی فوجوں کے ساتھ صقع میں گیا جو اہواز کا ضلع ہے یہ مناذر، تستر اور ایذیج کے راستے پر واقع ہے اس نے ان شہروں پر قبضہ کر کے ان کے اموال اکٹھے کر لیے اور مرداویج کے پاس لے آیا تو مرداویج بہت متکبر ہو گیا اور اس کی فوج، اور اموال بہت زیادہ ہو گئے اس نے سونے کا ایک تخت بنوایا جو جواہرات

سے مرصع تھا اور اس نے سونے کا ایک تاج بھی بنایا اور اس میں کئی جواہرات اکٹھے کر دیے اور اس نے ایرانیوں کے تاجوں اور ان کی شکلوں کے متعلق دریافت کیا تو اس کے سامنے ان کی تصویریں بنائی گئیں تو اس میں سے اس نے انوشروان ابن قباذ کے تاج کو پسند کیا۔

اس کے کاتبوں اور اس کے حاشیہ نشینوں کی جانب سے جو دنیا کے دانشور اور شیطان تھے اس تک یہ بات پہنچائی گئی کہ ستارے بلاد اصبہان کی طرف اپنی شعاعیں پھینک رہے ہیں ہاں پر ایک دین ظاہر ہو گا اور بادشاہ کا تخت نصب ہو گا اور زمین کے خزانے اس کے پاس لائے جائیں گے جو بادشاہ ان خزانوں کا مالک ہو گا اس کی ٹانگیں زرد ہوں گی اور اس کی یہ یہ صفات ہوں گی اور اس کی مدت حکومت اتنی ہو گی۔

اور اس کے بعد اس کے بیٹوں میں سے چالیس بادشاہ ہوں گے اور انہوں نے اس کا زمانہ اُسے بہت قریب بتایا اور اس کے سامنے اس مفہوم کی اتنی چیزیں پیش کیں جس سے اس کا میلان بھی اس طرف ہو گیا انہوں نے اُسے وہ زرد ٹانگوں والا شخص بھی بتایا جو زمین کا بادشاہ بنے گا اور اس کی فوج میں جو ترک فوجی ہوں گے ان کے علاوہ اس کے ساتھ چار ہزار خاص ترک غلام ہوں گے وہ ان سے بڑا سلوک کرے گا اور ان میں بہت قتلام کرے گا پس انہوں نے اس کے قتل کا پروگرام بنایا اور قسمیں کھائیں وہ اس وقت بغداد جا رہا تھا کہ وہ بادشاہ کو گرفتار کر لیں گے اور مشرق و مغرب میں جو اسلامی شہر بنو عباس وغیرہ کے ہاتھ میں ہیں ان کی حکمرانی اس کے اصحاب کو دے دیں گے۔

اس نے اہل بغداد کو مکان، جاگیروں میں دے دیے اور اس بات میں کوئی شک نہ رہا کہ حکم اور حکومت اسی کے لیے ہے، ایک دن وہ نہایت خوش و خرم شکار کے لیے نکلا اور خوشی خوشی واپس آیا کہ مکمل طور پر حکم اور حکومت اس کے ہاتھ میں آگئی ہے وہ احمد بن عبدالعزیز بن ابی دلف کے محل میں واپس آنے کے بعد اصبہان میں حمام میں داخل ہوا، اور بجکم ترکی جو خاص غلاموں میں سے تھا تین ترک سرداروں کے ساتھ اس کے پاس گیا، میرے خیال میں ان میں سے ایک توزون تھا جو بجکم کے بعد حکومت کا منتظم تھا پس انہوں نے اُسے قتل کر دیا۔ بجکم اور اس کے ساتھی باہر نکل آئے اور انہوں نے ترکوں کو اس کے متعلق بتایا ہوا تھا اور وہ بقیہ فوج کو چھوڑ کر تیار کھڑے تھے پس وہ فوراً سوار ہو گئے—— یہ واقعہ ۳۲۳ھ میں الراضی کی خلافت میں ہوا—— جب شور و غل برپا ہوا تو فوج منتشر

ہو گئی اور لوگ ایک دوسرے کو لوٹنے لگے اور خزانے لُوٹ لیے گئے اور اموال ختم ہو گئے پھر جبل اور دیلم کے لوگ واپس لوٹے اور انہوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ ہماری پارٹی بغیر سردار کے باقی رہ گئی ہے اور ہم تباہی کی طرف جا رہے ہیں پس انہوں نے مرداویج کے بھائی وشمگیر کی بیعت پر اتفاق کیا عربی میں وشمگیر کا مفہوم ہے بٹیر پکڑنے والا، اور مرداویج کے معنے ہیں آدمیوں سے چمٹا رہنے والا، اور مرداویج کو ز سے بھی لکھا جاتا ہے پس انہوں نے بہت سی فوج کے منتشر ہو جانے کے بعد وشمگیر کی بیعت کر لی اس نے اُن میں بہت سے بقیہ اموال کو تقسیم کیا اور ان سے حسنِ سلوک کیا اور اپنی فوج کو ساتھ لے کر رَے کی طرف گیا اور وہیں فروکش ہو گیا بجکم نے اپنے ترک ساتھیوں کے ساتھ دیلم سے بھاگ جانے کا پروگرام بنایا اور بلادِ دینور کی طرف چلا گیا وہاں سے اس نے خراج اکٹھا کیا اور بہت سے اموال لے کر نہروان کی طرف چلا گیا جو بغداد سے دو دن سے بھی کم فاصلے پر واقع ہے، پس اس نے الراضی سے مراسلت کی الراضی پر الساجیہ اور چند حجری غلاموں کا غلبہ تھا پس انہوں نے اس خوف سے کہ وہ حکومت پر غلبہ نہ حاصل کر لے اُسے الحضرۃ آنے سے روک دیا، بجکم کو جب الحضرۃ آنے سے روک دیا گیا تو وہ واسط کی طرف محمد بن رائق کے پاس چلا گیا، محمد بن رائق وہاں مقیم تھا اُس نے بجکم کو اپنے قریب کیا اور اسے خوش آمدید کہا یہ اس پر غالب آ گیا اور بجکم کی پوزیشن مضبوط ہو گئی اور اس نے آدمیوں کو جمع کیا اور ابن رائق کی پوزیشن کمزور ہو گئی اور پھر جو کچھ اس کے ساتھ ہوا وہ ایک مشہور واقعہ ہے جسے ہم گذشتہ کتب میں بیان کر چکے ہیں کہ یہ روپوش ہو گیا اور بجکم الراضی کے ساتھ موصل گیا اور ان کے ساتھ علی بن خلف بن طباب بھی دیارِ بنی حمدان تک گیا جو بلادِ موصل اور دیارِ ربیعہ میں سے ہیں اور محمد بن رائق کا بغداد میں ظہور ہوا اور مختلف لوگوں نے اس کی مدد کی اور اس نے بادشاہ کے گھر جا کر ابن بدر سیرافی کو قتل کیا اور پھر اپنے جبلی پیروکاروں اور قرامطہ جیسے رافع اور عمارہ وغیرہ کے ساتھ الحضرۃ سے نکلا، یہ لوگ اس کے مددگار تھے اور دیارِ مضر کی طرف چلا گیا اور رقہ میں اُترا، اس کے اور نمیرہ کے درمیان کچھ ہوا پھر یانس المؤنسی بھی اس کے ساتھیوں میں شامل ہو گیا اور وہ جند قنسرین اور عواصم کی طرف گیا اس نے وہاں سے طریف السکری کو نکال باہر کیا اور شامی سرحد پر قبضہ کر لیا۔

ہم نے کتاب الاوسط (جس کے بعد ہم نے یہ کتاب لکھی ہے)، الاوسط ہماری کتاب

اخبار الزمان کے بعد کی ہے ا یں گذشتہ اقوام و ممالک کے حالات لکھے جنہیں حوادثات زمانہ نے تباہ و برباد کر دیا ہے اخشید محمد بن طغج کے ساتھ بلاد مصر میں عریش کے مقام پر اس کے جنگ کرنے اور چلے جانے اور دمشق کی طرف واپس لوٹنے اور اخشید محمد بن طغج کے بھائی کو بلاد اردن میں لجون مقام پر قتل کرنے اور جنگ عریش سے قبل اس کے اور عبداللہ بن طغج کے درمیان جو کچھ ہوا اس کے ساتھ جو جرنیل تھے وہ اس سے الگ ہو گئے اور جس نے ان میں سے اس سے امان طلب کی جیسے محمد بن تکین اور تکین خاقانی وغیرہ جو خاقان کا غلام تھا اور اس کے علاوہ اس کے دیگر حالات اور دیگر لوگوں کے حالات ، اور ۳۲۸ھ میں طریف السکری کا باب طرسوس پر قتل ہونا ثمیلیہ کے ساتھ اس کی جنگ ، یہ لوگ ثمیل خادم کے غلام تھے ان سب واقعات کو ہم نے کتاب الاوسط میں مبسوط طور پر بیان کیا ہے اس لیے ان کو اب تفصیلاً لکھنے کی ضرورت نہیں رہی ہم اپنی تصنیف میں دیلم اور جبل کے حالات اور آل ابی طالب اور الداعی حسن بن القاسم الحسنی حاکم طبرستان اور اس کے قتل ، اطروش الحسن بن علی الحسنی کے حالات کے ذکر کے ساتھ اسفار بن شیرویہ اور مرداویج کے حالات بیان کر رہے تھے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم نے جن بادشاہوں اور خلفاء کا ذکر کیا ہے ان کے بقیہ حالات و واقعات کا ذکر ہم نے اپنی دو کتابوں اخبار الزمان اور الاوسط میں کیا ہے اس کتاب میں ہم نے اتنا ہی بیان کیا ہے جو مطالعہ کرنے والے کے لیے کافی ہو۔ اس وقت ہم کتاب کو تصنیف کرتے کرتے جمادی الاولیٰ ۳۳۶ھ تک پہنچ چکے ہیں ہم اس وقت فسطاط مصر میں ہیں اور حکومت کا کاروبار ابوالحسن احمد بن بویہ دیلمی مسمی معز الدولۃ اور اس کے بھائی حسن بن بویہ مسمی رکن الدولۃ حاکم بلاد اصبہان اور ضلع اہواز وغیرہ کے ہاتھ میں ہے اور ان دونوں کا بڑا بھائی معظم علی بن بویہ الملقب عمید الدولۃ جو ان میں سب سے بڑا ہے سرزمین فارس میں مقیم ہے اور وہ ان میں سے مطیع احمد بن بویہ معز الدولہ کے معاملے کی تدبیر کرنے والا ہے جو ارض بصرہ میں بریدیوں کے لیے لڑ رہا ہے جو خبریں ہم تک پہنچتی ہیں ان کے مطابق مطیع اس کے ساتھ ہے ہم نے اپنی اس کتاب میں مختصر طور پر ذکر کر دیا ہے اور ہم نے اپنی ہر کتاب میں وہ بات درج کی ہے جو دوسری میں نہیں کی ، سوائے اس بات کے جس کو ترک کرنے کی گنجائش نہ تھی اور ہم نے ہر زمانے کے لوگوں کے واقعات کا ذکر کیا ہے اور اس وقت تک جو واقعات ہوئے ہیں انہیں بھی بیان کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہم اس کتاب میں پہلے بحر وبر ،

اور ان میں آباد اور ویران مقامات اور بادشاہوں اور ان کی سیرتوں اور اقوام اور ان کے حالات کا ذکر کر آئے ہیں۔

مؤلف کا وعدہ کہ وہ تاریخ کی ایک کتاب تالیف کرے گا

میں اللہ تعالیٰ سے اُمید کرتا ہوں کہ وہ میری عمر کو لمبا کرے گا اور میں اس کتاب کے بعد تالیفی اور تصنیفی ترتیب کے بغیر ایک اور کتاب تالیف کروں گا جو کئی قسم کے واقعات اور شاندار آثار پر مشتمل ہو گی اور میں اس کا نام "وصل المجالس بجوامع الاخبار و مختلط الآثار" رکھوں گا، یہ کتاب ہماری گزشتہ کتب اور ہماری پہلی تصانیف کے ساتھ ہو گی اور تمام وہ واقعات جو ہم نے اس کتاب میں بیان کیے ہیں اُن سے عقل مند آدمی ناآشنا نہیں رہ سکتا اور نہ ان کے ترک و تغافل سے معذور قرار دیا جا سکتا ہے پس جو شخص میری اس کتاب کے ابواب کو شمار کرے گا اور ہر باب کو بہ نظر غائر نہیں پڑھے گا وہ ہماری بات کی حقیقت کو نہ پا سکے گا اور علم کی کوئی حد نہیں، ہم نے بڑی کوشش اور تگ و دو سے سنین کے شمار اور اسفار اور مملکت اسلام کے سوا مشرق و مغرب کے بے شمار ممالک میں گھوم پھر کر حالات کو اکٹھا کیا ہے پس جو شخص ہماری اس کتاب کو پڑھے وہ اس میں محبت کی نظر سے غور کرے اور جس چیز کو لکھنے والے نے بدل دیا ہے یا کاتب نے لکھنے میں غلطی کی ہے مہربانی سے اس کی اصلاح کرے، اور علمی نسبت، حرمتِ ادب اور موجبات روایت اور میں نے اس بارے میں جو تکلیف اُٹھائی ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے میری رعایت کرے کیونکہ اس کتاب کے تالیف کرنے میں میرا مقام اس شخص کا سا ہے جس کو مختلف قسم کے بکھرے ہوئے جواہرات ملیں اور وہ اُن کو پرو کر ایک قیمتی ہار بنا لے۔

اور یہ بات بھی مدنظر رہے کہ میں نے کسی قول یا مذہب کی حمایت نہیں کی، میں نے صرف لوگوں سے ان کی مجالس کے حالات بیان کیے ہیں اس کے علاوہ میں نے کوئی بات پیش نہیں کی۔

اب ہم جامع التاریخ کے دوسرے باب کا ذکر کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے شروع میں اس کے بیان کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ وباللہ استعین وعلیہ التوکل۔

باب پانزدھم

ہجرت سے ۳۳۶ھ تک جامع التاریخ تانی کا بیان

ہم جمادی الاولیٰ ۳۳۶ھ میں ہم اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوئے ہیں۔

پیش لفظ قبل ازیں ہم نے اس کتاب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے ہجرت تک دُنیا، انبیاء اور بادشاہوں کی تاریخ کے بارے میں ایک باب قائم کیا پھر ہم نے آپ کی ہجرت سے آپ کی وفات تک کے حالات کا ذکر کیا ہے اور حساب کے بموجب اور جو کچھ کتب سیر اور اصحاب تواریخ نے خلفاء اور ملوک کے حالات لکھے ہیں ہم نے اس وقت تک ہونے والے خلفاء اور ملوک کے حالات لکھ دیے ہیں اور اصحاب نجوم نے سیاروں کی حرکات کا پتہ لگانے کے لیے علم ہیئت کی جن جدولوں کا ذکر کیا ہے ہم نے انہیں ان کی تاریخ کے بموجب پیش نہیں کیا اب ہم اس باب میں ان تمام باتوں کا ذکر کریں گے جو انہوں نے ہجرت سے لے کر اس وقت تک نجوم کی جدولوں کی کتب میں لکھی ہیں۔ تاکہ کتاب زیادہ مفید اور اصحاب تواریخ اور منجمین کے اختلاف و اتفاق کو جاننے کے لیے جامع ہو۔

تاریخ اسکندر سے آغاز اور موازنہ جس بات کو ہم نے علم ہیئت کی کتب میں پایا ہے وہ یہ ہے کہ ۱ھ ماہ محرم کے آغاز میں جمعہ سے ابتدا ہوئی یہ ذوالقرنین کے حساب سے ۱۶ جولائی ۹۳۳ء بنتا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مکہ سے مدینہ اس وقت ہوئی جب اس میں سے دو ماہ آٹھ دن گزر چکے تھے آپ مدینہ میں وفات تک نو سال گیارہ ماہ بائیس دن ٹھہرے رہے اور یہ مدت دس سال دو ماہ بنتی ہے

حضرت ابوبکرؓ کا زمانہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ

آٹھ دن ہے تو یہ مدت بارہ سال پانچ ماہ آٹھ دن بن گئی۔

حضرت عمرؓ کا زمانہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دس سال چھ ماہ انیس دن ہے تو یہ مدت بائیس سال گیارہ ماہ پچیس دن بن گئی، حضرت عمر رضؓ کے بعد شوریٰ تین دن رہی تو بائیس سال گیارہ ماہ اٹھائیس دن بن گئے۔

حضرت عثمانؓ حضرت عثمانؓ بن عفان، گیارہ سال، گیارہ ماہ انیس دن خلیفہ رہے تو یہ چونتیس سال گیارہ ماہ سترہ دن بن گئے۔

حضرت علیؓ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ چار سال سات ماہ خلیفہ رہے تو یہ انتالیس سال آٹھ ماہ سترہ دن بن گئے ـــــ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی بیعت تک چھ ماہ تین دن ہوئے تو یہ چالیس سال دو ماہ بیس دن بن گئے۔

حضرت معاویہؓ حضرت معاویہ بن ابی سفیان انیس سال تین ماہ پچیس دن خلیفہ رہے تو یہ اُنسٹھ سال چھ ماہ پچیس دن بن گئے۔

یزید بن معاویہ یزید بن معاویہ تین سال آٹھ ماہ برسرِ اقتدار رہا تو یہ تریسٹھ سال دو ماہ پندرہ دن بن گئے۔

معاویہ بن یزید معاویہ بن یزید تین ماہ بائیس دن خلیفہ رہا تو یہ تریسٹھ سال چھ ماہ سات دن بن گئے۔

مروان مروان بن الحکم چار ماہ خلیفہ رہا تو یہ تریسٹھ سال دس ماہ سات دن بن گئے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عبداللہ بن زبیر آٹھ سال پانچ ماہ خلیفہ رہے تو یہ بہتر۷۲ سال تین ماہ سات دن بن گئے۔

عبدالملک بن مروان عبدالملک بن مروان حضرت ابن زبیر کے قتل تک ایک سال دو ماہ چھ دن خلیفہ رہا تو یہ تہتر۷۳ سال پانچ ماہ دس دن بن گئے۔

باب شش دہم

بنی مروان بن الحکم کے عہد کا بیان

عبدالملک بن مروان بن الحکم بارہ سال چار ماہ پانچ دن۔

الولید بن عبدالملک نو سال نو ماہ بیس دن۔

سلیمان بن عبدالملک دو سال سات ماہ بیس دن۔

عمر بن عبدالعزیز بن مروان دو سال پانچ ماہ تیرہ دن۔

یزید بن عبدالملک چار سال ایک دن۔

ہشام بن عبدالملک انیس سال آٹھ ماہ سات دن، اور یہ ایک سو چوبیس سال تین ماہ چھ دن بن گئے۔

الولید بن یزید بن عبدالملک قتل ہونے تک ایک سال دو ماہ بیس دن، اور یہ ایک سو پچیس سال پانچ ماہ ستائیس دن بن گئے اور اس کے قتل کے بعد دو ماہ پچیس دن تک فتنہ رہا اور یہ ایک سو پچیس سال آٹھ ماہ بائیس دن بن گئے۔

یزید بن عبدالولید بن عبدالملک	دو ماہ سات دن، اور یہ ایک سو چھبیس سال گیارہ ماہ ایک دن بن گیا۔
ابراہیم بن الولید بن عبدالملک دستبرداری تک	دو ماہ گیارہ دن، اور یہ ایک سو چھبیس سال ایک ماہ بارہ دن بن گئے۔
مروان بن محمد قتل ہونے تک	پانچ سال دو ماہ، اور یہ ایک سو اکتیس سال تین ماہ بارہ دن بن گئے۔

باب ہفت دہم

خلفائے بنی ہاشم کا بیان

ابو العباس عبداللہ بن محمد چار سال آٹھ ماہ دو دن، تو یہ ایک سو پینتیس سال گیارہ ماہ چودہ دن بن گئے اور منصور کی بیعت کے اختتام تک چودہ دن بنے اور یہ ایک سو پینتیس سال گیارہ ماہ اٹھائیس دن بن گئے۔

ابو جعفر عبداللہ بن محمد المنصور اکیس سال گیارہ ماہ آٹھ دن، تو یہ ایک سو ستاون سال گیارہ ماہ چھ دن بن گئے اور المہدی تک یہ خبر بارہ دن میں پہنچی، یہ ایک سو ستاون سال گیارہ ماہ چھ دن بن گئے۔

المہدی دس سال ایک ماہ پانچ دن، تو یہ ایک سو اڑسٹھ سال تیرہ دن بن گئے اور الہادی تک یہ خبر اٹھارہ دن میں پہنچی اور یہ ایک سو اڑسٹھ سال ایک ماہ ایک دن بن گئے۔

الہادی ایک سال ایک ماہ پندرہ دن، تو یہ ایک سو انہتر سال دو ماہ سولہ دن بن گئے۔

ہارون الرشید تیئس سال دو ماہ سولہ دن، تو یہ ایک سو بانوے سال پانچ ماہ تین دن بن گئے۔ اور اس کے بیٹے امین تک یہ خبر بارہ دن میں پہنچی یہ ایک سو بانوے سال پانچ ماہ پندرہ دن بن گئے۔

الامین دستبرداری اور قید تک تین سال پچیس دن، تو یہ ایک سو پچانوے سال چھ ماہ دس دن بن گئے وہ دو دن قید

رہا اور یہ ایک سو بچانوے سال چھ ماہ بارہ دن بن گئے اور اسے قید سے نکال کر اس کی بیعت کی گئی اور اس نے جنگ کی۔ اور وہ محصور ہو گیا یہاں تک کہ ایک سال چھ ماہ تیرہ دن بعد قتل ہو گیا۔

المامون | بیس سال پانچ ماہ بائیس دن، تو یہ دو سو سترہ سال، چھ ماہ انیس دن بن گئے۔

المعتصم | آٹھ سال آٹھ ماہ دو دن، تو یہ دو سو چھبیس سال دو ماہ انیس دن بن گئے۔

الواثق | پانچ سال نو ماہ پانچ دن، تو یہ دو سو اکتیس سال گیارہ ماہ، چوبیس دن بن گئے۔

المتوکل | چودہ سال نو ماہ سات دن، تو یہ دو سو چھیالیس سال نو ماہ ایک دن بن گیا۔

المنتصر | چھ ماہ، تو یہ دو سو سنتالیس سال تین ماہ ایک دن بن گیا اور المستعین بغداد میں دو سال نو ماہ تین دن میں آیا یہ دو سو پچاس سال چار دن بن گئے اور سامرا میں المعتز کی بیعت دس دن میں ہوئی تو یہ دو سو پچاس سال چودہ دن بن گئے اور گیارہ ماہ بیس دن تک بغداد میں المعتز کے لیے خطبہ دیا گیا تو یہ دو سو اکاون سال چار دن بن گئے اور المعتز تین سال چھ ماہ تیئیس دن دستبردار رہا تو یہ دو سو چون سال چھ ماہ ستائیس دن بن گئے اور المہتدی کی بیعت دو دن تک ہوئی تو یہ دو سو چون سال سات ماہ بن گئے۔

المہتدی | گیارہ ماہ اٹھارہ دن، تو یہ دو سو پچپن سال چھ ماہ سترہ دن بن گئے۔

المعتمد | تیئیس سال تین دن تو یہ دو سو اٹھتر سال چھ ماہ بیس دن بن گئے۔

المعتضد | نو سال نو ماہ دو دن، تو یہ دو سو اٹھاسی سال تین ماہ بائیس دن بن گئے۔

المکتفی | چھ سال چھ ماہ بیس دن، تو یہ دو سو چورانوے سال دس ماہ بارہ دن بن گئے۔

المقتدر دستبرداری تک | اکیس سال دو ماہ پانچ دن، تو یہ تین سو چھ سال انیس دن

بن گئے۔

ابن المعتز دست برداری تک دو دن، تو یہ تین سو چھ سال اکیس دن بن گئے۔

المقتدر قتل ہونے تک تین سال نو ماہ آٹھ دن، تو یہ تین سو انیس سال انیس ماہ انیس دن بن گئے۔

القاہر، دستبرداری تک ایک سال چھ ماہ دس دن، تو یہ تین سو اکیس سال چار ماہ نو دن بن گئے۔

الراضی چھ سال گیارہ ماہ آٹھ دن، تو یہ تین سو اٹھائیس سال تین ماہ سترہ دن بن گئے۔

المتقی تین سال نو ماہ سترہ دن، تو یہ تین سو بتیس سال ایک ماہ تین دن بن گئے۔

المستکفی ایک سال تین ماہ، تو یہ تین سو تینتیس سال چار ماہ تین دن بن گئے۔

المطیع ماہ جمادی الاولی ۳۳۳ھ تک دو سال آٹھ ماہ پندرہ دن، تو یہ تین سو پینتیس سال تین دن کم چار ماہ بن گئے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہجری قمری سالوں اور اس تاریخ اور اصحاب اخبار و سیر کی تاریخ کے درمیان مہینوں اور دنوں کی زیادتی کا تفاوت پایا جاتا ہے اور ہم نے ہجرت سے لے کر اس وقت تک جو تاریخ بیان کی ہے اس میں ہمارا اعتماد ان باتوں پر ہے جو ہم نے علم ہیئت کی کتب میں پائی ہیں کیونکہ اس فن کے ماہرین ان اوقات کی نگرانی کرتے ہیں اور ان کا قطعی علم حاصل کرتے ہیں، ہم نے جو تاریخیں نقل کی ہیں وہ ابو عبداللہ محمد بن جابر البنانی کی جدول اور اس وقت تک کی دیگر جداول سے ہیں اور اس سے قبل ہم نے اس کتاب میں ——— جو ہجرت سے اس وقت تک کی تاریخیں لکھی ہیں ——— ہم اس باب میں ان کا ذکر مفصل طور پر کریں گے تاکہ طالب علم اُسے آسانی سے معلوم کر سکے اور ہم نے جن جدولوں کا ذکر کیا ہے ان سے دُور نہ ہو جائے۔

بعثت رسول ؐ سے آغاز و موازنہ جو باتیں اصحاب سیر و اخبار سے جو اہل نقل

آثار میں سے ہیں صحیح طور پر ثابت ہے یہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت چالیس سال کی عمر میں ہوئی، اور آپ مکہ میں تیرہ سال تک رہے اور دس سال مہاجر رہے اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت ابوبکرؓ : دو سال تین ماہ دس دن۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب : دس سال چھ ماہ چار راتیں۔

حضرت عثمانؓ بن عفان : آٹھ دن کم بارہ سال۔

حضرت علیؓ بن ابی طالب : چار سال نو ماہ آٹھ راتیں۔

حضرت حسن بن علیؓ : چھ ماہ دس دن۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان : انیس سال آٹھ ماہ پچیس دن۔

یزید بن معاویہ : تین سال آٹھ راتیں کم آٹھ ماہ۔

معاویہ بن یزید :- ایک ماہ گیارہ دن۔

مروان بن الحکم : آٹھ ماہ پانچ دن۔

عبدالملک بن مروان : اکیس سال ڈیڑھ ماہ۔

ولید بن عبدالملک : نو سال آٹھ ماہ دو دن۔

سلیمان بن عبدالملک : دو سال آٹھ ماہ پانچ دن۔

عمر بن عبدالعزیزؒ : دو سال پانچ ماہ پانچ دن۔

یزید بن عبدالملک : چار سال ایک ماہ دو دن۔

ہشام بن عبدالملک : انیس سال سات ماہ گیارہ راتیں۔

ولید بن یزید : ایک سال دو ماہ بائیس دن۔

یزید بن ولید : پانچ ماہ دو راتیں۔

مروان بن محمد : پانچ سال دس دن۔

عبداللہ بن محمد السفاح : چار سال نو ماہ۔

المنصور : نو راتیں کم بائیس سال۔

المہدی : دس سال ڈیڑھ ماہ۔

الہادی : ایک سال تین ماہ۔

ہارون الرشید : تیئس سال چھ ماہ۔

الامین : چار سال چھ ماہ۔

المامون : اکیس سال۔

المعتصم : آٹھ سال آٹھ ماہ۔

الواثق : پانچ سال نو ماہ تیرہ دن۔

المتوکل : چودہ سال نو ماہ نو راتیں۔

المنتصر : چھ ماہ۔

المستعین : تین سال آٹھ ماہ۔

المعتز : چار سال چھ ماہ۔

المہتدی : گیارہ ماہ۔

المعتمد : تیئس سال۔

المعتضد : نو سال نو ماہ دو دن۔

المکتفی : چھ سال سات ماہ بائیس دن۔

المقتدر : چوبیس سال گیارہ ماہ سولہ دن۔

القاہر : ایک سال چھ ماہ چھ دن۔

الراضی : چھ سال گیارہ ماہ آٹھ دن۔

المتقی : تین سال گیارہ ماہ تیئس دن۔

المستکفی : ایک سال تین ماہ۔

المطیع : ماہ جمادی الاول ۳۳۶ھ تک ایک سال آٹھ ماہ پندرہ دن۔

ہم اللہ تعالیٰ سے زیادتی عمر کی اُمید کرتے ہیں تاکہ ہم اس کتاب میں ان کے دَور میں ہونے والے واقعات اور جو کچھ ان کی حکومت میں آئندہ ہونے والا ہے اس کا اضافہ کر سکیں۔

یہ ہجرت سے اس وقت یعنی جمادی الاولیٰ ۳۳۶ھ تک کی مختصر تاریخ ہے ہم نے اس کتاب میں فریقین کی بیان کردہ تاریخوں کو درج کر دیا ہے انشاء اللہ کسی جستجو کرنے والے کو اس کے سمجھنے میں دقت نہیں ہوگی۔

تاریخ ہجرت کو اخذ کرنے کا اصول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے

لے کر اس وقت تک کی تاریخ سب کو معلوم ہے اور بعثت سے وفات تک کی تاریخ بھی معروف ومشہور ہے اور کسی دانشور کے لیے اس کتاب سے اس کا حصول مشکل نہیں ہوگا، مگر جیسا کہ ہم نے اپنی گذشتہ کتب میں بیان کیا ہے کہ لوگوں کا اعتماد، تاریخ ہجرت کے آغاز پر ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے بعض ایسے امور کے پیش آنے پر جن کا مدون کرنا ضروری تھا، لوگوں سے تاریخ کے متعلق مشورہ لیا اور جو کچھ لوگوں نے آپ کو کہا آپ نے سن کر حضرت علی رضؓ کے قول کو اختیار کر لیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے تاریخ کا آغاز کیا جائے اور مشرکوں کی تاریخ کو چھوڑ دیا جائے، اور حسب اختلاف حضرت عمر رضؓ نے یہ کام ہجرت کے سترہویں یا اٹھارہویں سال کیا واللہ اعلم۔

باب ہشت دہم

۸ھ سے ۲۳۵ھ تک امراء حج کے اسماء

پہلا شخص جس نے نیابت رسول میں حج کرایا مسعودی بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے آٹھویں سال رمضان شریف میں مکہ کو فتح کیا اور مدینہ واپس تشریف لے گئے اور عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ کو مکہ کا عامل مقرر فرمایا پس اس نے آٹھویں سال لوگوں کو حج کروایا بعض کہتے ہیں کہ لوگوں نے متفرق طور پر حج کیا اور ان کا کوئی امیر نہ تھا۔

حضرت ابوبکرؓ بطور امیر حج پھر نویں سال حضرت ابوبکر صدیق مدینہ سے تین سو آدمیوں کے ساتھ نکلے لوگوں کو حج کروایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بیس اونٹ بھیجے پھر آپ کے پیچھے حضرت علی بن ابی طالب کو بھیجا، وہ آپ کو العرج مقام پر آملے ان کے پاس سورۂ براءت تھی، پس آپ نے یوم النحر کو عقبہ کے پاس لوگوں کو اس کے متعلق بتایا، حضرت ابوبکرؓ نے حج کو قائم کیا اور مکہ میں ترویہ سے ایک روز قبل خطبہ دیا اور یوم عرفہ کو عرفہ میں خطبہ دیا اور یوم النحر کو منیٰ میں خطبہ دیا۔

حجۃ الوداع پھر دسویں سال خود سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حج کروایا اور اسی سال آپ وصال فرما گئے۔

خلفائے راشدین کے زمانے میں پھر گیارہویں سال حضرت عمر بن الخطاب نے لوگوں کو حج کروایا، بارھویں سال حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا، تیرھویں سال حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے لوگوں کو حج کروایا، پھر چودھویں، پندرھویں، سولھویں، سترھویں، اٹھارھویں، انیسویں، بیسویں، اکیسویں، بائیسویں اور تئیسویں سال حضرت عمرؓ نے لوگوں کو حج کروایا پھر آپ آخر ذوالحجہ میں شہید ہوگئے۔

چوبیسویں سال حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اور پچیسویں سال سے چونتیسویں سال تک حضرت عثمانؓ بن عفان نے لوگوں کو حج کروایا، پینتیسویں سال حضرت عبداللہ بن عباس نے حضرت عثمانؓ کے حکم سے لوگوں کو حج کروایا آپ اس وقت محصور تھے۔

پھر چھتیسویں سال حضرت عبداللہ بن عباس نے اور سینتیسویں سال حضرت علیؓ نے عبداللہ بن عباس کو حج کے موقع پر بھجوایا اور حضرت معاویہؓ نے یزید بن شجرۃ الرہاوی کو بھجوایا، یہ دونوں مکہ میں اکٹھے ہوئے اور امارت کے متعلق دونوں جھگڑنے لگے اور کسی نے امارت کو نہ چھوڑا اور ان دونوں نے اس با[redacted] پر مصالحت کی کہ بیت اللہ کے حاجب شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ بن عبداللہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان ابن عبدالدار الحجبی لوگوں کو نماز پڑھائیں اور ایسا ہی ہوا۔ پھر اڑتیسویں سال قثم بن عباس نائب مکہ اور انتالیسویں سال شیبہ بن عثمان نے لوگوں کو حج کروایا چالیسویں سال حضرت معاویہ اور حضرت حسن بن علیؓ کے درمیان خلافت کے بارے میں جھگڑا ہوگیا اور لوگوں کو مغیرہ بن شعبہ نے ایک خط کی وجہ سے حج کروایا، کہتے ہیں کہ اس نے یہ خط حضرت معاویہ کی طرف سے خود بنا لیا تھا۔

بنی اُمیہ کے عہد میں

سنہ ۴۱ھ و سنہ ۴۲ھ میں عتبہ بن ابی سفیان نے لوگوں کو حج کروایا، سنہ ۴۳ھ میں مروان بن الحکم نے سنہ ۴۴ھ میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے سنہ ۴۵ھ میں مروان بن الحکم نے سنہ ۴۶ھ، سنہ ۴۷ھ میں عتبہ بن ابی سفیان نے، سنہ ۴۸ھ میں مروان بن الحکم نے سنہ ۴۹ھ میں سعید بن العاص نے، سنہ ۵۰ھ میں یزید بن معاویہ نے سنہ ۵۱ھ میں معاویہ بن ابی سفیان نے، سنہ ۵۲ھ میں سعید بن العاص نے سنہ ۵۴ھ میں مروان بن الحکم نے، سنہ ۵۳ھ میں عتبہ بن ابی سفیان نے سنہ ۵۷ھ اور سنہ ۵۸ھ میں ولید بن عتبہ نے، سنہ ۵۹ھ میں عثمان بن محمد بن ابی سفیان نے، سنہ ۶۰ھ میں عمرو بن سعید العاص نے سنہ ۶۱ھ میں ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے سنہ ۶۳ھ میں ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے، سنہ ۶۳ھ سے سنہ ۷۱ھ تک حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے، سنہ ۷۲ھ میں حجاج بن یوسف نے حج کروایا

لوگ منیٰ میں آئے اور بیت اللہ کا طواف نہ کیا سنہ ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف ہی نے حج کروایا، اور حضرت عبداللہ بن زبیر قتل ہو گئے، سنہ ۷۴ھ میں حجاج بن یوسف نے، سنہ ۷۵ھ میں عبدالملک بن مروان نے، سنہ ۷۶ھ میں سے سنہ ۸۰ھ تک ابان بن عثمان نے سنہ ۸۱ھ میں سلیمان بن عبدالملک نے سنہ ۸۲ھ میں ابان بن عثمان نے اور سنہ ۸۳ھ سے سنہ ۸۵ھ تک ہشام بن اسماعیل بن ہشام بن الولید بن المغیرہ المخزومی نے سنہ ۸۶ھ میں عباس بن ولید بن عبدالملک نے سنہ ۸۷ھ میں عمر بن عبدالعزیز بن مروان نے سنہ ۸۸ھ میں ولید بن عبدالملک نے اور سنہ ۸۹ھ اور سنہ ۹۰ھ میں عمر بن عبدالعزیز نے اور سنہ ۹۳ھ میں عثمان بن ولید بن عبدالملک نے اور بعض کہتے ہیں کہ عبدالعزیز بن ولید بن عبدالملک نے لوگوں کو حج کروایا، اور سنہ ۹۴ھ میں مسلمہ بن عبدالملک نے اور سنہ ۹۵ھ میں بشر بن ولید بن عبدالملک نے، اور سنہ ۹۸ھ میں عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد بن اسید بن ابی العیص بن امیہ نے اور سنہ ۹۹ھ اور سنہ ۱۰۰ھ میں ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم نے حج کروایا، اور سنہ ۱۰۱ھ عبدالعزیز بن عبداللہ امیر مکہ نے، سنہ ۱۰۲ھ میں عبدالرحمٰن بن الضحاک الفہری نے، سنہ ۱۰۳ھ عبداللہ بن کعب بن عمیر بن سبیع بن عوف بن نصر بن معاویہ النصری نے نیز سنہ ۱۰۴ھ میں بھی اسی نے حج کروایا، سنہ ۱۰۵ھ میں ابراہیم بن ہشام بن اسماعیل مخزومی نے، سنہ ۱۰۶ھ میں ہشام بن عبدالملک نے سنہ ۱۰۷ھ سے سنہ ۱۱۲ھ تک ہشام بن ابراہیم مخزومی نے لوگوں کو حج کروایا، سنہ ۱۱۳ھ میں سلیمان بن ہشام بن عبدالملک نے، سنہ ۱۱۴ھ میں خالد بن عبدالملک بن حارث بن الحکم بن العاص بن امیہ نے، سنہ ۱۱۵ھ میں محمد بن ہشام بن اسماعیل بن ولید بن مغیرہ نے، سنہ ۱۱۶ھ میں ولید بن یزید بن عبدالملک نے جو ولی عہد تھا لوگوں کو حج کروایا، سنہ ۱۱۷ھ میں خالد بن عبدالملک بن حارث بن الحکم بن العاص بن امیہ نے اور بعض کہتے ہیں کہ مسلمہ بن عبدالملک نے لوگوں کو حج کروایا، سنہ ۱۱۸ھ میں محمد بن ہشام بن اسماعیل نے سنہ ۱۱۹ھ میں مسلمہ بن ہشام بن عبدالملک ابوشاکر نے اور بعض کہتے ہیں کہ مسلمہ بن عبدالملک نے لوگوں کو حج کروایا، سنہ ۱۲۰ھ میں محمد بن ہشام بن اسماعیل نے، سنہ ۱۲۱ھ سے سنہ ۱۲۴ھ تک محمد بن ہشام بن اسماعیل نے لوگوں کو حج کروایا، سنہ ۱۲۵ھ میں حجاج بن یوسف کے بھائی یوسف نے، سنہ ۱۲۶ھ میں عمرو بن عبداللہ بن عبدالملک نے، سنہ ۱۲۷ھ میں عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز نے، سنہ ۱۲۸ھ میں عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز نے، سنہ ۱۲۹ھ میں عبدالواحد بن سلیمان بن عبدالملک بن مروان نے حج کروایا۔ ابوحمزہ مختار بن عوف خارجی جو ازد قبیلہ سے تھا اور طالب الحق کے نام سے مشہور تھا نے اس سال خروج کیا تو لوگوں نے اس سے گفتگو کی یہاں تک کہ عبدالواحد

لوگوں کو نماز پڑھلانے آیا اور اس کے گھر گیا، ۱۳۰ھ میں محمد بن عبد الملک بن مروان نے ۱۳۱ھ میں ولید بن عروہ بن محمد بن عطیہ سعدی ایک خط کے ذریعہ جو اس نے اپنے چچا عبد الملک بن محمد کی طرف سے از خود بنا لیا تھا لوگوں کو حج کروایا، یہ مروان بن محمد کی طرف سے حجاز و یمن کا والی تھا۔

بنو عباس کے عہد میں

مسعودی بیان کرتا ہے کہ یہ بنو اُمیہ کا آخری حج تھا پھر ۱۳۲ھ میں داؤد بن علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب نے ۱۳۳ھ میں زیاد بن عبید اللہ بن عبد المدان الحارثی نے ۱۳۴ھ میں عیسٰے بن موسٰے بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے، ۱۳۵ھ میں سلیمان بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے، ۱۳۶ھ میں ابو جعفر المنصور نے لوگوں کو حج کروایا، اسی سال ابو جعفر المنصور کی بیعت ہوئی۔ ۱۳۷ھ میں اسماعیل بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے، ۱۳۸ھ میں فضل بن صالح بن علی نے، ۱۳۹ھ میں عباس بن محمد بن علی نے، ۱۴۰ھ میں ابو جعفر المنصور نے، ۱۴۱ھ میں صالح بن علی نے، ۱۴۲ھ میں اسماعیل بن علی نے، ۱۴۳ھ میں عیسٰی بن موسٰے بن محمد بن علی نے، ۱۴۴ھ میں ابو جعفر المنصور نے، ۱۴۵ھ میں السری بن عبد اللہ بن حارث بن عباس بن عبد المطلب نے، ۱۴۶ھ میں عبد الوہاب بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے، ۱۴۷ھ میں ابو جعفر المنصور نے، ۱۴۸ھ میں جعفر بن ابی جعفر المنصور نے، بعض کہتے ہیں کہ محمد بن ابراہیم امام نے، بعض کہتے ہیں کہ المنصور نے لوگوں کو حج کروایا۔ ۱۴۹ھ میں عبد الوہاب بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی نے، ۱۵۰ھ میں عبد الصمد بن علی نے، ۱۵۱ھ میں محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی نے، ۱۵۲ھ میں ابو جعفر المنصور نے، ۱۵۳ھ میں المهدی محمد بن عبد اللہ المنصور۔ بن محمد بن علی نے، ۱۵۴ھ میں محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی نے، ۱۵۵ھ میں عبد الصمد بن علی نے، ۱۵۶ھ میں عباس بن محمد بن علی نے، ۱۵۷ھ میں ابراہیم بن یحیٰے بن محمد بن علی نے، ۱۵۸ھ میں ابراہیم بن یحیٰی نے، ۱۵۹ھ میں یزید بن منصور بن عبد اللہ بن شہیر بن یزید بن شوب الحمیری نے، ۱۶۰ھ میں المهدی محمد بن منصور نے، ۱۶۱ھ میں الهادی موسٰی بن المهدی نے جو ولی عہد تھا لوگوں کو حج کروایا، ۱۶۲ھ میں ابراہیم بن جعفر بن ابی جعفر نے، ۱۶۳ھ میں علی بن محمد بن المهدی نے، ۱۶۴ھ میں صالح بن ابی جعفر نے، ۱۶۵ھ میں صالح بن ابی جعفر نے، ۱۶۶ھ میں محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی نے، ۱۶۷ھ میں ابراہیم بن یحیٰی بن محمد بن علی نے، ۱۶۸ھ میں علی بن محمد المهدی نے، ۱۶۹ھ میں سلیمان بن ابی جعفر منصور نے

۱۷۰ھ میں ہارون الرشید نے، ۱۷۱ھ میں یعقوب بن منصور نے، ۱۷۲ھ میں عبدالصمد بن علی نے، ۱۷۳ھ میں ہارون الرشید نے لوگوں کو حج کروایا وہ اپنی فوج سے نکل کر مکہ کو گیا، ۱۷۴ھ سے ۱۷۹ھ[1] تک ہارون الرشید نے لوگوں کو حج کروایا، ۱۸۰ھ میں موسیٰ بن عیسیٰ بن محمد بن علی نے، ۱۸۱ھ میں ہارون الرشید نے ۱۸۲ھ میں موسیٰ بن عیسیٰ نے ۱۸۳ھ میں عباس بن موسیٰ المهدی نے، ۱۸۴ھ میں ابراہیم بن المہدی نے، ۱۸۵ھ میں منصور بن المہدی نے، ۱۸۶ھ میں ہارون الرشید نے، ۱۸۷ھ میں عبداللہ بن عباس بن محمد بن علی نے، اور بعض کہتے ہیں کہ منصور بن مہدی نے لوگوں کو حج کروایا ۱۸۸ھ میں ہارون الرشید نے، ۱۸۹ھ میں عباس بن موسےٰ بن عیسیٰ بن محمد بن علی نے، ۱۹۰ھ میں عیسیٰ بن موسےٰ بن محمد نے[2] ۱۹۱ھ میں عباس بن عبداللہ بن جعفر بن ابی جعفر منصور نے، ۱۹۲ھ میں عباس بن عبداللہ نے، ۱۹۳ھ میں داؤد بن عیسیٰ بن موسےٰ بن محمد بن علی نے، ۱۹۴ھ میں علی بن ہارون الرشید نے، ۱۹۵ھ میں داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ نے، ۱۹۶ھ سے ۱۹۸ھ تک عباس بن موسیٰ نے لوگوں کو حج کروایا اور ۱۹۹ھ میں محمد بن داؤد بن عیسیٰ بن موسےٰ بن محمد بن علی نے لوگوں کو حج کروایا۔

اور ابن افطس علوی نے حملہ کر کے مکہ پر قبضہ کر لیا محمد بن داؤد ایک طرف ہٹ گیا اور لوگ باہر نکل گئے اور بغیر امام کے کھڑے ہو گئے، جب وہ مزدلفہ میں تھے تو ابن افطس ان کے پاس آگیا اور ان کے بقیہ مناسک حج انہیں ادا کروائے پھر ۲۰۰ھ میں ابواسحٰق المعتصم نے، ۲۰۱ھ اسحٰق بن موسیٰ بن عیسیٰ بن محمد بن علی نے، ۲۰۲ھ میں ابراہیم بن موسےٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے لوگوں کو حج کروایا، یہ پہلے طالبی ہیں جنہوں نے اسلام میں لوگوں کو حج کروایا نیز یہ کہ انہوں نے غلبہ حاصل کر کے ایسا کیا، کسی خلیفہ کی طرف سے آپ کو یہ ڈیوٹی سپرد نہیں کی گئی یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے زمین میں فساد کیا اور ابراہیم بن عبیداللہ الحجبی وغیرہ کے اصحاب کو مسجد الحرام میں قتل کیا نیز یزید بن محمد بن حنظلہ مخزومی اور دوسرے

---

[1] ایک نسخہ میں ہے کہ ۱۷۵ھ میں سلیمان بن ابی جعفر منصور نے، ۱۷۶ھ میں ہارون الرشید نے، ۱۷۷ھ میں محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی نے، ۱۷۸ھ میں ہارون الرشید نے، ۱۷۹ھ میں موسےٰ بن عیسیٰ بن محمد بن علی نے لوگوں کو حج کروایا۔

[2] ایک نسخہ میں علی بن ہارون الرشید کا نام ہے۔

عابدوں کو قتل کر دیا، ۲۰۳ھ میں جعفر بن سلیمان بن علی نے، ۲۰۴ھ میں عبید اللہ بن حسن بن عبد اللہ بن عباس بن علی بن ابی طالب نے مامون کی طرف سے لوگوں کو حج کروایا یہ اس کی طرف سے حرمین کے حاکم تھے اور ۲۰۵ھ عبید اللہ بن حسن نے، ۲۰۶ھ میں ابو عیسیٰ بن ہارون الرشید نے، ۲۰۷ھ سے ۲۱۰ھ تک صالح بن ہارون الرشید نے لوگوں کو حج کروایا۔ زبیدہ بھی اس کے ساتھ تھی۔ ۲۱۱ھ میں اسحاق بن عباس بن محمد بن علی نے ۲۱۲ھ میں مامون نے، ۲۱۳ھ میں احمد بن عباس نے، ۲۱۴ھ میں اسحاق بن عباس بن محمد بن علی نے، ۲۱۵ھ میں عبد اللہ بن عبید اللہ نے ۲۱۶ھ میں عبد اللہ بن عبید اللہ نے ۲۱۷ھ میں سلیمان بن عبد اللہ بن سلیمان بن علی نے، ۲۱۸ھ میں سلیمان بن عبد اللہ نے، ۲۱۹ھ میں صالح بن عباس نے، ۲۲۰ھ اور ۲۲۱ھ میں صالح بن عباس نے ۲۲۲ھ سے ۲۲۶ھ تک محمد بن داؤد عیسیٰ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب نے لوگوں کو حج کروایا۔ ۲۲۷ھ میں جعفر المتوکل بن المعتصم بن ہارون الرشید نے، ۲۲۸ھ سے ۲۳۵ھ تک محمد بن داؤد بن عیسیٰ نے لوگوں کو حج کروایا۔ ۲۳۶ھ میں محمد المنتصر بن المتوکل نے لوگوں کو حج کروایا۔ اس کے ساتھ اس کی دادی شجاع بھی تھی، ۲۳۷ھ میں علی بن موسیٰ بن جعفر بن المنصور نے، ۲۳۸ھ سے ۲۴۱ھ تک عبد اللہ بن محمد بن داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے لوگوں کو حج کروایا۔ ۲۴۲ھ تک عبد الصمد بن موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن الامام بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے لوگوں کو حج کروایا، ۲۴۵ھ سے ۲۴۸ھ تک محمد بن سلیمان بن عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم الامام نے لوگوں کو حج کروایا، ۲۴۹ھ میں عبد الصمد بن موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ نے لوگوں کو حج کروایا، ۲۵۰ھ میں جعفر بن فضل بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ نے لوگوں کو حج کروایا اس کا لقب بشاثات تھا

۲۵۱ھ میں اسماعیل بن یوسف علوی نے جس کا ذکر قبل ازیں اس کتاب میں ہو چکا ہے لوگوں کو روک دیا اور تھوڑے عرصہ کے لیے حج میں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ اسماعیل عرفہ میں حاجیوں کے پاس پہنچا اور اس نے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا یہاں تک کہ انہوں نے خیال کیا کہ وہ رات کو مقتولین کے تلبیہ کی آواز سنتا تھا، وہ بہت مفسد آدمی تھا پھر ۲۵۲ھ میں کعب البقر محمد بن احمد بن عیسیٰ بن جعفر بن المنصور نے، ۲۵۳ھ میں عبد اللہ بن محمد بن سلیمان بن عبد اللہ الرسی نے، ۲۵۴ھ میں علی بن حسن بن اسماعیل بن عباس بن

محمد بن علی نے ۲۵۵ھ میں علی بن حسن نے ۲۵۶ھ میں کعب البقر محمد بن احمد بن عیسیٰ بن جعفر بن المنصور نے ۲۵۷ھ میں فضل بن عباس بن حسن بن اسماعیل بن عباس بن محمد بن علی نے ۲۵۸ھ میں فضل بن عباس نے، ۲۵۹ھ سے ۲۶۰ھ تک ابراہیم بن محمد بن اسماعیل بن جعفر بن سلیمان بن علی بن بریہ نے ۲۶۱ھ سے ۲۶۳ھ تک فضل بن عباس بن حسن بن اسماعیل بن عباس بن محمد بن علی نے لوگوں کو حج کروایا۔ مسلسل پندرہ حج ہارون بن محمد بن اسحٰق بن موسیٰ بن عیسےٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے کروائے، ۲۷۹ھ سے ۲۸۷ھ تک مسلسل نو حج ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن داؤد بن عیسیٰ بن موسےٰ نے کروائے۔ ۲۸۸ھ میں محمد بن ہارون بن عباس بن ابراہیم بن عیسیٰ بن جعفر بن ابو جعفر المنصور نے، ۲۸۹ھ سے ۳۰۵ھ تک فضل بن عبد الملک بن عبد اللہ بن عباس بن محمد بن علی نے لوگوں کو حج کروایا، ۳۰۶ھ اور ۳۰۷ھ میں احمد بن عباس بن محمد بن عیسیٰ بن سلیمان بن محمد بن ابراہیم الامام نے لوگوں کو حج کروایا۔ جو اخوام موسیٰ الہاشمیہ قہرمانہ شغب ام المقتدر باللہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ۳۰۸ھ سے ۳۱۱ھ تک اسحاق بن عبد الملک بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن عباس بن محمد نے لوگوں کو حج کروایا۔ ۳۱۲ھ میں حسن بن عبد العزیز بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن عباس بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے ۳۱۳ھ اور ۳۱۴ھ میں ابو طالب عبد السمیع بن ایوب بن عبد العزیز بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن عباس بن محمد جو اپنے چچا حسن کے خلیفہ تھے، نے لوگوں کو حج کروایا ۳۱۵ھ اور ۳۱۶ھ میں عبد اللہ بن سلیمان بن محمد الاکبر عبد اللہ بن عبید اللہ بن محمد جو ابو الارزق کے نام سے مشہور ہیں اور حسن بن عبد العزیز عباسی کے خلیفہ ہیں نے لوگوں کو حج کروایا، ۳۱۷ھ میں سلیمان بن حسن حاکم بحرین مکہ میں آیا عمر بن حسن بن عبد العزیز بھی وہاں موجود تھے جن کے باپ کا نسب اقامت حج میں مقدم ہے وہ اپنے باپ کے خلیفہ کے طور پر حاضر ہوئے جیسا کہ ہم قبل ازیں اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں کہ قرامطہ کے واقعہ کی وجہ سے ۳۱۷ھ میں حج مکمل نہ ہوا، اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے، ہاں تھوڑے سے لوگوں کا حج ہوا جنہوں نے جنگ کی اور ان کا حج بغیر امام کے ہوا وہ سب پیدل تھے، ۳۱۸ھ میں عمر بن حسن بن عبد العزیز الہاشمی نے جو اپنے باپ حسن بن عبد العزیز کے خلیفہ تھے، حج کروایا، ۳۱۹ھ میں جعفر بن علی بن سلیمان نے حسن بن عبد العزیز کے خلیفہ کے طور پر حج کروایا۔ ۳۲۰ھ میں بھی عمر بن حسن بن عبد العزیز نے اپنے باپ کے خلیفہ کے طور پر حج کروایا، اور ۳۳۵ھ تک مسلسل وہی حج کرواتے رہے، وہ اس وقت جمادی الآخرۃ ۳۳۶ھ میں مکہ اور مصر وغیرہ کے قاضی ہیں۔

اپنے کارنامے کے تذکرہ کے ساتھ مؤلف کا کتاب کو ختم کرنا۔

ابوالحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی رحمۃ اللہ بیان کرتا ہے کہ ہم قبل ازیں اس کتاب میں کئی قسم کے واقعات اور انبیاءعلیہم السلام کے حالات سے کئی قسم کے علوم اور بادشاہوں، ان کی سیرتوں، اقوام اور ان کے واقعات زمین اور سمندروں کے حالات اور ان کے عجائبات و آثار، ان سے تعلق رکھنے والی باتوں کو بیان کر آئے ہیں تاکہ ہماری گذشتہ کتب سے استدلال کیا جائے اور ہماری پہلی تصنیفات کے لیے جو ہم نے کئی قسم کے علوم میں لکھی ہیں اور ان کا ذکر بھی کر چکے ہیں ان کی طرف راہنمائی کا باعث بھی ہو۔

ہم نے ہر نوع کے علوم اور تاریخ کے سب فنون اور آثار کے سب عجیب و غریب واقعات کو اس کتاب میں مفصل یا مجمل طور پر بیان کر دیا ہے یا اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے یا عرب و عجم اور دیگر اقوام کے حالات و واقعات کے متعلق عبارات کے مفہوم سے اشارہ کر دیا ہے۔

کتاب میں تغیر و تبدل کرنے والے کے لیے مؤلف کا انتباہ۔

پس جو شخص اس کتاب کے مفہوم میں کچھ تحریف کرے یا اس کی عمارت کے کسی رکن کو گرائے یا اس کے واضح معانی کو مٹائے یا اس کے تراجم کو خلط ملط کرے، یا تبدیل کرے، یا اُسے انتخاب کرے یا اُسے مختصر کرے یا ہمارے سوا کسی دوسرے آدمی کی طرف منسوب کرے یا اس سے ہمارے ذکر کو مٹائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اور اس کا انتقام اُسے جلد آلے اور اس پر ایسی گراں بار مصیبتیں پڑیں کہ جس پر وہ صبر نہ کر سکے اور اس کو کچھ نہ سوجھے اور اللہ تعالیٰ اُسے عالمین کے لیے نمونہ اور عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت اور دیکھنے والوں کے لیے نشان بنا دے، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اُسے دیا ہے وہ اس سے سلب کر لے اور جو قوت و نعمت اُسے ملی ہے اس کے درمیان زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا حائل ہو جائے خواہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

ہم نے یہ انتباہ اپنی اس کتاب کے آغاز اور آخر میں بھی کیا ہے اور اسی طرح اپنی پہلی تصانیف میں بھی کیا ہے، نیز ہم نے اسے اپنی تالیف میں نظم کیا ہے پس انسان کو

اپنے رب پر نگاہ رکھنی چاہیے اور اپنے انجام سے ڈرنا چاہیے کیونکہ یہاں پر قیام کی مدت تھوڑی ہے اور مسافت بھی کوتاہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

مؤلف کی معذرت

ہم نے پہلے بھی اس کتاب میں کاتب کی غلطی اور سہو اور تبدیلی پر معذرت کی ہے اور ہم نے اس کی خاطر کبھی مشرق میں کبھی مغرب میں، کبھی شمال میں اور کبھی جنوب میں متواتر سفر کیے ہیں اور انسانی سہو و عجز ہمارے شامل حال رہا ہے اور اگر کوئی آدمی سب علوم کو جمع کر کے ہی کتاب تالیف و تصنیف نہ کرتا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وفوق کل ذی علم علیم۔ اور اللہ تعالیٰ ہم کو ان لوگوں میں سے بنائے جو اس کی اطاعت کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کی ہدایت کی توفیق پاتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ شر کو خیر سے اور بے ہودگی کو سنجیدگی سے مٹا دے اور وہ اپنے عفو سے ہم پر احسان فرمائے اور اپنے فضل سے ہمیں ڈھانپ لے۔ انہ جواد منان لا الہ الا ھو رب العرش العظیم وصلی اللہ علی سید الانام محمد وعلی آلہ الطاہرین وسلم تسلیماً۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و توفیق سے کتاب مروج الذہب و معاون الجواہر کا چوتھا اور آخری جزء مکمل ہو گیا ہے جو مؤرخ کبیر ابو الحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی کی تالیف ہے۔

واللہ تعالیٰ نسأل ان یجعل احسن اعمالنا خواتیمہا۔

اشاریہ

مروج الذہب

حصّہ سوم

(شخصیات)

(ش)

(ص)

اشاریہ

مروّج الذہب (حصہ سوئم)

بلاد و امصار

اشاریہ شخصیات

مروج الذہب و معادن الجواہر

حصہ چہارم

مرتبہ: مشرف احمد

اشاریہ بلاد وامصار

مروج الذہب حصہ چہارم

مروج الذہب و معادن الجواہر

جلد چہارم

ترجمہ

اختر فتح پوری

ناشر

نفیس اکیڈمی

اسٹریچن روڈ، کراچی ۱